إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ

سلسلۂ دار المصنفین (۳۵)

مقدمۂ رقعاتِ عالمگیر

یعنی

اعلیٰ حضرت سلطان الہند محمد اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ رقعات و خطوط و مراسلات پر مقدمہ اور تفصیلی تبصرہ،

جسمین

اسلام مین فنِ انشا اور شاہانہ مراسلات کی تاریخ، ہندوستان کے صیغۂ انشا کا حال، اور انشا کے اصول، اور خاص عالمگیر کی انشا پر بحث، اوسکی تاریخ کے ماخذ، اور عالمگیر کی پیدایش سے برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات و سوانح پر خود اس کے خطوط و رقعات کی روشنی مین تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے،

نوشتۂ

سید نجیب اشرف ندوی، ایم اے، رفیق دار المصنفین،

مولوی مسعود علیصاحب ندوی کے اہتمام سے

دار المصنفین کے مطبع معارف اعظم گڈھ مین چھپی

فہرست مقدمہ رقعات عالمگیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

(۱)

فنِ انشاء کی اجمالی تاریخ

نحمدہٗ و نصلّی علی رسولہ الکریم

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا، کہ حروف و خطوط کی ایجاد کا مقصدِ اوّلین ایک انسان کے خیالات کا دوسرے انسان تک پہنچانا تھا، اور مختلف ممالک کے حروفِ تہجی کی تاریخ اس حیثیت سے کہ اُنھون نے تصاویر، خطوط، اور دوائر و نقاط سے موجودہ صورت تک کس طرح ارتقائی مدارج طے کئے ہین، ایک مستقل وسیع اور دلچسپ موضوع ہے، جس کے مطالعہ مین ایک طالب علم کی پوری زندگی صرف ہو سکتی ہے،

ایشیا کی متمدن قوموں کو ایک فخر یہ بھی حاصل ہے، کہ دوسری چیزون کی ایجاد کی طرح حروف و خطوط کی ایجاد کا سہرا بھی انھی کے سر ہے، اور یہین کے تاجرون، فاتحون اور حوصلہ مندون کی بدولت، دنیا کی یہ سب سے مفید اور عجیب و غریب ایجاد، افریقہ اور یورپ کے ظلمتکدون تک پہنچی، اور پھر مختلف ممالک نے اپنے مفاد و حالات کے مطابق اس کو اپنا بنا لیا، اس موقع پر ہم اس عنوان پر کچھ لکھنا نہین چاہتے، کیونکہ یہ خارج از بحث ہے، البتہ اتنا ضرور بتلا دینا چاہتے ہین کہ

ہمارے ملک مین آج سے نہین بلکہ حضرت مسیحؑ سے ہزارون برس پیشتر فن کتابت کا رواج ہو چکا تھا جس کے ثبوت مین آج پرانے کتبات موجود ہین، سندھ کے موجودہ اکتشافات نے اس زمانۂ قدامت کو ہزارون سال اور بھی پیچھے ہٹا دیا ہے، جس سے چین، ایران، اور عربستان تمام ایشیائی ممالک مین اس حیثیت سے بہت ممتاز ہو گئے ہین، اور اب اُر (UR) مین جو اثری خزائن نکل رہے ہین، انھون نے عرب کے متعلق اس موضوع کو خاص طور پر بہت زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے،

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا، کہ جس طرح عرب قبل الاسلام کا آخری دور تمام حیثیتون سے ابتر حالت مین تھا، اسی طرح کتابت و انشاء کے لحاظ سے بھی، تمام دوسرے ممالک سے بہ مدارج پست تھا[1]،

عرب قبل الاسلام کے متعلق ہم کو قدیم شعرا کی وساطت سے صرف اس قدر معلوم ہو سکا ہے، کہ وہان حمیری زبان کے کاتب ہوتے تھے، اور ایسے لوگ بھی تھے، جو حلف و نقائض لکھتے تھے، اس کے علاوہ چونکہ عربون کے دوسرے قبائل اور دوسرے ممالک سے تجارتی تعلقات تھے، اس لیے ایک جماعت ایسی بھی تھی جو تجارتی خطوط اور حساب کی ماہر تھی، گو اسکی تعداد بہت کم تھی، اس زمانہ مین لکھنا جاننا نہایت اہم کام سمجھا جاتا تھا، چنانچہ ابن سعد نے طبقات مین جہان ایسے صحابہ کا تذکرہ کیا ہے، وہان اس بات کو خاص طور پر نمایان کیا ہے، کہ "وہ لکھنا بھی جانتے تھے"

عہد اسلام مین کاتب کی سب سے پہلے اس وقت ضرورت محسوس ہوئی، جب آنحضرت صلعم کو قرآن پاک کی کتابت اور دوسرے ملکون میں اسلام کی تحریری تبلیغ کی ضرورت ہوئی، آپ نے

[1] حروف تہجی کی ایجاد و ارتقاء کے اجمالی معلومات کے لیے دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" دائرۃ المعارف بریطانیہ" جلد ۱ صفحہ ۳۲–۲۳ و جلد ۲۴ صفحہ ۱۵۰، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱ صفحہ ۹–۶۰، تاریخ خوشنویسان، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ص۱۳–۹، تاج العروس، الفہرست اور فتوح البلدان بلاذری ص۷۹ وغیرہ،

آیاتِ قرآنی اور دعوتی خطوط لکھنے کی خدمت چند صحابہؓ کے سپرد فرمائی، ان مین جو بزرگ کتابتِ قرآن کی خدمت پر مامور تھے "کاتب الوحی" کہلاتے تھے، اور اُن کا خاص درجہ تھا، صبح الاعشیٰ کے مصنف نے اور علامہ زرقانی نے مواہبِ لدنیہ کی شرح مین ایک طویل فہرست ان لوگون کی نقل کی ہے، جو عہدِ رسالت یا خلافت راشدہ مین کتابت کے عہدہ پر مامور تھے[1]

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین کتابت کے فرائض حضرت عثمان بن عفان، اور حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہما) انجام دیتے تھے، **حضرت عمرؓ** کے کاتب، حضرت زید بن ثابت، اور حضرت عبداللہ بن خلف (رضی اللہ عنہما) تھے، **حضرت عثمانؓ** کی بارگاہ مین مروان بن حکم یہ خدمت انجام دیتا تھا، **حضرت علیؓ** کے عہد مین حضرت عبد بن ابی رافعؓ مولیٰ رسول اللہ صلعم اور حضرت سعید بن نجران الہمدانیؓ اس منصب پر ممتاز تھے، اور حضرت حسن بن علیؓ کے کاتبون مین حضرت عبداللہ بن ابی رافعؓ کا شمار تھا، لیکن اس محکمہ مراسلت و مکاتبت کو باضابطہ ترتیب دینے اور مستقل محکمہ بنانے کا کام حضرت عمرؓ کے مبارک ہاتھون سے عالمِ وجود مین آیا، چنانچہ صاحب صبح الاعشیٰ کا بیان ہے،

وھذہٖ المکتوبات کلہا متعلقہا دیوان الانشاء بخلاف دیوان الجیش، فانّ اوّل من وضعہ، ورتبہ، امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی خلافتہ[2]	ان تمام مراسلات کا تعلق محکمہ انشا سے ہے، برخلاف محکمہ فوج کے کہ اس کو سب سے پہلے امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ مین ایجاد اور مرتب کیا،

یہ صورتِ حال صرف مرکزی حکومت تک محدود نہ تھی، بلکہ صوبون کی حکومتون کے لیے بھی

[1] صبح الاعشیٰ جلد اول ص ۹۱-۹۳ و زرقانی جلد ۳ صفحہ ۳۱۲-۳۲۲ [2] ,, جلد اص ۹۱،

اس قسم کے کاتب متعین تھے، چنانچہ علامہ شبلی نعمانی الفاروق مین تحریر فرماتے ہین،

"صوبون مین بڑے بڑے عہدہ دار ہوتے تھے، یعنی حاکم صوبہ، کاتب یعنی میرمنشی، کاتب دیوان یعنی دفتر فوج کا میرمنشی، صاحب الخراج یعنی کالکٹر صاحب احداث یعنی افسر پولس صاحب بیت المال یعنی افسر خزانہ، قاضی یعنی صدر الصدور" لہ

اسلامی حکومتون مین سے بنو امیہ اور بنی عباس کے عہد مین یہ محکمہ دیوان الانشاء کے نام سے موسوم تھا، دیوان کے لفظ پر اکثر یہ بحث رہی ہے کہ آیا یہ فارسی ہے، یا عربی، ایک جماعت کا خیال ہے، کہ یہ عربی الاصل ہے، اصل مین دوّان تھا، ایک واو حرف علت کے پہلے کسرہ ہونے کے سبب "ی" سے تبدیل ہو گیا ہے، صناعۃ الکتاب کے مصنف نحاس اور سیبویہ، وغیرہ کا یہی خیال ہے، حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول مشہور ہے،

"فان الشعر دیوان العرب"

لیکن اصمعی، جوہری، صاحب صحاح، اور الماوردی کا خیال ہے، کہ وہ فارسی سے معرب کیا گیا ہے، چنانچہ مؤخر الذکر نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ مین اسکی دو وجہ تسمیہ لکھی ہے،

(۱) ایک دن کسریٰ اپنے محاسبین کے پاس آیا وہ باہم حساب کرنے مین مشغول تھے، اور اپنی اصطلاحات کے الفاظ جو عام فہم نہ تھے، بول رہے تھے، ان کو سنکر کسریٰ نے کہا "دیوانہ" (یعنی یہ پاگل ہو گئے ہین) اسی دیوانہ کی "ہ" کثرتِ استعمال سے گرگئی تو دیوان ہو گیا،

(۲) دیوان، دیو کی جمع ہے، چونکہ منشی دیوؤن کی طرح ہر خفی وجلی بات سے واقفیت رکھتے ہین، اسی لیے ان کو دیوان کہا گیا،

ہندوستان مین یہ لفظ دفتر کے بجاے صاحب دفتر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ جو

لہ الفاروق

شخص محکمۂ مال اور بعض اوقات دارالانشا کا افسر اعلیٰ ہوتا ہے، دیوان کہلاتا ہے، اور اس کے دفتر کو دیوان خانہ کہتے ہین، یہ دیوان چونکہ اپنے اختیارات کی وجہ سے بہت اہمیت رکھتے تھے، اور ان کی ایک جنبش قلم لوگون کے لیے راحت یا کلفت کا سامان مہیا کر سکتی تھی، اس لیے ایک شخص نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک "دیو" ہے جس کے سامنے قلم (الف) اور دوات (ن) رکھی ہوئی ہے۔

خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا، بنی امیہ کے زمانہ مین سب سے مشہور کاتب عبدالحمید بن یحییٰ گذرا ہے، جو آخری اموی بادشاہ مروان بن محمد کا کاتب تھا،

اس وقت تک اگرچہ نظامِ حکومت بڑی حد تک مکمل ہو چکا تھا، تاہم وزارت کا عہدہ قائم نہین کیا گیا تھا، یہ شرف بنو عباس کے لیے محفوظ تھا، چنانچہ استحکامِ خلافت کے بعد انھون نے جو پہلا کام کیا وہ منصب وزارت کا قیام تھا، اور یہ ان کی بدقسمتی کہو یا خوش قسمتی کہ ان کو خاندان برامکہ کے مدبر ارکان اس عہدہ کے لیے دستیاب ہو گیے، اب دارالانشا کا محکمہ بھی اسی خاندان کے ماتحت تھا، چنانچہ کبھی وزیر خود خطوط لکھتا، اور کبھی اس کے منشی (کاتب) یہ خدمت انجام دیتے، اس عہد کے وزرا مین اس حیثیت سے جو لوگ مشہور ہوئے ہین ان کے یہ نام ہین، یحییٰ بن خالد برمکی، الحسن بن سہل، عمرو بن مسعدہ، (کاتب المامون) ابن المقفع (مترجم کلیلہ و دمنہ) سہل بن ہارون، ابو الفضل بن العمید، اسمعیل بن عباد اور ابو اسحاق الصابی،

دولت عباسیہ ایک عربی حکومت تھی، اس لیے اس کی سرکاری زبان بھی عربی تھی، لیکن جب ۶۵۶ھ مین ہلاکو نے اس کا خاتمہ کر دیا، اور تمام اسلامی ایشیا مین تقریباً مغلون کی حکومت ہو گئی، تو دفتری زبان بھی بدل گئی، اور اب مغلی (منگولی) اور فارسی زبان نے دفتر پر قبضہ کیا،

---

[1] صبح الاعشیٰ۔ سرکار مغلون کا نظامِ حکومت، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ا ص ۹۷۹،

پھر فارسی نے دوسری حکومت کی طرح دوسری زبان کو بھی نکالکر کامل تسلط حاصل کر لیا، اور ایک بڑی اسلامی آبادی کے لیے ذریعۂ تخاطب بنگئی،

سلطنت عباسیہ کے ساتھ ہم کو مغربی افریقہ اور اسپین کی اسلامی سلطنتون کو فراموش نہ کرنا چاہیے، انھون نے اسلامی علوم وفنون، صنعت وحرفت، تمدن ومعاشرت، ایجاد واختراع پر ایک غیر فانی اثر ڈالا ہے، اور دوسری نے پہلی سے سبقت لیجانے کی کوشش کی ہے، ابتدائً چونکہ یہ علاقے مرکزی حکومت کے ماتحت تھے، اسلئے دور اموی تک وہان کوئی دار الانشا، قائم نہ تھا، لیکن جب حکومت عباسیہ کا آغاز ہوا، اور یہ ممالک خودسر ہوگئے، تو وہان بھی اسکا مستقل محکمہ قائم ہوگیا، وہان کے مشہور کاتبون مین سے مندرجہ ذیل نام صاحب صبح الاعشیٰ نے درج کیے ہین[1]

ابو الولید بن زیدون، الوزیر ابو حفص بن برد الاصفر الاندلسی، ذوالوزارتین ابو المغیرہ بن حزم، الوزیر ابو القاسم محمد بن الحد، عبد المہیمن (کاتب سلطان ابو الحسن المرینی) ابن الخطیب (وزیر ابن الاحمر والیٔ غرناطہ)

مصر مین مختلف حکومتون کے مختلف دور رہے ہین، اور ان مین متعدد کاتبون نے شہرت حاصل کی ہے[2]،

دیوانون کی تقسیم | انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا بیان ہے کہ ابتدائً دیوان اس دفتر کو کہتے تھے، جو "دبیر" سے متعلق ہوتا تھا جس مین حکومت کے آمد وخرچ کا حساب رکھا جاتا تھا، پہلے شام ومصر مین یہ حساب یونانی، اور ایران مین پہلوی زبان مین تھا، اس کے بعد عربی مین ہوگیا، اور ۸۱ھ سے عربی ہی مین رہا (البلاذری ص ۱۹۳ و ۳۰۰، الماوردی ص ۲۷۹،) اس کے بعد خزانہ سے متعلق دفترون کا نام دیوان رکھا گیا، خلافت عباسیہ کے زمانہ مین تمام دفترون کو اسی نام سے

---

[1] صبح الاعشیٰ جلد ۱ صفحہ ۹۵ [2] رر صفحہ ۱۰۵ و ۹۵

موسوم کیا گیا، بلکہ بعض اوقات خود خلیفہ کو بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا، (ترجمۂ ابن خلدون از ڈی سلین دیباچہ صـ۳)

دیوانون کی تقسیم حسب ذیل تھی:-

(الف) دیوان الذمام:- یہان آمد و خرچ کے حسابات رکھے جاتے تھے،

(ب) دیوان التوقیع:- حکومت کے محاسب اعلیٰ اور خازن (خزانچی) اول کا دفتر یہی افسر سرکاری حسابون کی جانچ بھی کرتا تھا،

(ج) دیوان البر:- یہ دیوان خلیفہ المقتدر کے مشہور وزیر علی بن عیسیٰ نے قائم کیا تھا، اور اس کے ذمہ اوقاف کا انتظام تھا،

(د) دیوان الخاتم:- یہ وہ دفتر تھا، جہان سرکاری خطوط پر خلیفہ کی مہر لگائی جاتی، خطوط کی نقلین رکھی جاتین اور ان کے روانہ کرنے کا انتظام ہوتا، حضرت معاویہؓ نے اس کی بنیاد ڈالی، اور حکومت عباسیہ کے وسط عہد تک یہ دفتر قائم رہا[۱]،

کاتب کے اوصاف یہ ایک واضح حقیقت ہے، کہ جو شخص اسقدر اہم منصب پر مامور ہو، جو بادشاہ کے تمام رازون سے واقف ہو، جس کو حکومت کے داخلی و خارجی حالات کا اسقدر مفصل اور اصلی علم حاصل ہو، جسکی ایک معمولی غیر محتاط حرکت ایوان حکومت مین ہلچل پیدا کرسکتی ہو، جسکی ایک جنبش قلم تمام ملک پر مصیبت لاسکتی ہو، اس کے لیے اوصاف کی ہمہ گیری، اخلاق کی مضبوطی، طبیعت کی عمدگی، اور علم کی وسعت، لازمی اوصاف ہین، یہی وجہ ہے کہ وہ تمام مصنفین جنھون نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، مفصل طور سے کاتب کے مرتبہ، اس کے علم و فضل اور اس کے دوسرے ضروری اوصاف پر اظہار خیال کرتے ہین،

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱، صـ ۹۷۹،

سب سے پہلی چیز ایک کاتب کے لیے یہ ضروری قرار دیگئی ہے، کہ وہ آزاد ہو، یعنی کسی کا غلام نہ ہو، کیونکہ غلام کی مرضی اپنی مرضی نہین ہوتی، وہ اپنے مالک کے ہاتھ کا کھلونا ہوتا ہے، اور اس لیے قابلِ اعتبار و اعتماد نہین ہو سکتا،

دوسری صفت یہ ہے کہ بادشاہ کا ہم قوم ہو، کیونکہ دوسری قوم کا آدمی کبھی بادشاہ کے فوائد کو اس روشنی مین نہین دیکھ سکتا، جسمین اسکا ہم قوم دیکھے گا، بہت ممکن ہے کہ بادشاہ اس قوم کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہو، جسکا کاتب رکن ہے، اور وہ قومی جوش مین اگر بادشاہ کے تمام راز ظاہر کر دے، ابتدائے عہدِ اسلام مین اس اصول پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا، لیکن جسقدر خطرہ کم ہوتا گیا، بندشین بھی ڈھیلی ہوتی گئین، حتیٰ کہ عہدِ عباسیہ مین ہم کو متعدد عیسائی اور یہودی کاتب اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے نظر آتے ہین، ہندوستان کا بھی یہی حال ہے، جس کو ہم آگے چلکر لکھین گے،

تیسرا وصف یہ ہے کہ تمام علوم کا ماہر ہو، یعنی اس کو صرف و نحو، معانی و بیان، ادب و انشا، تاریخ و جغرافیہ، ریاضی و ہیئات، فقہ و حدیث، معدنیات و ارضیات کی مکمل واقفیت ہو، کیونکہ وہ بادشاہ کا مشیر خاص اور عقل کل ہوتا ہے، اگر وہ کم علم ہو تو صحیح رائے نہ دے سکے گا، اور نہ سلطنت کے ہمہ گیر معاملات کے تمام گوشون پر نظر رکھ سکے گا،

چوتھا وصف یہ ہے کہ اس کو قرآن کی آیات، احادیث کی عبارتین، مشاہیر کے اقوال اور شعراء کے اشعار بکثرت یاد ہون، کہ ان کے بغیر وہ اپنی عبارت مین فصاحت و بلاغت، اور زور و جوش پیدا نہین کر سکتا،

پانچوان وصف اس کی انتظامی صلاحیت ہے، اس کو نہ صرف اپنے مختلف دفاتر کا انتظام کرنا پڑتا ہے، بلکہ مراسلات کی روانگی کے متعلق ڈاک اور چوکی کا انتظام بھی اسی کے فرائض مین داخل ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ تمام ممالک کے راستون، منزلون، اور شہرون کا علم بھی اس کے لیے

ضروری ہے، چنانچہ متعدد اشخاص نے صرف منازل ومراصد پر اسی مقصد کے لیے ضخیم کتابین لکھی ہین،

کاتب کے فرائض صاحب صبح الاعشیٰ نے نہایت تفصیل سے کاتب کے فرائض گنائے ہین، اور ہمارے سامنے اس سے کوئی بہتر صورت نہین، کہ ہم اسی کی تلخیص پیش کردین،

پہلا فرض، عزل ونصب، فصلِ مقدمات اور دوسرے امورِ سلطنت کے متعلق احکام لکھنا،

دوسرا فرض، سلاطین کے پاس جو خطوط آئین، ان کو پڑھنا،

تیسرا فرض، سلاطین کے پاس جو خطوط آئین، اُن کا فوراً جواب دینا، اور ان پر تاریخ لکھنا، اور جو لوگ خطوط بھیجین اگر انھون نے اُسپر تاریخ نہین لکھی ہی، یا جس تاریخ کو وہ خط بھیجا گیا، ہی اس کے لحاظ سے خط کے پہنچنے مین (راستے مین) زیادہ دیر لگی ہے، تو مراسلہ نگار یا ڈاکئے سے اُسپر مواخذہ کرنا،

چوتھا فرض، خطوط مین القاب وآداب اور حفظِ مراتب کا خصوصیت کیساتھ لحاظ رکھنا یعنی ان مین اعتدال ملحوظ رکھنا،

پانچوان فرض، جو خطوط اور فرمان وغیرہ دفتر سے بھیجے جائین، ان کو پڑھنا تاکہ اُن مین کوئی لفظی ومعنوی غلطی نہ رہجاے، اور اُن پر رتبہ یا تاریخ لکھنا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس خط کے مضمون سے واقفیت حاصل کرلیگئی ہے،

چھٹا فرض، ڈاک کے انتظامات کی نگرانی کرنا اور خط لیجانے کے لیے متدین، تجربہ کار، فصیح وبلیغ اور قابل اشخاص منتخب کرنا،

ساتوان فرض، نامہ بر کبوترون کے رہنے کے مقامات وغیرہ کی نگرانی کرنا،

آٹھوان فرض، باطنیون کی نگرانی کرنا، کیونکہ زمانۂ قدیم مین جب تک ان لوگون کو سرکاری پروانہ راہداری نہ مل جاتا، کہین آمد ورفت کی اجازت نہ تھی، اسی طرح تاجرون کو ان کے ملکون مین جانے کے لیے سرکاری پروانہ حاصل کرنا پڑتا تھا، اس لیے اُن چیزون کا تعلق بھی کاتب سے ہوگیا تھا

نواں فرض، جاسوسون کا انتخاب، ان کے ساتھ عمدہ برتاؤ، اور ان کے تمام حالات سے واقفیت،
کیونکہ جاسوسون سے صرف دشمن کے واقعات و حالات معلوم کرنے کا کام لیا جاتا ہے، اس لیے
ان مین قاصد سے زیادہ تجربہ کاری، دیانت، اور عقل و فہم وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہی، اور اُن کے
تمام شرائط و اوصاف و حالات پر کاتب کو نظر رکھنا پڑتی ہے،

دسوان فرض، بعض اوقات بعض مقامات پر ڈاک کے گھوڑون کے ذریعہ سے خط نہین
بھیجا جاسکتا، اسلیے اس قسم کے خطوط تیز رو ہرکارے لیجاتے ہین، اس لیے کاتب کو ان کے حالات
سے بھی واقف ہونا ضروری ہی،

گیارھوان فرض، قدیم زمانہ مین بلند مقامات مثلاً پہاڑون پر کچھ لوگ متعین ہوتے تھے
جن کا کام یہ تھا، کہ جب دشمن قریب آتا تو آگ روشن کرتے، اس روشنی کو دیکھکر قریب کے بلند مقام پر
آگ روشن ہوتی اور اُسکا سلسلہ بڑھکر کسی خاص صوبہ یا علاقہ یا مرکزی مقام تک پہنچتا، جب تمام
صوبہ کے اُن بلند مقامات پر روشنی ہو جاتی اور لوگ خبر سننے کے خواہشمند ہو جاتے تو نامہ بر کبوترون
کے ذریعہ سے اطلاع بھیجدیجاتی تھی، اس لیے کاتب کو اُن مقامات کی بھی خبر رکھنی پڑتی تھی،

بارھوان فرض، جو عام حالات، عام خبرین، اور عام واقعات ایسے ہون، جنسے سلطنت
کو نفع یا نقصان پہنچ سکتا ہو، کاتب کو اُن سے باخبر رہنا چاہیے، اور بادشاہ کو فوراً اُن کی نسبت
اطلاع دینی چاہیئے،

کاتب کے اقسام

(۱) کاتب خطوط کی عبارت لکھتا ہے، اس لیے اس کو انشا پرداز ہونا چاہیے،
تاکہ چھوٹی بات کو بڑا اور بڑی کو چھوٹا بنا کر لکھ سکے، اور اثر پیدا کر سکے، مہمات امور ملکی کے متعلق
اسی کو خط و کتابت کرنی پڑتی ہے،

(۲) کاتب بادشاہ کی طرف سے خطوط لکھتا ہے، اس لیے شرائط متذکرۂ بالا کے ساتھ اسکو

بادشاہ کا ہم مذہب، عالی حوصلہ، صاحب استقلال اور معزز ہونا چاہیئے، تاکہ ان اخلاق کا اثر اس کے خط سے نمایان ہو، اور یہ معلوم ہو کہ وہ بادشاہ کا قائمقام ہے،

(۳) کاتب سرکاری عہدہ دارون کے خطوط لکھتا ہے، اس لیے اسکا درجہ اوپر کے دونون درجون سے کم ہے، بااین ہمہ اس کو رازدار اور بے طمع ہونا چاہیے، کیونکہ اس کو اکثر ملکی حالات کی خبر رہتی ہے، اور اس کو زود نویس اور خوشخط بھی ہونا چاہیئے،

(۴) کاتب، فرمان اور چھوٹے چھوٹے خط لکھتا ہے، اور رجسٹر مین ان کی نقل رکھتا ہے، یہ کام تقریبًا تیسری قسم کے کاتب کا ہے، اس لیے اس مین وہی اوصاف ہونے چاہئین جو نمبر ۳ مین گذر چکے ہین،

(۵) کاتب صرف خطوط وغیرہ کی نقل کرتا ہے، اس لیے اس کو نہایت خوشخط اور ساتھ ہی رازدار امین اور پاکیزہ نفس ہونا چاہیئے،

(۶) کاتب خطوط وغیرہ کو اس غرض سے پڑھتا ہے، کہ ان کی غلطیان معلوم کرے، اس لیے اس کو لغت، نحو، اور قرآن مجید کا ماہر اور ذہین ہونا چاہیئے، ساتھ ہی اس کو کسی سے بغض و عداوت نہین رکھنی چاہیئے،

(۷) کاتب کا فرض اُن اہم امور کی یاد لکھنا ہے، جو خطوط مین لکھے ہوے ہون، تاکہ بوقت ضرورت ان کو آسانی سے معلوم کیا جا سکے، اسلیے اس کو تمام خطوط ملنے چاہئین، تاکہ وہ ان سے یادداشت نقل کر سکے، اس کا فرض یہ ہے، کہ تمام ضلعون اور صوبون وغیرہ کے متعلق الگ الگ رجسٹر بنائے، اور ان پر ان خطوط کا خلاصہ نقل کر کے یہ لکھے، کہ فلان عہدہ دار کا یہ خط فلان تاریخ کو اس مضمون کے متعلق آیا، اور اس کا جواب دیا گیا یا نہین دیا گیا، اسی طرح وہ ہر سال کے لیے نئے یادداشت کے رجسٹر تیار کرے،

اس کاتب کو امانت دار اور نہایت جفاکش ہونا چاہیئے،

اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ تمام عہدہ دارون کے نام اور اُن کے القاب و طرزِ تخاطب وغیرہ کی یادداشت رکھے، اور جب اُن مین تغیرات ہون، یا ان کا تبادلہ ہوجاے، یا وہ مرجائین، اور ان کی جگہ کوئی دوسرا مقرر ہو، توان تمام تغیرات کی یادداشت رکھے، اسی طرح جن بادشاہون کے خطوط آتے ہین، ان کے القاب و آداب بھی درج کرے، اور اسکا رجسٹر مراسلہ نگارون کے پاس موجود رہے، تاکہ وہ جب خطوط لکھین تو القاب و آداب وغیرہ مین غلطی نہ کرین،

اس کا یہ بھی فرض ہی، کہ سلطنت مین جو اہم واقعات پیش آتے رہین تاریخ وار ان کی یادداشت اپنے پاس رکھے، کیونکہ اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہین،

اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ جو خطوط آئین، سالانہ، یا ماہانہ، یا یومیہ ان کی ایک فہرست مرتب رکھے، اور جس کا خط آئے، اس کے نام کے نیچے لکھے کہ فلان تاریخ کو یہ خط آیا، اور اس کے مضمون کی طرف اشارہ کردے، اور ضرورت ہو، تو کل خط نقل کردے،

اسی طرح فرامین وغیرہ کی بھی فہرست بنالے، اور ہر سال ان فہرستون کی تجدید کرلیا کرے، جو خطوط غیر زبانون کے آئین، اور دفتر مین ان کا ترجمہ کیا جاے، تو ان ترجمون کی بھی فہرست مرتب کرے،

زبان کی تبدیلی ادبیات کے مورخین کا بیان ہی کہ مامون الرشید کے زمانہ ہی سے فارسی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی تھی، اور اسی وقت سے شعرانے اور ان کے بعد مترجمین، مولفین، اور مصنفین نے بہت جلد اس کو اپنی زبان بنالیا تھا، مختلف عجمی حکومتون کے قیام نے اسلامی ایشیا مین اسی کو دفتری زبان بنایا، اور وہ ترقی کرتے کرتے اس درجہ پر پہنچ گئی، کہ عربی حکومت کی طرح عربی زبان کو بھی اس نے نکال باہر کیا، جس کا اثر انشاء و مراسلت پر بھی پڑا،

ہندوستان مین (اگر محمد بن قاسم کے حملہ کو نکال دیا جاے تو) محمود سے لیکر بابر تک جتنے

فاتح گذرے ہین، سب کے سب فارسی ہی کو اپنے ساتھ لائے تھے، مغلون نے چغتائی ترکی کو ہندوستان مین رواج دینا چاہا تھا، کہ یہ ان کی مادری زبان تھی، لیکن وہ شاہی اور ترکی امرا، کے قصر وایوان سے باہر نہ نکل سکی، یہی وجہ ہے کہ ہم کو بابر کے دیوان یا بعض اور کتابون کے سوا دوسری ترکی تصانیف ہندوستان مین نہین ملتین،

ہندوستان مین فنِ انشا، حکومتِ مغلیہ سے پیشتر زمانہ کے لیے ہمارے پاس علوم وفنون کی کوئی تاریخ موجود نہین ہے، اس لیے عام تاریخون مین جو کچھ ملسکتا ہے، اسی پر اکتفا کیجاتی ہے، گو یہ روشنی ہلکی روشنی ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کا ابتدائی دورِ اسلامی مصری حالات سے زیادہ متاثر ہوا ہے، اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا، اس وقت مرکزِ خلافت دمشق و بغداد کی جگہ قاہرہ تھا، سلاطینِ ہند اپنی نذرِ عقیدت اسی آستانہ پر چڑھاتے، اسی لیے جب ہم ضیار الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی مین ہر سلطان کے منصبدارون اور امیرون کے نام پڑھتے ہین، تو اس مین ہم کو پہلے دبیر، اور پھر دواتدار کے نام سے ایک صاحبِ منصب نظر آتا ہے، اور مصر مین کاتب یا صاحب الانشار کو اسی مؤخر الذکر نام سے یاد کیا جاتا تھا، قطب الدین سے لیکر سکندر لودی تک پانچ حکومتین قائم ہوئین، اور عام تاریخون سے ضمناً جو کچھ اس سلسلہ مین معلوم ہوتا ہے، وہ بہت ہی مایوس کن ہے، تاہم ہندوستان کی قدیم ترین انشا کی کتابون کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ یہان دیوان کا محکمہ تھا، اور دفترِ مراسلت اسی سے متعلق تھا، چنانچہ دکن کے مشہور وزیر خواجہ محمود گاوان کی تصنیف مناظر الانشا مین فنِ انشا اور اصناف مکاتب پر مفصل بحث کیگئی ہے، اور ہم اسی کو عہدِ مغلیہ سے قبل کے ہندوستان مین فنّ انشار کا معیار اور اس کی تاریخ کا ماخذ بنا سکتے ہین،

مناظر الانشار سے جو پہلی بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان مین دبیر دو واتدار کی

جگہ منشی اور کاتب نے لے لی ہے، اور اُن کے بجائے یہی الفاظ مستعمل ہین، اس عہد مین منشی کا کیا معیار ہوتا تھا، اس کے لیے ہم کو کتاب مذکور کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، مصنف ان الفاظ مین منشی کی تعریف کرتا ہے:۔

"منشی کسے است کہ او را کیفیت راسخہ باشد کہ بسبب آن قادر بود، بر اداے معنی مقصود، بطریقیکہ نزد بلغا پسندیدہ باشد یعنی کلامے کہ اداے معنی بآن میکند، مطابقِ مقتضاے مقام باشد مع فصاحۃ الکلام"

لیکن اسکے ساتھ شاکی ہے کہ عہد حاضر مین ہر شخص کو جو معمولی لکھنا پڑھنا بھی جانتا ہو، لوگ منشی کے نام سے پکارتے ہین، اور اس لیے اُسے مجبورًا منشیون کی حسب ذیل چار قسمین کرنا پڑی ہین:

(۱) وہ جو مذکورۂ بالا تعریف کے مطابق ہو (یہ حقیقی منشی ہے)

(۲) وہ جسے انشاء کی خود نہ تو قوت ہو نہ قدرت، لیکن بلغا کے فقرون کو اس خوبصورتی اور قابلیت سے مربوط کرے، کہ ان مین کوئی فرق معلوم نہ ہو سکے،

(۳) وہ جو بلغا کے فقرون کو مربوط تو کر سکے، لیکن یہ ربط ان جملون کے موافق نہ ہو،

(۴) وہ جو بلغا کے جملون کو بالکل مربوط نہ کر سکے،

اور اس کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے، کہ مؤخر الذکر تین اقسام کے انشاپردازون کو منشی کی جگہ "کاتب" کے نام سے پکارنا بہتر ہے،

اس لائق انشاپرداز وزیر نے حقیقی منشی کے لیے جو اوصاف ضروری قرار دیئے ہین، یہ ہین:

(۱) فکر صحیح رکھتا ہو اور مستقیم الطبع ہو،

(۲) "تراکیبِ بلغاء" کا بکثرت تتبع کیا ہو،

(۳) فضلاء کے بلیغ اشعار کی نثر قاکسلمت ہہ۔

(۴) قرآن مجید کا حتی الامکان حافظ ہو،

(۵) "کلمات مزید فیہ" کے متعلق جانتا ہو کہ اصل عربی لغت مین وہ کن معنون مین استعمال کئے گیے ہین،

(۶) ایسی غلطیون کا مرتکب نہ ہو، جو عموماً قلم کی جنبش سے وابستہ ہو گئی ہین، (یعنی عام ہین)

(۷) حروفِ وصل وغیرہ کے استعمال مین غلطی نہ کرتا ہو،

(۸) معنی مقصود کا لحاظ کر کے ایسے مناسب اور موزون الفاظ لاسکتا ہو جنسے معنی مقصود پورے طور پر ادا ہو جائین،

(۹) علم لغت، صَرف، نَحو، معانی، بدائع، جانتا ہو[1]

ان شرائط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ عربون کے نزدیک جو جو اوصاف ایک کاتب کے لیے ضروری تھے، ان مین سے بعض اہم اوصاف منشی مین موجود نہین ہین، اور اس کی وجہ شاید یہ ہے، کہ عربون کے یہان اہم مکتوبات کی تحریر وزراء سے متعلق تھی، وہی صاحب الدیوان کہلاتے تھے، اور اسی لیے اس منصب جلیلہ کے موافق شرائط بھی زیادہ سخت رکھے گئے تھے،

خطوط و مراسلات کے اقسام

منشی کے اوصاف کے بعد اب ہم کو خود اقسامِ مکاتیب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، خطوط مختلف قسم کے ہوتے ہین، اور ان کے بھیجنے والے کی تین صورتین ہو سکتی ہین، کاتب یا تو (الف) مکتوب الیہ سے بلند رتبہ ہے،

یا (ب) مساوی ہے،

یا (ج) کم رتبہ ہے،

اگر خط لکھنے والا بادشاہ ہے، تو اس کے خط کو منشور، فرمان، یا فتحنامہ کہتے ہین،

اگر بادشاہ کے علاوہ کوئی اور بلند مرتبہ شخص ہے، مثلاً شاہزادہ، وزراء، امراء، وغیرہ تو

[1] مناظر الانشاء صفحہ ۱۰۰-۱۰۱

اس خط کو مثال کہتے ہین،

اگر لکھنے والا مساوی درجہ کا ہے، تو اسے مکتوب کہتے ہین،

اور اگر کم رتبہ ہے تو اُسے عریضہ کے نام سے موسوم کرتے ہین،

ان اقسام کے علاوہ عہد نامہ، تہنیت نامہ، اور تعزیت نامہ بھی مکتوبات مین داخل ہین،

عہد نامہ دو بادشاہون، یا ایک بادشاہ اور ایک امیر مین لکھا جاتا ہے،

تہنیت نامہ اور تعزیت نامہ عموماً مساوی مرتبہ والون کے درمیان رائج ہے،

اب جبکہ ہم کو خطوط کے تمام اقسام معلوم ہو چکے ہین تو آؤ دیکھین کہ ان کی ترتیب کس طرح ہوتی تھی، اوران مین کن کن چیزون کو پیش نظر رکھا جاتا تھا،

فرمان یا منشور بادشاہ کی طرف سے جو فرمان صادر ہوتے ہین، اُن کی دو قسمین ہین، ایک وہ جنمین بادشاہ "ہنرمندان ماہر عاطفت میفرماید" اور "مخاطب معین ندارد" اس خط کے چھ حصے (ارکان) ہوتے ہین، (الف) تحمید و تمجید، حمد حضرت الٰہی (ب) صلوات و تسلیم نعت حضرت رسالت پناہی (ج) عام یا خاص ہنر کی اہمیت کا اظہار، بیان علو شان ہنر مطلقاً اور معیناً، (د) ان لوگون کی تعریف جو کسی ہنر سے متصف ہین (ہ) اس شخص کا ذکر جس کے نام فرمان صادر ہوا ہے، (و) اس ہنرمند کی سفارش،

دوسری قسم وہ ہے، جسمین بادشاہ کسی شخص کو کسی کام کا حکم دیتا ہے، اور ایسے خط کے ۷ ارکان ہوتے ہین

(الف) حمد (ب) نعت (ج) ہنر کا درجہ (ج) فرمان بھیجنے کی وجہ (د) جس شخص کے نام فرمان (منشور) صادر ہو، اس کی تعریف (ہ) جس حکم کے لیے مامور ہو اس کا تذکرہ (و) اس حکم کی تعمیل کے لیے مامور پر تاکید اور عدم تعمیل پر تخویف،

صاحب انشائے محمودی نے ان دو قسموں کے علاوہ ایک اور قسم کے فرمان کا بھی ذکر کیا ہے، یعنی وہ تحریر جس کے ذریعہ مرشد اپنا خلیفہ یا نائب مقرر کرتا ہے، اُسے وہ "خلافت نامہ" کے نام سے یاد کرتا ہے، اور اس کے ۸ ارکان ہین،

(الف) حمد و سپاس (ب) صلوٰۃ و تسلیم، (ج) عرفان و تقویٰ کی علوِ منزلت اور ماسوی اللہ سے ترکِ تعلق (د) ان اوصاف سے متصف اشخاص کی فضیلت (ہ) خلیفہ اور اس کی عظمت (و) خلافت کی تفویض کا ذکر (ز) تربیت طالبان مین خلیفہ کی کوششین (ح) خلیفہ کے جائے استقامت،

| مثال | مثال مین مندرجہ ذیل مختلف حصے ہوتے ہین، (الف) لفظِ مثال اور اس کی عظمت. (ب) مرسل الیہ اور اس کے حسب حال تعریف و دعا (ج) مثال بھیجنے کی وجہ (د) اس بات کا ذکر جس کے لیے مثال لکھا گیا، (ہ) اس بات کے متعلق تاکید مزید (و) اس بات کے انجام کی توفیق کے لیے دعا،

| مکتوب | مکتوب ان ۱۴ اجزا سے مل کر مکمل ہوتا ہے. (۱) حمد (۲) نعت (۳) دعا (۴) اسم مکتوب الیہ (۵) ذکرِ کاتب (۶) سلام (۷) ابلاغِ سلام (۸) اشتیاق (۹) طلبِ ملاقات (۱۰) تاریخِ کتابت (۱۱) اطلاعِ حالات و احوال (۱۲) توقع و التماس (۱۳) مقدمہ اختتام (۱۴) رکن اختتام،

| عریضہ، | عریضہ چار ارکان پر مشتمل ہوتا ہے (۱) لفظ عریضہ یا عرضداشت (۲) مرسلِ عریضہ (۳) عرض حال (۴) دعا،

| رقعہ | رقعہ کے تین حصے ہوتے ہین، (۱) دعا (۲) اطلاع حال (۳) دعا،

اسی طرح تہنیت نامہ، تعزیت نامہ، فتح نامہ اور عہد نامہ کے بھی متعدد حصے ہوتے ہین[1]،

| فن انشار عہد مغلیہ مین | اس عہد مین جسطرح دوسرے علوم و فنون کو ترقی ہوئی، اسی طرح سرکاری

[1] تفصیل کے لیے دیکھو مناظر الانشا وغیرہ،

منشی خانہ یا دیوانخانہ اور فن انشار کو بھی کمال حاصل ہوا، دیوانخانہ مین منشیون اور کاتبون کی ایک جماعت رکھی جانے لگی اور خطوط کی ترتیب، کتابت، اور نقول کا خاص انتظام کیا گیا، پروفیسر سر جدو ناتھ سرکار نے عہد مغلیہ کے دارالانشا پر اپنے ان خطبات مین جو انھون نے جامعہ پٹنہ مین سلطنت مغلیہ کے نظام حکومت پر دیئے تھے مفصل روشنی ڈالی ہے، اور یہان پر ہم اسی کو ایک حد تک اپنا ماخذ بنانا چاہتے ہین؛

"مغل سلاطین کے یہان دارالانشا کا نظام وسیع اور مکمل تھا، اور اس کے جو کاغذات اب تک محفوظ ہین، وہ تاریخ مغلیہ کے موجودہ طلبہ کے لیے بہت اہم اور مفید ہین، "اخبار" دربار معلیٰ" جو ماتحت ریاستون اور صوبون کے والیون کے وکلا اپنے آقاؤن کو بھیجتے تھے وہ تاریخی حیثیت سے خاص اہمیت رکھتے ہین، . . . .

. . . سترہوین صدی کے وسط سے اکثر منشی ہندو گذرے، اور ان کی تعداد برابر بڑھتی رہی، محکمۂ دیوانی (مال) مین تقریبًا ابتداے دورِ اسلام سے ہی ہندو عنصر غالب تھا، ٹوڈرمل کے اس حکم نے کہ تمام کاغذات فارسی مین لکھے جائین، (اس سے پہلے ایک کاغذ فارسی مین اور دوسرا ہندی مین لکھا جاتا تھا) تمام ہندو ملازمین کو اس بات پر مجبور کر دیا، کہ وہ فارسی مین دستگاہ حاصل کرین، اس تبدیلی کا اثر ایک صدی بعد اس شکل مین ظاہر ہوا کہ محکمۂ حساب مین نہ صرف یہ کہ ہندو ہی ہندو بھر گئے، بلکہ ترقی کرتے کرتے وہ متعدد محکمون مین نائب اور پیشدست کے عہدون تک پہنچ گئے، سترہوین صدی مین اکثر امرا اور شہزادے فارسی خطوط لکھنے کے لیے اپنے یہان ہندو منشی ہی نوکر رکھتے تھے، بزدل، کم ہمت، محنتی لیکن چالاک ہندو اپنا کام سستا اور بہتر طریقہ سے انجام دیتا تھا، ایک ایرانی یا ایران کا تعلیم یافتہ منشی ممکن تھا کہ خط زیادہ بامحاورہ لکھ سکتا، لیکن ہندوستان

کے لیے اس کا زائد معاوضہ بالکل فضول اور غیر ضروری خرچ تھا، اس کے علاوہ خود ایران

کے اندرونی انقلاب نے اس سرچشمہ ہی کو خشک کر دیا تھا. . . . . .

. . . . ان ہندو مسلمان منشیون اور دوسرے ماتحت ملازمون مین

بڑے گہرے برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے، اور جیسا کہ ہم کو بھیم سین کے تذکرہ سے

پتہ چلتا ہے، وہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ مانوس تھے، ایک دوسرے کی مدد

کرتے، اور ایک دوسرے کو دعوتون اور مجالس رقص و سرود مین مدعو کرتے، ایک ہی محکمہ

مین کام کرنے کے علاوہ تصوّف کے مشترک ذوق نے دونون کو متحد کر رکھا تھا، کیونکہ سترہوین

اور اٹھارہوین صدی مین ان لوگون کے درمیان یہی ایک مشترک چیز باقی رہگئی تھی؛

چنانچہ ان منشیون کی تصانیف کے آخر مین اکثر ایسے صوفیانہ اشعار نظر آئین گے، جو

یا تو خود ان کے تصنیف کردہ ہین یا ان کے پسندیدہ شعراء کے،

طرز انشا فرامین وعرضداشت کی عبارتین بہت زیادہ مغلق اور رنگین ہوتی تھین اوصاف ہمیشہ اسم تفضیل کے صیغہ مین بیان کئے جاتے تھے، ان لوگون کے سامنے ابوالفضل کا نمونہ تھا، دوسرے ان منشیون کو ایک خاص طرز تحریر کی پابندی کرنا پڑتی تھی، بادشاہ سے لیکر ادنی افسرون تک کے القاب مقرر تھے، جو دستور العمل مین درج ہوتے تھے، اور جن کی سب منشیون کو اطلاع دیجاتی تھی، بادشاہ یا شہزادہ کا نام لینا بے ادبی مین داخل تھا، چنانچہ بادشاہ کو خلیفۃ اللہ فے الارض یا ظل اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اور مرنے کے بعد بھی اُن کے اسی قسم کے نام رکھے جاتے تھے، چنانچہ، بابر، ہمایون، اکبر، جہانگیر، شاہجہان، عالمگیر، اور بہادر شاہ کے علی الترتیب مرنے کے بعد یہ نام رکھے گئے، فردوس مکانی، جنّت آشیانی، عرش آشیانی، جنّت مکانی، اعلحضرت فردوس آشیانی، خلد مکان، اور خلد منزل،

اسی طرح شہزادون کو بھی زندگی مین بڑے بڑے نامون سے، یاد کیا جاتا تھا، مثلاً دارا شکوہ "شاہ بلند اقبال" تھا، شجاع کو "بادشاہزادۂ جہان و جہانیان" شاہ عالم کو "مہین پور خلافت"۔ محمد اعظم کو "شاہ عالیجاہ" کہتے تھے، اورنگ زیب نے اپنے بڑے لڑکے کی تعلیم کے لیے اپنے منشی قابل خان سے اس وقت کے تمام شہزادون، شہزادیون، اور امرا کے مخصوص خطابات لکھا کر اس کے پاس بھیجے تھے، اورنگ زیب کو ان چیزون کا جہانتک خیال تھا، اور اس کی نگاہِ دقیقہ رس جسطرح جزئی سے جزئی قاعدہ تک پہنچی تھی، اسپر ہم کسی دوسری جگہ بحث کرین گے،

طریقۂ تحریر اور مہر وغیرہ بادشاہ کے ان مخصوص خطوط کے علاوہ جو اپنے ہاتھ سے مخصوص لوگون کو اہم مواقع پر لکھتا تھا، اور جسپر رقعات عالمگیری کے سلسلہ مین مفصل بحث کیگئی ہے، باقی تمام خطوط سرکاری منشی لکھتا تھا، بادشاہ صرف ضروری باتین منشی کو بتا دیتا، اور منشی دستور کے مطابق اس کو فرمان کی شکل مین لکھکر خوشنویس کے حوالہ کرتا، خوشنویس کے صاف کرنے کے بعد وہ فرمان بادشاہ کے سامنے پیش ہوتا، بادشاہ اس کو سنکر آخر مین "ص" بنا دیتا، جو "صحیح" کا مخفف ہے، اگر بادشاہ کو مکتوب الیہ کی عزت افزائی، یا حکم کے متعلق مزید تاکید منظور ہوتی، تو اصل فرمان کے اوپر چند سطرین اپنے ہاتھ سے لکھدیتا، اس کے بعد یہ فرمان دیوان خانہ مین جاتا، وہان اس کے اوپر بادشاہ کی مہر اور اس کے نیچے وزیر کی مہر لگائی جاتی، اور دفتر مین اسکی نقل رکھ لیجاتی تھی، بادشاہ اگر کچھ اضافہ کرتا، تو اُسے شرح دستخط خاص یا قدسی خط کے نام سے نقل کیا جاتا تھا، اگر فرمان کسی جاگیر یا معاہدہ سے متعلق ہوتا، تو اس پر بادشاہ کے پنجے کا چھاپہ بھی ہوتا تھا، اس مقصد کے لیے ربڑ کا ایک پنجہ بنا لیا جاتا تھا، اور گیرو کے رنگ سے فرمان پر اس کو چھاپ دیا جاتا تھا، پھر اسے خریطہ مین رکھکر موم سے مہر لگا دی جاتی تھی، اور تیز رفتار سوار یا پیادے کے حوالہ کر دیا جاتا تھا کہ اُسے مکتوب الیہ تک پہنچائے،

سلسلۂ مراسلت کے قیام کے لیے حکومت مغلیہ مین مختلف طریقے تھے، مثلاً خط کو چیلے یا

گرز بردار یا سر اول لیجاتے تھے، یا ڈاک کے ذریعہ سے روانہ کیا جاتا تھا، ڈاک کا یہ سلسلہ تھا کہ کچھ کچھ دور پر چوکیان (اسٹیشن) ہوتی تھین جمنین ڈاکیے ہر وقت مستعد رہتے تھے، جب ایک ڈاکیہ ایک چوکی سے دوسری چوکی پر پہنچتا تو خط کو نئے ڈاکیہ کے حوالہ کرتا، اور وہ فوراً آگے کی طرف روانہ ہو جاتا، سانڈنی سوارون سے بھی یہ کام لیا جاتا تھا، بھاری چیزون کے لیے بہنگی بھی رائج تھی،

شاہی فرمان کی وصولی مین خاص آداب و قواعد کا لحاظ رکھا جاتا تھا، جب مکتوب الیہ کو معلوم ہوتا کہ شاہی فرمان آرہا ہے، تو اپنے آدمیون کے ساتھ کئی میل آگے بڑھکر اس کا استقبال کرتا، اس کو چومتا، آنکھون سے لگاتا، سر پر رکھتا، اور پھر اپنی مجلس خاص مین اُسے پڑھتا، بعض جگہ فرمان کے استقبال کے لیے خاص مکان تیار کیا جاتا جس کو "فرمان باڑی" کہتے تھے، چنانچہ اورنگ زیب کے خطوط مین اس قسم کے مکانات اور مجامعِ استقبال کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے، بعض ریاستین اپنی خودداری کی وجہ سے اس قسم کے استقبالون سے بچنے کی کوشش کرتی تھین لیکن یہ آسان کام نہ تھا، ان کو علالت کا بہانہ تلاش کرنا پڑتا، اور نامہ برون کو رشوت دینا پڑتی تھی،

خطوط کے اقسام | عہد مغلیہ مین مختلف اشخاص و حالات کے مطابق خطوط کے مندرجۂ ذیل نام ہوتے تھے،

(۱) فرمان، شقہ، اور احکام ان نامون سے وہ خطوط مراد ہوتے تھے، جو بادشاہ کسی شہزادہ، افسر یا کسی بیرونی حکمران کو لکھتا تھا،

(۲) نشان وہ خط جو شاہی خاندان کا کوئی رکن بادشاہ یا اپنے خاندانی بزرگون کے علاوہ کسی شخص کو لکھے،

(۳) عرضہ داشت، وہ خط جو کوئی شہزادہ بادشاہ کو یا کوئی دوسرا شخص بادشاہ یا شہزادہ کو لکھے،

(۴) فتحنامہ، کسی صوبہ دار کی طرف سے جب کوئی خط بادشاہ کے پاس آتا، اُسے عموماً اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا،

(۵) **حسب الحکم**، وہ خط جو وزیر بادشاہ کی ہدایت کے موافق اپنی طرف سے لکھے،

(۶) **احکام، رمز اور اشارہ** وہ جملے اور عبارتین جو بادشاہ کسی فرمان کے متعلق منشیون کو لکھکر دیتا، اور منشی انھین کے مطابق پورا فرمان لکھتے تھے، اورنگ زیب نے اس قسم کے جو جملے اور عبارتین لکھی ہین ان کی بڑی تعداد ہے،

(۷) **سند**، یہ وہ خط ہوتا تھا جس کے ذریعہ سے کسی شخص کے تقرر کا حکم دیا جاتا، لیکن صوبہ دارون کا خطِ تقرر فرمان کہلاتا تھا،

(۸) **پروانہ**، کسی محکمہ کا کوئی حکم جو ماتحت افسر کے نام روانہ کیا جاے، یہ عموماً کسی مقدمہ کا فیصلہ یا کوئی خاص قانون ہوتا تھا،

(۹) **دستک**، یہ ایک قسم کا پروانہ راہداری ہوتا تھا، جو عموماً تجارتی چیزون کے لیجانے یا کسی شخص کو دربار یا چھاؤنی مین داخل ہونے کے لیے دیا جاتا تھا،

(۱۰) **رقعہ**، عام خط کو کہتے تھے،

(۱۱) **محضر**، یہ دراصل کسی مقدمہ یا واقعہ کی تحقیقاتی رپورٹ ہوتی تھی، اس مین شہادت، پنچون کی راے، اور ان کے نام لکھے جاتے تھے،

اوقاتِ فرمان نویسی، دربارون مین خطوط پڑھنے اور ان کے جوابات لکھنے کے لیے خاص وقت اور طریقہ مقرر تھا، شاہجہان کے متعلق عبدالحمید نے اور عالمگیر کی نسبت عالمگیر نامہ کے مصنف نے اس کو خاص وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، عالمگیر نے خود اپنے خطوط مین ان کا حوالہ دیا ہے، اور چونکہ عالمگیر کے متعلق ہم کسی دوسری جگہ تفصیل کیساتھ بحث کرینگے، اس لیے یہان صرف شاہجہان کے متعلق عبدالحمید کے بیان پر اکتفا کرتے ہین، وہ لکھتا ہے،

ازین مقام کرامت انتظام بحجرہ کہ دولت خانہ خاص و عام . . . . تشریف میفرمایند، د

جہانیان سعادت کورنش دریافتہ کامیاب مرادات میگردند، و متصدیانِ مہمات . . . . .

معاملات ملکی و مالی بعرضِ اقدس میرسانند و ملتمسات منصبداران بوسیلہ بخشیان عظام

معروض میشود . . . . بوساطت . . . مقربانِ درگاہ عرائضِ بادشاہزادہ ہاے عالی مقدار

و حکامِ صوبجات و فوجداران و دیوان و بخشی و دیگر متصدیانِ مہمات آنجا و پیشکشہا میگزرد

عرائض داری فلک سلطنت و عمدہاے دولت نفس نفیس مطالعہ میفرمایند. و حقیقت

عرائض دیگر نبدہا بوسیلہ . باب تقرر بعرض میرسد، و صدر کل ممالک محروسہ از عرائض

صدور جزو آنچہ قابلِ عرض باشد، بموقفِ عرض میرسانند. . . . . و

متصدی عرض مکرر یادداشتہاے مناصب و جاگیر و نقدی و اقسام معاملات . . .

. . . بار دیگر بعرض اشرف میرسانند، . . . .

ازینجا پس از چار گھری دو گھاے پنج گھری . . . . برخاستہ بدولتخانۂ خاص

رفتہ پایہ افزاے اورنگِ اقبال میگردند، . . . . . ودرین جا جواب بعضے

عرائض ضروریہ بخط مبارک می نویسند و جواب لختے مطالب کہ بذریعۂ وکیل یا وزیر

یا متصدیانِ خدمت عرض عرائض صوبہ داران بعرض اشرف میرسد دبیران بلاغت

آئین مطابق آنچہ برزبان الہام بیان جاری شود، فرامین نافذ مضامین قلمی مینمایند،

و بعد از نگارش بشرف مطالعۂ خدیو دوربین احتیاط گزین میرسد اگر غلطی در عبارت

یا سہو نسیانے در مطالب رفتہ باشد، اصلاح میفرمایند،

و از بادشاہزادۂ کامگار ہر کہ صاحبِ رسالہ باشد، رسالہ خود در ظہر فرمان اطاعت

عنوان نوشتہ بمہر خود میرسانند، و پائین رسالہ دیوان معرفت خود مینویسد،

بعد از ان فرامین قدر آئین بحرم محترم می . و تا بمہر اشرف اوزک کہ نزد حضرت مہد علیا

ممتاز الزمانی ست مزین گردد؛

شاہی مہرین | اسی سلسلہ مین شاہی مہرون کا تذکرہ بھی شاید بے محل نہ ہوگا، بادشاہ کی عموماً دو مہرین ہوتی تھین، ایک مدور یا بیضاوی جو چھوٹی ہوتی تھی، اس پر صرف بادشاہ کا نام ہوتا تھا، اور اُسے "اوزک" کہتے تھے، یہ صرف خاص خاص فرمانِ توں کے لیے استعمال کیجاتی تھی، دوسری مہر مدور یا مربع لیکن بڑی ہوتی تھی، اس کے وسط مین بادشاہ کا نام ہوتا تھا، اور چارون طرف اس کے آبا و اجداد کے نام کندہ ہوتے تھے، چونکہ اس سے اپنی خاندانی بزرگی کا اظہار مقصود ہوتا تھا اس لیے یہ مہر عموماً دوسرے سلاطین کو فرمان بھیجتے وقت استعمال کیجاتی تھی، لیکن بعد مین عام فرمانون پر بھی ثبت ہونے لگی، اس کے علاوہ مہر کے اوپر بادشاہ کے نام و نسب کا طغرا بھی ہوتا تھا، پھر یہ فرمان یا احکام جن لوگون کے ہاتھون مین پہنچتا (یعنی اربابِ دفتر) ان کی بھی مہرین لگائی جاتی تھین، اور جب مکتوب الیہ کے پاس پہنچتا تو وہ اس پر تاریخِ وصول کے ساتھ "عرض دیدہ شد" لکھدیتا تھا،

فرمان کے لیے کاغذ بھی خاص قسم کا استعمال کیا جاتا تھا، بعض اوقات اس پر نقش و نگار یا محراب وغیرہ بنائی جاتی، اور اکثر شاہی فرامین پر سونے کا برادہ یا سونے اور چاندی کا پانی چھڑک دیتے تھے[1]،

فنِ انشا | یہ مسلم امر ہے، کہ ہندوستان مین فنِ انشا پر سب سے زیادہ توجہ کیگئی، اور ابتدائی دور مین کم لیکن بعد مین جب بیرونی منشیون کی آمد سترہوین صدی کے وسط سے بند ہوگئی، تو بہت زیادہ کتابین اس فن پر لکھی گئین، ایسی کتابون کی دو صورتین ہوتی تھین، (۱) یا تو کوئی منشی نفس فن پر کوئی کتاب لکھتا تھا، (۲) یا اپنے خطوط طلبہ کے استفادہ یا اپنے کمالِ فن کے اظہار کے لیے ایک

---

[1] چند حصون کے علاوہ یہ تمام حصہ پروفیسر جدوناتھ سرکار کی کتاب "مغلون کا نظامِ حکومت" سے ماخوذ ہے،

[2] عبدالحمید جلد اول حصہ اول صفحہ ۱۴۶،

مجموعہ کی شکل مین شایع کرتا تھا، کبھی کبھی جمع و اشاعت کی خدمت منشی کے بعد اس کی اولاد یا اس کے احباب انجام دیا کرتے تھے، اِن تمام اقسام کی تصانیف کافی تعداد مین ہندوستان مین موجود ہین،

ہندو اور فنِ انشا

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، فنِ انشا مین ہندوؤن کا بھی بہت بڑا حصہ ہے، عہد جہانگیری بلکہ دورِ اکبری ہی سے اُنھون نے اِس مین کمال حاصل کرنا شروع کر دیا تھا، راجہ ٹوڈرمل نے فارسی کو رائج کر کے دیوان خانہ کے تمام عملہ کو اس کے حاصل کرنے پر مجبور کیا، اسی کا نتیجہ تھا کہ اس وقت سے بڑے بڑے ہندو انشا پرداز پیدا ہونے لگے، اکبر کے زمانہ مین کچھ عجب نہین کہ ہندو انشا پرداز ہو گئے ہون لیکن عہد جہانگیر مین ہم کو سب سے پہلے ایک ہندو منشی کا پتہ چلتا ہے، جسکا نام ہرکرن بن ماتھر داس کنبو ملتانی تھا، یہ جہانگیری امیر عبرت خان کا منشی تھا، اس کے بعد جو سب سے بڑا انشاپرداز ہم کو ملتا ہے، وہ چندربھان برہمن تھا[1]، ایک اور ہندو منشی جو بعد مین مسلمان ہو گیا تھا، طالع یار ہے، اس کے خطوط ہفت انجمن کے نام سے مشہور ہین وہ شاہجہان اور اورنگ زیب کے زمانہ مین تھا، اس کے بعد ہندوؤن نے نہ صرف اس فن بلکہ تمام علوم و فنون مین جو کمال حاصل کیا، فارسی مین جو بیشمار کتابین لکھین، وہ ان کی عظمت، ہمہ گیری اور کمالِ فن کے لیے کافی ہین[2]،

فن انشا کی فارسی کتابین

ابتدائً ہمارا خیال تھا، کہ فنِ انشا پر جو کتابین عربی یا فارسی مین لکھی گئی ہین، اُن کی ایک مفصل فہرست یہان نقل کر دیجاتی، لیکن چونکہ اصل موضوع خود تفصیل طلب ہے، اور اس قسم کی چیزون سے دیباچہ مین ناگوار طوالت پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے اسلئے صرف انشائے فارسی کی بعض اہم کتابون کے نام لکھنا کافی سمجھتے ہین، اور اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی، تو دوسری جلد کیساتھ

---

[1] اورنیٹل کالج میگزین لاہور مین اس پر ایک پراز معلومات مضمون شائع ہوا ہے،

[2] مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے معارف کے ابتدائی دور مین ہندو مصنفین پر ایک مبسوط فاضلانہ مضمون تحریر فرمایا تھا، دیکھو معارف جلد سوم عدد ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵،

انشاء اللہ مفصل فہرست شایع کردینگے، اس فہرست مین زیادہ تر وہ کتابین ہین، جو ہندوستان کے متعلق یا ہندوستان کے اندر لکھی گئی ہین، ان مین ہندؤن کی کتابین بھی ہین، اور مسلمانون کی بھی' اور یہ فہرست ہمارے گذشتہ اتحادِ خیال' اتحادِ مذاق اور اتحادِ عمل کی بہترین مثال ہے:-

(۱) رسائل الاعجاز، از امیر خسرو دہلوی، سنہ ۷۱۹ھ

(۲) مناظر الانشا از خواجہ جہان عماد الدین محمود بن شیخ محمد گیلانی (خواجہ محمود گاوان، وزیر سلطان محمد شاہ سلطان المتوفی سنہ ۱۴۸۲ء

(۳) ریاض الانشار " " "

(۴) انشاے شاہ طاہر الحسینی سنہ ۹۳۸ / ۳۱-۲،

(۵) بدائع الانشا از حکیم یوسف بن محمد ہراتی طبیب ہمایون معروف بہ یوسفی، سنہ ۹۴۰ / ۱۵۳۳-۴،

(۶) انشاے بیرم شاہ قزوینی از سلطان حسین بیقرا، تا ہمایون، سنہ ۹۵۷ / ۱۵۵۰

(۷) چہار باغ، مکتوبات بادشاہی، از حکیم میر مسیح الدین ابو الفتح مربی عرفی،

(۸) منشاة التمکین، از ابو القاسم خان تمکین الحسینی معنون بہ اکبر، سنہ ۱۰۰۶ / ۱۵۹۸

(۹) مکاتبات علامی، علامہ ابو الفضل، مرتبہ، سنہ ۱۰۱۵ / ۱۶۰۶-۷

(۱۰) زبدة الانشا، مصنف نامعلوم سنہ ۱۰۲۷ / ۱۶۱۸

(۱۱) انشاے طرب الصبیان از نور الدین محمد برادر زادۂ ابو الفضل، سنہ ۱۰۳۷ / ۱۶۲۷

(۱۲) انشاے ہرکرن، ہرکرن بن ماتھر داس کنبو ملتانی منشی عبرت خان سنہ ۱۰۴۰-۱۰۳۴ / ۱۶۲۵-۳۱.

(۱۳) انشاے خانزاد خان، فیروز جنگ (امان اللہ حسینی) سنہ ۱۰۴۶-۴۴ / ۱۶۳۴-۷-۳۵

(۱۴) انشاے منیر، سنہ ۱۰۵۴ / ۱۶۴۴

(۱۵) نوبادہ از ابو البرکات منیر، "

(۱۶) بہار سخن، محمد صالح کنبو لاہوری۔ — سنہ ۱۰۷۰ / ۱۶۵۹

(۱۷) منشآت برہمن، چندر بھان برہمن،

(۱۸) جامع القوانین انشائے خلیفہ شاہ محمد قنوجی، — سنہ ۱۰۸۵ / ۱۶۷۴

(۱۹) خلاصۃ المکاتیب، سجان سنگھ یا رائے پٹیالوی، — سنہ ۱۱۰۷ / ۱۶۹۵

(۲۰) مفید الانشا، از منشی لیکھ راج، مرتبہ — سنہ ۱۱۱۰ / ۱۶۹۸-۹

(۲۱) کارنامہ واقعہ، — سنہ ۱۱۱۶ / ۱۷۰۴

(۲۲) انشائے فیض بخش، شیر علی حملہ لاہوری، — سنہ ۱۱۱۸ / ۱۷۰۶-۷

(۲۳) طراز الانشاء از اندرجیت حقیر (محقر؟) — سنہ ۱۱۳۰ / ۱۷۱۸

۲۳/۱ ہفت انجمن از طالع یار

(۲۴) منشآت بیدل، عبد القادر — سنہ ۱۱۳۳ / ۱۷۲۰

(۲۵) منشآت ملا طغرا،

(۲۶) مجمع الانشا، از محمد امین بنی اسرائیل، ملازم بدھ چند امیر نظام الملک، — سنہ ۱۱۳۸ / ۱۷۲۵

(۲۷) وقائق الانشا از رنچھوڑ داس بن رنجیت رائے، — سنہ ۱۱۴۵ / ۱۷۳۲

(۲۸) خطوط راجہ رام کنت محمد شاہی، — سنہ ۱۱۵۲ / ۱۷۳۹

(۲۹) رقعات خاتم الکلام از مولانا میر کمال الدین محمد، — سنہ ۱۱۳۲ / ۱۷۲۰

(۳۰) فیاض القوانین،

(۳۱) خلاصۃ الانشار، — سنہ ۱۱۶۵ / ۱۷۵۲

(۳۲) مجموعۃ المسودات، — سنہ ۱۱۵۶-۶۲-۶۶ / ۱۷۴۳-۹-۵۳

(۳۳) دستور الانشاء از منشی مسیح یار محمد قلندر خطوط متعلق بنگال از سنہ ۱۱۵۱-۱۱۷۰ / ۱۷۳۸-۱۷۵۷ تا سنہ ۱۲۰۱ / ۱۷۸۶

(۳۴) چارچمن فیض، خطوط سلاطین نظام الملک حیدرآباد، سنہ ۱۱۷۳ / ۱۷۵۹

(۳۵) مجموعہ خطوطہا متعلق بنگال از میر قائم وغیرہ، سنہ ۱۱۷۳ / ۱۷۶۰

(۳۶) انشائے مجموع القواعد، از رام نرائن، سنہ ۱۱۹۰ / ۱۷۷۶

(۳۷) انشائے مطلوب از شیخ مبارک قریشی، سنہ ۱۱۹۷ / ۱۷۸۳

(۳۸) ضوابط الانشا یا ہفت ضابطہ از سید علی نقی خان بن سید حشمت علی

(۳۹) انشائے یتیمی اصفہانی،

(۴۰) تحفۃ السلطانیہ از حسن بن گل محمد،

(۴۱) انشائے مادھورام،

(۴۲) انشائے مرغوب،

(۴۳) منشات ظہوری،

(۴۴) ظہور الانشاء،

(۴۵) خطوط شیواجی،

(۲)

مکاتیبِ اورنگ زیب

ایک مشہور فرانسیسی نقاد ادیب کا قول ہی، کہ "خطوط سوانح نگاری کی جان ہین" نفسیاتِ اجتماع کے اس استاد نے ایک ناقابلِ تردید حقیقت کو کم سے کم الفاظ مین نہایت ہی خوبصورتی سے ادا کردیا ہے، ہم دوسرون کے متعلق جو کچھ دیکھتے اور سنتے ہین، وہ ان کا اجتماعی رخ ہوتا ہے، اور اکثر وبیشتر ذاتی اور انفرادی رخ سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے، جماعت کا ڈر، اصولِ معاشرت کا خوف، سوسائٹی کے بنائے ہوئے قواعد کی پابندیان، نیک و بد کا اجتماعی معیار، وہ چیزین ہین، جو ہمارے اخلاق ہمارے جبلی عادات، ہماری فطرت، اور ہماری افتادِ طبیعت کو صاف و واضح طریقہ سے ایک بڑی حد تک نمایان نہین ہونے دیتین، بہت سے ایسے اعمال ہین، جنکو ہم تنہائی مین یا کم از کم اس یقین کی حالت مین کہ اُن کا علم عام سوسائٹی کو نہوگا، کر سکتے اور کرتے ہین، بارہا ہم ایسی رایون کا اظہار کرتے ہین، جنکو ہم مصلحت، تہذیب، اصولِ اخلاق، یا کسی خاص کمزوری کی وجہ سے شاید علانیہ کرنے کی جرأت نہ کر سکین، یہ بھی ممکن ہی، کہ ہم اپنے بعض افعال کے اسباب کو عام لوگون کے سامنے بیان نہ کر سکین، لیکن مخصوص احباب کے حلقہ مین ایسا کرنے مین حجاب نہ ہو، ایسے حالات مین ایک شخص کے صحیح حالات اس کا اصلی اخلاق، اس کی حقیقی نیت، اور اس کی سچی روش کو معلوم کرنے کے لیے ہمارے پاس اس کے سوا، کوئی چارۂ کار نہین، کہ جہانتک ممکن ہو سکے، ہم اس کے خانگی، ذاتی، اور ایسے افعال کی تلاش کرین، جو اس سے ایسی شکل و صورت اور ایسے حالات مین سرزد ہوئے ہون، جب کہ اس کو اس بات

کا یقین ہو، کہ کوئی دوسرا ان سے واقف نہین ہو سکتا، اور واقعات اس کے شاہد ہین، کہ جب کبھی اس قسم کی کوشش کیگئی ہے تو لوگون کے خیالات مین حیرت انگیز انکشافات سے تعجب خیز انقلاب پیدا ہو گیا ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ اب مورخین اور سوانح نگار جماعت کی ایک بڑی تعداد اس قسم کے مواد پر سب سے زیادہ زور دیتی ہی اور اس پر سب سے زیادہ بھروسہ کرتی ہے،

لیکن آخر ایسا کیون ہی؟ اس کے متعدد اسباب ہین، اولاً تو تمام تذکرون اور تاریخون مین ہمکو جو کچھ ملتا ہے وہ ان اشخاص و افراد کے اجتماعی رخ کے افعال و اقوال کا پرتو ہوتا ہے، کہ لکھنے والا صرف اسی سے واقف ہے، دوسرے جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، اجتماعی رخ انسان کا اصلی رخ نہین ہوتا تیسرے ایک شخص جو صرف ظاہری حالات پر نظر رکھتا ہے، وہ اسباب و علل اور اس شخص کے صحیح حالات و جذبات سے مطلقاً بیخبر ہوتا ہے، اور وہ پھر اپنی فہم اور سمجھ کے مطابق جو کچھ سوچتا اور سمجھتا ہی، اسی کو اپنے مخصوص رنگ مین پیش کر دیتا ہے، ایسے حالات مین اگر ہم کو ایک شخص کا خود نوشتہ بیان جو اوسنے دوسرون کے لیے نہین، بلکہ صرف اپنے لیے لکھا ہو، ملجائے تو پھر اس سے زیادہ اہم، واضح اور صحیح تر کونسی تحریر ہو سکتی ہے،

اس قسم کی تحریرون کی دو شکلین ہین، یا تو یہ تحریرین روزنامچہ اور تزک کی صورت مین ہون، یا ایک شخص کے ذاتی خطوط کی شکل مین وہ ان کے ذریعہ اپنے صحیح جذبات، خیالات، آراء، اعمال اور افعال کی اس اطمینان کیساتھ تشریح و توضیح کرتا ہے، کہ اس کے معتمد علیہ کے علاوہ کسی کو حشر تک کانون کان اس کی خبر نہ ہوگی، اور اس کا ایک ایک لفظ قیامت تک کے لیے ایک سر بمہر راز اور اس کا ایک ایک نقطہ ایک ناقابل شکست طلسم رہیگا، ممکن ہے کہ ایک شخص جو ظاہراً زہد و اتقا کا پیکر مجسم ہو، اپنی اندرونی خباثت کو منظر عام سے تمام عمر چھپانے مین کامیاب ہو جائے، لیکن اپنے ذاتی حالات سے واقف لوگون سے جب وہ خط و کتابت کرے گا، تو وہ اپنی خباثت کو اسکی

تمام عریانی کے ساتھ ظاہر کر دے گا، بہت ممکن ہے کہ ایک حاکم جو اپنے کو سب سے بڑا دیانتدار اور منصف حکمران ظاہر کرتا ہو، باطن مین اس کا دل حرص وہوس، طمع وظلم، اور بے ایمانی کا مرکز ہو، ایسے حالات مین اسکی وہ تحریرین جو وہ دنیا کی نظرون سے چھپا کر لکھتا ہے، اس کے حقیقی اخلاق پر بہترین شاہد ہونگی، ایک حکومت جو ببانگ دہل امن واشتی اور خلاف جنگ معاہدون کی ظاہرا سب سے بڑی مدعی وحامی ہو، جب دوسری سلطنتون سے اسلحہ واسباب جنگ کی خاموش زیادتی کے متعلق معاہدہ کرتی ہے، تو اس کو یقین ہوتا ہے، کہ اس کے "درون خانہ" کا حال "بیرون در" والون کو کچھ نہ معلوم ہوگا، اور وہ تمام دنیا کی آنکھون مین خاک جھونکتی رہیگی، لیکن جب کبھی "رندان مست" کی بے احتیاطی سے وہی معاہدہ کی لوح محفوظ منصۂ شہود پر آجاتی ہے، تو دنیا محو حیرت ہوجاتی ہے، صلح واشتی کے وعظ کا طلسم یک بیک ٹوٹ جاتا ہے، اور وہ گربۂ مسکین، شیر غرّان کی شکل مین دانتون کو نکالے اور ناخنون کو تیز کئے مہیب نظر آتی ہے،

ان تشبیہون سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ یہ حقیقت ذہن نشین ہوجائے، کہ اہم وممتاز اشخاص کی خانگی تحریرین اور ذاتی خطوط اپنے اندر کتنی اہمیت پنہان رکھتے ہین، اور اس آئینہ مین ان کے خط وخال کس قدر صاف اور نمایان نظر آتے ہین، لیکن ہم اس جگہ اس بات کو بھی ظاہر کر دینا چاہتے ہین، کہ ہمارے خیال مین مغل سلاطین کے لکھے ہوئے تزک اور روزنامچے وہ خاص اہمیت نہین رکھتے جو خانگی خطوط کو حاصل ہے، کیونکہ ان تزکون کو لکھتے وقت ان کا ہرگز خیال یہ نہ ہوتا تھا، کہ وہ ہمیشہ "کتاب مکنون" کی طرح چھپے رہین گے، بلکہ وہ ان کو خود بھی دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے، چنانچہ جہانگیر نے تو خود ۱۲ سال کے حالات لکھنے کے بعد اس کی متعدد نقلین مختلف اشخاص کے پاس روانہ کی تھین، اور جب وہ خود نہ لکھ سکا، تو اس نے یہ کام دوسرے شخص کے حوالہ کر دیا، اور ہمارا خیال ہے، کہ اب جبکہ خطوط اور خودنوشتہ سوانح کی اشاعت وطباعت کا ذوق پیدا ہوگیا ہے

تو اکثر لوگ اپنے خطوط اور روزنامچے اس چیز کو پیشِ نظر رکھکر لکھتے ہین، اور اب یہ انتہائی ذاتی چیزین بھی اپنی صداقت اور صفائی کے معیار کو کھو رہی ہین،

ان حالات کی موجودگی مین اگر ہم کو اورنگ زیب جیسی اہم متنازع فیہ تاریخی شخصیت کے خطوط مل جائین، اور ہم ان سے اس کے اصلی اور صحیح حالات کو ترتیب دین، تو اس سے بہتر کونسی چیز ہوسکتی ہے، عام تاریخون اور ذاتی خطوط مین جو فرق بیان کیا گیا ہے، وہ اس معتوب مظلوم کے معاملہ مین لفظ بلفظ درست اور ٹھیک معلوم ہوتا ہے،

ہماری خوش قسمتی سے اورنگ زیب کی معاصرانہ تاریخون کے علاوہ اس کے خطوط کی ایک بڑی تعداد بھی کسی نہ کسی صورت سے محفوظ ہوتی چلی آئی ہے، اور ہم ان کی روشنی مین نہ صرف یہ کہ اس عہد کی تاریخ بلکہ اس وقت کے اندرونی اور تہ آبی واقعات کو بھی اچھی طرح دیکھ اور سمجھ سکتے ہین، اور اُن کے ذریعہ ہمارے بہت سے غلط اوہام ونتائج کی بھی اصلاح ہوسکتی ہے،

اورنگ زیب کے خطوط

قبل اس کے کہ ہم اورنگ زیب کے نفس خطوط کی طرف متوجہ ہون، بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان خطوط کے مجموعون پر نظر ڈال لین، تاکہ ان کی وسعت، اُن کی ہمہ گیری، اُن کی اہمیت بہتر طریقہ سے ذہن نشین ہوجاے،

اورنگ زیب کے خطوط کو مجموعون کی حیثیت سے مندرجہ ذیل پانچ حصون مین تقسیم کیا جاسکتا ہے،

(۱) ایسے مکمل مجموعے جنکو اس کے منشیون نے خود یا ان کے بعد کسی اور نے ترتیب دیا ہے، اور اس مین تین کتابین ہین، (ا) آداب عالمگیری، مرتبہ صادق خان انبالوی، (ب) احکام عالمگیری اور (ج) کلمات طیبات مرتبہ عنایت اللہ خان،

(۲) ایسے مجموعے جو نمبر ا کے مجموعون سے ماخوذ ہین اور اس مین بھی تین مجموعے ہین (ا) رقائم کرائم، مرتبہ سید اشرف خان (ب) دستور العمل آگہی (ج) رموز واشارات عالمگیری،

(۳) بعض نامکمل مجموعے جو نمبر ا و نمبر ۲ کے مجموعون سے بالکل مختلف ہین، اس کے دو مجموعے ہین، (الف) کلماتِ اورنگ زیب (ب) کلماتِ طیبات کتب خانہ رامپور،

(۴) ایسے احکام جو درخواستون پر لکھے گئے، یہ صرف حمید الدین نیمچہ کے احکام عالمگیری مین ملتے ہین،

(۵) منتشر خطوط جو مختلف اشخاص یا مجالس کے قبضہ مین ہین یا جو مختلف تاریخی کتب یا خطوط کے مجموعون مین ملتے ہین، اُن مین قابلِ ذکر یہ ہین،

(الف) مجموعہ مسٹر ڈی، بی، پرنسس، (ب) مجموعہ برطانوی متحفہ نمبر ۱۸۸۱ (فارسی فہرست) (ج) انشاے فارسی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نمبر الف ۵۶ (د) مجموعہ فرامین مملوکہ ریاست دھار (ہ) مجموعہ فرامین مملوکہ ریاست جے پور، (د) مجموعہ فرامین مملوکہ جادے دلش مکھیا (ز) مجموعہ مملوکہ پیرس قومی کتب خانہ پیرس ۴۷۶، (ح) خطوط شیواجی، (ط) ظہور الانشاء (ی) مختلف رسائل مین شائع شدہ فرامین (ک) ہفت انجمن، (ل) فیاض القوانین (م) انشاے روشن کلام (ن) مرقعات حسن، (س) مجموعہ منشآت وغیرہ،

لیکن چونکہ یہ جلد صرف اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کے خطوط پر مشتمل ہے اس لیے ہم یہان پر صرف ان مجموعون کا تذکرہ کرینگے جنمین اس کے عہدِ شہزادگی کے خطوط ہین دوسرے مجموعون کے متعلق ہم ماخذ سیرت عالمگیر کے سلسلہ مین بحث کرین گے،

اورنگ زیب کی زندگی یون تو اس کے سب سے بڑے مورخ نے ۵ حصون پر تقسیم کی ہے، لیکن یہان اختصار کی غرض سے ہم صرف دو حصون مین تقسیم کرینگے، (۱) شہزادہ کی حیثیت سے اور (۲) شہنشاہ کی حیثیت سے،

اورنگ زیب کی شہزادگی کے زمانہ سے ہماری مراد نہ اس وقت تک کا زمانہ ہے جبکہ وہ سموگڈہ کی لڑائی کے بعد آگرہ پر قابض ہو کر عالمگیر کا لقب اختیار کرتا اور عنانِ حکومت اپنے

ہاتھ مین لیستا ہے، بلکہ ہم اس عہد کو برادرانہ جنگ کے خاتمہ تک وسعت دیتے ہین، اور دوسرے دور کو اس وقت سے شروع کرتے ہین جبکہ وہ کسی دوسرے مدعی حکومت کے وجود کے بغیر، خانہ جنگی سے اطمینان حاصل کرکے ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوتا ہے،

یون تو کہنے کو اورنگ زیب کا عہدِ حکومت پنجاہ سالہ تھا، لیکن ہمارے خیال مین اوسکی شہزادگی کے دنون کو بھی ان مین شریک کرلینا چاہیئے، کیونکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا اس وقت سے تختِ حکومت پر متمکن ہونے تک ملک کے تمام اہم کامون کا ہیرو وہی رہا ہے، بندیلکھنڈ کی لڑائیان، دکن کے فتوحات، بلخ و بدخشان کی تسخیر، مہم قندہار کی قیادت، گولکنڈہ سے جنگ اور بیجاپوری علاقہ کا الحاق، مختصراً وہ تمام اہم کام جو عہد شاہجہان مین ہوے، ان سب مین اسی کی شخصیت سب سے زیادہ نمایان اور اسی کا ہاتھ سب سے زیادہ کارفرما نظر آتا ہے، جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا، اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کے واقعات دراصل اس کی چہل سالہ عہد شہزادگی کے حالات کے لازمی نتائج تھے، اور اگر ہم نے اس کے عہدِ شہزادگی کو اچھی طرح سمجھ لیا تو ہم کو اُسکے عہدِ حکومت کے واقعات پر مطلقاً کوئی استعجاب نہ ہوگا،

آداب عالمگیری

اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کے خطوط کا جو مجموعہ عام طریقہ سے پایا جاتا ہے، وہ آدابِ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے، اس کتاب کی ترتیب ایک شخص محمد صادق انبالوی[1] نے کی ہے، یہ صادق اورنگ زیب کے چھوٹے لڑکے شہزادہ اکبر کا منشی تھا، اس نے ان خطوط کو جن کے متعلق اسکا بیان ہے کہ وہ، وہ خطوط ہین جنکو اورنگ زیب کے منشی قابل خان نے

---

[1] محمد صادق نے اپنے متعلق مقدمہ مین یہ الفاظ لکھے ہین:-

"خاکسار ضائع روزگار عبید اللہ الاحرار مملوک خیر الانام صادق نام مطلبی نسب حنفی مذہب ساکن خیر البقاع انبالہ من مضافات سہرند"

اور اس کے علاوہ ہم کو اس کے متعلق اور کوئی علم نہین،

اس کے لیے لکھے تھے، اپنے لڑکے محمد زمان کی درخواست پر جمع کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

چون درین آوان سعادت توامان بعضے مسودات شیخ ابوالفتح المخاطب من جناب سلطان بقابل خان کہ درایام خلافت انجام وبادشاہزادگی وصوبہ داری بادشاہ درویش نہاد، حضرت بادشاہ عالمگیر خلداللہ ملکہ وسلطنتہ وافاض علی العالمین بذلہ واحسانہ، اززبان فیض بیان والا شاہی بجناب شاہجہان بادشاہ غازی... ووزرائے عظیم الشان، وامرائے بلند مکان ومشائخ ذوی العزوالاحترام تسوید نمودہ، وبعض حسب الامر کہ بشاہزادہاے والا منزلت و دیگر ارکان سلطنت نوشتہ... وچندکہ خود بجمع اعزہ ودربارجہان مدار نگاشتہ بمطالعہ درآمد وبامعان نظر مطالعہ رفت، سلاست ومتانت عبارت دلپذیر آن نقطۂ دائرۂ فضل و افضال مقتضی آن شد کہ اگراین اوراق متفرقہ شیرازہ جمعیت یابد، دستورالعمل دولتمندان کارآگاہ ومنشورالادب بیداردلان دانش پناہ گردد، ونیز استدعاے نورباصرۂ سعادت وخردمندی، چراغ کاشانۂ دانش وارجمندی عزیز ازجان محمد زمان سلمہ اللہ.... علاوہ آن شد بنا برعلیہ این خاکسار (صادق انبالوی).... این واردات عالم قدس را.... جمع ساخت۔"

ان خطوط کے علاوہ اس مجموعہ مین دو اور چیزین ہین، یعنی (۱) برادرانہ جنگ کی تاریخ اور (۲) وہ خطوط جو خود صادق نے شہزادہ اکبر اور اپنی طرف سے لکھے ہین، برادرانہ جنگ کی تاریخ تمامتر عمل صالح اور عالمگیر نامہ سے ماخوذ ہی نہین ہے، بلکہ لفظ بلفظ ان کی نقل ہے، اور دونون کے صفحے کے صفحے ایک ہی ہین، رہے اکبر کے خطوط، ان سے چونکہ ہم کو اس جلد مین کوئی تعلق نہین ہے، اس لیے ہم ان کی تفصیل مین داخل ہونا نہین چاہتے،

اورنگ زیب نے جن لوگون کو خطوط لکھے ہین، ان کے نام ترتیب کتاب کے مطابق

اس طرح ہین،

نام	تعداد خطوط	نام	تعداد خطوط
(۱) شاہجہان (قبل از جنگ برادران)	۱۱۷	(۲) بیگم عادل شاہ (ہمشیرہ قطب الملک)	۴
(۳) قطب الملک	۳۹	(۴) میر جملہ	۵۵
(۵) عادل شاہ	۱	(۶) عبدالعزیز خان والی بخارا	۱
(۷) سبحان قلی خان والی بلخ	۱	(۸) معاہدہ مابین مراد و اورنگ زیب	۱
(۹) علامہ سعد اللہ خان	۲۹	(۱۰) شایستہ خان (خانجہان بہادر)	۴۵
(۱۱) شاہ نواز خان	۳۲	(۱۲) علی مراد خان (امیر الامراء)	۸
(۱۳) جعفر خان	۵	(۱۴) مہابت خان،	۱۱
(۱۵) نجابت خان	۷	(۱۶) خلیل اللہ خان	۲
(۱۷) اعتقاد خان،	۱۳	(۱۸) تقرب خان	۴
(۱۹) میرک شیخ	۳	(۲۰) خواجہ عبدالغفار	۱۰
(۲۱) خواجہ عبدالوہاب	۶	(۲۲) فاضل خان	۴
(۲۳) دانشمند خان	۲	(۲۴) اللہ وردی خان	۳
(۲۵) قاسم خان	۲	(۲۶) مرزا نوذر	۲
(۲۷) مرزا سلطان	۱۷	(۲۸) ملتفت خان	۲۵
(۲۹) مرزا مراد خان	۲	(۳۰) نصیری خان	۳۳
(۳۱) شاہ بیگ خان	۱۳	(۳۲) والی جدید بیجاپور	۴
(۳۳) محمد بیگ	۱	(۳۴) شہزادہ محمد مراد بخش	۳

نام	تعداد خطوط	نام	تعداد خطوط
(۳۵) شہزادہ محمد شجاع	۴	(۳۶) جہان آرا بیگم	۱۲۷

ان مسلسل خطوط کے بعد تاریخ شروع ہوتی ہے، اور اس کے بعد پھر وہ خطوط ہین جو اورنگزیب نے شاہجہان کی معزولی کے بعد شاہجہان کو لکھے تھے، اور اس کے بعد محمد سلطان کی طرف سے لکھے ہوے چند خطوط ہین، پھر وہ خطوط ہین جو ابوالفتح نے عالمگیر کے حکم سے شہزادہ محمد سلطان، شہزادہ محمد معظم، میر جملہ وغیرہ کو لکھے ہین اور پھر اس کے وہ خطوط ہین، جو اس نے اپنی ذاتی حیثیت سے اورنگزیب اور دوسرے لوگون کو لکھے ہین، ان کے بعد صادق کے لکھے ہوے خطوط ہین،

اس کتاب کے متعدد نسخے مختلف کتب خانون مین موجود ہین، ان مین سب سے پرانا نسخہ اگر اوسکی تاریخ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے، تو وہ ہے، جو کتب خانۂ آصفیہ (حیدرآباد دکن) مین موجود ہے، کیونکہ صادق نے اس مجموعہ کی تاریخ اس قطعہ سے نکالی ہے:-

زہے نسخۂ نغز قابل کزو — رواجِ ہنر شد بعالم بسے
ز طرزش ابوالفضل در حیرت است — سخنور بداند چہ داند خسے
کتابے است در فنِ انشا تمام — نسازد وزار داگر نارسے
بجز جوہری کیست جوہر شناس — کند قیمتے لعل ہر ناکسے
"گل از باغ جان" شد چو تاریخ او — بباغ ارم دل نہ بندد کسے

اور کتب خانۂ آصفیہ مین اس کی کتابت کا سال ۱۰۱۶ھ ہے، اس کے علاوہ ایک اور نسخہ بھی اسی کتب خانہ مین ہے، لیکن اسپر کوئی تاریخ نہین ہے، مندرجہ ذیل بزرگون کی ملکیت اور کتب خانون مین بھی اس کے نسخے ہین،

(۱) متحفہ برطانیہ، اورینٹل نمبر، ۱۸۸ مکمل مکتوبہ ۱۱۲۵ھ مقام شاہجہان آباد، اور نمبر ۲۰۵۴ نامکمل مکتوبہ

محرم سنہ ۱۱۲۹ھ / ۱۷۱۷ء،

(۲) کتب خانہ دفتر وزیر ہند نمبر ۱۰۳ و نمبر ۳۷۲، مکتوبہ سنہ ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء و سنہ ۱۱۸۴ھ / ۱۷۸۷ء علی الترتیب،

(۳) کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال الیف ا نمبر ۱۲۶ و الیف ۲ نمبر ۶۴۵ مورخہ سنہ ۱۱۴۸ھ / ۱۷۳۳ء،

(۴) کتب خانۂ خدابخش خان پٹنہ، یہ نسخہ کسی وقت مین فورٹ ولیم کالج کی ملکیت تھا،

(۵) پبلک لائبریری، لاہور،

(۶) نسخہ مملوکہ پروفیسر عبدالقادر صاحب ایم، اے لاہور،

(۷) " دار المصنفین، اعظم گڈھ،

(۸) " پروفیسر جدو ناتھ سرکار کلکتہ،

(۹) " مدرسہ محمدیہ آگرہ ناکمل،

(۱۰) " رامپور اسٹیٹ لائبریری،

(۱۱) " میرا ذاتی نسخہ،

ایک نیا نسخہ اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کے خطوط صرف اسی مجموعہ تک محدود نہین ہین، بلکہ دوسری تاریخ اور انشار کی کتابون مین بھی وہ بڑی تعداد مین پھیلے ہوئے ہین، اور ہم ان سب کو ماخذ سیرت عالمگیری کے عنوان کے ماتحت لکھین گے، لیکن یہان پر ایک اور اہم نسخہ کا ذکر کرتے ہین، اس کے دریافت کا سہرا ہمارے مکرم دوست مولوی ابوعمر صلاح یافعی صاحب (حیدرآباد دکن) کے سر ہے، اس نسخہ مین وہ خطوط ہین، جو آداب عالمگیری مین موجود ہین، لیکن اوّل تو ان کی تعداد بہت محدود ہے، دوسرے ترتیب مین بھی فرق ہے، تیسرے اس کے ابتدا مین جو دیباچہ ہے، وہ صادق کے دیباچہ سے بالکل جداگانہ ہے، اور اس سے پتہ چلتا ہی کہ کسی اور شخص نے بھی ان خطوط کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی،

نسخۂ یافعی | جو نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، وہ اصلی نسخہ کی نقل ہے اور ۷، سطرون کے ۱۲۷ صفحات پر مشتمل، اس کی ترتیب اس طرح ہے،

موضوع	از صفحہ	تا صفحہ
(۱) دیباچہ	۱	۲
(۲) خطوط بنام شاہجہان	۲	۸۶
(۳) ″ جہان آرا	۸۶	۹۷
(۴) ″ شاہ شجاع	۹۷	۱۰۱
(۵) ″ مرادبخش	۱۰۱	۱۰۲
(۶) ″ سعداللہ خان	۱۰۲	۱۰۸
(۷) ″ شاہجہان	۱۰۸	۱۲۷

دیباچہ کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے،

"دانایانِ بارگاہِ تکوین وایجاد از لوحہ اکوان نقوشِ آغاز وحروف انجام ورموز دانان کارخانۂ ابداع از ناصیہ مبدعاتِ رقومِ حال وسواد اقبال برشناسند"

اس کے بعد سلاطین اور "دست پروردگان الطاف ذوالجلال" کے خطوط کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوے ان خطوط کے متعلق لکھتا ہے کہ

"مصداق این اقوال، حال سعادت اشتمال مسودات بادشاہِ جہان پناہ محمد اورنگزیب عالمگیر محی الدین غازی کہ قابل خان مرحوم ابوالفتح درایامِ پادشاہزادگی آنحضرت بموجب امرِعالی نگارش نمودہ، بقلمِ جواہر رقمِ آنحضرت پیرایہ اصلاح وحلیۂ تزیین یافتہ جامعِ اوراق کہ اصحاب فن آن را دوستدار وکلام این قوم را آرزومند است، کلام الملوک

ملوک الکلام دانستہ چندے ازان جراید بخرد و دانائی بسعی و کوشش فراہم آوردہ ترتیب لائق وربط مناسب مقرر نمود"

مرتب کا بیان ہے، کہ اس نے اس مجموعہ کو نو مقالون پر تقسیم کیا ہے،

بالفعل این مجموعۂ خورد را بر نہ مقالہ ترتیب نمود"

اور اس کی تفصیل یہ ہے،

(۱) عرائض اورنگ زیب بنام شاہجہان،

(۲) مکتوبات " " بیگم صاحب، (جہان آرا وغیرہ)

(۳) نشانہاے " " امرا وغیرہ

(۴) " محمد سلطان " امرا وغیرہ

(۵) عرائض قابل خان " اورنگ زیب،

(۶) " " " محمد سلطان

(۷) حسب الامر کہ قابل خان نوشتہ

(۸) القاب وغیرہ

(۹) قولنامہ کہ حسب الالتماس محمد مراد بخش نگارش یافتہ

اس فہرست کے دیکھنے کے بعد یہ بات تو یقیناً معلوم ہوجاتی ہے، کہ موجودہ نسخہ بہت زیادہ ناکمل ہی، اور اس کے ساتھ اس کی ترتیب بھی درست نہین ہے، موجودہ نسخون مین شاہجہان کے خطوط دو حصون مین منقسم ہین، اور اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ اصل نسخہ مین اوراق غلط لگے ہین، موجودہ ترتیب یہ ہے، بنام شاہجہان خط ا سے لیکر ۳۰ (نصف) پھر ۴۱ سے ۵۰ تک، پھر ۶۰، ۶۱، ۶۲، اور ۶۹ اور اس کے بعد وہ خطوط ہین، جو شاہجہان کے عزلت نشین ہونے

کے بعد لکھے گئے، اس کے بعد جہان آرا ر، ۶ خط، شجاع ۲ خط، مراد ۱ خط، سعد اللہ خان، ۶ خط، اور پھر شاہجہان کے نام خطوط ہین، ۳، نصف آخر تا خط نمبر ۳۹، اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے، کہ خطوط کی ترتیب آداب عالمگیری سے بہت زیادہ ملتی ہوئی ہے، افسوس کہ اس کے مصنف کا حال کسی طرح معلوم نہ ہو سکا اور نہ اس کے کسی مکمل نسخہ ہی کا پتہ ہے،

ایک اہم سوال، اسی سلسلہ مین رقعات عالمگیری کے ایک نسخہ نے جو کتب خانہ الاصلاح دیسنہ (پٹنہ) کی ملکیت ہے، ایک عجیب سوال پیدا کر دیا ہے، یہ نسخہ ابتدا مین نامکمل ہی، اور خطوط کی ترتیب سے پتہ چلتا ہے، کہ شاید دو تین ورق اس کے کم ہین، اس مین عموماً وہی خطوط ہین جو رقعات عالمگیری اور دستور العمل آگہی وغیرہ مین ہین، لیکن اس کے ساتھ ہی اس نسخہ مین بعض دوسرے ایسے خطوط بھی ہین جو کسی دوسرے نسخہ مین ہماری نظر سے نہین گذرے ہین، اور ان خطوط کو شروع کرنے سے پہلے مرتب نے بطور تمہید جو کچھ لکھا ہی، وہ ہماری توجہ و تحقیق کا بہت کچھ مستحق ہے، وہ لکھتا ہے،

"حضرت "خلد مکان" (عالمگیر) علیہ الرحمۃ والغفران کہ ہموارہ شمع جلال ایشان بنور ہدایت افروختہ بود، بیاض مشحون از لآلی معانی بلند و جواہر مضامین خاطر پسند کہ بسے سخنان حکمت نشان یافتہ مناسب اندراج بود، در آداب عالمگیر شاہی کہ تحفۃ السلاطین اسم باسمی است، رمی نوشتند) راقم ازان مخزن جواہر درہاے گران بہا بدست آوردہ ہم سرمایۂ مفاخرت ومباہات اندوخت، ہم سر مشق نکتہ پردازی گرفت، و ہر یک ازان جواہر زواہر را در محلے مناسب بکار می برد"

اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہی کہ اورنگ زیب کے پاس ایک ایسی بیاض تھی، جسمین وہ منتخب اشعار یا دلپسند تحریرین، لکھ لیا کرتا تھا، اور یہ صرف اورنگ زیب ہی تک محدود نہین ہے شاہجہان کے پاس بھی ایک ایسی بیاض تھی، چنانچہ اورنگ زیب اپنے ایک خط مین اپنے لڑکے

شہزادہ اعظم کو لکھتا ہی،

جانا! عزیزا!!! چند فقرہ از بیاض اعلحضرت شاہجہان خوش آمد با قتضاے شفقت قلبی بے اختیار بآن فرزند ارجمند نوشتیم کہ تہنا نمانند و نباشیم"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ کیا اورنگ زیب کے پاس ایسی کوئی بیاض تھی، اور اگر تھی، تو کیا اس کا کہین پتہ ہے؟ پہلے سوال کا جواب اثبات مین ہی، اور دوسرے کا نفی مین، اگر آج یہ بیاض ہم کو مل جاے، تو اورنگ زیب کی زندگی، اس کے ذوقِ ادب، اور اس کی افتادِ طبیعت پر اس کے ذریعہ کافی روشنی پڑ سکتی ہی، لیکن موجودہ حالت مین ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہٗ کار نہین ہی کہ جو سامان بھی ہمارے پاس موجود ہے اسی کی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کرین، اورنگ زیب کے یہ خطوط، اس کے عہدِ صوبہ داریٔ ملتان کے وسط یعنی ۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰ء سے شروع ہوتے ہین، اور اگرچہ شاہجہان کے نام کے خطوط محاصرۂ گولکنڈہ ہی کے وقت مین یک بیک ختم ہو کر پھر صرف زمانۂ عزلت گزینی کے ۹، ۱۰ خطوط پر ختم ہو جاتے ہین، لیکن دوسرے لوگون کے نام جو خطوط ہین، اُن سے اس کی شہزادگی کے تمام واقعات پر روشنی پڑتی ہی، اور ہم ان کے ذریعہ اس کے حالاتِ زندگی کو ایک مربوط شکل مین پیش کر سکتے ہین، لیکن ان خطوط پر روشنی ڈالنے سے پہلے اور ان کی روشنی مین اورنگ زیب کی زندگی مرتب کرنے سے قبل یہ مناسب سمجھتے ہین، کہ اس کی خطوط نویسی کے متعلق کچھ بیان کر دین،

خطوط کا حقیقی مصنف ہمارے پاس قابل خان کے خطوط کے جو دو نسخے (آداب عالمگیری و نسخہ یافعی) ہین، ان کے دیباچہ نگارون نے لکھا ہے، کہ یہ خطوط قابل خان کے لکھے ہوے ہین نسخہ یافعی کے مرتب نے اتنا اور اضافہ کیا ہے، کہ قابل خان جو خطوط لکھتا تھا، ان پر اورنگ زیب اصلاح دیتا یا کرتا تھا. لیکن ان خطوط کے دیکھنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہین، کہ اس عہد کے نہ صرف شاہزادے بلکہ

بادشاہ بھی اہم خطوط اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور صرف مشغولیت کے وقت منشی انکے حکم کے مطابق خطوط لکھتے، چنانچہ اورنگ زیب کے نام شاہجہان کے جو خطوط ملے وہ تین قسم کے تھے،

(۱) وہ خطوط جو خود شاہجہان کے ہاتھ کے لکھے ہوتے،

"نیر سپہر عزت و شرف یعنی فرمان والاشان عنایت عنوان نگاشتہ کلک گہربار، جواہر سلک درخجستہ ترساعتے پرتو ورود انداختہ"

یا منشور لامع النور سعادت ظہور کہ بقلم خاص زینت نگارش یافتہ بود"

(۲) وہ خطوط جو منشی لکھتا تھا، لیکن اس پر شاہجہان چند سطرین اپنی طرف سے بھی بڑھا دیتا تھا، اس کو "خط مبارک" یا "دستخط خاص" کے نام سے یاد کرتے تھے،

"منشور لامع النور سعادت گنجور مزین بخط قدسی خاص مبارک بود و کرامت آمود آن مباہی گشتہ"

یا "والا منشور لامع النور ... نگاشتۂ خامۂ دبیران بلاغت تبیان عطارد نشان شدہ بود، و دیباچۂ آن صحیفۂ عزت و کرامت بخط قدسی نمط اشرف زینت یافتہ ... پرتو ورود انداختہ"

(۳) وہ خطوط جنکو شاہجہان کے حکم سے منشی لکھتے تھے،

"والا منشور ... نگاشتۂ خامۂ دبیران عطارد رقم شدہ بود بورود آن سرفراز گردید"

یا "وصول سعادت حصول فرمان والاشان نگاشتہ خامۂ دبیران عطارد نشان باعث سربلندی این فدوی گردیدہ"

ان خطوط کے علاوہ جنمین کاتب کا ذکر ہے، بہت سے خطوط ایسے ہین جنمین صرف منشور کی وصولی کا ذکر تو ہے، لیکن کاتب کا کوئی ذکر نہین ہے، لیکن جن خطوط مین ذکر ہے، ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اکثر و بیشتر خطوط خود شاہجہان کے لکھے ہوتے تھے، اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہوگیا، کہ شاہزادون کے علاوہ سلاطین بھی اہم خطوط اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور آگے

چلکران کی متعدد مثالین ملتی ہین، اب سوال یہ ہے کہ کیا اورنگ۔زیب بھی ایسا کرتا تھا، یا اس کے تمام خطوط ابوالفتح کے لکھے ہوئے ہوتے تھے، خود خطوط سے اس کا جواب تلاش کرنے سے پہلے یہ بات قابلِ ذکر ہے، کہ ابوالفتح نے جو خطوط اورنگ زیب کے حکم سے لکھے ہین، ان کو دونون مجموعون والون نے واضح طور سے "حسب الامر" کے ماتحت درج کر دیئے ہین، ممکن ہی کہ بعض لوگون کو اس سے یہ شبہ پیدا ہو، کہ حسب الامر سے مقصد صرف وہ خطوط ہین، جو عالمگیر کے حکم سے ابوالفتح اپنے نام سے لکھتا تھا، ان مین اپنا تذکرہ نہ کرتا تھا، اور اس کے ثبوت مین وہ بعض امرا، اور فرمانروایان بیجاپور، وگولکنڈہ کے نام کے خطوط پیش کر سکتے ہین، اگر وہ خطوط اورنگ زیب کے ہاتھ ہی کے لکھے ہوئے ہوتے، تو ان پر "شرح دستخط خاص" والی عبارتین کیون ہوتین، ان تمام حالات کی موجودگی مین ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہین، وہ یہ ہے، کہ اورنگ زیب تمام خطوط یقیناً اپنے ہاتھ سے نہین لکھتا تھا، لیکن وہ خطوط جو اس نے شاہجہان، جہان آرا، مرادبخش، شاہ شجاع، اور محمد سلطان وغیرہ کو لکھے تھے، وہ یقیناً بلاشبہ اسی کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، اور اس کا خود ان خطوط مین متعدد جگہ ذکر ہے، ایک مرتبہ اورنگ زیب کا انگوٹھا کٹ گیا تھا، اس نے اس حالت مین شاہجہان کو جو عریضہ لکھکر بھیجا، اسکی شانِ خط مختلف تھی، اس سے شاہجہان یہ سمجھا کہ اورنگ زیب نے یہ خط محمد سلطان سے لکھا کر بھیجا ہے، اور اس پر اس نے اورنگ زیب سے اس کے متعلق جواب طلب کیا، اورنگ زیب نے ان الفاظ مین اپنی صفائی پیش کی،

"قبلۂ وکعبۂ دوجہانی این مرید سلامت! عرضداشت کہ سابق از نظر مبارک گذشتہ خط این فدوی است اچو دران ایام نر انگشت دست راست این مرید آزار داشت، خوب نوشتہ نہ شدہ، اگرچہ خانہ زاد اعلیٰ حضرت (محمد سلطان) نیز بمقتضاے سن وسال بد نمی نویسد،

لیکن این فدوی کہ ہرگز درین مدت حتی المقدور قلم غیرے را در تحریر عرائض محرم نہ ساختہ

چگونہ راضی خواہد شد، کہ عرضداشت بخط خانہ زاد یا دیگرے نوشتہ شود" (۱/۹۹)

اسی طرح اورنگ زیب کے ایک خط پر نہین بلکہ اس کی صرف تاریخ پر شاہجہان نے یہ شبہ ظاہر کیا تھا، کہ وہ دوسرے کا خط معلوم ہوتا ہے، اور یہ شک ظاہر کیا تھا کہ شاید وہ خطوط دوسرون کو بھی دکھاتا ہے، اورنگ زیب کا نوجوان ناتجربہ کار لڑکا محمد سلطان اس زمانہ مین شاہجہان کے پاس ہی تھا، اس نے بھی شاہجہان کے شبہ کی تائید کی تھی، اس پر اورنگ زیب اوسے لکھتا ہے،

"چون از مطاوی عرضداشت صاحب و قبلہ دو جہانی کہ بوساطت آن نامدار عالی تبار از نظر اشرف گذشتہ و ایشان چنانچہ قرار گرفتہ اند کہ "تاریخ تحریر بخط دیگرے نوشتہ شد" و اعلیٰ حضرت نیز تصدیق این معنی فرمودہ اند، بنابران بر زبان الہام بیان گذشتہ کہ" ازان سعادتمند جوان بخت بغایت بعید نمود، کہ باوجود آنکہ مکرر مسودات عرائض درگاہ جہان پناہ در حضور ایشان بہ بیاض رفتہ و می دانند کہ قلم دیگرے درآن محرم نیست و خط قدسی نمط را می شناسند، این قسم چیزے در حضور پر نور ظاہر ساختہ اند، بر تقدیرے کہ اعلیحضرت میفرمودند کہ تاریخ بخط مبارک نمی داند، بایستے آن تازہ نہال بوستان اقبال بمبالغہ معروض می داشتند، کہ خط صاحب و قبلہ است ہرگاہ سہ بند بخط خود نوشتہ باشند، این دو کلمہ چگونہ بخط غیرے خواہد بود" (۷/۱۲)

شاہجہان جب عزلت گزین ہو جاتا ہے، اور اورنگ زیب سے ناخوش ہو کر اسکی عیب جوئی اور نکتہ چینی پر اتر آتا ہے، تو اسے اورنگ زیب کا ایک بہت بڑا جرم یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ اب وہ شاہجہان کو اپنے ہاتھ سے خط نہین لکھتا، اس کے متعلق اورنگ زیب نے جو کچھ صفائی پیش کی ہے اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے، کہ اس وقت تک وہ

شاہجہان کو برابر اپنے ہاتھ سے خط لکھتا تھا، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہین،

"این مرید پیش از رسیدن باکبرآباد اکثر اوقات عرائض را بخط خود می نوشت، لیکن چون ثانی الحال معلوم نمود، کہ در نظرِ امتیاز پیشگاہِ خلافت عرائض این مرید و عرائض دیگران کہ ہرگز بخط خود نمی نویسند و مدارآن بر تلبیس است یک اعتبار دارد، و راست را از دروغ فرقے نمی نہند؛ و مع ہذا اشتغال بسیار روے دادہ بود، ناگزیر از رعایت این شیوہ باز ایستاد، نوشتن لفظ خط نامعروف" در عریضہ بیان واقع بود، نہ براے قصد، دیگر اینکہ بسم اللہ کہ بخط بیارک مرقوم می گردد، بجہتِ حصولِ شرف و سعادت کافی است" (۲/۱۲۵)

ان مذکورۂ بالا عبارتون سے یہ تو ثابت ہو گیا، کہ اورنگ زیب اپنے ہاتھ سے خطوط لکھتا تھا، اگر اسی سلسلہ مین اس کے شان کے متعلق کچھ بیان کر دیا جاے، تو شاید بیجا نہ ہو گا،[1] یہ ایک نہایت افسوسناک حقیقت ہے کہ وہ شخص جس نے اپنی نود سالہ عمر مین ہزارون خطوط اور متعدد کلام مجید لکھے ہون، اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا، ہم کو کچھ نہ ملے، اور ہم اس کو اپنے دعوی

[1] اسی سلسلہ مین یہ بتانا کہ اورنگ زیب کس وقت خطوط لکھا کرتا تھا، دلچسپی سے خالی نہ ہو گا، اورنگ زیب اپنے عہد شہزادگی مین بھی اوقات کا بہت زیادہ پابند تھا، اس لیے اس نے حالت قیام مین خطوط کے لکھنے کا وقت مقرر کر لیا تھا لیکن سفر کی حالت مین وہ کسی خاص وقت کا پابند نہ تھا، البتہ بادشاہ ہونے کے بعد اس نے ایک وقت معین کر رکھا تھا، چنانچہ صاحب عالمگیر نامہ لکھتا ہے،

"قبل از دو پاس روز قرین بخت و سعادت . . . . بانجمن خاص غسلخانہ عز قدوم می بخشند . . . . وعرائض صوبہ داران و حکام اطراف اکثر درین محفل . . . . از نظر فیض اثر گذشتہ برخ بمطالعہ اشرف میرسد، و بعضے دیگر را وزیر اعظم خواندہ مضمون بعرض ہمایون میرساند و احکامے کہ در جواب یک یک ہر میشود دستور . . . بمنشیان . . . ابلاغ مینمایند"، صفحہ ۱۱۰۰-۱۱۰۱،

کے ثبوت مین پیش نہ کرسکین، تاہم ہم کو اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریرون کا علم ہے اور اس سلسلہ مین اعلےٰ سوانح نگارون نے جو کچھ لکھا ہے، اس کی روشنی مین راے قائم کرنے کی کوشش کرین گے،

سلاطین مغلیہ تمامتر تعلیم یافتہ، صاحبِ ذوقِ سلیم، اور ادب شناس و علم پرور ہوئے ہین، بابر، شاعر و مصنف تھا، اس کے لڑکے بھی علم دوست تھے، چنانچہ کامران کا دیوان، اور ہمایون کا اپنے کتب خانہ کی چھت پر سے گر کر جان دینا، اسکا ثبوت ہے، خدابخش خان کے کتب خانہ کا تاریخی نسخہ دیوان حافظ[1]، ہمایون کے ذوق سلیم کی بین دلیل ہے، اکبر اگرچہ خود تعلیم یافتہ نہ تھا لیکن اسکی علم دوستی، اور علما پروری سے کس کو انکار ہوسکتا ہے، جہانگیر کی ادبیت، اس کا زورِ قلم، اس کا ذوق شعری، مشہور عام ہے، شاہجہان نے شاہی کتب خانہ کے مختلف علوم و فنون کی کتابون پر جو عبارتین لکھی ہین، اور جس طرح ان سے استفادہ کیا ہے، وہ ہمارے لیے اس کے علمی ذوق کے ثبوت مین کافی ہین، اس کے لڑکون مین دارا کی تصنیفی صلاحیت، اور فلسفیانہ قابلیت مسلم ہے، اورنگ زیب کے خطوط اس کے وسعتِ مطالعہ کے ضامن ہین، شجاع ملا محمود جونپوری مصنفِ شمس بازغہ و فرائد کا شاگرد ہے، مراد بھی پڑھا لکھا ہے، یہ تو اس کے لڑکون کا حال تھا، لڑکیون مین جہان آرا، کی مونس الارواح، اس کو کسی سے پیچھے نہین رکھتی، اورنگ زیب کی اولاد مین محمد سلطان کو جس طرح تعلیم دیجاتی تھی، زیب النسا، کو جو تبحر علمی حاصل تھا، اور اس کے دوسرے لڑکون اور پوتون کی تعلیم کا جو سامان کیا گیا تھا وہ اسکی علمی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، چنانچہ معظم کو تو شیخ المحدثین تک کا لقب حاصل تھا، ایسی حالت مین اگر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اورنگ زیب کو فن خطاطی مین بھی کمال حاصل تھا، تو شاید صحت سے زیادہ دور نہ ہوگا، اسی کے ساتھ یہ بات بھی معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہین، کہ دارا کو فن خطاطی مین عبد الرشید

[1] اس نسخہ پر مین نے عرصہ ہوا ایک مفصل مضمون معارف مین لکھا تھا، دیکھو ج ۱۱ شمارہ ۶ جون ۱۹۲۳ء

دہلی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، اور اس شاہزادہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی جو تحریرین اس وقت تک موجود ہین، وہ اس کے کمالِ فن پر دال ہین[1]،

اورنگ زیب بھی فنِ خطاطی مین اپنے بھائی سے کسی طرح پیچھے نہین تھا، اور اس کے خطِ نسخ، نستعلیق، اور شکستہ کی مورخین نے تعریف کی ہے، اس نے فنِ خطاطی مین سید علی خان الحسینی جواہر رقم (متوفی ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۲ء) کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا تھا، چنانچہ تاریخ خوشنویسان ہند مین ہے،

"انچہ از کتب دیگر مثل مرأۃ العالم وغیرہ بنظر رسیدہ اینکہ میر سید علی خان جواہر رقم در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان وارد ہندوستان گشت و از حضور وے بخطاب جواہر رقمی مشرف گشتہ بتعلیم محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر مامور شدہ، سرِ امتیاز برافراشتہ"[2]

جب اورنگ زیب بادشاہ ہوا، تو اس نے اپنے استاد کو:-

"باستادیٔ شاہزادگان برگماشت" اور وہ تمام عمر "در رکاب اورنگ زیب در کشمیر و دکھن ماندہ، عمدگی بہم رسانید"[3]

اس کے علاوہ اس کی شہزادگی ہی کے زمانہ مین عبد الباقی حداد (عبد اللہ) بھی اس کے پاس آیا تھا، اس کاتب کی تعریف مین صاحب تذکرۂ خوشنویسان لکھتا ہے:-

"در دورۂ اخیر گوے سبقت از نسخ نویسان بردہ، خطِ نسخ را عروس الخط کردہ آرایش و زینت دیگر بخشید"[4]

اور اس کے اورنگ زیب کے پاس آنے کا حال ان الفاظ مین بیان کیا ہے:-

"ہندوستان آمدہ بجناب شاہزادہ اورنگ زیب بہادر، نوشتہ خود قرآن سی ورقی و کلام اللہ وصحیفہ وغیرہ گذرانیدہ مخاطب بہ یاقوت رقم شدہ، بوطن معاودت کرد، چند کس از شاگردانِ اشد

خود بخود گذاشت، "اکثر ہا بخطاب یاقوت رقمی و یاقوت رقم خانی سرفراز یافتہ اند"

اس کے علاوہ ہم کو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ شاہجہان کے دربار مین عبد الرشید کے علاوہ دوسرے خوشنویس بھی موجود تھے، اور بہت ممکن ہے، کہ اورنگ زیب نے ان مین سے کسی دوسرے سے بھی کچھ سیکھا ہو، اس کے بعد ہم کو مورخین کے بیان کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، اورنگ زیب کا درباری مورخ منشی کاظم ہے، وہ عالمگیر نامہ مین لکھتا ہے،

از رتبۂ خط و حسنِ تحریرِ آن شہنشاہ فلاطون فطنت سکندر نظیر کہ صفحاتِ روزگار و اوراقِ دفاترِ لیل و نہار از آن زینت پذیر است، خامۂ نکتہ پرداز جادو فن راچہ یارائے دم زدن بقدرت کلک بدائع آثار معنی استادی و سحر نگاری راچنان بر کرسی نشاندہ اند، کہ دستِ استادان اقالیم سبعۂ خط بدان نتواند رسید،

خط نسخ:۔ آن حضرت کہ رقم نسخ خط یاقوت و صیرفی تواند بود، در غایت پختگی و مزہ و متانت و اسلوب است، و کمال قدرت در نوشتنِ آن دارند، و اکثر اوقات توفیقِ ثواب اندوزی کتابتِ کلام اللہ از ضمائمِ عبادات و کرائم عادات آن شہنشاہ دین پناہ است"

خط نستعلیق:۔ آن حضرت بے شائبہ اطرائے مدح طرازی و اغراق نکتہ پردازی دران رتبہ است کہ قطعہائے کہ عین ایام ذوق و سرگرمی مشق، رقم پذیر خامۂ اشرف گشتہ بقطعہائے خوب استادان کہ عمر گرانمایہ صرف تحصیل آن سرمایہ ساختہ بتکمیل امرے دیگر نپرداختہ اند، در نظر خط شناسان میسر مشتبہ میشود و شکستہ نستعلیق در غایت مغزداری و صفا و متانت و پختگی مینویسند[1]"

---

[1] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۲-۱۰۹۲

مآثرِ عالمگیری نے الفاظ کے گورکھ دھندون سے نکل کر مختصر الفاظ مین مذکورۂ بالا بیان کی اس طرح تائید کی ہے،

خطِ نسخ آنحضرت در غایتِ متانت و اسلوب بود و کمالِ قدرت در نوشتن آن داشتند"
وخطِ نستعلیق و شکستہ نیز بغایت خوب نوشتند[1]"

اورنگ زیب کے کمالِ خطاطی کے متعلق ان بیانات کو سننے کے بعد ہم کو ان تحریرون کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، جنکا تاریخون مین پتہ ہے، یا جنکی موجودگی کا ہم کو علم ہے،

صاحبِ عالمگیر نامہ کا بیان ہے، کہ اورنگ زیب نے عہدِ شاہزادگی ہی مین

"مصحفِ مجید بخط مبارک صورتِ اتمام دادہ آن را . . . . . . بمکہ معظمہ و کعبہ مشرفہ زادہا اللہ قدراً و جلالہ فرستادند[2]"

اور تخت نشین ہونے کے بعد بھی،

"در اندک وقتے بدستیاری تائید و مددگاری بخت سعید جلدے دیگر از مصحف مجید باتمام رسانیدہ[3]"

اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے کہ،

"سوائے این دو مصحف کریم مکرر بتحریر پنج سورہ و دیگر سورِ قرآنی موفق گشتہ اند[4]"

چنانچہ اس کے بعد کے صحف مین سے اس نے

"دو قران مجید بخطِ اقدس کہ مبلغے ہفت ہزار روپیہ بر لوح و جدول و جلد آن صرف شدہ بمدینہ منورہ مرسل شدہ[5]"

[1] مآثرِ عالمگیری ص ۵۳۲، [2] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۹۳، [3] ایضاً صفحہ ۱۰۹۳، [4] ایضاً
[5] مآثرِ عالمگیری صفحہ ۵۳۲،

لیکن افسوس کہ ان تین نسخون مین سے کسی ایک نسخہ کا بھی پتہ نہین ہے، ہم نے اکثر اہل علم سے جنھون نے حال مین حج و زیارتِ مدینہ مکرمہ کا شرف حاصل کیا ہے، دریافت کیا لیکن ان لوگون نے اُن کی موجودگی کے متعلق اپنے عدمِ علم کا اظہار کیا، اور شاید "دیوانِ ظہیر فاریابی" کی چوری کی شاعرانہ سندِ جواز پر کتاب اللہ کے یہ قیمتی نسخے بھی بیت اللہ اور بیت الرسول صلعم سے چوری ہو گئے، انکے علاوہ ہمکو اورنگ زیب کے ہاتھ کے لکھے ہوے مندرجہ ذیل کلام مجید کا حال معلوم ہو سکا

(۱) کلام مجید، مملوکہ اعلحضرت حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ یہ نسخہ جیسا کہ ہمارے راوی کا بیان ہے، اورنگ زیب غازی نے فیروز جنگ غازی کو ہدیہ دیا تھا،

(۲) نسخہ مملوکہ جناب مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دیوانی (حیدرآباد) اس نسخہ کو ۱۹۲۶ء کے دسمبر مین تاریخی مجلس اسناد ہند کی نمایش مین رکھا گیا تھا، (اور اس کے مالک کا نام اس وقت عبد اللطیف ظاہر کیا گیا تھا)

(۳) نسخہ مملوکہ نواب صاحب مانگرول، اسے جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے شایع بھی کر دیا ہے،

(۴) پنج سورہ مملوکہ امپیریل لائبریری شعبہ بوہار لائبریری کلکتہ، اس وقت وکٹوریہ میموریل مین موجود ہے،

اس طرح ہم کو اورنگ زیب کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے چھ نسخون اور ایک پنج سورہ کا پتہ چلتا ہے، اور ایک ایسے بادشاہ کا جسکا ایک ایک دن سفر یا جنگ مین گذرتا ہو، جسے ہندوستان جیسے وسیع اور پرفتنہ ملک پر حکومت کرنا ہو، اتنا لکھ لینا حیرت انگیز ہے، یہ واقعہ بھی عجائباتِ عالم مین شمار ہوگا، کہ اورنگ زیب جس کلام مجید مین تلاوت کرتا تھا، وہ اس وقت کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) کی ملکیت ہے، یہ نسخہ بھی خاندان تیموریہ کے ایک رکن سلطان ابراہیم

کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اس کے آخری ورق پر اورنگ زیب نے جو اس وقت صرف ۲۰ سال کا تھا، ایک عبارت عربی مین قرآن کے کاتب اور اپنی ملکیت کے متعلق لکھا ہے اور یہ عبارت اورنگ زیب کی عربی دانی اور اس کے شکستہ نستعلیق کی پختگی کا ایک ثبوت ہے،

لیکن جب ہم کو یہ علوم ہوتا ہے، کہ اس شہنشاہ کشورِ ہندوستان جنت نشان کا ذریعہ معاش بھی قرآن نویسی وکلاہ دوزی تھا، تو ہماری یہ حیرت محترمانہ ومعتقدانہ استعجاب سے بدل جاتی ہے، چنانچہ وہ اپنے وصیت نامہ مین لکھتا ہے:۔

"چہار روپیہ و دو آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد آیہ بیگہ محلدار است، بگیرند وصرفِ کفنِ این بیچارہ نمایند، دسہ صد و پنجر روپیہ از وجہ کتابتِ قرآن درصرفِ خاص است روزِ وفات بفقرا بدہند[۱]"

ان مصاحف کی نقل کے علاوہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، وہ اپنے اعزہ کو خطوط بھی اپنے ہی ہاتھ سے لکھتا تھا، اور اکثر وبیشتر امرا کے خطوط پر بھی چند سطرین لکھدیتا تھا، ہمارے اس بیان کی تصدیق عالمگیر نامہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے،

"در اکثر اوقات باقتضاے عنایت ومرحمت بنابر بعضے مراتبِ سری ومصالحِ ملکی مناشیر کرامت عنوان بادشاہزادہاے ارجمند کامگار ونوئنانِ نامدار بخطِ مبارک مینویسند، وکم وقتے میگذرد کہ برعنوانِ امثلۂ جلیلہ کہ بامراے ذیشان وعمدہاے آستان سپہر نشان زینت صدور مییابد، سطرے چند نگارش نمی فرمایند[۲]"

لیکن افسوس کہ اس قسم کے خطوط اور فرامین کا کوئی پتہ نہین ہے، البتہ اورنگ زیب کے ایک شقہ کا عکس جو اس نے آمون کے متعلق لکھا تھا، ضلع ہردوئی کے ایک کارخانہ قلمہاے

---

[۱] سرکار احکام عالمگیری صفحہ ۱۴-۱۳ طبع ثانی ۱۹۲۶ء [۲] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۲،

ابنہ نے اپنی فہرست مین شائع کیا تھا، اور حکیم رضی الدین مرحوم دہلی کے خاندان مین اورنگ زیب کا ایک فرمان ہے، جس کے عنوان پر اورنگ زیب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چند سطرین ہین، ان کے علاوہ ہم کو کسی دوسری تحریر کا کوئی علم نہین ہے[۱]،

اورنگ زیب اور فن انشا

اس حقیقت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، کہ اسلامی نصاب مین فن خطوط نویسی و انشار کو خاص اہمیت دیجاتی تھی، اور انشار کی لاتعداد کتابین آج بھی اس دعوی کا بہترین ثبوت ہین، اچھے منشیون کی خاص عزت تھی، اور امرا و سلاطین ان کو ہمیشہ انعامات وخطابات سے سرفراز کرتے رہتے تھے، اس فن کے حصول کے لیے خاص خاص کتابین پڑھائی جاتی تھین، اور اورنگ زیب نے بھی ان کتابون کو پڑھا تھا، اور اس کے بعد اپنے لڑکون کو بھی پڑھایا تھا، اورنگ زیب کی تعلیم کے متعلق ہم یہان پر نہین بلکہ اس کے ابتدائی حالات کے ضمن مین مفصل طور سے لکھین گے، یہان پر صرف یہ بتا دینا چاہتے ہین، کہ فن انشا مین اس کا درجہ بہت بلند تھا، آیات قرآن مجید و احادیث نبوی، اس کو بکثرت یاد تھین، سعدی، حافظ، نظیری، نظامی وغیرہ کے کلام کا بھی معتد بہ حصہ اس کے دماغ مین محفوظ تھا، اور وہ اکثر اپنے خطوط مین اُن سے کام لیتا تھا، اس کے خطوط اس کے کمال فن کے شاہد ہین، اس کے مورخین نے بھی اس حیثیت سے اس کی تعریف کی ہے، عالمگیر نامہ مین ہے:

نکتہ دانی و معنی شناسی و ربط و مناسبت فطری و کسبی آن حضرت بمراتب نثر و انشای انواع کلام در مرتبہ ایست کہ سخن سنجان معنی طراز و فصاحت پیشگان نکتہ پرداز از فیض تعلیم و ارشاد آن مظہر کمالات قدسی، عمرہا استفادۂ دقائق و رموز سخن میتوانند کرد

---

[۱] مولوی بشیر الدین احمد مرحوم نے فرامین سلاطین مین اورنگ زیب کے بعض ایسے فرامین شائع کئے ہین جسمین شرح دستخط خاص کے نام سے عبارت ہے، اگر اصل فرمان ملجاتے تو ممکن تھا کہ وہ اس تعداد مین اضافہ کا سبب ہوتے،

ہرگاہ بادائے منشور منشیانِ بلاغت گستر انشا نامہ میفرمایند، بحسن تقریر دلپذیر بنوعے تمہید مطلب و تلقین مدعی مینمایند کہ اگر نگارندۂ قوت حافظہ را درج آن دُرر شاہوار و لآلی آبدار ساختہ بنگارشِ ہمان الفاظ گہر نثار بنظم تالیفے کہ از زبانِ حق بیان استماع نمودہ اکتفا نمودہ، از تجشمِ فکر و تکلفِ انشا مستغنی است،

وچون مسودۂ آن درست میشود، بمطالعۂ اشرف رسیدہ از قلم بدائع رقم آن شہنشاہ نکتہ رس ہوشمند چندان تصرفاتِ مرغوب و اصلاحہاے دلپسند زینت میابد کہ ادیب اریب از ملاحظۂ آن بعجز و قصور معترف گشتہ سرمایۂ بصیرت در اسلوب و قواعدِ سخن و پیرایہ خیرت و مہارت درآن فن می اندوزد، وہمچنین مناشیرِ جلالت نشانے کہ منشیان دولت پائدار مینویسند نخست مسودۂ آنہا بنظر انور درآمدہ بزیورِ اصلاحِ بادشاہانہ مزین میشود،[۵۱]

مآثر عالمگیری کا بیان ہے، کہ:۔

"آنحضرت را در مراتبِ نثر و انشا دستے تمام بود، و در مہارتِ نظم و نثر بہرۂ تام"[۵۲]

بعض لوگون کا خیال ہے کہ اورنگ زیب کو شاعری سے کوئی مناسبت نہین ہے، حالانکہ اس کے خطوط اس بات کی صاف تردید کر رہے ہین، اور جون جون اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے، وہ اشعار کے استعمال مین بھی زیادتی کرتا جاتا ہے، اس کے خطوط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ اسنے ملا شاہ اور فانی (کشمیری) کے دیوان کو خاص طور سے منگوا کر پڑھا تھا،[۵۳] اپنے لڑکون کو بھی وہ نظم کے مطالعہ کی ہدایت کرتا ہے، البتہ اتنا ضرور تھا، کہ وہ عام عاشقانہ و رندانہ شاعری کو

---

[۵۱] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۴-۵ [۵۲] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲،

[۵۳] انشاے فارسی ریف، ۵ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بحوالہ سرکار اورنگ زیب جلد اول)

پسند نہین کرتا تھا، چنانچہ صاحب مآثر عالمگیری لکھتا ہے،

"اما بمودائے مستشہد صادق کریمہ الشعراء یتبعہم الغاوون متمسک گشتہ، توجہ باستماع شعر بے فائدہ نداشتند، تا بشنیدن اشعار مدح چہ رسد، الا شعرے کہ متضمن موعظت باشند[۱]

نکردہ بہر رضائے خدائے عزوجل | نہ چشم سوے غزال و نہ گوش سوے غزل[۱]"

اس کے علاوہ مآثر الامراء وغیرہ مین ایسے واقعات درج ہین، جو اس بات کو ظاہر کرتے ہین، کہ اس کا ذوقِ شعری بہت بلند تھا، اور وہ پر درد اشعار سے بہت زیادہ متاثر ہوتا تھا، اس سلسلہ مین اس کے خطوط پر جو تنقید ہوگی، ہمین اس دعویٰ کے متعدد ثبوت ملین گے،

خطوط کی ہمہ گیری | یون تو بادی النظر مین ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ایک شخص کے ذاتی و خانگی خطوط مین معمولی واقعات، یا روزانہ حوادث کے بے مزہ حالات کے سوا کچھ نہ ہوگا، لیکن اگر ہم ان خطوط پر غور کرین تو ہم کو معلوم ہوگا، کہ ایک شخص کے ذاتی خطوط، جذبات و حقائق نگاری کے بہترین میدان ہوتے ہین، پیدائش و موت، فراق و وصال، مسرت و ماتم، شادی و غم، امید و بیم، علالت و صحت، خرید و فروخت، تعمیر و تخریب، موسم و فصل، تمدن و تہذیب، وقتی سیاست و اقتصادیات معاشرت و مذہب، سب کچھ اس مین ہوتا ہے، اور یہ لکھنے والے کے زورِ قلم اور کمالِ انشاء کے اظہار کے لیے بہترین میدان ہین، پھر ایسی حالت مین جب کہ لکھنے والے کا حلقۂ مراسلت بہت وسیع ہو، ایک طرف اُسے اپنے ارکانِ خاندان، باپ، بھائی، بہن، اور اولاد سے خط و کتابت کرنا ہو، دوسری طرف وزراء و امراء کو مخاطب کرنا ہو، تیسری طرف مشائخ و علماء سے شرفِ مکاتبت حاصل کرنا ہو، چوتھی طرف ہمسایہ سلاطین سے مراسلت ہو، اور پانچوین طرف اپنے ملازمین کو سعادت و سرفرازی بخشنا ہو، تو پھر ان مواقع و حالات کی کیا کمی ہو سکتی ہے، اور اورنگ زیب کے خطوط اسی قسم کے گلہائے رنگا رنگ کا بہترین مجموعہ ہین کہین ذاتی حالات

[۱] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲-۳

کے متعلق اظہارِ خیال ہی، تو کہین سیاسی و معاشری واقعات پر تنقید، کہین شوق وصال بیچین کئے ہوے ہے، تو کبھی دردِ فراق نے مضطر کر رکھا ہے، کسی جگہ کسی کی شادی یا ولادت کی خوشی ہے، تو کہین کسی کی موت کا ماتم، کسی جگہ کسی افسر کی سفارش ہے، تو کہین تنبیہ، اگر ایک خط عمارتون اور قلعون کے مفصل حالات سے مملو ہے، تو دوسرا باغون اور چمنون کی رنگین بیانی سے پُر، کہین عتاب ہی، تو کہین عنایت، کبھی گرمجوشی ہے، تو کبھی سرد مہری، کہین الزامات کی صفائی ہی، تو کہین دوسرے کے خلاف شکایت، غرضکہ وہ کونسی چیز ہے، جو اس مجموعہ مین نہین ہے، پھر وہ کونسی شے ہے، جس مین حقیقت نگاری کے ساتھ کمال ادب کو جگہ نہین دیگئی ہے، لیکن اس دعویٰ سے بہتر یہ ہے، کہ ہم اس کے خطوط سے اس کا ثبوت پیش کردین،

فرقِ مراتب خطوط کی تحریر مین سب سے پہلی اور اہم چیز فرقِ مراتب کا خیال رکھنا ہی، یعنی مخاطب جس مرتبہ، جس درجہ، اور جس عزت کا مستحق ہی، اسی کے مطابق نہ صرف اس کو مخاطب کیا جائے، بلکہ پورے خط مین یہ حیثیت قائم رکھی جاے، کہ یہ بلاغت کی ایک اہم شرط ہے، اورنگزیب نہ صرف اس کا پورا پورا خیال رکھتا تھا، بلکہ اگر دوسرے اس شرط کو نظر انداز کر دیتے تھے، تو ان کو فوراً متنبہ کرتا تھا، چنانچہ اس نے اس سلسلہ مین اپنے لڑکون کو بارہا اصلاحین دی ہین، ان کو تربیتِ اولاد کے سلسلہ مین ہم بیان کرین گے، یہان پر صرف یہ دکھانا چاہتے ہین، کہ اورنگزیب اس چیز کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا، چنانچہ جب وہ اپنے باپ کو لکھتا ہے، تو اس علم کے بعد لکھتا ہی، کہ وہ نہ صرف باپ ہے، بلکہ ہندوستان کا شہنشاہ، "اور ظل اللہ فی الارض" بھی ہے، اس کیلیے جو الفاظ استعمال کرتا ہے، ان مین وہی بزرگی موجود ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ کمال یہ ہے، کہ اورنگزیب نے اسے سینکڑون خطوط لکھے ہین، اور ہر خط کا طرزِ تخاطب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ جداگانہ ضرور ہے، لیکن اصل چیز ہاتھ سے جانے نہین دی ہے، حتیٰ کہ اس وقت جبکہ وہ برادرانہ جنگ کیلیے

روانہ ہوا، نہین، بلکہ اس وقت جبکہ وہ اکبرآباد مین شاہجہان کا محاصرہ کئے ہوے ہے، نہین، بلکہ اس وقت بھی جب وہ خود شاہنشاہ عالمگیر ہو چکا ہے، اس چیز مین ذرہ برابر بھی فرق نہین آنے دیتا، محاصرۂ قندھار کی ناکامی کے بعد سے آخر وقت تک باپ بیٹے مین جو کشیدگی رہی شاہجہان نے جو سخت سے سخت بات اسے کہی، جو تلخ سے تلخ زہر سے بجھا ہوا تیر اس پر چلایا سب کے جواب مین اُسنے کبھی بھی ایک لمحہ کے لئے سررشتۂ ادب کو ہاتھ سے چھوٹنے نہین دیا، اور کسی وقت بھی جادۂ فرزندی سے الگ نہ ہوا، اس کی مثالین آیندہ آئین گی، اور یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے، کہ ایسی حالت مین بھی کس طرح اورنگ زیب کے ہاتھ سے دامنِ صبر نہ چھوٹا، باپ کو جب مخاطب کرتا ہے، تو ان الفاظ مین :-

"مرید عقیدت کیش زمین خدمت بلبِ ادب بوسیدہ وہ اِسمِ ارادت و عقیدت بجا آوردہ بمسامع جاہ و جلال میرساند" ٦/١١

یا، کمترین مریدان اِخلاص سرشت آداب ارادت و عقیدت کہ سرمایۂ دولت و سعادت است از خلوصِ طویت بجا آوردہ ذرہ وار بموقفِ عرضِ مقدس میرساند" ۱۳/۱۳

یا "مرید فدوی بعد ادائے آدابِ ارادت و عقیدت کہ متضمن ہزاراں شرف و سعادت است ذرہ آسا بموقفِ عرضِ مقدس واعلیٰ میرساند" (١/١٦)

اب اس کا طرزِ تخاطب دیکھیے جبکہ ناراضگی علانیہ شروع ہو جاتی ہے،

"مرید فدوی زمینِ خدمت بلبِ ادب بوسیدہ و وظائفِ عقیدت و ارادت بجا آوردہ ذرہ صفت بعرض مقدس معلی میرساند" ۲/۲۴)

جنگِ برادران کے لیے روانہ ہونے کے بعد جو خطوط لکھے ہین، ان کی ابتدا یہ ہے،

"بعد از تقدیم مراسم عبودیت و آدابِ فدویت ذرہ وار بموقفِ عرض پایہ سریرِ خلافت جہانبانی

میرساند" (۳/۱۱۸)

شاہجہان کے عزلت نشین ہونے کے بعد، اورنگ زیب خود شہنشاہ عالمگیر تھا، اس وقت بھی وہ شاہجہان کو ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے:-

"بعد ادائے وظائفِ عقیدت بعرضِ اقدس میرساند" (۱/۱۲۴)

یا "بعد ادائے مراسمِ عقیدت و اخلاص بعرضِ اشرف میرساند" (۴/۱۲۷)

اپنی بہن جہان آرا کو ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے:-

"مخلصِ بے اشتباہ بعد ادائے مراسمِ اخلاص و نیازمندی معروض میدارد" (۱/۱۳۳)

یا "خیراندیش سراسر اخلاص مراسمِ عقیدت بتقدیم رسانیدہ معروض میدارد" (۲/۱۳۴)

اپنے بڑے بھائی محمد شجاع کو لکھتا ہے:-

"بعد از گذارشِ مراسمِ مخالصت و موالات معروض میدارد" (۱/۱۶۲)

یا "مخلصِ خیراندیش بعد از گذارشِ مراسمِ اخلاص معروض میدارد" (۳/۱۶۴)

اپنے چھوٹے بھائی مراد بخش کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے:-

"برادر عزیز بجان برابر کامگار نامدار عالی مقدار من، از نخلِ حیات و زندگانی بہرہ مند و برخوردار بودہ مسرت قرین باشند" (۱/۱۶۷)

یا "برادر عزیز بجان برابر عالیمقدار من از نہالِ زندگانی برخوردار و از آشوبِ نوائب بر کنار باشند (۱/۱۶۸)

اپنے لڑکوں کو اس طرح یاد کرتا ہے، یہ باغی اکبر کے نام ہے:-

فرزند ارجمند، درۃ التاج فرخی و فیروزمندی و دلپسندی شاہزادۂ جہانیان بغایت الطاف شاہنشاہی و اعطاف بادشاہی مخصوص گشتہ بداند"

دوسرے محبت کے الفاظ یہ ہین،

"بابا ے من! بہادر من! وغیرہ

وزیرِ حکومت سعد اللہ خان، یا دوسرے امراے شاہی کو خط لکھتا ہی، تو اس کے پیشِ نظر دو چیزین ہوتی ہین، ایک تو مکتوب الیہ کی بلند مرتبگی، اور دوسرے خود اپنی شاہزادگی، اور وہ اپنے خطوط مین دونون کو نباہتا ہوا، اس طرح اس فرض سے سبکدوش ہوتا ہی:-

خان سعادت نشان، رفیع المکان، مستغنی الالقاب مشمولِ الطاف وعنایاتِ اعلیحضرت خلافت منزلت ظلّ الٰہی بودہ معلوم نمایند"

یا "خان رفیع مکان سعادت نشان المستغنی عن الالقاب مشمولِ الطاف وعنایتِ نامتناہئ اعلحضرت ظلّ الٰہی بودہ معلوم نمایند"

امیر الامرا، علی مردان خان،

"اعتضادِ سلطنت و فرمانروائی، اعتمادِ خلافت وکشور کشائی، موردِ الطافِ بیکرانِ بادشاہی مہبطِ اعطافِ بے پایان اعلحضرت ظلّ الٰہی، عمدۂ امراے رفیع الشان، زبدۂ خوانین بلند مکان، خان سعادت نشان مؤتمن الدولہ العظمیٰ علی مردان خان امیر الامرا، بتوجہات و تلطفاتِ خاص سرورگشتہ معلوم نمایند"

شاہ نواز خان،

خلاصۂ خاندانِ مصطفوی نقادۂ دودمانِ مرتضوی، رکن السلطنۃ العظمیٰ عضد الخلافۃ الکبریٰ، خان رفیع مکان، سعادت نشان، عمدۃ الملک شاہ نواز خان تبلطفات و تفقداتِ خاص عزِ اختصاص یافتہ معلوم نمایند"

مرزا راجہ جے سنگھ:-

زبدۂ دلاوران و متہوران، خلاصۂ جان نثاران و ہواخواہان، نقادۂ مخلصانِ ارادت کیش، قدوۂ خیراندیشانِ عقیدت اندیش، شایستۂ مراحمِ بیکران بادشاہی، سزاوارِ عنایاتِ بے پایانِ شاہنشاہی، عمدۂ راجہا ے اخلاص شعار، مطیع الاسلام مرزا راجہ جے سنگھ بتوجہات بادشاہی مخصوص و مباہی بودہ بدانند"

شایستہ خان،

رکن السلطنۃ، موتمن الدولۃ البہیہ، نتیجۂ امراے عظام رفیع المکان، سلالۂ خوانینِ کرام عظیم الشان، موردِ الطاف بے پایان، المخصوص بمزید الالطاف والاحسان، المختص بمواہب الملک المنان، خانِ سعادت نشان، عمدۃ الملک شایستہ خان مشمولِ عنایات و تلطفاتِ سلطانی بودہ معلوم نمایند"

مرزا سلطان (ملازم شاہی)

سعادت مرتبت، نجابت منزلت، خلاصۂ خاندانِ صفوت، موردِ مراحم بیکران مرزا سلطان بعنایتِ خاص عزِ اختصاص یافتہ بداند"

تقرب خان (طبیب شاہی)

حکمت پناہ، فطانت دستگاہ، جالینوس الزمان، سزاوارِ مرحمت بیکران، شایستہ الطاف بے پایان، تقرب خان بتوجہاتِ خاص اختصاص یافتہ بداند"

اب اس نے اپنے ملازمین کو جس طرح مخاطب کیا ہے، اسے بھی دیکھ لیجیے،

ملتفت خان،

"آن زبدۂ مخلصان و خلاصۂ دولتخواہان معلوم نماید"

یا "بوفورِ توجہ خاطر والا مختص بودہ بداند"

شاہ بیگ خان،

"امارت پناہ، ایالت دستگاہ، قابل المرحمۃ الاحسان، شاہ بیگ خان بعنایتِ سلطانی

مباہی گشتہ بدانند"۔

یہ سرکاری ملازمون کے متعلق تھا، اب بزرگانِ دین کے متعلق ملاحظہ فرمایئے،

خواجہ عبدالغفار،

"سیادت مرتبت، ونجابت وشرافت منزلت، خلاصۂ خاندانِ ہدایت وکرامت، نتیجۃ الابرار

خواجہ عبدالغفار بر جادۂ خدا پرستی وحق جوئی مستقیم بودہ بعافیت باشند"

خواجہ عبدالوہاب،

"شرافت ونجابت پناہ، حقائق ومعارف آگاہ، نتیجۂ ابرار ولایت جناب خواجہ عبدالوہاب

ہموارہ بر جادۂ صدق وعقیدت مستقیم باشند"۔

اب سلاطین اور ہمسایہ حکمرانون کے نام کے خطوط کے ابتدائی الفاظ دیکھئے، اس زمانہ مین ایسے خطوط یا تو حمد ونعت سے شروع ہوتے تھے، یا رسیدِ خط سے، حمد ونعت کو حذف کرنے کے بعد عبارتین اس طرح ہین،

موالیٔ ایران[1]،

عالی منزلت، خلافت مرتبت، گرامی فطرت، سامی منقبت، واسطۃ العقد وزینتِ آلِ عبا، مرسلۃ الصدور، عزتِ رسولِ مجتبیٰ، ستودۂ خلف حضرت خیر الانام، شرفِ خاندان عزت واکرام، ثمرۂ شجرۂ ولایت وکرامت، فروزندۂ اختر سمائے شوکت وایالت، برآرندۂ لشکر ملت

[1] اس عبارت کے سمجھنے کے لیے یہ جاننا بسا ضروری ہے، کہ شاہانِ صفویہ سید اور ایک بڑے صوفی بزرگ کی نسل سے تھے، اور انھون نے انھی دو چیزون کی بدولت حکومت حاصل کی تھی،

سیادت واصطفا، طرازندۂ سریرِ نجابت وارتضا، زبدۂ آلِ ستودہ خصال، مرکزِ دائرۂ دولت واقبال، گوہرِ درجِ سلطنت وبختیاری، زینت وسادۂ عظمت و نامداری، سعدِ اکبرِ فلکِ سروری، مشتری برجِ نیک اختری، زیورِ افسرِ دولت و دین، مہرِ سپہرِ عزت وتمکین . . .

. . . . " (بہارِ سخن)

والیٔ بخارا،

"بلند مرتبت، عالی منقبت، رفعت و شوکت واقبال پناہ، حشمت و ابہت واجلال دستگاہ، شجاعت وشہامت وبسالت اکتناہ، والیٔ ولایتِ عدل و انصاف، ہادمِ بنیانِ جور و اعتساف، خلاصۂ خاندان مجد واعتلا، نقاوۂ دودمانِ عز وعلا، دیباچۂ صحیفۂ مردانگی، طرازِ جریدۂ فرزانگی، نہالِ گلشنِ سلطنت وجہانداری، مروجہ (سرو؟) جویبارِ عظمت و شہریاری، قطبِ فلکِ ایالت، مرکزِ دائرۂ جلالت، آفتابِ روزۂ سطوت، نگینِ خاتمِ دولت . . . ."

والیٔ بلخ،

"رفعت وشوکت پناہ، حشمت وابہت انتباہ، فارسِ مضمارِ شہامت و ایالت، عارجِ مدارجِ نصفت وعدالت، سلالۂ خواقینِ عظیم الشان، نقاوۂ سلاطینِ بلند مکان، مظہرِ انوارِ نامداری، مصدرِ آثارِ بختیاری، قرۂ باصرۂ دولت و اقبال، غرۂ ناصیۂ سطوت و اجلال، مشیدِ ارکانِ شجاعت، مؤسسِ بنیانِ بسالت . . . "

اب ہندوستان کی باج گذار حکومتوں کے فرمانرواؤں کے نام کے خطوط پڑھیے:-

قطب الملک (والیٔ گولکنڈہ)

"امارت وایالت پناہ، ارادت وعقیدت دستگاہ، عمدۂ اماجدِ کرام، سلالۂ اکارمِ عظام،

نقادۂ خاندانِ عزو علاء، عضادۂ دودمانِ مجد و اعتلا، زبدۂ مخلصانِ صلاح اندیشِ درگاہ والا، خلاصۂ متخصصانِ سعادت کیش۔ بارگاہ معلّٰی، موردِ الطافِ بادشاہی مصدرِ آدابِ خیر خواہی، جوہرِ مرأت صفا و صفوت، فروغِ ناصیۂ دولت و رفعت، سزاوارِ عواطفِ بیکران، شایستۂ اشفاق بے پایان، المختص بمواہب الملک المنان، قطب الملک بجلائلِ تلطفاتِ بے غایات و جزائلِ توجہاتِ بلانہایات مخصوص و مبتہج گشتہ بدانند"

ہمشیرۂ قطب الملک (حرمِ محترمۂ عادلشاہ والی بیجاپور):-

عفت قباب، عصمت احتجاب، زینت افزاے ہودجِ عزت و رفعت، حجلہ آراے شبستانِ دولت و مکنت، مخدرۂ تتقِ عظمت، مستورۂ نقابِ حشمت، ہمشیرۂ محترمۂ مکرمۂ قطبِ سماے شوکت و ابہت، بتفقدات و تلطفاتِ خاص فراوان بہجت و مسرت اندوختہ معلوم نمایند . . . . . "

عادل شاہ (والی بیجاپور):-

"امارت و ایالت پناہ، شوکت و حشمت دستگاہ، موردِ عنایاتِ جمیلہ، مشمولِ عواطفِ جلیلہ، سزاوارِ مراحمِ بیکران، شایستۂ تلطفاتِ بے پایان، مہبطِ اصنافِ اعطاف، مطرفِ انواعِ الطاف، المختص بمواہب الملک المنان عادل خان بعنایاتِ بادشاہی مباہی بودہ بدانند . . . "

ان القاب کے بعد ان القاب کو بھی دیکھئے جو اس نے دوسرے حکمرانون کے نوکرون کے لیے استعمال کیے ہین یا جن کے ذریعہ آزاد سردارون کو مخاطب کیا ہے،

میر جملہ (میر محمد سعید وزیر قطب الملک)

"سیادت پناہ، نجابت دستگاہ، موردِ مراحمِ بیکران، سزاوارِ صنوف مکرمت و

احسان، میر محمد سعید بوفور عنایات سلطانی مفتخر و مباہی گشتہ بدانند"

لیکن جب یہی میر جملہ شاہجہان کے دربار مین پہنچکر معظم خان وزیر شاہجہان ہوتا ہے، تو اس کے القاب بھی بدلجاتے ہین،

"سیادت و نجابت پناہ، امارت و ایالت دستگاہ، خلاصۂ مخلصان صافی طویت، عمدۂ خیر اندیشان وافی عقیدت، مورد مراحم بیکران، مہبط مکارم بے پایان، شایستۂ صنوف عاطفت و احسان، خان رفیع مکان، معظم خان، بتوجہات علیہ و عنایات سنیہ مختص بودہ بدانند"

شیواجی (اس وقت شیواجی ایک معمولی آزاد جاگیردار کی حیثیت سے تھا):۔

"خلاصۃ الاشتباہ والاعیان، زبدۃ الامثال والاقران، قابل المرحمۃ والاحسان، شیواجی بعنایت پیشگاہ سلطنت مفتخر و مباہی گشتہ بدانند"

ہم نے اس جگہ جتنی مثالین دی ہین، وہ تمامتر ان خطوط کی ہین، جو اورنگ زیب نے تخت نشین ہونے کے وقت تک لکھے تھے، پنجاہ سالہ عہد حکومت مین اسکا کمال فن اس کی عام عظمت و شوکت سے بھی کہین بڑھ گیا تھا، اس ترقی پر بحث کرنے کا اگرچہ موقع یہی ہے، لیکن بخوف طوالت ہم اسے نظر انداز کرتے ہین،

شکریہ فرق مراتب کے نمایان کرنے کا دوسرا پہلو یہ ہے، کہ یہ دکھایا جائے کہ وہ مختلف مواقع پر مختلف درجہ کے لیے کس قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے، اس سلسلہ مین پہلی چیز وہ شکریہ یا اظہار مسرت ہے، جو اسے خطوط، تبرکات، یا تحف کے موصول ہونے پر کرنا پڑتا ہے،

شاہجہان کے خطوط یا انعامات کا شکریہ ان الفاظ مین ادا کرتا ہے:۔

فرمان عالیشان، سعادت عنوان کہ از کمال عنایت و ذرہ پروری نامزد این مرید

فدوی شدہ بودہ، با کاغذِ ساعت فیض اشاعت کہ درین ولا منجانِ حضورِ پرنور برائے زینت

سراسر سعادت اختیار نمودہ اند، شب مبارک دوشنبہ بست و چہارم ذیحجہ در منزل ہر پہ

در حینے کہ سحابِ رافتِ الٰہی رحمت بار بود، شرفِ ورود ارزانی داشتہ رحمت بر رحمت

افزود، و سجداتِ شکر خدائے تعالیٰ اعنی حقیقی عز اسمہٗ و تسلیماتِ عنایت خداوند حقیقی مدظلہ

از سرِ صدق و اخلاص بتقدیم رسانید"۔ (۲)

یا "صبح روز یکشنبہ غرہ ماہ محرم مکرم در منزل اچھرہ بوصولِ عطیہ خلعتِ خاصۂ زمستانی کہ از کمالِ

لطف و مہربانی عنایت شدہ بود، سرفراز گردیدہ آداب ارادت و تسلیمات عقیدت بتقدیم

رسانیدہ باداے شکر الطاف و عنایاتِ پیر و مرشدِ حقیقی رطب اللسان گشت (۳)

یا "فرمان عالیشان عنایت عنوان کہ از کمالِ ذرہ پروری و مرید نوازی مرقوم قلم خجستہ

رقم شدہ بود، ... شرفِ ورود ارزانی داشتہ سعادت افزا گشت، شکر این مواہب

و عنایات کہ زیادہ از حوصلۂ استعدادِ مریدان بظہور میرسد بکدام زبان ادا تواند نمود، ے

زبان ادا نتواند جہاتِ شکرِ ش را،

اگرچہ ہر نفسے صد چو من کند تقریر" (۵)

یا "فرمان عالیشان سعادت عنوان با سرپیچ زمرد و مروارید کہ مصحوب یساول

سرکار عالی شرف صدور یافتہ بود، روز یکشنبہ ہشتم ربیع الاول پرتو ورود دخشید، تارکِ

مباہات و افتخارِ این مرید را باوجِ فلک الافلاک رسانید تسلیم و آداب بجا آوردہ از

عنایتِ بے غایتِ بادشاہانہ سرافراز و سربلند گشت، سایۂ بلند پایۂ قبلہ و کعبۂ کونین

برمفارقِ مریدان فدوی اخلاص سرشت گستردہ پایندہ بماناد" ۹/۱۴

"دو منشور لامع النور سعادت ظہور مشتمل بر اضافۂ منصبِ این مرید ... و متضمن

عنایت بے غایت پنج لکھ روپیہ مساعدہ کہ دریں ولا بصیغۂ انعام مرحمت شدہ . . .
. . پرتوِ ورود انداختہ تارکِ افتخار و مباہات مرید فدوی را از اوجِ کیوان و فرق فرقدان گذرانید، تسلیماتِ مریدی وآداب بندگی بتقدیم رسانیدہ و بآن عطیاتِ نمایان و مراحمِ بے پایان سرافرازی حاصل نمودہ، سعادت اندوخت، ؎

گر بر تنِ من زبان شود ہر موے   یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد"

اب دوسری صورت ملاحظہ فرمائیے، اورنگ زیب کوئی تحفہ شاہجہان کو بھیجتا ہے، اور وہ اسے شرفِ قبولیت بخشتا ہے، اورنگ زیب اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے،

حکمِ جہان مطاع بصدور پیوستہ کہ انارِ بے دانہ تتہ کہ کمترینِ مریدان بدرگاہِ سلاطین پناہ ارسال میدارد، بہ از انارِ جلال آباد است"

"ازین نویدِ مسرت افزا خوش وقت و مبتہج گشتہ" (۲)

یا "حکمِ اقدس پیرایۂ ورود یافتہ کہ "چیرہاے چھیت تتہ کہ این مرید فرستادہ بود مستحسن افتاد، از ہمان جنس دیگر نیز مرسول دارد"

"از ظہورِ این عنایت کہ محض ذرّہ پروری و بندہ نوازی است کلاہِ شادی بر سرِ آسمان انداخت، ع

بدین مژدہ گر جان فشانم رواست" (۲ب)

یا "چون در آن منشور لامع النور بتقریبے این مرید را بعنوانِ رضا جوئی یاد فرمودہ بودند" این معنی را وسیلۂ سعادات دینی و دنیوی دانستہ، وظائفِ حمد و سپاسِ جلّ شانہٗ وآداب تسلیماتِ پیر و مرشدِ حقیقی مدظلہٗ بتقدیم رسانید" (۲ب)

جہان آرا،

"عنایت نامۂ عطوفت پیرایہ در بہترین وقتے پرتو وصول انداختہ مسرت بے اندازہ بخشید" ($\frac{1}{124}$)

یا "از عنایتِ میوہ خوش وقت گشتہ تسلیمات بجا آوردہ ؎

مہربانیت را شمارے نیست   زندگانیت را شمار مباد" ($\frac{5}{127}$)

مراد بخش:-

"رقیمۃ الوداد ی کہ نگاشتہ خامۂ اتحاد و یگانگی بود، در عینِ انتظار رسیدہ بہجت افزا گشت" ($\frac{2}{148}$)

سعد اللہ خان:-

"عرضداشتے کہ پس از مدتے ارسال داشتہ بودند، مطالعۂ آن گلشنِ ہمیشہ بہارِ اختصاص را طراوتے تازہ بخشید"

شاہ نواز خان:-

"عریضۃ الاخلاص کہ درین ولا از روے یکجہتی ارسال داشتہ بودند، در بہترین وقتے بگرامی مطالعہ رسیدہ، بہجت افزا گردید"

مرزا سلطان:-

"عرضداشتے آن قابل الاحسان بوساطتِ حاضرانِ اقبال نشان از نظرِ اکسیر اثر گذشتہ"

مرزا راجہ جے سنگھ:-

"عرضداشتے کہ درین ہنگام بفیض ارتسام درجوابِ فرمان عالیشان عنایت و مرحمت عنوان بہ آستانِ فلک نشان ارسال داشتہ بود، از نظرِ اشرف اعلیٰ گذشت"

قطب الملک:-

"عریضۃ الاخلاص کہ بعد شادیٔ ایام بحضور سراسر سرور ارسال داشتہ بودند بعزِ

مطالعۂ گرامی رسیدہ، مطالب معروضہ درآئینۂ ضمیر منیر منطبع گردید"

ہمشیرۂ قطب الملک:-

"عرضداشت آن عفیفۂ عصمت آئین کہ باعریضۂ امور و الطاف بادشاہی . . . علی عادل خان . . . مصحوب . . . ابراہیم بدرگاہِ اقبال بارگاہ ارسال داشتہ بود بتوسط سعادت اندوزانِ محفلِ فیض منزل از نظرِ انور اطہر گذشتہ"

میر جملہ:-

عرضہ داشتے آن سزاوارِ مراحمِ بے پایان کہ بعد استسعاد بوصولِ کرامت موصولِ نشانِ خجستہ عنوان و عطیۂ اسپ و خلعت ببارگاہِ اقبال ارسال داشتہ بود بوساطت حاضرانِ بساطِ سلطنت مناط از نظرِ انور گذشتہ"

وزیر مقرر ہونے پر:-

" استماعِ نویدِ طلوعِ اشعۂ عنایات و تلطفاتِ پیشگاہِ خلافت بو فور مراتبے کہ مرکوزِ ضمیرِ منیر ما بود، بہجتِ بے اندازہ بخشید و از آنجا کہ کیفیتِ صنوفِ اعطافِ بادشاہانہ کہ بمقتضاے استحقاق و شایستگی پیش از دریافتِ سعادتِ آستانبوسی و درحین حصول آن موہبت قرین حال خیرمآلِ آن عمدۂ مخلصان صافی طویت گردیدہ مفصلاً از عرضداشتِ وکیل نیز مسرت افزا شدہ بود، اطلاع بر مضمون عریضۃ الاخلاص مورث انبساطِ تازہ گشت، حق تعالیٰ عواقبِ امور بخیر مقرون داشتہ این پایۂ بلند را بر ایشان مبارک کند، و توفیق استرضاے خاطر ملکوت ناظر اعلیحضرت . . . . . عطا فرمودہ سرخروئی دارین . . . . بنصیب گرداناد "

تہنیت و تعزیت | شاہزادوں اور امیروں کا قاعدہ تھا، کہ وہ جشنِ سالگرہ یا کسی دوسرے خوشی

کے موقع پر بادشاہ یا اپنے دوستون کے پاس تہنیت کے پیغام بھیجتے تھے، اورنگ زیب نے بھی شاہجہان کے نام اس قسم کے متعدد پیغام بھیجے ہین، اس کے علاوہ غم کے موقع پر بھی اس نے خطوط لکھے ہین، اوران دونون موقعون پراس کو اس قسم کے جو خطوط آئے ہین ان کے جوابات بھی لکھے ہین، تعزیت کے خطوط کی انتہائی بلاغت یہ ہے، کہ اس کے الفاظ سادہ اور مؤثر ہون کہ مغلق عبارت تعزیت کے اصلی مقصد کو برباد کردیتی ہے، اورنگ زیب کے خطوط مین یہ بات بدرجۂ اتم موجود ہے، ہم تہنیت کے خطوط سے شروع کرتے ہین،

"مرید عقیدت سرشت زمین خدمت بلبِ ادب بوسیدہ و وظائفِ بندگی بجا آوردہ بزبان تہنیت بیان معروضِ عاکفان کعبۂ جاہ وجلال میدارد، کہ بھارِ بوستانِ امانی وآمال وطراوت حدیقۂ سلطنت و اقبال یعنی آرایش جشن وزن مقدس قمری کہ تا انقراض دوران زینت افزاے بزم جہان خواہد بود، بر ذات قدسی درجات کہ امتداد بقاے آن واسطۂ انتظامِ مہام عالمیان است، مبارک وخجستہ باد،

ایزد تعالی عرصۂ آفاق را از انوارِ فیوضاتِ این روزِ فرخندہ منور داشتہ مژدۂ این جشن را لاالی ابد الدہر سامعہ آراے مریدانِ کامل اعتقاد وبندہا اخلاص نہاد علی الخصوص این ید فدوی گرداناد" (۱/۱۰ ص)

معظم خان (میر جملہ):-

"وصولِ عطایاے پیشگاہِ خلافت از علم و نقارہ وخلعت سراپا عزت کناد"

اب تعزیت کے خطوط دیکھیے،

جہان آرا:- دھودھی کے مرنے اور اس کے بعد شاہجہان کی وفات پراس نے یہ خطوط لکھے ہین:

"از استماعِ قضیۂ ناگزیر کہ درین ولا بتقدیر حی قدیر بوقوع آمدہ خاطر بدان مشابہ متالم گشتہ کہ شرحِ کیفیتِ آن بتحریر درآید، از آنجا کہ درین جہانِ ناپائدار، گذران

[illegible]

از ظهورِ امثالِ این وقائع چارہ نیست، وآفریدہ را باقتضاے آفریدگارے مقاومت میسر نہ، امید کہ آن مشفقہ دستِ اعتصام بحبل المتینِ صبر وشکیبائی استوار نمودہ حزن واندوہ را بخاطرِ گرامی راہ نہ دہند"

"ایزد تعالیٰ سایۂ بلند پایۂ اعلحضرت را بسے سال مستدام وپایندہ داراد، زیادہ چہ تصدیع دہد، ایامِ شفقت ورافت بماناد" ($\frac{۱۸۱}{۱۴۶}$)

یا آفریدگارِ جہان عز اسمہ آن مشفقۂ مہربان را درین حادثۂ عظیم صبرِ جمیل فرمودہ، اجرِ جزیل کرامت کناد، چہ نگاشتہ آید وکجا بنگارش گنجد، کہ ازین قضیۂ ناگزیر برخاطر غمگین چہ می گذرد، قلم راچہ یارا کہ ازین دردِ جگر گداز حرفے نگارد، وزبان را کجا طاقت کہ از الم شکیب ربا بر گذارد، تصورِ غم واندوہ آن صاحبہ دل بیتاب را بیشتر برقت واضطراب می آرد، اما باتقدیرِ ایزدی وقضاے آسمانی جز بیچارگی وتسلیم چارہ نیست کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام

"بہمہ حال این ہمہ در د شرمسار را بزودی انشاء اللہ تعالیٰ رسیدہ داند یقین کہ نسبت بہ تعزیت دارانِ اعلحضرت، خصوص اکبرآبادی محل تسلیہ کے باید میکردہ باشند"

مہربانِ من! چیزے کہ درین وقت بکارِ آنحضرت می آید، رسانیدن ثوابِ تلاوت قرآن مجید وخیراتِ مستحقان است، درین باب سعی نمایند، وثوابِ آن را بروحِ مطہرِ آنحضرت ہدیہ بگذرانند، واین گناہگار نیز درین کار است، امید کہ شرفِ قبول یابد" ($\frac{۲۹}{۱۶۱}$)

علامہ سعد اللہ کے لڑکے کا انتقال ہوتا ہے، اس پر اورنگ زیب لکھتا ہے:-

لہ یہ خط شاہجہان کی وفات پر ہے،

"کلفت نائبہ کہ در نشأۃ امکان از سنوح امثال آن گریزے نیست، افزون تر از آن است کہ تحریر و تقریر درآید ؎

گر بگویم شرحِ آن بے حد شود مثنوی ہفتاد من کاغذ شود

حق تعالیٰ توفیقِ شکیبائی عطا کند۔"

ہمشیرۂ قطب الملک کی اُسکے شوہر عادل خان والیٔ بیجاپور کی وفات پر ان الفاظ میں رسمِ تعزیت ادا کرتا ہے:-

"درینولا از استماعِ قضیۂ نامرضیہ عدالت و نصفت مرتبت کہ از دولتخواہانِ دولت آسمان جاہ بوفورِ عقیدت و ارادت علمِ امتیاز افراختند، و نقدِ اخلاصِ ایشان بمحکِ امتحان رسیدہ بود، خاطر گرامی بنہایت مکدر گردید و از سنوحِ این واقعۂ ہائلہ و انتقالِ آن عمدۂ مخلصانِ نیکو خصال تاسف تمام روے داد۔ حق تعالیٰ آن مسافرِ ملکِ بقا را غریقِ بحرِ بیکرانِ رحمت و غفرانِ خویش داشتہ، باز ماندہا را اجرِ چنین مصیبتے کرامت کناد۔"

"اگرچہ در امثالِ این حوادث و نوائب اختیارِ خود را بدستِ اصطبار سپردن و از جزع و فزع بر کنار بودن بسے دشوار است، لیکن از آنجا کہ این امور ناگزیر بتقدیرِ حی قدیر واقع می شود، و ہیچ آفریدہ را از تحملِ این بارِ گران گریز نیست و تدبیر انسانی باقتضاے انسانی مقاومت نمی تواند نمود، بنا بران مقتضاے عبودیت و بندگی آن است کہ جہانیان در حینِ ظہورِ چنین قضایا کہ تدارکِ آن از حیطۂ قدرت بشری بیرون است، بحبل المتینِ شکیبائی جستہ بارادۂ ایزد جہانیانِ جان آفرین راضی و خرسند باشند تا بوسیلۂ خوشنودیٔ قادر علی الاطلاق از اجر و ثوابِ آن در ہر دو سراے بہرہ مند گردند ؎

آفریدہ چہ کند گر نہ کشد بار قضا　　　کافرینش ہمہ در سلسلۂ قدرت اوست

امید کہ آن مخدرۂ تتق عصمت و عفت نیز بحکم قضا، رضا دادہ، درین قضیۂ ملال افزا حزن و اندوہ را بخاطرِ خویش راہ نخواہند داد، و صبر جمیل را شعارِ خود ساختہ بقدر آن امیدوار اجر جزیل خواہند بود و توجہ خاطر عاطر را نسبت بخود روز افزون تصور خواہند نمود۔"

ان تعزیت و تہنیت کے خطوط کے بعد ان خطوط کو دیکھئے، جو اس نے تہنیت وغیرہ کے جواب مین لکھے ہین، شہزادۂ اعظم کی پیدائش پر والئ گولکنڈہ نے تہنیت نامہ بھیجا تھا، اس کے جواب مین لکھتا ہے:-

"عرضداشتِ آن امارت و ایالت مرتبت مشتمل بر تقدیم مراسمِ تہنیتِ ولادتِ با سعادتِ فرزندِ اقبال مند بجان پیوند، قرۂ باصرۂ کامگاری غرۂ ناصیتِ عظمت و بختیاری کہ درین ہنگامِ فرخندہ فرجام بمحض فضل نامتناہی الٰہی قدم میمنت توام بعرصۂ وجود گذاشتہ گلشنِ بہجت و مسرت اولیاے دولت ابد مدت را طراوتِ تازہ و نظارتِ بے اندازہ ارزانی داشتہ بوساطتِ باریافتہاے فیض منزل از نظرِ فیض اثر گذشتہ، موجبِ ازدیاد الطاف و عنایت نسبت بآن قطب فلک ابہت گشت داد ارسال سائر دولتخواہانِ درگاہ والا را عموماً و آن خلاصۂ مخلصان بارگاہِ معلّٰی را خصوصاً از برکاتِ قدوم خیر لزوم آن نوبادۂ بوستانِ سلطنت و اجلال بہرہ مند کامیاب گردانا د۔"

اورنگ زیب کی حرم محترمہ دلرس بانو بیگم صبیۂ شاہ نواز خان کا انتقال ہوتا ہے، تو ان الفاظ مین خان مذکور کو لکھتا ہے:-

"درین ولا از وقوع سانحۂ ناگزیر یعنی وفات صبیۂ مرحومۂ آن رکن السلطنۃ العظمٰی

خاطرِ قدسی مآثر چندان متالم و متاثر گشتہ کہ کیفیتِ آن در حوصلۂ بیان نگنجد، لیکن چون جزع در امثالِ این قضایا ستیزہ با قضا است، بجز شکیبائی چہ تواند کرد، یقین کہ آن موتمن الدولۃ البہیہ نیز بمقتضاے دانش و فرہنگ عمل نمودہ، درین واقعۂ ملال افزا، کہ الحق جاے تاسف است، عروۃ الوثقیٰ صبر و تحمل را از دست نخواہند داد، تا بفوتِ اجر مصیبت معنون نگردند۔ ۔ ۔ ۔"

حق تعالیٰ آن خان رفیع المکان را موفق داشتہ از مکارہ برکنار دارد، معلوم نمودہ باشند، کہ از روے مرحمت چہ مقدار توجہ بمعالجۂ آں مغفورہ مصروف شدہ بود، امّا از آنجا کہ تقدیرِ حق تعالیٰ بہیچ حیلہ و تدبیر تغیر پذیر نیست، اثرے بر معالجات مرتب نگشت، وآں مرض مہلک رو بہی نیاورد،،

حقیقتِ وصیتِ آں مرحومہ از مکتوبِ سیادت مآب ابوالفضل کہ حسب الامر نوشتہ است مشروحاً بوضوح خواہد پیوست،

عنایات و تلطفاتِ ما را در بارۂ خویش روز افزوں دانستہ، از حوادثِ ناگزیر ملکدر نباشند در جمیع احوال مشیتِ الٰہی را بر ذمۂ عبودیت لازم شناسند خلعت خاصہ بآں عمدۃ الملک ارسال نمودیم، والسلام"

اظہارِ جذبات خطوط اگرچہ ایک حیثیت سے ہمہ گیر ہوتے ہین، لیکن جذبات کی حیثیت سے ان کا میدان بہت تنگ ہوتا ہے، کہ ان مین انسان احساسات سے زیادہ واقعات پر متوجہ ہوتا ہے، اس لیے خطوط مین جو کچھ بھی جذبات ہو سکتے ہین، وہ تعزیت و تہنیت یا غم و مسرت کے جذبات کے علاوہ، عیادت صحت کی مسرت، مکتوب الیہ سے دوری، یا اس سے ملنے کی تمنا کے جذبات ہوتے ہین، اور اورنگ زیب مین کمال یہ ہے، کہ وہ ہمیشہ کی طرح ان جذبات

کے اظہار مین بھی سر رشتۂ ادب اور مرتبہ کو ہاتھ سے نہین جانے دیتا، باپ، بہن اور سرکاری ملازمون سے ملنے کے شوق یا جدائی کے غم مین جو فرق ہونا چاہیئے، وہ اس کے یہان بدرجۂ اتم موجود ہے، شاہجہان نے اسے دہلی بلایا ہے، ملتان سے روانہ ہوتے وقت باپ سے ملنے کی جو خوشی اُسے ہے، اس کو ان الفاظ مین ادا کرتا ہے :-

"چوں آرزوے ادراکِ سعادتِ آستان بوسی والا و تمنائے دریافتِ استلامِ عتبۂ معلّٰی که قبلۂ توجہ بادشاہانِ ربعِ مسکون است، عنانِ صبر و شکیبائی از پنجۂ اقتدار بدر بردہ این فدوی را ذرہ وار جویان پرتوِ آفتاب عالمتاب ساختہ بود، لاجرم باشوق بس بیاندازہ از صدقِ ارادت و خلوصِ عبودیت ظاہر و باطن را مستعدِ افاضۂ فیوضاتِ صوری و معنوی پیر و مرشدِ حقیقی گردانیدہ و خاطر از محافظت و بندوبستِ این حدود واپرداختہ شب چہاردہم ذیحجہ بقصدِ طوافِ آستان ملائک پاسبان احرامِ کعبۂ حضور بستہ از شہر بیرون آمد، امیدوار است، کہ حسب الحکم جہان مطاع منجمانِ رکابِ سعادت، ساعت ملازمت سراسر عبادت اختیار نمایند، تا این مرید عقیدت کیش کہ پیروی رضاے پیر و مرشدِ جہانیان را سرمایۂ دولت دارین میداند، دران زمانِ مسعود جبینِ اخلاص بسجداتِ بندگی نورانی ساختہ، کامیابِ مطالبِ دو جہان گردد" (۱)

دوسرے خط مین لکھتا ہے،

"از آنجا کہ اشتیاقِ استلامِ عتبۂ علیہ بریں مرید مہجور مستولی بود، میخواست بطریق ایلغار بادراکِ این موہبت عظمیٰ شتابد و در ساعت اوّل خود را بملازمت اعلیٰحضرت رساند، لیکن چون حکم اقدس صادر شدہ بود، کہ منزل بمنزل بیاید . . . . . بکرم ایزد تعالیٰ و عنایت پیر و مرشد امیدوار است کہ در ساعت مسعود حال کہ مختار انجم شناسان

درگاہِ والا است توفیق پابوس میمنت مانوس دریافتہ کامیابِ سعادات دوجہانی گردد" (۲)

قندھار کی دوسری مہم سے واپس ہوتے ہوئے، جہان آرا کو جو شاہجہان کیساتھ کابل مین

ہے، لکھتا ہے:-

"مخلص سراپا اشتیاق، بعد اداے مراسمِ اخلاص معروض میدارد عنایت نامہ سراسر

لطف و مہربانی روز یکشنبہ مسرت ورود بخشیدہ باعثِ ابتہاجِ خاطرِ آرزومند شدہ و

شوقِ دریافت ملازمت والی بہجت را افزون تر ساخت" ($\frac{5}{134}$)

دوسرے خط مین لکھتا ہے:-

"طے زمانہ کن اے فلک وعدۂ وصلِ یار را

باز از میان ببر این شبِ انتظار را

مخلصِ مشتاق، مراسمِ اخلاص بتقدیم رسانیدہ، بزبانِ شوق بیان معروض میدارد

. . . . . کاغذے کہ منہیانِ حضور موفور السرور فرستادہ بودند، رسیدہ کیفیت

بوضوح پیوست، انشاء اللہ تعالیٰ بہمین ساعتِ مسعود مقرر شرف پابوس مقدس

حاصل نمودہ، دیدہ و دل را از فیضِ مشاہدۂ دیدار فیض آثار صاحبۂ منور خواہد ساخت" ($\frac{6}{128}$)

تیسرے خط مین اس طرح اظہارِ شوقِ ملاقات کرتا ہے،

"باجانِ شوق دریافت صحبت والی بہجت کہ اہم مطالبِ مخلصانِ بے ریا است

معروضِ خدمت گرامی دارد" ($\frac{7}{139}$)

جہان آرا سے رخصت ہو کر پنجاب کی طرف روانہ ہوتا ہے، بھائی کو بہن سے جدائی

کا جو صدمہ ہے، اس کو اس طرح ظاہر کرتا ہے،

"آنچہ درین دو سہ روز مہجوری بر خاطر مشتاق میگذرد، و بیتابیٔ دل اخلاص منزل از محرومی

ملازمت سامی دارد، چگونہ اظہار نماید، ہر گاہ این مخلص صدقِ محبت و مودتِ صاحب مہربانِ خود را سرمایۂ سودِ دوجہانی می دانستہ باشد، از مراتبِ تفقداتِ علیہ کہ درین مرتبہ نسبت بحالِ خویش مشاہدہ نمودہ چہ سان غافل بود۔" (بہار ۱۸۱)

ایک اور خط مین لکھتا ہی:۔

"عنایت نامۂ التفات عنوان . . . . درعینِ انتظار پرتو ورود انداختہ نشاط افزاے خاطرِ آرزومند گشت، و ہنگامۂ شوق را گرم تر ساخت، از المِ جدائی و سوزِ مفارقت و دوری مزوری چہ نولسید و تا چند نویسد،

زدیدہ دوری واز دل نمیروی بیرون
خدا بکس ننماید وصالِ ہجر آمیز؛ (بہار ۱۸۱)

ارکانِ خاندان کے علاوہ امراسے شوقِ ملاقات یا ان سے علیحدگی کے جذبات کو ان الفاظ مین پیش کرتا ہے، میر جملہ اس سے ملنے کو آرہا ہے، اتفاق سے راستہ مین رک جاتا ہے، اس پر لکھتا ہے،

"عرضداشتے کہ . . . . ارسال داشتہ بود . . . . رسید، چون از قربِ وصولِ آن نقادۂ ارباب قبول خبر میداد، مطالعۂ آن شوق افزا گردید، و سببِ تعذرِ ادراکِ عزِ ملازمت باسعادت بساعتے کہ بمقتضاے فرطِ اشتیاق پرتوِ اختیار بران افتادہ بود، سمتِ وضوح گرفت ہرچند نظر بر توجہ تمامی کہ براے وصولِ آن زبدۂ متخصصان است، بمقتضاے این مصرع کہ

ایامِ وصال را چہ حاجت ساعت

مقید بساعت شدن بغایت دشوار بود . . . . . . ظن غالب آن است

کہ آن خلاصۂ دو لتخواہان تاسلخِ شہر حال . . . . بنواحیٔ حیدرآباد خواہد رسید"
شایستہ خان، اورنگ زیب اور اس کے بچوں سے ملنے آتا ہے، اس کی اطلاع پاکر لکھتا ہے،

"خان رفیع المکان از حد افزون مشتاق دانند، عریضۃ الاخلاص . . . . رسید ظہور کیفیت رہ نوردی و مرحلہ پیمائی آن عمدۂ خوانین زمان، موجب مسرت و بہجت بے پایان گردید و بمقتضائے فرطِ اشتیاق زبانِ حال بدین مقال مترنم نمود،

با مژدہ گر از درم درآئی چہ شود / تا تاختہ پیش از خبر آئی چہ شود

زود آمدنت نظر بشوقم دیر است / از زود و گر زود تر آئی چہ شود"

اب دوری و ہجوری کا بھی ایک نمونہ دیکھئے، میر جملہ کو لکھتا ہے:-

معلوم نماید کہ شرحِ کیفیت استیلائے اشتیاقِ صحبت و اظہارِ شدتِ الم مفارقت از وسعت آبادِ اندیشہ بیرون است، تا بہ تحریر چہ رسد، سبحان اللہ کرا بخاطر میگذشت کہ باوجود خواہشِ دوام قرب و حضور از گردشِ سپہرِ شعبدہ باز نیرنگ ساز . . . . حجاب بعد و غیبت بمیان آمدہ موجب جہان جہان حسرت گردید، "ناپائداری ایامِ وصال زبانِ حال را بدان مقال مترنم خواہد ساخت ؎

رسید و مضطرم کرد و آن قدر ننشست / کہ آشنائے دل خود کنم تسلّی را

از آنجا کہ رابطۂ قلبی و تناسب روحانی بآن مجموعۂ دانش و فرہنگ بمرتبۂ کمال است، و خاطر را بصحبت مسرت افزائے وحید زمان الفتے حاصل، درین چند روزہ مفارقت اشتیاقِ ایشان نوعے مستولی گشتہ کہ شرحِ آن تحریر پذیر نیست، طریقۂ اتحاد آنست کہ بر کیفیتِ حال خیر مآل . . . . . . اطلاع بخشند کہ ہر آئینہ این معنی موجب

اطمینان خاطر خواہد بود"

اپنی رفاقت اور دوستی کا ان الفاظ مین یقین دلاتا ہے:- مصرع

صلاح ما ہمانست کان تراست صلاح،

خاطر ماثر خود را عنایت و توجہات پیشگاہِ خلافت در جمیع اوقات جمع داشتہ ما را ہیچ وجہ از صوابدید خود بیرون تصور نہ نمایند ؎

تو ئی بجاے ہمہ ہیچ کس بجاے تو نیست"

مقامات

اس وقت تک ہمارے سامنے جتنی مثالین آئین وہ تمامتر جذباتی یا داخلی حالات کے متعلق تھین، اب ہم اس کو بیرونی اور خارجی حالات مین لاکر یہ دکھانا چاہتے ہین، کہ وہ مختلف مقامات کے جغرافیہ، مقاماتِ سفر، نیز عمارتون، باغون، محاصرون، حملون، اور لڑائیون کے حالات بیان کرنے مین کتنا بلیغ اور کسقدر باکمال ہے، وہ جب کبھی بھی سفر کرتا ہے، تو وہ راستہ، پہاڑ، نہر، مکانات وغیرہ کی جغرافی حالت کا بھی مطالعہ کرتا جاتا ہے، پھر ان حالات کی اس مکمل طریقہ سے الفاظ مین تصویر کھینچ دیتا ہے، کہ وہ چیز مجسم آنکھون کے سامنے آجاتی ہے، اس کے ساتھ ہی اس مین جغرافیہ کی خشکی نہین ہوتی، بلکہ فصاحت و بلاغت کی طراوت و نضارت اسے دلچسپ اور جاذبِ توجہ بنادیتی ہی، محاصرۂ قندھار کے لیے روانہ ہوتا ہے، تو اسے راستے مین قصبے ملتے ہین، وہ ایک قصبہ کا حال ان الفاظ مین بیان کرتا ہے:-

"چتیالی قصبہ ایست معمور، تخمیناً مشتمل بہ سہ صد خانہ دارِ افغان ترین، زراعت از گندم و جو خوب و بسیار دارد، آب چشمہ قریب بدو آسیا از پاے قصبۂ مذکور میگذرد، در روز کہ مقام واقع شد، نرخ جو نہ سیر بود، و غلہ دیگر وافر و علف نیز بلشکرِ ظفر اثر رسید" (ص ۲۳)

ایک دوسرے گانون کے متعلق لکھتا ہے:-

"قصبہ قوشنج در معموری از دوکی زیادہ است، و قلعہ اش از گل تعمیر یافتہ و بنا نہادہ شیر خان

است، از قلعۂ دوکی وسیع تر و مستحکم تر است، نہر آبے بعرض یک و نیم گز در میان قصبہ

جاری است، حمامے مختصر است، و مسجد جامعے دارد، کہ بیرونِ قلعہ بر کنارِ تالاب کوچکے

کہ از آب نہر پر میشود، عمارت کردہ اند، و جاے حاکم نشین قلعۂ شیر خان و دولت مزبور است

کہ بالفعل متعلقان دولت در آنجامی باشند، و در بیرون قلعہ متصل مسجد باغے است گلِ سرخ

فراواں و درخت میوہ دار از شفتالو و زرد آلو بقدر دارد" (۹/۲۴)

کیا ایک ہوشیار سے ہوشیار سیاح اس سے زیادہ معلومات بہم پہنچا سکتا تھا، راستہ

مین اسے ایک پہاڑ ملتا ہے، اس کے متعلق اطلاع دیتا ہے کہ :-

"آن کوہیست رفعت اساس در زمین مسطح، اطرافش از جانب جنوب و شمال بفاصلہ

یک کردہ دو کوہیست کہ بہ پنج مندرک منتہی میشود، و اطراف شرقی و غربی میدان و درہ

درہ اش از پایان چہار کردہ و بر بالاے قلعۂ آن کہ سنگ سخت است در سوالفِ ایام

قلعے بودہ طول آن یک کردہ و عرضش جاے چہل جریب و بعضے جاسی جریب و کمتر

از ان و براے و برآمد و فرو آمد بجز یک راہ تنگ و دشوار کہ پیادہ بتلاش بسیار

تردد دران تواند کرد، ندارد، از آثارِ قلعہ و عماراتِ سابقہ بالفعل دیوارِ سنگین بسمت جنوب

و چند خانۂ کہنہ و یران و یک مسجد شکستہ و چند آب گیر برہم خوردہ کہ در موسمِ برسات آب

باران در آنہا جمع میشود، موجود است و در کمر کوہ چشمہ ایست کم آب بمرور ایام انباشتہ

شدہ" (۹/۲۴)

شاہجہان کے حکم سے میر جملہ کے لڑکے کو چھوڑنے کے لیے حیدر آباد کی طرف روانہ ہوتا ہے،

راستہ مین نا فرمانبردار حاکم گولکنڈہ کا سر سبز و شاداب علاقہ ملتا ہے، اس کے متعلق شاہجہان

کو لکھتا ہے :-

"این مرید از خوبیہاے این سرزمین و وفورِ آب و آبادانی و کیفیتِ ہواے نشاط افزا و کثرت مزارعات کہ در اثناے طے مراحل مشاہدہ نمودہ چہ عرض کند، ازان روز کہ داخلِ سرحد شدہ و ہر منزلے چندین تالاب کلان و چشمہاے خوشگوار و آبہاے روان و مواضع و قریات معمورہ کہ بسیارے از مزرعہاے آباد، ہر یکے ازان متعلق است بنظر در آمد، . . . . .
یک قطعہ زمین بے مزروع نیست، ہرگاہ این قسم ولایت زرخیز کہ در اکثر ممالک محروسۂ بادشاہی نظیر ندارد بے شریک و سہیم بدست این چنین کافر نعمتے حق ناسپاس افتادہ باشد، نخوت و غرور بجا است، سبحان اللہ ؎

رضوان کدۂ چنین برومند
ماندہ بکفِ زیانیٔ چند (ص ۱۵۱ / ۱۰۴)

دکن جاتے ہوئے اسے جس راستہ سے جانا پڑا ہے، اس کے ایک حصہ کے متعلق وہ شکایت کرتا ہوا مشورہ دیتا ہے، کہ :-

از آنجا کہ راہ راستِ بادشاہی از پلانچہ تا سپری کتل و سنگ لاخ بسیار داشت و بہل و ارابہ بصعوبت می گذشت این مرید راہے دیگر کہ از پلانچہ بطرف دست راست جدا میشود، و کتل سہل و سنگلاخ کمی دارد و بدین طریق از دریاے نرور بناے ستے گذشت اختیار نمودہ بآسانی عبور کرد، اگر یرلیغ گیتی مطاع شرف نفاذ یابد کہ فوجدار نرور در جاری ساختن این راہ مساعی جمیلہ بظہور رسانیدہ چندگاہ تہانہ . . . . . . در این جا مقرر کند، موجب آسائش خلق اللہ خواہد بود، چہ در موسم برشکال کہ راہ راست از طغیان دریا مسدود میشود، مترددین محنت فراوان می کشند، و مسافت ہر دو طریق برابر است این فدوی درین راہ

دو مکان قابل احداث را بنظر آورده بعد ازان که حسب الحکم الارفع راه جاری شود سراہا

نیز بزودی عمارت خواہد یافت" (١٤١/٤٦)

موسم | اثنائے سفر مین موسم بدلتا ہے ، تو اس کی اطلاع ان الفاظ مین دیتا ہے :-

"از گوالیار این طرف ورہوا خیلے تفاوت ظاہر شد، شبہا بلحاف احتیاج ہست،

و اول روز اگرچہ نیمہ آستین پوشیدہ میشود، اما بعد یک پاس تا سہ چہار گری از روز

ماندہ قبا ہم گرمی میکند" (ایضاً)

ایک دوسرے موسم و مقام کی آب و ہوا کے متعلق لکھتا ہے،

"از دوکی تا بدو منزل پائے کوتل ہوا سرد بود، چنانچہ در سہ شب از تو شنج آن طرف

یخ می بست و درین طرف کوتل ہوا حرارتے پیدا کردہ" (٩/٢٤)

ایک خط مین جہان آرا کو لکھتا ہے،

"از گرمی ہوا آنچہ نگاشتہ بودند بجا است، شب شنبہ در منزل خیبر اندک تقاطرے

شدہ ہوا را خیلے پیش آورد، و حالت تحریر کہ اول شب یکشنبہ است، نیز بے ترشح نیست

از فیض این بارش تمام راہ از کوتل گذشتہ تا علی مسجد چون کوہہا سبزہ شدہ، بغایت

نظر فریب و دلکشا است اگر ہوا بہمین کیفیت بماند، شاید صاحب نیز ازین سرزمین بسیار

محظوظ شوند" (٨/١٤٦)

جہان آرا نے اس سے دریافت کیا ہے کہ دی و بہمن مین دولت آباد کا موسم کیسا

ہوتا ہے ، وہ ان الفاظ مین جواب دیتا ہے،

"تا اواخر بہمن احتیاج بپوشش نبود، اول روز نیمہ آستین پوشیدہ می شد، میان

روز قبا گرمی میکرد، درین ولا کہ ماہ اسفندیار آمدہ بجامہ دولائی بسر میرود" (١٦/١٤٨)

ایک دوسرے خط مین اسی قسم کے استفسار کے سلسلہ مین لکھتا ہے،

"تا امروز کہ چہارم ماہ اردی بہشت است، نصف آخر شب بلحاف و دولائی احتیاج میشود، اوّل روز ہم بے جامۂ دولائی نمیتواند بود، میان روز فی الجملہ ہوا رو بہ گرمی دارد، وآن نیز چنان نیست، کہ حاجت بخنخانہ باشد، بعد ازین تا چہ شود" (19/151)

باغ تمام باغ عموماً اور شوقین مغل سلاطین کے جنّت نظیر باغ خصوصاً اور اس پر جہانگیر و شاہجہان کے حسن ذوق کی روشنی مین تیار شدہ باغ اپنے اندر اپنے عہدِ شباب مین جو دلکشی جو جاذبیت اور جو زندگی رکھتے ہون گے، اس کا ادنیٰ سا تصور اس انبساط سے ہو سکتا ہے، جو آج بھی سینکڑون سال بعد خزان دیدہ ویران باغون مین حاصل ہوتا ہے،

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

اورنگ زیب کو بھی اثناے سفر مین لاہور، دہلی، آگرہ وغیرہ کے شاہی باغون کی سیر اور ان مین قیام کا موقع ملا ہے، چنانچہ شاہجہان کو ایک خط مین لاہور کے مشہور باغ فیض بخش و فرح بخش کے متعلق لکھتا ہی،

"زمانے بتماشاے باغ فیض بخش و فرح بخش کہ از تعریف و توصیف مستغنی است پرداختہ روانۂ منزل شد. . . . بادجود آنکہ ایام طراوتِ باغ و سرسبزی درختان نبود اما نضارت و تازگی سہ برگہ و نرگس و جلوۂ فوارہ و آبشار و صفائی عماراتِ عشرت نگار از فیض بہار کم نیست، در دو تختہ یمین و یسار نزدیک خوابگاہِ مبارک نارنج و کنولہ بسیار و بغایت بالیدہ و رنگین بود" (۳)

انھی باغون کے متعلق لکھتا ہی:-

"از خوبیہاے این باغات ہرچہ نوشتہ شود کم است، اگرچہ لالہ و یاسمنِ زرد در گل

طراوت و تازگی است و شگوفہ ناشپاتی و شفتالو قابلِ تماشا است، لیکن آب و تابِ سوسن

زیادہ بر آن است کہ زبان متصدی وصف آن تواند شد، مجملاً درین مدت ہرگز سوسن

با این کیفیت دیدہ نشدہ، و یک درختِ ارغوان بنظر درآمد کہ در ارغوان زار کابل نیز درختے باین خوبی نخواہد

بود، برگ اصلا نداشت و سراپا یک گل می نمود" (۱۳۵/۱۴۸)

کیا اس سے زیادہ بلیغ و مؤثر جملہ لکھا جاسکتا تھا،

عمارت | عمارتون کے بیان کرنے مین اس کو وہی کمال حاصل ہے، اور ان کے ہر ہر حصہ کو

اس بہتر طریقہ سے بیان کرتا ہے، اور اس کے متعلق اتنی صحیح راے دیتا ہے، کہ اعلیٰ سے

اعلیٰ انجینیر بھی اس سے بہتر راے نہین دیسکتا، لاہور مین جہان آرا نے اپنا باغ بنوایا تھا، وہ

ابھی زیرِ تعمیر ہی تھا، کہ اورنگ زیب اس طرف سے گذرا، اس باغ کے متعلق جہان آرا کو

ان الفاظ مین مشورہ دیتا ہے،

"لحظہ سیر باغ سرکار علیہ نشاط افزاے خاطر مشتاق گشت و از مشاہدہ تالاب و عمارت

کہ تبازگی اساس یافتہ بہجتِ فراوان اندوخت، بغایت جاے تفریح و دلکشا است،

اگر عمارت فواست خان را بر طرف ساختہ در انجا بقرینہ ایوانے کہ در برابر آن مرتب

میشود، نشیمنے ترتیب یابد، و بعض تصرفات مناسب بعمل آید، سیر گاہے بے نظیر میشود،" (ایضاً)

دہلی سے باہر شاہجہان نے اپنے قیام کے لیے اعزاباد مین باغ اور محل تعمیر کراے

تھے، ان کے متعلق اورنگ زیب لکھتا ہے،

تا آخر آن روز در اعزآباد فیض بنیاد بسر بردہ . . . . . . خوبیہاے این مکان

نزہت نشان زیادہ ازان است کہ بعبارت در آید، عمارتے کہ درین ولا حکم شدہ

بود، صورت اتمام گرفتہ، طلا کاری سقف سہ ایوان مرتبہ پایان اطراف حوضے کہ تبازگی

ترتیب یافته و ماہر دران بسیار سر داده اند، مانده و یک ایوان و دو حجره که بجاے بنگله حکم
شده بود، مرتب گشته، بسیار بموقع است، نقاشیٔ عمارت چهار آبشار باتمام رسیده و در
مجر سنگین حوض، میان باغ کارے هست، خواص پورهاے نورا سفید کاری می کنند" (۱۲/۹۴)

خود دہلی مین اگرچہ قلعۂ معلّی کی بعض عمارتین تیار ہو گئی تھین، لیکن پھر بھی سلسلۂ تعمیر جاری تھا، اورنگ زیب اس کا حال اس طرح بیان کرتا ہے:-

فرداے آن روز چهارشنبه حسب الحکم الارفع بدیدنِ همشیرهاے محترمه بدرون قلعۂ رفته نخست با خانه زادانِ اعلیحضرت از تماشاے عماراتِ دولتخانۂ مبارک که معمورۂ ربع مسکون بے به شلی طاق است، فرحت اندوز گشته تا دو پهر سیر می نمود، و درین مدت هر چند دران مکانهاے عشرت بنا نظر بیشتر میکرد، شوقِ تماشا افزون تر می شد، و دل از تفرجِ آن برنمی توانست گرفت ؎

زپاے تا بسرش هر کجا که می نگرم
کرشمه دامنِ دل میکشد که جا اینجا است

پایه ستونهاے جهروکۂ خاص و عام مقدس را به چین کاری نموده مرتب ساخته اند، ورنگ محل که اسم با مسمیٰ است تا پاے کار از سنگ مرمر تیار شده، و سقفش که بطرزِ گنبد بود مسطح ساخته، موافق حکم کرده پردهاے آئینه کاری ترتیب داده اند، بغایت زیبا و خوش نما است، برج مثمن غسلخانه نیز مطابق حکم باتمام رسیده، پارۂ کار حکاکی دران مانده، بسیار خوش طرح و بجا است، از راه هاے غسلخانه سلطنت کاشانه را به چین کاری بس به تکلف کرده فرش حمامِ خاصه را حسب الحکم نیز چین کاری باتمام نموده اند، نهر مرغوله دار سنگ مرمر مشتمل بر دو حوض که مجدداً جانب دریا در باغ حیات بخش احداث یافته

خیلے تازگی وارد، وحوض آبشار شاہ برج کہ از سنگِ قندھار است، ونہر مرغولہاے
حوض میانِ برج را بر چین کاری کردہ، باتمام رسانیدہ اند، در باغ حیات بخش کہ
الحق تفرجِ آن نہالِ زندگانی را تازہ می سازد گلِ زعفران بسیار خوب شگفتہ بود،
باغ آرامگاہ فیض بارگاہ خیلے باصفا است) وعماراتِ محل نواب بیگم صاحب جیو بموجب
حکمِ اقدس سمت اتمام یافتہ در خس خانہ کہ بجاے دیوان خانہ شدہ، کار باقی ہست'
عنقریب مرتب خواہد شد،

زبانِ مقال در تعریف وتوصیفِ این عماراتِ راحت افزا وباغاتِ دلکشا
لال است، حق تعالیٰ بزودی این مکانہاے بے نظیر را بعزِ قدوم سعادت لزوم
شرف ورونقِ تازہ وطراوتے بے اندازہ بخشید، وذات مقدس اعلیٰ حضرت را فراوان
سال درکمال جمعیت باگوناگون عیش وعشرت زینت افزاے عرصۂ جہان داراد (ایضاً)

دہلی سے چل کر وہ آگرہ پہنچتا ہے، وہاں اس کی پیاری ماں کا وہ مشہور عالم بے مثال
مقبرہ ہے، جسے دنیا "تاج" کے نام سے یاد کرتی ہے، ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتا ہے،
ماں کی محبت اور اس کے احترام نے اس کے لیے تاج کو صرف دنیا کی عجیب ترین عمارت
ہی کی حیثیت نہیں دے رکھی ہے بلکہ وہ مادرانہ شفقت کا مقدس گوشہ اور پسرانہ اطاعت
کا پاک زاویہ بھی ہے، چنانچہ وہاں سے واپسی پر اس حسین ترین عمارت کے متعلق ان الفاظ
میں شاہجہان کو اطلاع دیتا ہے،

"جمعہ بطوافِ روضۂ منورہ رفتہ برکات زیارت سراسر اطاعت اندوختہ، عمارات آن
این حظیرۂ قدسی اساس بہمہ دستور کہ در حضور پر نور باتمام رسیدہ، استوار است
مگر گنبدِ مرقدِ مطہر کہ از جانب شمال در برشکال از دو جا تراوش میکند، وہم چنین چہار پیش

طاق داکثرِ شاہ نشینانِ مرتبۂ دوم وچہار گنبد خورد وچہار صفہ شمالی و تہ خانہ ہاے کرسی ہفت در درہم کشیدہ، پشت بام خام پوش گنبد کلان درین فصل از دو سہ جا چکیدہ بود، و مرمت شدہ در برشکال آیندہ تا چہ روے دہد، گنبد ہاے مسجد و جماعت خانہ نیز در موسم باران می چکد، و مرمت کردہ اند، بنایان مینمایند، کہ اگر فرش پشت بامِ مرتبۂ دوم را واکردہ ریختہ سازند، و بالاے ریختہ بارتفاع نیم گز تہ کاری شود، شاید پیش طاق و شاہ نشین و گنبد ہاے خرد باصلاح بیاید، و در تدبیر گنبد کلان بعجز معترف اند، . . . .

این قسم عمارات عالی بنا را چشم زخمے رسیدہ اگر پرتوِ التفات اقدس بر علاجِ دفعِ آن افتاد بجا خواہد بود،

باغ ماہتاب را تمام آب گرفتہ بود، بنابران از صفا افتادہ عنقریب طراوت تازہ خواہد یافت، حوض مثمن و بنگلہ ہاے اطرافِ آن پاکیزہ و مصفا است" (۶۳/۸۵)

حالاتِ جنگ اورنگ زیب کو جس طرح ان چیزون کے بیان کرنے مین کمالِ قدرت تھا اس سے کہین بڑھکر وہ جنگ کی تمام صورتون کو لکھنے مین یدِ طولیٰ رکھتا تھا، قندھار کے دوسرے محاصرہ کے لیے جب وہ وہان پہنچتا ہے تو وہ وہان کے حالات اور مختلف افسرون کے فرائض کے متعلق مندرجۂ ذیل اطلاع شاہجہان کو دیتا ہے:-

"این فدوی اطرافِ قلعہ را بنظرِ احتیاط ملاحظہ نمودہ دانست کہ تا آبِ خندق بر نیاید، پیش رفتِ سیبہا ازینجانب نفعے نمی بخشد، و نقب زدن ممکن نیست، با دو تنخواہان درگاہ سلاطین پناہ درجہان آورد، و بعد از رد و بدل بسیار باتفاق خان سعادت نشان قرار یافت، کہ قاسم خان کہ بندۂ کار طلب است، و مصلح خدمت با او بسعی فراوان بہ برآوردنِ آبِ خندق پردازد و چون ظاہر بود کہ درین

صورت ہجوم برسر مورچال بیشتر خواہد شد، تا زمانے کہ آب برآید معطل بودن محمد خان سعادت نشان وجہے ندارد، ان دستور وانی خبر درد امن کوہ قیتول جاے کہ سپہ سالار روائی ایران سپہ بردہ بود، وخندق کم است، وآبے ندارد، ودیوار قلعہ آن طرف یکے پیش نیست، مورچال نماید، ورستم خان بہادر فیروز جنگ کہ خواہش بودن این خللے بسیار داشت میان سپہ ایشان ومورچال قاسم خان سرگرم کار باشد، ومہابت خان وراجروپ بطریق نخست جانب چہل زینہ تردد نمایند، و چون خال گذاشتن طرف دروازہ خضری نیز مناسب نبود راجہ جے سنگھ را بجانب سابق مقرر داشتہ، مورچال خان سعادت نشان بعہدۂ نجابت خان بافواج التمش ومورچال قاسم خان بعہدۂ نصیری خان باجمعے از سوار وپیادہ واگذاشت خان سعادت نشان در پیش بردن سپاہ وساختن دمدمہ براے توپ اندازی اہتمام تام دارند . . . .

امید کہ حق تعالی اجمیع بندہاے خدمت گذار اتوفیق جان سپاری وجانفشانی رفیق ساختہ درپیشگاہ اقدس سرخ رو وسربلند گرداند، ومکنون خاطر اقدس بوجہ احسن بمنصۂ ظہور جلوہ کند۔ ($\frac{۲}{۲۹}$)

محاصرہ کے سلسلہ مین ایرانیون کے بارودخانہ مین اتفاق سے آگ لگ جاتی ہے، اس سے جو نقصانات دشمن کو پہنچتے ہین، ان کو اس طرح بیان کرتا ہے:۔

از تائیدات اقبال بے زوال بادشاہی، درون قلعہ غریب سانحہ رو داد تفصیلش آنکہ ظاہراً آثار نابکار محمد ہاشم وزیر وشیخ علی مستوفی خود آقا علی ضابطہ حاصل چہل لکھ و محمود بیگ ارباب قندہار وپیر بازار ونیر علی بیگ جبیبہ داراباشی وجمعے دیگر را

فرستاده بود، کہ انبار خانہ باروت راکہ در قلعۂ دامن کوہ است واکردہ باروت را بہ توپ اندازان و تفنگچیان قسمت کنند و آنجماعت بانجا ہنوز، دست بکار بردہ بودند، کہ قضا را آتش تنباکو از دستِ شخصے کہ نزدیک بجوالہاے گوگرد، کہ در گوشۂ باروت خانہ بود، تنباکو می کشید، در گوگرد افتاد، و تا آگاہ شدن مردم آتش بلند شد، درین اثنا گروہے از متحصنان بقصد فرو نشاندن آتش ہجوم آوردہ ہر چند سعی نمودہ، فائدہ نہ کرد، و باروت در گرفتہ صداے ہولناک برخواست، و اکثر خانہاے شہر بلرزہ درآمدہ باروت خانہ باعمارتے کہ متصل آن بود، بخاک تیرہ برابر گشت، و از آنجا تا دروازۂ ماشوری کہ خیلے مسافت است، خانہاے راستہ بازار، بعضے افتاد، و بعضے ترکیدہ پارچہاے سرب و سنگہاے بنیادِ انبار خانہ کہ بر ہوا رفتہ بود، با سپ و آدم رسیدہ بسیارے را مجروح ساخت، و قریب یکصد و پنجاہ کس از سپاہی و سقہ وغیرہ در آتش سوختہ بباد فنا بر رفت، و از دستہ سپاہیان قلعہ کہ بآنجا آمدہ بودند، جز محمد ہاشم وزیر کسے نجات تیافت، و پسر علی بیگ مشرف بر ہلاک و دیگران نیم سوختہ بہزار خواری بر بستر بیماری افتادہ جان می کنند، آرے از قوتِ طالع اقبال مطالعِ اعلیحضرت وقوعِ امثال این غرائب بعید نیست" (۴۷/۱)

ایک مرتبہ اسی قسم کے ایک حادثہ سے بعض ممتاز ایرانی افسر ہلاک ہوتے ہین، انکی موت کی اطلاع ان الفاظ مین دیتا ہے:۔

"آنچہ از آثارِ اقبال بیمال اعلیحضرت بتازگی روے دادہ، کشتہ شدن میر عالم مخاطب بر میر کلان ثانی است، کہ بیگ باشی و صاحب اہتمام برجِ نو د برج خاکستر بود، و در سلکِ مردم خوب والی ایران انتظام داشت، و یک یوزباشی کہ نامش معلوم نشد، و صورت قضیہ آنکہ روزے یکے از توپہاے کلان کہ برجہاے ...... انداختہ میشود داشد

قضا را آن بدکیش فتنہ سرشت ویوزباشی مذکور کہ در برج نو نشستہ نردمی باختند رسیدہ
ہر دو را بخاک ہلاک انداختہ انچنان بہ باد فنا بر داد، کہ مقہوران قلعہ اعضائے آنہا را کہ بہوا
رفتہ پراگندہ شدہ بود، بہ تفحص بسیار بدست آوردہ در گو مذلت واد بار فرو بردند و از نابود
بودن آن مفسد غریوے از نہاد مخذولان قلعہ برخواست، می گویند کہ او پسر میر کلان
خفاچہ است، کہ در عہد شاہ عباس اعتبارے وحالتے داشت، و در قلعہ بغداد مصدر رے
ترددات شدہ بود، و عموئی او خانہ دار از مردم معتبر شاہ طہاسپ بودہ" ($\frac{۴}{۲۸}$)

اسی سلسلہ مین راجہ راجروپ، سعد اللہ خان اور، اورنگ زیب سے اگر کہتا ہے، کہ اس نے ایک ایسے راستے کا پتہ چلایا ہے، کہ اس کے ذریعہ بہت جلد قلعہ فتح کیا جا سکتا ہے، اورنگ زیب نے ہر قسم کی امداد کا انتظام کر دیا، لیکن بعض لوگون کی غلطی سے یہ شب خون ناکام رہا اور نگ زیب نے اس تمام واقعہ کو جس انشا پردازانہ مفصل طریقہ پر بیان کیا ہے، شاید ایک مورخ بھی اس سے زیادہ نہین لکھ سکتا تھا، اس کے علاوہ ادب کی چاشنی بھی کم نہین ہوتی، اس کے الفاظ یہ ہین:

"ہفتہ پیش ازین نزد دستور الوزرا رفتہ نمود کہ "راہے" نظر مردم من درآمدہ کہ از آنجا بر دو دی ارکِ قیتول را مسخر میتوان ساخت"، وایشان خاطر خود را جمع کردہ این شخص را باین فدوی مذکور نمودند، ہرچند نظر بہوشیاری وخبرداری قلعہ نشینان بغایت بعید نمود، معقول نمی شد، اما چون راجہ راجروپ جد تمام داشت، و مبالغہ می کرد، از ملاحظہ آنکہ مبادی چون فرصت فوت شود، وارادۂ خود را بعرض اشرف رساند، تہاون درین باب سبب عتاب بادشاہی گردد، برائے الزام حجت و دفع گفتگوے او مقرر شد، کہ در کمین بود ہرگاہ قابو یابد، از روے فہمیدگی و پختگی پیش نہاد خویش بعمل آورد، وما یمکن در اخفائے این راز کوشش میرفت، و بجہت سرانجام این مطلب مصالح وکومک و آنچہ او خواست

سعادت نشان روبرو کرده تا آنکه شب یکشنبه که ساعت مختارِ او بود، دستور صائب رای بحسب خواهش و التماس او باقی خان و راجه مدن سنگه و چتر بهوج وغیره را که درین سمت مورچال داشتند، و قریب هزار سوار از مردم انتخابی خود مقرر کرد، که شریک خدمت بوده کومک نمایند، و خود برای کس همه جا و مکان مقرر ساخت، و به همین قرار داد در اول شب یکشنبه مذکور راجه راجروپ جماعتے را براه مقرر فرستاده خود در کوه سنگها را پناه ساخته و در حجرها جا گرفته خان سعادت نشان را خبر کرد، و باقی خان کا، طلب راجه مدن سنگه و چتر بهوج چوهان وغیره جمعیتها را همراه مردم وزیر بے نظیر بموجب قرار داد بجانب علی قابی فرستادهٔ نزد راجه راجروپ آمدند، این مرید نیز سه صد سوار چیده از ملازمانِ خود بهمراهیٔ او تعین کردهٔ بود، درین اثنا میان راجه راجروپ و مظفر حسین گفتگو میشود، چون شب بود و مردم کومکی بسیار جمع شده بودند، آوازها بلند گشت؛ و تا طلوعِ ماه که یک پهر شب مانده بود، اثرے از فرستادهای راجه مذکور پیدا نشد، وقتے که چهار گھڑی از شب باقی مانده و خبر رسید که مردم یک طرف متحصنان را بیدار یافته برگشتند، راجه راجروپ بندهای بادشاهی را از کیفیتِ حال آگاه ساخته گفت که مراجعت نمایند، و خود تا آمدن مردمش که پیش رفته بودند، همانجا توقف کرد و جمعے دیگر نیز از روے کار طلبی با او ماندند، قضارا درین ضمن کس راجه مذبور نا فهمیدهٔ باو خبر رسانید که جمعے از مردم او بالاے کوه رفته بقلعه در آمده اند، و او از خام کاری و سراسیمگی بران سخن بے بنیاد اعتماد کردهٔ کرنا کشیدهٔ نقاره نواخت و بجان رفیع مکان مژدهٔ فتح فرستاد، و مردم که مراجعت نموده بودند، از آوازه کرنا و نقاره باز آمده حاضر شدند، و معلوم گشت که آن خبر اصلے نداشته مقارن این حال آفتاب پرده دری آغاز کرده طالع گردید، و غنیم خبردار شده صحبت رنگِ دیگر گرفت، متحصنان هجوم آورده گروہے را

که بالاے کوه برآمده بودند، با دِ تفنگ گرفته برخے را کشته و خسته ساختند، بالجمله ازان جا که
وقت مقتضی آن نبود که باز خواست این غفلت و خطاے عظیم از راجه راجروپ کرده آید
توبیخ و سرزنش باقی نموده، چون ازین سمت اورا یاس حاصل شد، نوعے که پیش ازین مقرر
گشته بود، این مرید اورا جانب مورچال خود آورد که شاید درینجا مصدر خدمت شایسته
گشته عرقِ انفعال از چهرهٔ حمیتِ خویش پاک سازد، و بآن وسیله از عتابِ بادشاهی
ایمن گردد،» (بجے)

اس وقت تک ہم نے جتنی مثالین دی ہین، ان سے اورنگ زیب کے کمالِ انشا کا ایک عام تخیل ذہن نشین ہوگیا ہوگا، یہ مثالین کسی خاص غور و فکر اور جستجو و تلاش کے بعد منتخب نہین کیگئی ہین، بلکہ صرف سرسری نظر کا نتیجہ ہین، اور بہت ممکن ہی کہ جو شخص نفسِ ادب و انشا کے لحاظ سے ان خطوط کا مطالعہ کرے گا، وہ ان خطوط مین اس سے بہتر مثالین پائیگا، دوسرے ان مثالون کے علاوہ بہت زیادہ مثالین بڑھائی جاسکتی ہین، لیکن مقدمہ کی طوالت کے خوف سے ہم انکو نظرانداز کرتے ہین اور اس چیز کو پڑھنے والون کے ذوقِ سلیم پر چھوڑتے ہین، کہ یہ پورا مجموعہ ادب و انشا کے کمال کا حامل ہی، اور اس مختصر مقدمہ مین اسپر مفصل بحث ناممکن سی ہے،

داماں نگہ تنگ گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

(۳)

سیرتِ اورنگزیب کے مآخذ،

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہی، اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ اورنگ زیب کے صحیح حالات اور اس عہد کے اندرونی واقعات اور اُن کی تفصیل کیلئے خود اورنگ زیب اور اس کے دوسرے سرکاری کار کے خطوط سے بہتر کوئی دوسرا تاریخی مواد نہین ہو سکتا، لیکن بدقسمتی سے یہ خطوط اس وقت سے شروع ہوتے ہین جب اورنگ زیب کی عمر ۳۰ سے زیادہ ہو چکی تھی، اسکے علاوہ بہت سے ایسے واقعات بھی ہین، جنکا خطوط مین کوئی تذکرہ نہین ہی اس لیے اسکے عہدِ شاہزادگی کے حالات کے لیے ہم کو مجبوراً دوسرے ماخذون کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑتا ہے، اس لیے اسکی سیرت کے ماخذون کا مختصر تذکرہ شاید اس جگہ بیجا نہ ہوگا،[۱]

عہدِ جہانگیر

(۱) **تزک جہانگیری**، یہ اورنگ زیب کے دادا شہنشاہ نور الدین جہانگیر کی خود نوشتہ سوانح عمری کے نام سے مشہور ہے، لیکن ایسا کہنا ایک غیر واقعی

---

[۱] ماخذون کی تفصیل پر یون تو ہم نے خود پروفیسر عبداللہ چغتائی کے مضمون کے سلسلے مین جو روزنامۂ انقلاب لاہور مین شائع ہوا تھا، ایک مضمون اسی روزنامہ مین لکھا تھا، لیکن اس کے علاوہ اس سلسلہ مین جدو ناتھ سرکار کی تصنیف اورنگ زیب جلد دوم وسیوم اور مختلف کتبخانون کی فہرستین بھی ہمارے پیش نظر ہین اس کے ساتھ ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین کہ اس فہرست کی تقریباً اکثر کتابین ہمنے جمع کرلی ہین، اور جو چند رہگئی ہین ان کے حصول کی عملی کوشش جاری ہے،

تعمیم ہے، آج سے تقریبًا ۵۰ سال پہلے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اپنی مطبوعات متعلقہ ہند
(Bibliotheca Indica) کے سلسلہ مین عہد جہانگیر کی دو تصانیف یعنی یہی تزک جو کم و
بیش نصف درجن نامون سے موسوم ہے اور دوسرے اقبالنامۂ جہانگیری کے شایع کرنے کا ارادہ
کیا تھا، اور یہ خدمت کپتان لیس (Captain Lees) کے سپرد کی گئی تھی، لیکن ۱۸۶۵ء
تک وہ اس کام کو شروع نہ کر سکے، اور اسی اثنا مین ۱۸۶۴ء مین سرسید نے علی گڈہ سے تزک کو
اڈٹ کر کے شائع کر دیا، اس کے بعد ۱۸۶۵ء مین سوسائٹی مذکور نے اپنے ایک اجلاس مین اس
مسئلہ پر از سر نو غور کرنا شروع کیا، اور اس مین تزک کے متعلق کپتان موصوف نے بہت سے مفید
معلومات پیش کرتے ہوے بتایا، کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے، کہ وہ تزک جہانگیری جسے محمد ہادی نے
محمد شاہی عہد مین مرتب کیا ہے، خود جہانگیر کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، بلکہ کم از کم ۱۲، اور زائد
از زائد ۱۷ سال کے ابتدائی حالات تک اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہین، اس کے بعد اس نے یہ
کام معتمد خان کے سپرد کیا، لیکن دو سال کے اندر ہی اندر یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا، موجودہ مطبوعہ
تزک محمد ہادی کا مرتب کردہ نسخہ ہے، اس کے علاوہ ابتدائی حالات کے متعلق دو جداگانہ نسخے
ہین، اور دونون مین اتنا اختلاف ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، اور محققین نے اس نسخہ کو جو اپنے
جواہرات، حیوانات وغیرہ کے بیان مین مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے، نقلی قرار دیا ہے، ۱۲۹۱ھ مین
جناب سید احمد علی صاحب رامپوری نے اسکا اردو ترجمہ کیا تھا، اور وہ مطبع نظامی کانپور سے شائع
بھی ہوا تھا، سب سے پہلے ۱۸۲۶ء مین جیمس انڈرسن نے اس کی طرف توجہ دلائی، ایشیاٹک مسلینی
(جلد ۲ ص ۷۱ اور ۷۲) مین اس کے بعض حصون کا ترجمہ شائع کیا، اس کے بعد فرنسس گلڈون نے
اپنی تاریخ ہندوستان کی جلد اول مین اس کے اقتباسات کا ترجمہ داخل کیا، نقلی نسخہ کا (جو پندرہ
سال کے حالات پر مشتمل ہے) ترجمہ میجر ڈیوڈ پرائس نے کیا اور ۱۸۲۹ء مین وہ مجلس تراجم مشرقیہ

(Oriental Translation committee) کی طرف سے شائع کیا گیا، ہمارے پیش نظر سرسید کے شائع کردہ نسخہ کا وہ اڈیشن ہی، جو نولکشور پریس نے چھاپا ہے،

۲- **اقبال نامۂ جہانگیری**، اس کا مصنف محمد شریف المخاطب بہ معتمد خان (المتوفی ۱۰۴۹ھ) ہے، یہ وہی معتمد خان ہی، جسے جہانگیر نے اپنی حکومت کے سترہوین سال تزک کے سلسلہ کو قائم رکھنے پر مقرر کیا تھا، اس کی یہ تاریخ تین حصّون پر ہے جلد اول مین تیمور سے ہمایون تک کے حالات ہین، جلد دوم مین اکبر کے اور سوم مین عہدِ جہانگیر ہے، اول الذکر دو جلدین بہت نایاب ہین، البتہ تیسری جلد کو ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ۱۸۶۵ء مین شائع کیا، اور اس کا دوسرا اڈیشن ۱۸۷۰ء مین لکھنؤ سے بھی شائع ہوا، اس جلد کا انگریزی خلاصہ برطانوی متحفہ مین موجود ہے،

۳- **مآثر جہانگیری**، کامگار حسینی المخاطب بہ غیرت خان (المتوفی ۱۰۵۰ھ) نے جہانگیر کے ابتدائی حالات سے اس کی موت تک کے حالات لکھے ہین،

۴- **مجالس السلاطین**، مصنفہ محمد شریف حنفی، الیٹ نے اپنی تاریخ (جلد ۶ ص ۱۳۴) مین عہدِ جہانگیر کی اس نام کی ایک تاریخ کا بھی تذکرہ کیا ہے، یہ کتاب غزنویون سے شروع ہو کر جہانگیر کی وفات تک کے حالات پر مشتمل ہے،

عہدِ شاہجہان،

۵- **اقبال نامہ**، مصنفہ معتمد خان، اس کتاب مین شاہجہان کے عہدِ شاہزادگی کے مفصل حالات (پیدائش سے لیکر تخت نشینی تک) لکھے گئے ہین، اس وقت تک اسکے صرف دو نسخے میری نظر سے گذرے ہین، ایک نسخہ وہ ہے، جو خدابخش خان کے کتب خانہ کی کتاب نمبرہ ۵۶ شاہجہان نامہ کے ابتدائی حصہ مین مشتمل ہے، اور فہرست نگار نے اسے اس مجموعہ کا حصہ اول قرار دیا ہی اور دوسرا نسخہ کلکتہ کی امپیریل لائبریری کے اسلامی حصہ مین جو

لہ مفصل حالات کے لیے دیکھو فہرست کتب خانہ پٹنہ ص ۵۴۶ اور الیٹ جلد ۶ ص ۲۵۱

بوہار لائبریری کے نام سے موسوم ہے، موجود ہے۔ اور وہاں اسکا نام "احوال شاہزادگی شاہجہان" ہے۔ ریو نے اپنے ضمیمہ میں بھی اس کے ایک نسخہ کا تذکرہ کیا ہے، بوہار لائبریری کی فارسی کتابوں کی اولین فہرست مع جناب میر حسین عظیم آبادی نے جو کچھ دنوں تک ادیب الہ آباد کے اڈیٹر بھی تھے، اس کو اڈٹ بھی کیا تھا۔ لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی، اور اس اہم کتاب کا مسودہ ان کے ایک عزیز کے پاس موجود ہے۔

۵۔ **پادشاہ نامہ**، مصنفہ محمد امین بن ابو الحسن قزوینی، مرزا امین یا امینا شاہجہانی حکومت کے پانچوین سال ہندوستان آیا، اور منشیوں کے زمرہ میں داخل ہوا، آٹھوین سال اُسنے بندیلون سے لڑائی کے حالات لکھ کر شاہجہان کی خدمت مین پیش کئے، بادشاہ کو اس کا طرز بیان پسند آیا، اور اس نے اسی سال مرزا کو سرکاری تاریخ لکھنے پر مامور کر دیا، چنانچہ اس کی تاریخ شاہجہان کے ابتدائی حالات سے لیکر اس کی حکومت کے اولین دس سال کے واقعات پر مشتمل ہے، یہ تین حصوں پر منقسم ہے (۱) مقدمہ، (۲) مقالہ اور (۳) خاتمہ، اگرچہ اس کا یہ بھی بیان ہے کہ اسے بادشاہ نے دوسرے دس سال کی تاریخ لکھنے کو بھی کہا تھا لیکن شاید اس حکم نے کبھی بھی عملی صورت اختیار نہین کی۔

۶۔ **پادشاہ نامہ**، مصنفہ عبد الحمید لاہوری، (المتوفی ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۵ء) یہ شاہجہان کی حکومت کے ابتدائی بست سال (۱۰۳۷ تا ۱۰۵۷ھ / ۱۶۲۷ تا ۱۶۴۷ء) حالات کی تاریخ ہے۔ صاحب عمل صالح کا بیان ہے کہ وہ ابو الفضل کا شاگرد تھا، بادشاہ نے اسے پٹنہ (یا ٹھٹہ) سے بلوا کر اس کام پر مامور کیا، یہ تاریخ دو ضخیم جلدون مین ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، جلد اوّل ۱۸۶۷ء اور جلد دوم ۱۸۶۸ء مین طبع ہوئی ہے۔

۷۔ **پادشاہ نامہ**، مصنفہ محمد وارث (المقتول ۱۰۹۱ھ / ۱۶۸۰ء) ہمارا مصنف عبد الحمید لاہوری

کا شاگرد ہے، ابتدً اس کی تاریخ کی اصلاح علامہ سعد اللہ خان کے ذمہ تھی، لیکن اسکی موت کے بعد یہ کام عطار الملک تونی المخاطب بہ فاضل خان کے سپرد ہوا اس مین شاہجہان کے ۲۱ سے ۳۰ سال تک کے حالات ہین،

۹۔ **عمل صالح**، مصنفہ محمد صالح کنبو لاہوری، یہ شاہجہان کی پیدائش سے لیکر قید و وفات کے حالات پر مشتمل ہے، اور اس کے ۳۱ سال سے لیکر موت تک کے اہم ترین واقعات کیلئے ایک ایسا بیان ہی، جو شاہجہانی نقطۂ خیال سے لکھا گیا ہے، اور اس لیے یہ کتاب خاص اہمیت رکھتی ہے، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال اس کو بھی شائع کر رہی ہو،

ان سرکاری تاریخون کے علاوہ عہد شاہجہان کی مندرجۂ ذیل اور تاریخین بھی ہین، لیکن ان مین کوئی نئی بات مشکل ہی سے ملتی ہے، اس لیے تاریخی حیثیت سے ان کو کوئی ایسی زیادہ اہمیت حاصل نہین ہے، لیکن پھر بھی عام واقفیت کے لیے ہم ان کا حال بھی مختصراً لکھ دیتے ہین،

۱۰۔ **ملخص**، مرتبہ محمد ظاہر آشنا، المخاطب بہ عنایت خان، یہ تاریخ دراصل ہر سہ بادشاہ نامہ (قزوینی، عبد الحمید اور وارث) کی تلخیص ہے، اور اسی لیے اس کا نام ملخص رکھا ہے، بوہار لائبریری مین صرف وارث کی تاریخ کا خلاصہ ہے اور وہان اسکا نام **قرنیہ شاہجہان بادشاہ** لکھا ہی،

۱۱۔ **شاہجہان نامہ**، یا تاریخ شاہجہانی مصنفہ منشی محمد صادق المخاطب بہ صادق خان یہ کتاب مکمل صورت مین شاہجہان کے تخت نشین ہونیکے وقت سے اورنگ زیب کی وفات تک کے حالات پر مشتمل ہی لیکن جیسا کہ ہمنے معارف کے دو نمبرون مین اس کتاب پر تنقید کرتے ہوے بتایا ہی، یہ خافی خان کا چربہ معلوم ہوتا ہی، البتہ

ؔ مآثر الامراء کا حکیم صادق کے متعلق بیان ہی کہ چندے در نگارش مآثر صاحبقران ثانی قلم بیانی را جولانی نمودہ، چون دیگر منشیان سخندان بدان کار پرداختند او دست کشید، جلد اول صفہ ۹-۸۰۱ء لیکن اس تصنیف کا کہین بھی پتہ نہین ہے،

یہ معلوم کرنا وقت طلب ہے کہ آیا صادق خان سے خافی خان نے چرایا، یا خافی خان سے صادق خان نے اگرچہ مصنف اپنے کو اکثر اہم واقعات کے وقت موجود بتاتا ہے، لیکن اسکا بیان حقیقت سے بہت دور ہے[5]،

۱۲۔ **شاہجہان نامہ**، مصنفہ مرزا جلال طباطبائی، اصفہانی، میرزا ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء مین ہندوستان آے، دربار تک رسائی ہوئی، اور وہان تاریخ لکھنے پر مامور ہوے، چند سال کی تاریخ لکھنے پائے تھے کہ اغیار کی سازش نے ان کی تاریخ نویسی کا خاتمہ کر دیا، پانچوین سال سے آٹھوین سال تک کے حالات والا نسخہ اکثر مل جاتا ہے۔ اس کتاب کے علاوہ میرزا کی دو اور کتابین ہین، ان مین سے ایک شاہجہان کی فتح کانگڑہ کے متعلق ہے، یہ فتح شاہجہان نے عہدِ شاہزادگی ہی مین حاصل کی تھی، میرزا نے چھ مختلف طریقون سے اس فتح کو بلیغ طریقہ سے بیان کیا ہے، اس کا ایک نسخہ (نمبر ۱۵۰۳) کتبخانہ آصفیہ مین ہے،

۱۳۔ **شاہجہان نامہ**، مصنفہ علاء الملک تونی المخاطب بہ فاضل خان (المتوفی ۱۰۷۳ھ) اس وقت تک جتنی تاریخون کا ذکر کیا گیا، وہ نثر مین تھین، لیکن عہدِ شاہجہان مین نظم مین بھی بعض نامکمل سرکاری وغیر سرکاری تاریخین لکھی گئی ہین، ان مین قابلِ ذکر یہ ہین،

۱۴۔ **ظفر نامۂ شاہجہانی**، مصنفہ حاجی محمد جان قدسی (المتوفی ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء) عہدِ شاہجہان مین ہندوستان آیا، عبداللہ فیروز جنگ کی معرفت دربار تک رسائی حاصل کی، اور وہان کے شعرا مین ممتاز رہا، اسی زمانہ مین اس نے شاہجہان کی پیدائش سے اپنے عہد تک کے حالات نظم کرنے شروع کیے، لیکن شاید مکمل نہ کر سکا، کہ اس مین صرف ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۷ء تک کے واقعات ہین،

۱۵۔ **بادشاہ نامہ**، مصنفہ ابو طالب کلیم (المتوفی ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء) کلیم ہمدان کا رہنے والا تھا، ہندوستان آکر پہلے میر جملہ روح الامین سے ملا، پھر شاہی دربار تک پہنچا، اور اس کے بعد شاہی

[5] اس کتاب کے مفصل حالات کے لیے دیکھو معارف جلد ۲۲ نمبر ۳ و ۴،

منظوم تاریخ کے لکھنے پر مامور ہوا، اطمینان و یکسوئی کے لیے، اسے کشمیر بھیجدیا گیا، لیکن وہان جاکر اس کا انتقال ہو گیا، اور اس کا بادشاہ نامہ مختلف نامکمل حصّون مین اب تک موجود ہے، اس مین ۱۰۴۶-۷ھ (۱۶۳۶-۷ء) تک کے حالات ہین، اس کے علاوہ اس کے کلیات مین متعدد تاریخی واقعات سے متعلق مختلف تاریخی قطعات بھی ہین، جو تاریخ کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے ہین اس کے بادشاہ نامہ کا نام شہنشاہ نامہ بھی ہے،

۱۶- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ میر محمد یحییٰ کاشی (المتوفی ۱۰۶۳ھ/۱۶۵۲ء) یحییٰ شاہجہان کے عہد مین ہندوستان آکر دربار مین داخل ہوا، اس نے شاہجہان اور دارا شکوہ کے نام بہت سے قصیدے بھی لکھے ہین، افسوس کہ وہ بھی اپنا بادشاہ نامہ مکمل نکر سکا، اور وہ بھی نامکمل صورت مین ہم تک پہنچا ہے،

۱۷- **لطائف الاخبار**، مصنفہ رشید خان المخاطب بہ بدیع الزمان، اورنگ زیب کو جب قندھار کے دوسرے محاصرہ سے واپس بلا لیا گیا، تو تیسری مرتبہ دارا شکوہ اس کام پر مقرر کیا گیا، مصنف نے اس کو قندھار کے متعلق ابتدائی کوششون کے مختصر سرسری بیان سے شروع کیا ہے، اور اس کے بعد دارا شکوہ کے ماتحت محاصرہ کے مفصل حالات اس کے ملتان کی واپسی تک لکھے ہین، اسکا مصنف محاصرہ کا چشم دید گواہ تھا،

عہدِ عالمگیر | ۱۸- **عالمگیر نامہ**، مصنفہ منشی مرزا محمد کاظم، یہ تاریخ اورنگ زیب کے حکم سے لکھی گئی، اسمین جنگ برادرانہ کی ابتدا سے حکومت کے ابتدائی دس سال کے حالات "سرکاری زبان" مین مفصل طریقہ سے بیان کئے گیے ہین، یہ کتاب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی طرف سے شائع بھی ہو چکی ہے،

۱۹- **مآثر عالمگیری**، مصنفہ محمد ساقی مستعد خان، یہ اورنگ زیب کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کی مجمل لیکن جامع تاریخ ہے، یہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد سرکاری کاغذات سے مرتب

کی گئی ہے، یہ بھی چھپ گئی ہے،

۲۰۔ **ظفرنامہ عالمگیری**، مصنفہ عاقل خان رازی، میرزا عسکری المخاطب بہ عاقل خان عہدِ اورنگ زیب کا مشہور امیر تھا، وہ شہزادگی کے عہد سے ہی اورنگ زیب کے پاس رہا ہے، اس کی یہ تاریخ خانہ جنگی کے حالات کے لیے بہت مفید ہے، وہ اپنی تاریخ کو جنگِ بیجاپور سے شروع کرکے میر جملہ کی وفات پر ختم کردیتا ہے، اس کتاب کے متعدد نام ہین، اور بعض لوگون نے تو اسے غلطی سے امیر یا میر خان کابلی کی تصنیف بھی بتا دی ہے،

۲۱۔ **تاریخِ جنگ برادران**، مصنفہ محمد صادق انبالوی، یہ کتاب دراصل آدابِ عالمگیری کا ایک حصہ ہے، اس مین اورنگ زیب اور اس کے بھائیون کی خانہ جنگی کے حالات درج ہین، اور اگرچہ یہ تمام تر عالمگیر نامہ اور عمل صالح کی نقل ہے کہ صفحون کے صفحے اس سے بلفظ لئے گیے ہین، پھر بھی مصنف نے اس مین بعض ایسے اضافے کئے ہین، جو اہم ہین،

۲۲۔ **تاریخ شاہ شجاعی**، مصنفہ میر محمد معصوم، اس کا مصنف اورنگ زیب کے دوسرے بھائی شاہزادہ شجاع کا پرانا ملازم تھا، اور اس نے ۱۰۷۰ھ؁ ۱۶۶۰ء؁ مین مالدہ مین یہ کتاب لکھی ہے، وہ شجاع کا حامی تھا، اس کے علاوہ اس کا سالہ محمد سعید شہزادہ سپہر شکوہ کے یہان بخشی تھا، اور اس کے بعد وہ اورنگ زیب کے بڑے لڑکے شہزادہ محمد سلطان کی ملازمت مین داخل ہوگیا تھا، یہ تاریخ شاہزادہ شجاع کے نقطۂ نظر کو جاننے کے لیے بہترین ذریعہ ہے،

۲۳۔ **فتحیہ عبریہ**، مصنفہ شہاب الدین طالش، یہ کتاب میر جملہ کے فتوحاتِ کوچ بہار اور آسام کے حالات پر مشتمل ہے، اس کتاب کا ایک اضافہ جو میر جملہ کی وفات سے شایستہ خان کے فتحِ چاٹگام تک کے حالات پر مشتمل ہے، بوڈلین لائبریری مین ہے، پروفیسر سر جدوناتھ نے چار نسخون کی مدد سے اس کو مرتب اور اسکا انگریزی ترجمہ کیا ہے،

۲۴- **نسخۂ دلکشا**، مصنفہ بھیم سین کایستھ، ہمارا مصنف دیوانِ دکن دیانت راے کا بھائی تھا، وہ بندیلہ راجہ دلپت راؤ کا ملازم تھا، اس نے دہلی سے راس کماری تک سفر بھی کیا ہے، اور اس کی تاریخ دکن کے حالات کے لیے ازبس ضروری اور پُراز معلومات ہے، اس کے دو نسخے ہین، ایک کتبخانہ دفتر وزیر ہند مین، اور دوسرا برطانوی تحفہ مین، مؤخر الذکر مکمل ہے،

۲۵- **فتوحات عالمگیری**، مصنفہ ایسر (یا ایسری) داس ناگر ساکن پٹن، وہ پہلے قاضی عبدالوہاب کے صاحبزادے شیخ الاسلام کا ملازم تھا، اور پھر گجرات کے صوبہ مین ضلع جودھپور کا حاکم مقرر ہوا تھا، راجپوتانہ اور مالوہ کے حالات کیلئے اسکا بیان اہم ترین ہے، اس مین ۱۶۵۷ء سے ۱۶۹۵ء تک کے حالات ہین،

۲۶- **اورنگ نامہ**، مصنفہ گردیزی، یہ تاریخ منظوم ہے، اور برادرانہ جنگ کے حالات پر مشتمل ہے، اسکا بیان تاریخ شاہ شجاع کے بیان سے بہت ملتا جلتا ہے، اور چونکہ یہ کتاب سرکاری اثرات سے آزاد ہوکر لکھی گئی ہے، اس لیے اس کے بیان کردہ واقعات کی صحت مین بہت کم شبہ کیا جا سکتا ہے،

۲۷، **آشوبِ ہند**، مصنفہ بہشتی یہ بھی برادرانہ جنگ، عموماً اور مراد کے حالات مین خصوصاً منظوم تاریخ ہے، اس کا مصنف مراد کا ملازم تھا، اور اس نے اپنے آقا کی حمایت اور موافقت مین یہ تاریخ لکھی ہے، یہ کتاب چھپ بھی گئی ہے،

۲۸- **تاریخ شیواجی**، مصنف لامعلوم، یہ تاریخ کسی مرہٹی کتاب کا ترجمہ معلوم ہوتی ہے، اس مین مرہٹہ قوت کی ابتدا سے سنبا جی کی تخت نشینی تک کے حالات ہین، اس کی خاص اہمیت یہ ہے، کہ اسکے ذریعہ ہم کو مرہٹون کے نقطۂ خیال کا پتہ چلتا ہے، سر جدو ناتھ سرکار نے ۱۹۰۷ء کے ماڈرن ریویو کلکتہ مین اسکا ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے،

۲۹۔ خلاصۃ التواریخ، مصنفہ سبحان رائے ساکن پٹیالہ، یہ ہندوستان کی مکمل تاریخ ہے، جو ابتدا سے لیکر اورنگ زیب کی تخت نشینی تک کے حالات پر مشتمل ہے، یہ کتاب سنہ ۱۱۰۷ھ ۱۶۹۵ء مین دو سال کے عرصہ مین ختم ہوئی ہی، اس کتاب کو خانصاحب جناب سیّد ظفر حسن صاحب (محکمہ اثریات ہند) نے اڈٹ کر کے شایع بھی کر دیا ہے،

۳۰۔ لب التواریخ مصنفہ رائے بندرابن ولد رائے بہارامل، ہمارے مصنف کا باپ شاہجہانی حکومت کے بیسوین سال رائے کے خطاب سے سرفراز اور داراشکوہ کا دیوان مقرر ہوا، لیکن ۲ سال کے بعد ہی مرگیا، بندرابن کو اورنگ زیب نے یہی خطاب دیا، اس مین شہاب الدین غوری سے لیکر سنہ ۱۱۰۱ھ تک کے حالات ہین، اس کا دوسرا نام لب التواریخ ہند ہے،

۳۱۔ منتخب التواریخ مصنفہ جگجیون داس ولد منوہر داس گجراتی، اس کا مصنف سنہ ۱۱۰۵ھ مین سرکاری ہرکارہ مقرر ہوا، اور جیسا کہ اسکا بیان ہی، کہ اس نے اسی وقت سے اہم واقعات کی یادداشت رکھنا شروع کی، تا آنکہ بہادر شاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کو ہندوستان کی ایک مکمل تاریخ لکھنے کا خیال پیدا ہوا، اور اسی خیال نے اس کتاب کی صورت مین علمی جامہ پہنا، اس کتاب کی اصلی اہمیت اس کا وہ آخری باب ہے، جس مین اُس نے ہندستان کے صوبون کے ان حالات کو دیا ہے، جو بہادر شاہ کے حکم سے جمع کیے گئے تھے، ورنہ کتاب تو بندرابن کی تاریخ لب التواریخ کا چربہ معلوم ہوتی ہے،

۳۲۔ زینۃ التواریخ، مصنفہ عزیز اللہ، یہ ایک عام تاریخ ہے، جسمین ہندوستان کی حکومتون کے حالات بھی ہین، اور یہ حالات ابتدا سے لیکر فرخ سیر تک کے زمانہ پر مشتمل ہین، اس کی کوئی خاص اہمیت نہین ہی،

خلاصۂ عالمگیر نامہ، ملخصہ حاتم خان، یہ اورنگ زیب کے ابتدائی دہ سالہ سرکاری

تاریخِ عالمگیر نامہ کا خلاصہ ہے،

۳۴۔ **مراۃ العالم یا مراۃ جہان نما**، عموماً اس کی تصنیف کا سہرا بختاور خان کے سر باندھا جاتا ہے، لیکن یہ طے نہ ہو سکا، کہ اسکا حقیقی مصنّف کون ہے، البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے، کہ اسے پہلے محمد بقا نے لکھا، اور پھر اس مسودہ کو اس کے بھانجے محمد شفیع اور چھوٹے بھائی محمد رضا نے الگ الگ مکمل کیا، اس لیے دونون نسخون مین کہین کہین اختلاف بیان ہی، اورنگ زیب کے متعلق اسمین جو حالات ہین، وہ خلاصۂ عالمگیر نامہ کی طرح ایک بڑی حد تک عالمگیر نامہ ہی سے ماخوذ ہین،

۳۵۔ **تذکرۃ السلاطین چغتائی**، مصنفہ محمد ہادی کامور خان، یہ تاریخ تیموری خاندان کی تاریخ ہے، دو حصون مین تقسیم ہے، تیمور سے لیکر محمد شاہ کے چھٹے سال تک کے حالات پر مشتمل ہی، ابتدا مین ترکون اور مغلون کا بھی مختصر تذکرہ ہے،

۳۶۔ **منتخب اللباب**، مصنفہ محمد ہاشم خافی خان، یہ تاریخ بابر سے لیکر محمد شاہ بادشاہ کے چودھوین سال تک کی تاریخ ہے، اور اسے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے دو جلدون مین شایع بھی کر دیا ہی، یہ کتاب بہت مشہور و عام ہے،

تذکرے | ۳۷۔ **مآثر الامرا**، مصنفہ شاہ نواز خان شہید خوافی اورنگ آبادی، یہ تیموری امرا کا سب سے بڑا تذکرہ ہے، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اسے تین جلدون مین شائع بھی کر دیا ہے،

۳۸۔ **تذکرۃ الامراء**، مصنفہ کیول رام ولد رگھوناتھ داس اگروال، یہ بھی اکبر سے لیکر بہادر شاہ کے زمانہ تک کے امراء کے حالات مین ہی، اس مین دو سو سے زیادہ کے تمام منصب داروں کا تذکرہ ہے، اور ہندو راجاؤن اور امیرون کے حالات کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہی،

۳۹۔ **فرحت الناظرین**، مصنفہ محمد اسلم بن محمد حفیظ اللہ پسروری اگرچہ یہ ایک عام تاریخ ہے،

لیکن اس کے آخر مین علما، شعرا وغیرہ کے تذکرے بہت مفید ہین اورنٹیل کالج میگزین (لاہور) کے دو نمبرون مین عہد اورنگ زیب کے فضلا، علما، اور شعرا کے حالات اس مین سے شائع کئے گئے ہیں،

۴۰۔ **مآثر الکرام**، مصنفہ غلام علی آزاد بلگرامی، یہ کتاب حیدرآباد سے دو جلدون مین شایع بھی ہو چکی ہے،

۴۱۔ **زبدۃ المقامات**، یہ کتاب حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی، فاروقی سرہندی نقشبندی اور ان کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کے حالات، کرامات، اور تعلیمات پر مبنی ہے، مصنف کا نام معلوم نہین، ایک تصوف دوست ہندو بزرگ نے اسے شائع بھی کر دیا ہے،

۴۲۔ **سفینۃ الاولیا**، مصنفہ شہزادہ دارا شکوہ، یہ ابتدا ے عہد اسلام سے عہد شاہجہان تک کے صوفیاے کرام کے روشن حالات کا منور تذکرہ ہے،

۴۳۔ **سکینۃ الاولیاء**، اس کتاب مین شہزادہ دارا شکوہ نے اپنے پیر ملا شاہ کے مرشد حضرت میان میر لاہوری کے حالات قلم بند کیے ہین،

۴۴۔ **مخبر الواصلین**، مصنفہ محمد فاضل سید احمد اکبر آبادی، یہ بھی بزرگوں کی وفات وغیرہ کے متعلق تاریخی قطعات کا مجموعہ ہے،

۴۵۔ **بحر زخار**، مصنفہ وجیہ الدین اشرف، اس مین صوفیاے اسلام کے عموماً اور ہندوستان کے خصوصاً حالات درج ہین، یہ تذکرہ لکھنؤ مین ۱۲۰۳ھ مین لکھا گیا،

۴۶۔ **خزینۃ الاصفیا**، مصنفہ غلام سرور بن غلام محمد لاہوری، یہ تذکرہ چھپ گیا ہے، اور بہت مشہور ہے،

۴۷۔ **مفتاح التواریخ**، مرتبہ مسٹر ٹامس ولیم بیل صاحب، اسمین اسلامی تاریخ کے تمام اہم واقعات کی تاریخین درج ہین، اس کے علاوہ عمارتون وغیرہ کے متعلق تاریخی قطعات دیئے گئے ہین،

۴۸- **طبقات شاہجہانی**، اس مین شاہجہان بادشاہ کے عہد تک کے امرا کے حالات ہین، اس کے مصنف کا نام محمد صادق ہے،

۴۹- **تذکرۂ علماے ہند**، مصنفہ جناب مولوی رحمان علی مرحوم،

۵۰- **حدائق الحنفیہ**، مصنفہ مولوی فقیر محمد صاحب مرحوم،

۵۱- **مخزن الغرائب**، مرتبہ احمد علی سندیلوی،

خطوط جیسا کہ مکاتیب اورنگ زیب کے سلسلہ مین ہم بتا چکے ہین، اورنگ زیب کے خطوط پانچ قسم کے مجموعون مین پاے جاتے ہین،

(۱) ان خطوط کے مکمل مجموعے (۲) ان مجموعون کے انتخابات (۳) دونا مکمل مجموعے جو ابتدائی مجموعون کے خطوط سے علیحدہ ہین (۴) احکام یعنی وہ عبارتین جو مختلف عرائض پر لکھی گئی ہین، (۵) ایسے خطوط جو تاریخی کتابون، خطوط کے مجموعون اور مختلف اشخاص کی ملکیت مین ملتے ہین، اب ہم ہر قسم کے خطوط کے مجموعون پر علیحدہ علیحدہ کچھ کہنا چاہتے ہین،

(۱) اس سلسلہ مین جو کتاب سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہے، وہ آداب عالمگیری ہے،

۵۲- **آداب عالمگیری**، کے متعلق ہم مکاتیب کے سلسلہ مین بہت کچھ لکھ آئے ہین اور یہان پر اس مین کچھ زیادہ اضافہ نہین کرنا چاہتے،

۵۳- **احکام عالمگیری**، یہ مجموعہ اورنگ زیب کے آخری منشی عنایت اللہ خان کا ترتیب دادہ ہے، اگرچہ یہ خطوط مکمل صورت مین نہین ہین، کیونکہ یہ وہ عبارتین معلوم ہوتی ہین، جو اورنگ زیب نے خطوط مین شامل کرنے کے لیے بتائی ہین، لیکن وہ اتنی مجمل بھی نہین ہین کہ ان کے کچھ معنی سمجھ مین نہ آئین، اس کے علاوہ مکتوب الیہم کے نام بھی دیئے ہوئے ہین، یہ اورنگ زیب کے آخری دور کے خطوط ہین، اس مجموعے کے اس وقت تک صرف دو نسخون کا

پتہ چلا ہے، ان میں سے ایک ریاست رامپور کے کتب خانہ میں ہے اور دوسرا خدا بخش خان کے کتب خانہ میں، اسکا ایک نامکمل نسخہ مدرسہ محمدیہ آگرہ میں بھی ہے،

۵۴۔ **کلمات طیبات**، یہ مجموعہ بھی اورنگ زیب کے منشی عنایت اللہ خان کا مرتب کیا ہوا ہے، اسکی عبارتیں بہت مجمل ہیں، اور اسمیں مکتوب الیہم کے نام بھی نہیں ہیں، یہ احکام کی طرح کمیاب اور نادر نہیں ہے، ہندوستان میں بھی اس کے متعدد نسخے ہیں،

(۲) اس سلسلہ میں بھی متعدد مجموعے ہیں،

۵۵۔ **رقائم کرائم**، اس مجموعہ کو سید اشرف خان میر محمد حسینی نے مرتب کیا ہے، اسمیں زیادہ تر وہ خطوط ہیں، جو اورنگ زیب نے جامع کے باپ میر عبد الکریم کو لکھے تھے، اس کے کئی نسخے میری نظر سے گذرے ہیں، اور ان میں کچھ اختلاف بھی موجود ہے،

۵۶۔ **دستور العمل آگہی**، یہ مجموعہ راجہ سیوا سے جے سنگھ والی جے پور کے دیوان راجا ایال کی فرمایش سے ترتیب دیا گیا ہے، اس میں اورنگ زیب کے لڑکوں اور افسروں کے علاوہ شاہجہان وغیرہ کے نام کے بھی بعض خطوط ہیں،

۵۷۔ **رموز و اشارات عالمگیری**، یہ مجموعہ بھی دیوان مذکور ہی کی فرمایش سے لکھا گیا ہے، لیکن اسمیں شاہجہان وغیرہ کے نام کے خطوط نہیں ہیں،

۵۸۔ **رقعات عالمگیری**، یہ وہ مجموعہ ہے، جو عام طور سے بازار میں ملتا ہے، وہ نمبر ۵۳ و نمبر ۵۴ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے، اس وقت تک اسکے چار انگریزی ترجمے شائع ہو چکے ہیں، اور اب اردو میں بھی اسکا ترجمہ ہو گیا ہے،

ایسے مجموعے بکثرت دستیاب ہوتے ہیں، لیکن یہ عجیب بات ہے، کہ کوئی ایک نسخہ بھی دوسرے نسخہ سے مکمل طور سے نہیں ملتا، بلکہ بعض اوقات تو عبارتوں میں نہ صرف کمی اور زیادتی ہوتی ہے،

بلکہ دوسری عبارتین بھی ملتی ہین، چنانچہ اس وقت ہمارے پاس، دفتر وزیر ہند، متحفہ برطانیہ، دوسرے اور کتب خانون اور متعدد بزرگون کے ہر کتاب کے تقریبًا درجن درجن بھر نسخے ہین، لیکن ان مین ایک بھی مکمل طور سے دوسرے سے نہین ملتا،

(۳) اس قسم کے ہمارے پاس دو مجموعے ہین،

۵۹، **کلماتِ اورنگ زیب**، یہ اورنگ زیب کے آخری عہد کے نامکمل خطوط ہین، یہ مجموعہ دفتر وزیر ہند کے کتب خانہ مین ہی،

۶۰، **کلماتِ طیبات**، اگرچہ اس مجموعہ کا دیباچہ مذکورہ کلماتِ طیبات ہی والا دیباچہ ہے، لیکن اصل کتاب بالکل اس سے جداگانہ ہے، اس مجموعہ کا دوسرا نام کلماتِ اورنگزیب بھی ہے، اور اول الذکر کلماتِ اورنگ زیب کے کچھ حصے اس سے ملتے ہین،

(۴) اس حصہ مین ہم کو اب تک صرف دو چیزین ملی ہین،

۶۱، **احکام عالمگیری**، اس مین اورنگ زیب کی زندگی سے متعلق بہت کچھ وہ حالات ہین، جو عام تاریخون مین تقریبًا نہین ہین، اور اس کے ساتھ ہی اس کے وہ احکام ہین، جو اس نے عریضون پر لکھائے ہین، اس مجموعہ کو استاذ محترم سر جدو ناتھ سرکار نے ترجمہ کے ساتھ اڈٹ کر کے شائع کیا ہی،

۶۲، **اشاراتِ عالمگیری**، اس مین بھی اورنگ زیب کے احکام ہین، چند صفحات کا چھوٹا سا مجموعہ ہے،

(۵) اس قسم مین مندرجہ ذیل جگہون سے خطوط و فرامین ملے ہین،

۶۳، کتاب نمبر ۴۷۶، یہ فرانس کے قومی کتب خانہ مین ہے، اور اس مین صفحہ ۱ب سے ۱۳ الف تک اورنگ زیب کے وہ خطوط ہین، جو اس نے راجہ جے سنگھ کو لکھے ہین،

۶۴، **مکاتیب ریاست جے پور**، ریاست جے پور مین شاہی مکاتیب کا بہت اچھا ذخیرہ ہے، اور اورنگ زیب نے اس خاندان کے لوگون کو جو خطوط لکھے ہین، وہ سب محفوظ ہین، اورنگ زیب کے علاوہ دارا، مراد، شاہجہان وغیرہ نے بھی جو خطوط لکھے تھے، وہ بھی اس دربار مین محفوظ ہین، ٹاڈ نے ان کی نقلین حاصل کی تھین اور اب سر سرکار نے بھی ان کی نقلین حاصل کر لی ہین،

۶۵- **فرامین برلن**، یہ وہ فرامین ہین، جنکا ترجمہ سر جدوناتھ سرکار نے اپنی کتاب ہسٹری آف اورنگزیب مین دیا تھا، یہ فرامین مراۃ احمدی مین بھی ہین،

۶۶- **مراۃ احمدی**، یون تو مراۃ احمدی گجرات کی تاریخ کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے، لیکن فرامین کے لحاظ سے بھی وہ کم اہم نہین ہے،

۶۷، **خطوط شیواجی**، اس مجموعہ مین شیواجی اور اس کے افسرون کے خطوط کے علاوہ وہ خط وکتابت بھی ہے، جو باغی اکبر اور اورنگ زیب مین ہوئی تھی،

۶۸- **ظہور الانشا**، اس مین بھی اورنگ زیب کے متعدد خطوط ہین،

۶۹- **انشاے فارسی**، یہ ایشیاٹک سوسائٹی کے فن انشار کی کتاب الیف ۵۶ ہے، اس مین باغی اکبر و اورنگزیب والی مراسلت کے علاوہ اورنگ زیب و شاہجہان (بوقت محاصرہ) اور اورنگ زیب کے، اس کے لڑکون وغیرہ کے نام کے خطوط بھی ہین،

۷۰- فرامین مملوکہ کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ،

۷۱- فرامین مملوکہ کتب خانہ بشیر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ،

۷۲- فرامین مملوکہ ریاست دھار،

۷۳- فرامین مملوکہ ریاست سوسنگ (میمن سنگھ بنگال)

۷۴- فرامین مملوکہ ڈی، بی پرسنس آنجہانی پونہ، ان مین وہ فرامین بھی ہین، جو اورنگ زیب

اور مراد بخش نے شیواجی کو اپنے صوبہ داری دکن کے زمانہ مین لکھے تھے،

۷۵۔ فرامین مملوکہ بابو وسادیو وشنو جوشی ستارہ،

۷۶۔ خطوط در مجموعہ کتاب نمبر ۱۰۰۸ امتحفہ برطانیہ، اس مین دارا کا وہ خط ہے، جو موت سے پہلے اس نے اورنگ زیب کو لکھا تھا، اور اورنگ زیب کا جواب بھی ہے،

۷۷۔ مجموعہاے خطوط نمبر ۲۵ و ۱۷ ۳ مملوکہ مسٹر ولیم ارون آنجہانی،

۷۸۔ فرامین مملوکہ جادسے دشیکھ،

۷۹۔ **فیاض القوانین** یہ تیموری سلاطین، دوسرے حکمرانون اور امرا کے خطوط کا عجیب و غریب مجموعہ ہے، اس کا سب سے مکمل تر نسخہ جناب شمس العلما صفی الدولہ حسام الملک نواب علی حسن خان صاحب ناظم ندوہ لکھنؤ کے پاس ہے، یہ تین حصون مین ہے، (۱) سلاطین کے خطوط (۲) امرا کے خطوط (۳) متفرقات، ہمارے سلسلہ مین مندرجۂ ذیل لوگون کے خطوط ہین؛

(الف) شاہجہان ۲۵ خطوط،

(ب) اورنگ زیب ۱۱ (اس مین دو خط عربی مین بھی ہین، ایک اپنے استاد مولوی سید محمد قنوجی کے نام اور دوسرا اپنی بھتیجی بیٹی زیب النسار کے نام)

(ج) جہان آرا، ۱

(د) داراشکوہ ۸

(ہ) شجاع ۶

(و) مرادبخش ۴۷

(ز) جعفرخان وزیر اورنگ زیب ۹،

ان کے علاوہ عادل شاہ، قطب شاہ، جے سنگھ وغیرہ کے خطوط بھی ہین،

۸۰، **گلدستہ**، اس مین اورنگ زیب، شاہجہان، قطب شاہ، وغیرہ کے خطوط ہین؛ یہ مجموعہ سرسالار جنگ کے کتب خانہ مین ہی، اور اس کا نمبر ۲۷۳۱ ہے،

تاریخی خطوط کے مجموعے | اس سلسلہ مین مندرجۂ ذیل مجموعے قابلِ ذکر ہین،

۸۱) **ہفت انجمن**، اس کا مرتب و مصنف ایک نومسلم طالع یار ہے، اس کا اصلی نام اودے راے تھا، وہ پہلے رستم خان دکنی، اور پھر مرزا راجہ جے سنگھ کا منشی تھا، راجہ جے سنگھ کی وفات کے بعد اوسنے اسلام قبول کرلیا، اس نے اپنی کتاب کو اسطرح سات انجمنون مین تقسیم کیا ہی،

(۱) عرائضِ رستم خان بشاہجہان،

(۲) عرائضِ مہاراجہ جے سنگ باورنگ زیب، یہ وہ خطوط ہین جو مہاراجہ نے اجمیر کی جنگ کے بعد داراشکوہ کے تعاقب کے سلسلہ مین لکھے،

(۳) عرائضِ مہاراجہ جے سنگھ باورنگ زیب (دکن کی لڑائیون کے سلسلہ مین)

(۴) " رستم خان پسرانِ شاہجہان،

(۵) (الف) رستم خان بامراے شاہجہان، (ب) جے سنگھ بامراے اورنگ زیب، (ج) جے سنگھ بامراے کہ مامورِ دکن بودند (د) جے سنگھ بسعادت خان، قطب شاہ وغیرہ ،

(۷) جے سنگھ بسفراے شاہی کہ بجاکمانِ دکن رفتند،

(۶) (الف) شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہد کے مختلف خطوط، (ب) جے سنگھ کے ذاتی خطوط،

(۷) طالع یار کے اپنے یار دوسرون کے لیے لکھے ہوے خطوط،

۸۲- **انشاے روشن کلام**:- مرتبہ و مصنفہ منشی بھوپٹ راے، وہ، بیسواڑا کے فوجدار رعد انداز خان کا منشی تھا،

۸۳، **مرقعاتِ حسن**، مصنفہ و مرتبہ مولانا ابوالحسن (سنہ ۱۰۶۹ھ) یہ سرکاری ملازم تھے، اور سنہ ۱۰۶۷-۱۰۵۵
تک بنگال اور اوڈیسہ مین رہے تھے، تربیت خان کے عہدِ صوبہ داری اوڈیسہ کے لیے
ان کے خطوط اہم ہین،

۸۴، مجموعۂ منشآت وغیرہ، یہ مجموعہ رامپور کے کتب خانہ مین ہی، اور اس مین بیدار بخت، روح اللہ
خان، اسد خان، مخلص خان وغیرہ کے خطوط ہین،

۸۵- مجموعہ نمبر ۶۶۰۰ مملوکہ متحفۂ برطانیہ، اس مین وہ خطوط ہین، جو عبداللہ قطب شاہ نے شاہجہان
دارا، شجاع، اورنگ زیب اور عادل شاہ وغیرہ کو لکھے ہین،

۸۶- مجموعہ، نمبر ۸۲ ۳۵، مملوکہ متحفۂ برطانیہ اس مین کرناٹک سے متعلق ۱۱۲۰ھ تک کے خطوط
و سرکاری کاغذات ہین،

۸۷، **مجمع الافکار**، یہ ایک نادر مجموعہ ہے، جسمین تاریخی خطوط، فرامین، وغیرہ کی بڑی تعداد
جمع کیگئی ہی، یہ مجموعہ خدابخش خان کے کتب خانہ مین ہی، خطوط کے علاوہ اس مین بہت سی کتابون
کے دیباچے بھی ہین،

۸۸، **رقعاتِ منشی** المعروف بہ ملک زادہ کے جمع کردہ وہ فرامین ہین، جو تمام تر اورنگ زیب
کے عہدِ حکومت سے متعلق ہین، یہ بھی خدابخش خان کے کتب خانہ مین ہی،

۸۹، **منشآتِ طاہر وحید**، یہ مجموعہ حملۂ قندھار، برادرانہ جنگ، اور ایرانی حکومت کی دکن کی
شیعہ حکومتون سے مغلون کے خلاف سازش کے سلسلہ مین بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اگرچہ
درسی حیثیت سے یہ بہت متداول ہے، لیکن تاریخی حیثیت سے اس سے اب تک بہت
کم کام لیا گیا ہے،

۹۰، **بہارِ سخن**، مصنفہ محمد صالح کنبو،

۹۱۔ انشائے مصنفہ مادھورام،

۹۲۔ ریاض الوداد 〃 ایزد بخش رسا،

ان مختلف مجموعون کے علاوہ اور دوسرے مجموعے بھی ہین، لیکن ہم طوالت کے خیال سے ان کو اس جگہ نظر انداز کرتے ہین، البتہ اگر ہم نے ضرورت دیکھی تو تیسری جلد مین ان کی مفصل فہرست دیدینگے،

دکن کی تاریخین

۹۳۔ **بساتین السلاطین**، یہ بیجاپور کے عادل شاہی خاندان کی مکمل تاریخ ہے، اس کا مصنف مرزا ابراہیم زبیری ہی، اور اگرچہ یہ ۱۸۲۴ء کی لکھی ہوئی ہی، لیکن چونکہ پرانی تاریخی کتابون پر مبنی ہے، اس لیے اسکی صحت مین بہت کم گنجایش ہے،

۹۴، **تاریخ علی عادل شاہ ثانی**، مصنفہ نور اللہ بن قاضی سید علی محمد الحسینی القادری، یہ تاریخ خود اس بادشاہ کے حکم سے لکھی گئی تھی،

۹۵، **تاریخ ہفت کرسی**، مصنف کا نام معلوم نہین، یہ بیجاپور کی مکمل تاریخ ہے، یہ تاریخ سات مجالس مین منقسم ہے،

۹۶، **احوال سلاطین بیجاپور**، اس کے مصنف کا نام بھی معلوم نہین، یہ تاریخ بھی ابتدا سے لے کر سکندر عادل شاہ کی موت تک کے حالات پر مشتمل ہے،

۹۷، **علی نامہ**، مصنفہ نصرتی دکنی، یہ علی عادل شاہ ثانی کے حالات مین دکنی اردو مین منظوم تاریخ ہے،

۹۸، **حدیقۃ السلاطین**، مصنفہ نظام الدین احمد بن عبداللہ الشیرازی الصاعدی، یہ سلطان عبداللہ شاہ والی بیجاپور کی ابتداے پیدایش سے سولھوین سال حکومت تک کی تاریخ ہے،

۹۹، **حدیقۃ العالم**، مصنفہ ابو القاسم بن رضی الدین الموسوی المخاطب بہ میر عالم یہ تاریخ

دو حصون مین ہے،

(۱۰۰) **وقائع دکن**، مصنفہ نعمت خان عالی،

(۱۰۱) **تاریخ دکن**، مصنفہ خافی خان ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اسے شایع بھی کر دیا ہے

ایران کی تاریخ | اس عہد کی ایران کی تاریخین ہندوستان کی تاریخ کے سلسلہ مین اس لیے ضروری ہین، کہ اس عہد مین قندھار کے دیرینہ مسئلہ نے ایک اہم صورت اختیار کر لی تھی، اور اورنگ زیب کا اس مین کافی حصہ ہے،

(۱۰۲) **تاریخ عالم آرائے عباسی**، مصنفہ اسکندر بیگ منشی، یہ شاہ عباس اعظم کے حالات مین ہے، اور ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۹ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے،

(۱۰۳) **تاریخ شاہ عباس ثانی**، مصنفہ مرزا محمد طاہر وحید مرزا نے یہ تاریخ خود بادشاہ کے حکم سے لکھی تھی، اور حملۂ محاصرۂ قندھار کے سلسلہ مین بہترین ایرانی بیان کی حامل ہے،

اخبارات دربار | (۴) ۱۰۴، مغل دربار مین تمام صوبہ دارون اور جاگیردار راجاؤن کے سفیر رہتے تھے، وہ وکیل کہلاتے، اور اپنے آقا کے نائب کی حیثیت سے تمام کام انجام دیتے، اپنے آقا کو دربار کے روزانہ حالات سے واقف رکھنے کے لیے وہ یہ بھی کرتے تھے کہ روزانہ کے واقعات قلم بند کرکے اپنے آقا کو روانہ کرتے، اس مین بادشاہ کے ایک ایک کام کا حال درج ہوتا، ان یومیہ اطلاعات کو "اخبارات دربار معلا" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، یہ پیلے قسم کے چھوٹے چھوٹے کاغذ کے سلپ ہوتے تھے، اورنگ زیب کے عہد کے ایسے اخبارات رائل ایشیاٹک سوسائٹی مین ہین، لیکن افسوس کہ وہ مکمل نہین ہین، مندرجۂ ذیل سال کے وہان موجود ہین،

۳، ۴، ۸ سے ۱۵، ۱۷، ۲۰ سے ۲۲ (ان سالون مین یہ سلپ ۱ سے لیکر ۱۶ تک ہین)

۲۶ سے ۴۰ اور ۴۲ سے ۴۹، ان مین سے صرف ۶ سال (۳۰، ۳۸، ۴۳ سے ۴۸) ایسے ہین جنمین

ہر سال کے ۲۰۰ دنون تک کے رقعے ملتے ہین، ۲۹ کے ۱۰۱ ہین اور باقی سال کے ۷۱ سے کم ہین،

عہدِ اورنگزیب کے ایسے اخبارات جے پور کے دربار مین بھی ہین، اور پروفیسر جدوناتھ سرکار نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی اور جے پور دربار دونون جگھون کے رقعون کی نقلین بھی حاصل کرلی ہین،

اسی سلسلہ مین جامعہ ملیہ کے رسالہ جامعہ کے مارچ ۱۹۲۶ء مین مولانا احتشام الدین نے اورنگ زیب کے روزانہ حالات کے متعلق ۱۵ جلدون مین ایک روزنامچہ کا تذکرہ کیا تھا، جواب چوری ہوچکا ہے، مین نے اسی زمانہ مین روزنامہ زمیندار مین اس کے متعلق لکھا تھا، کہ وہ اورنگ زیب کا کوئی روزنامچہ نہ تھا، بلکہ وہ اسی قسم کے اخبارات کا کوئی مکمل مجموعہ ہوگا، افسوس کہ یہ مکمل نسخہ غائب ہوگیا، ورنہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہوتا،

اسی طرح مسٹر ولیم اروِن نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین اورنگ زیب کے حالات کے ماخذ مین ایک سفرنامہ کا تذکرہ کیا ہے، جسمین اورنگ زیب کی بعض سیاحتون کے روزانہ حالات درج ہین، اور اسی قسم کے ایک سفرنامہ کا میرے محترم دوست یافعی صاحب نے بھی پتہ بتایا ہے، مین اب تک دونون مین سے کسی کے حاصل کرنے مین کامیاب نہین ہوا ہون، اور کوشش جاری ہے، ان کو دیکھے بغیر ان کے متعلق کوئی راے ظاہر نہین کیجا سکتی،

تاریخی جغرافیے وغیرہ | ۱۰۵، معجم البلدان، مصنفہ یاقوت حموی،

۱۰۶، ہفت اقلیم، مصنفہ امین رازی،

۱۰۷، تذکرۃ البلاد والحکام، مصنفہ میر حسن علی ولد سید عبدالقادر کرمانی، بیبالاگھاٹ کے متعلق ہے،

۱۰۸، آئین اکبری مصنفہ ابوالفضل،

۱۰۹۔ تاریخ بناے تاج گنج وغیرہ یا تاریخ تاج محل و مصارف بناے آن،

۱۱۰۔ تاریخ بناے حیدرآباد،

۱۱۱۔ تذکرہ نزل مصنفہ عبدالرزاق بن عبد النبی،

۱۱۲۔ تاریخ برہانپور مصنفہ خلیل الرحمن برہانپوری،

۱۱۳، تاریخ بیٹر (دکن) مصنفہ محمد قطب اللہ،

۱۱۴۔ تاریخ قلعہ رودگیر، مصنفہ نواب فرامرز جنگ،

۱۱۵۔ تاریخ قندھار (دکن) مصنفہ شیخ محمد امیر حمزہ،

۱۱۶۔ رہبر دکن، مصنفہ محمد حسن"

۱۱۷۔ گزیٹر ممالک ۔ محروسہ سرکار عالی مرتبہ مرزا مہدی خان کوکب،

۱۱۸۔ گزیٹر آف انڈیا، اوکسفورڈ اڈیشن،

۱۱۹۔ گزیٹر آف سندھ،

۱۲۰۔ آگرہ، لاہور، مصنفہ نواب عبداللطیف صاحب،

۱۲۱۔ تاریخ آگرہ، یا معین الاثار مصنفہ مولوی معین الدین صاحب،

۱۲۲، ضوابط عالمگیری، اس مین سلطنت اورنگ زیب کے مختلف صوبون، ان کی آمدنیون اور پیداوار کا مفصل بیان ہی،

۱۲۳۔ دستور العمل آئین سلاطین ہند اور ہندوستان کے مختلف صوبون، کے حالات ہین

۱۲۴۔ سعید نامہ، یہ کرناٹک کی تاریخ ہے،

۱۲۵۔ تاریخ کشمیری مصنفہ محمد اعظم،

۱۲۶۔ تاریخ بنگالہ " سلیم اللہ،

۱۲۷- بہارستانِ غیبی، مصنفہ علاء الدین اصفہانی الملخاطب بہ شتاب خان،

۱۲۸- چہار چمن برہمن " منشی چندر بھان،

مذہبی کتابیں | ۱۲۹- سرِّ اکبر ترجمہ دارا شکوہ،

۱۳۰- مجمع البحرین، مصنفہ "

۱۳۱- رسالۂ حق نما، مرتبہ چندر بھان،

۱۳۲- دبستان المذاہب،

انگریزی تاریخ وغیرہ | ۱۳۳- تاریخ ہندوستان، مصنفہ ڈو،

۱۳۴- تاریخ دکن " اسکاٹ

۱۳۵- تاریخ ہند، " ایلیٹ و ڈوسن،

۱۳۶- تاریخ ہند، " الفنسٹن،

۱۳۷- تاریخ ازمنۂ وسطیٰ ہند " لین پول

۱۳۸- تاریخ اورنگ زیب " سر جدو ناتھ سرکار

۱۳۹- " " " لین پول،

۱۴۰- تاریخ ہندوستان، " ا۔ا۔ رسے،

۱۴۱- " " " کین،

۱۴۲- ہندوستان کے مسلم سلاطین، " ویلر

۱۴۳- شیواجی، " سر جدو ناتھ سرکار،

۱۴۴- تاریخ ہند، " ونسنٹ اسمتھ

۱۴۵- مغلوں کا نظامِ فوج۔ " ولیم اردن،

۱۴۶۔ مغلون کا نظامِ حکومت، مصنفہ، سر جدو ناتھ سرکار

۱۴۷، ہند عہدِ اورنگ زیب مین، ″ ″

۱۴۸۔ بلوچ اقوام، ″ ڈیم

۱۴۹۔ افغانستان ″ ہملٹن

۱۵۰۔ سفرنامون کے مجموعہ متعلق سٹیل اور کردور

۱۵۱۔ سفرنامہ مصنفہ مسان،

۱۵۲۔ ″ مصنفہ فوسٹر

۱۵۳ ہندوستان کے دروازے ″ ہولڈخ

۱۵۴۔ تاریخِ ہندوستان ″ ارسکین

۱۵۵ سیاسی سفرنامہ، ″ پیلو

۱۵۶۔ سفرنامۂ ہند ″ بریز

۱۵۷۔ ″ ″ ٹوریز

۱۵۸۔ تاریخ منوچی، مترجمہٴ ولیم ارون،

۱۵۹۔ سفرنامہ ہملٹن

۱۶۰۔ ″ (مرزا سمیع اللہ بیگ نے اسکا خلاصہ ہند عہدِ اورنگزیب کے نام سے شائع کیا ہے،)

۱۶۱۔ تذکرہ مرتبہٴ، بیل

۱۶۲، مغلون کے باغ، ایم، سی، ایل، اسٹوارٹ،

۱۶۳۔ تاریخ مرہٹہ، ڈف،

۱۶۴- جہانگیر — بینی پرشاد،

۱۶۵- راجستان، — ٹاڈ،

۱۶۶- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام — ارنلڈ وغیرہ،

۱۶۷، ڈکشنری آف اسلام، — ہیو،

۱۶۸، سکھ مذہب — میکالف

اردو تاریخ

۱۶۹- اورنگ زیب، — مترجمہ عبداللطیف صاحب،

۱۷۰- مضامین عالمگیری — علامہ شبلی رح

۱۷۱- اورنگ زیب — مولوی احمد دین صاحب وکیل،

۱۷۱- تاریخ ہند، — مولانا ذکار اللہ صاحب مرحوم،

۱۷۲ تاریخ بیجاپور — مولوی بشیر الدین،

۱۷۳، آثار الصنادید — سر سید رح

اس فہرست کے علاوہ عہد اورنگ زیب کے سلسلہ مین متعدد اور کتابون کے مطالعہ کا بھی اتفاق ہوا ہے، لیکن طوالت کی وجہ سے نظر انداز کیا جاتا ہی، اس سلسلہ مین ہم یہ ظاہر کئے بغیر نہین رہ سکتے کہ اس وقت اورنگ زیب سے متعلق بہترین مجموعہ استاذ محترم پروفیسر سر جدو ناتھ سرکار کے پاس موجود ہی ہم نے سال بھر تک مستقل طور پر وہان قیام کر کے جہان تک ہو سکا، اس علمی باغ سے خوشہ چینی کی ہی،

۴

شہزادۂ اورنگزیب

باب ا
ولادت، تعلیم، تربیت

پروفیسر جدوناتھ سرکار اپنی مشہور تاریخ اورنگزیب کی تمہید ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں،

"اورنگزیب کی تاریخ عملاً ہندوستان کی شصت سالہ تاریخ ہے، خود اس کا عہدِ حکومت (۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء) سترہویں صدی کے منتصف آخر پر حاوی ہی، اور ہمارے ملک کا اہم ترین تاریخی زمانہ ہے، یہ اسی بادشاہ کا دورِ مسعود تھا جبکہ حکومت مغلیہ اپنے انتہائی عروج کو پہنچی، اور ابتدائے عہد تاریخ سے برطانوی حکومت کے قیام تک کے زمانہ میں شاید یہ واحد حکومت ہے، جس نے اتنی وسعت حاصل کی، غزنی سے لیکر چاٹگام تک اور کشمیر سے لیکر کرناٹک تک تمام ملک ایک ہی فرمانروا کے زیرنگین تھا، اور لادک، لابار کے دور دراز مقامات پر بھی اسی بادشاہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، اسلام کی آخری سب سے بڑی ترقی کا یہی زمانہ تھا، اس طرح سے جو حکومت قائم ہوئی تھی، ایک سیاسی وحدت تھی اس کے مختلف قطعات پر ماتحت حکمرانوں کا تسلط نہ تھا، بلکہ بلاواسطہ بادشاہ کے ماتحت تھے، اور اس حیثیت سے اورنگزیب کی ہندوستانی حکومت اشوک، سمدرگپت یا ہرش وردہن کی حکومت سے وسیع تر تھی، اس وقت تک کسی صوبہ کے گورنر نے سر نہ اٹھایا تھا، اگرچہ کہیں کہیں علم بغاوت بلند کیا گیا، لیکن کسی صوبہ میں بھی کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا، جو شہنشاہِ دہلی کے احکام سے سرتابی کر سکتا"[1]

---

[1] اورنگ زیب جلد، دن مقدمہ،

یہ مورخانہ بیان دراصل ہمارے اس مختصر بیان کی توضیح ہی کہ اورنگزیب عہدِ شاہجہان کا بھی ہیرو تھا، اوراس کے عہدِ حکومت مین جو کچھ ہوا وہ تمام تر اس کے عہدِ شاہزادگی کے حالات و واقعات کا لازمی نتیجہ تھا، اور اگر ہم اسکی شہزادگی کے حالات کو اچھی طرح سمجھ لین، تو پھر ہمکو اس کے پنجاہ سالہ عہد حکومت کے واقعات پر کچھ بھی استعجاب نہ ہوگا،

اس وقت تک اورنگزیب کے متعلق فارسی یا اردو مین جتنی کتابین لکھی گئی ہین، ان مین اس کے عہدِ شاہزادگی کے واقعات کو شاہجہان کے حالات کے سلسلہ مین ضمناً بیان کردیا گیا ہے، اوراسی وجہ سے اس کے اس اہم ترین زمانہ کے اصلی واقعات ہمارے سامنے نہین آئے، اور وہ یک بیک دکن سے ایک بڑی فوج لیکر اپنے معمر ضعیف ولب گور باپ اور اپنے بڑے بھائی سے لڑنے کے لیے آتا ہوا نظر آتا ہے، اوراس کے بعد اسکی تمام زندگی ایک خونی داستان بنکر رہجاتی ہے، حالانکہ جیسا کہ ہم نے متعدد بار بتایا ہے، اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کی تاریخ تمامتر نتیجہ ہے اس کے عہدِ شاہزادگی کے حالات کا، اور جبتک ہم اس عہد کے خانگی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی واقعات کو نہ جانین، ہم اسکی بعد کی طویل تاریخ کے رخ کو نہین پہچان سکتے، اس لیے ہم ابتدائے اس وقت تک جب تک کہ اس کے خطوط شروع نہین ہوتے عام تاریخون سے اور پھر زیادہ تر خطوط اور بعض جگہ تاریخ کی مدد سے اس کے عہدِ شاہزادگی کے واقعات قلمبند کرتے ہین، اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین، کہ چونکہ موجودہ مقدمہ عالمگیر کی کوئی مفصل و مستقل تاریخ نہین ہی، بلکہ رقعات کا ایک تمہیدی حصہ ہے اس لیے ہم اس مین ان واقعات کو جو مفصل طریقہ سے دوسری عام تاریخون مین موجود ہین، اور جو کسی صورت سے بھی متنازع فیہ نہین ہین، سرسری طور سے بیان کرینگے، البتہ ہم ان واقعات کو جو متنازع فیہ ہین یا ان الزامات کے متعلق جو اورنگزیب پر لگائے جاتے ہین تفصیل کے ساتھ بحث کرین گے، اس کے علاوہ ان معلومات کا بھی اضافہ

کرینگے، جو ہم کو رقعات کی تحقیقات کے سلسلہ مین معلوم ہوئے ہین، اور کسی تاریخ مین اُن کا ذکر نہین ہے[1]،

ولادت | یون تو شاہجہان کی اولاد کی تعداد سولہ[16] ہے، لیکن اسکی محبوب ترین بیگم، ممتاز محل بنت آصف خان، اُس کے چودہ[14] بچون کی مان بنی، اور اورنگ زیب کو باعتبار ترتیب چھٹا درجہ حاصل تھا، جس طرح اورنگزیب کی تمام عمر گھر سے باہر اور دار السلطنت سے دور گذری، اسی طرح اس کی ولادت وموت دونون پردیس مین واقع ہوئی، جہانگیر احمد نگر کے سپہ سالار ملک عنبر کو شکست دیکر آگرہ کی طرف اطمینان سے واپس آرہا تھا، کہ مالوہ وگجرات کی انتہائی سرحد پر بمقام دوحد سنیچر کا دن گذار کر رات کے وقت ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۶۱۸ء کو ہندوستان کے سب سے بڑے مسلم تاجدار نے کتم عدم سے عالم وجود مین قدم رکھا، شاہجہان بھی جہانگیر کے ساتھ تھا، اور اس نے دیرینہ رسم کے مطابق ایک ہزار اشرفی کی نذر گذرانی، جہانگیر نے اسے قبول کرتے ہوئے اس مولود مسعود کا نام اورنگزیب رکھا، گویا اسی وقت قضا وقدر کے کارکنون نے خود دادا کے منھ سے اس پیشینگوئی کو ظاہر کر دیا، جو چالیس سال بعد پوری ہونے والی تھی[2]، چونکہ دوحد کی زمین اس قابل نہ تھی، کہ "لائق جشن وضیافت باشد" اس لیے جہانگیر وہان سے کوچ کر کے ایک تالاب کے پاس ٹھہرا، اور وہان ابتدائی رسوم ادا کر کے پورا قافلہ اوجین پہنچا، اور وہان پہنچکر جشن ولادت پوری شان وشوکت سے منایا گیا، طالب کلیم نے سنہ ولادت کی یہ تاریخ نکالی،

داد ایزد بباد شاہِ جہان   خلفی ہمچو مہر عالمتاب

---

[1] چونکہ جدوناتھ سرکار نے اورنگزیب کے حالات بہترین ترتیب سے لکھے ہین، اس لیے ہم بھی ان کی ترتیب کو قائم رکھنا چاہتے ہین،

[2] اقبال نامہ شاہجہانی ص ۳۰، عمل صالح ص ۵-۴۲، توزک جہانگیری، صفحہ ۲۵۲، [3] ایضاً

تاج صاحبقران ثانی یافت	گوہر بحر از و گرفتہ حساب
تا شش اورنگ زیب کرد فلک	تخت ازین پایہ گشتہ عرش جناب
چون بآن مژدہ آفتاب انداخت	افسر خویش بر ہوا چو حباب
خامہ از بہر سال تاریخش	زد رقم "آفتاب عالم تاب" ۱۰۲۸ - ۱ - ۱۰۲۷

ایک دوسرے شاعر نے اس مصرع سے تاریخ نکالی ہے:-

گوہر تاج ملوک اورنگ زیب'

خود اورنگزیب کو اپنے مولد سے خاص محبت رہی ہے، اور وہ اس مقام اور اس کے رہنے والون کی فلاح و بہبود کا ہمیشہ خواہان رہا، چنانچہ اپنے ایک خط مین اپنے بیٹے محمد اعظم کو لکھتا ہے:-

"فرزند عالیجاہ! قصبۂ دوحد از مضافات صوبۂ گجرات مولد این عاصی پر معاصی است، رعایت سکنۂ آنجا واجب دانند، و پیرنجی را کہ از مدت فوجدار آنجاست، ہستمال و بجال دارند، و حرف مرلیضان غرض کہ فی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضا و رشان آنہاست، بحق او نہ شنوند فرد

عنایت بر ضعیفان گوشۂ چشم دیگر دارد

بہر کو چک خود لطف دیگر ہست شاہان را"[۱]

اسی شہزادہ کے نام ایک دوسرے خط مین ہے،

"نقل فرد سوانح رکاب سامی متضمن گذرانیدن داروغہ سرائے دوحد التماس بجناب فیض مآب در مقدمۂ احداث باغ و ساختن پورہ و منڈی بموجب حکم ارسال داشتہ ارشاد شد کہ انچہ ضرور باعث آبادی و رفاہ متردین باشد بکنند و جزیہ دو حاصل یک دو سال معاف"[۲]

---

[۱] رقعات عالمگیری ص ۱۳۱ و ۵۸، [۲] احکام عالمگیری ریاست رامپور جلد اص ۶-۳۵،

پیدایش کے بعد سب سے پہلا مسئلہ رضاعت سے متعلق تھا، اور اس سلسلہ مین یہ شرف میرابوالمعانی خوافی خان کی اہلیہ محترمہ کو حاصل ہوا، اُن کے متعلق صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے:۔

"سیدے بود موصوف بصلاح وتقویٰ، بعنوان درویشانہ می گذرانید، حلیلۂ جلیلۂ او بشرف رضاعت فیض اشاعت شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر رسید[1]"

میرابوالمعانی کے دو لڑکے تھے، ان مین چھوٹا میر ملک حسین اورنگ زیب کا رضاعی بھائی تھا، وہ لڑکپن ہی سے اورنگ زیب کے ساتھ رہا، اورنگ زیب نے بھی اسکی ترقی مین کبھی اغماض نہین کیا، اور جس وقت وہ مرا ہے، وہ خان جہان بہادر ظفر جنگ کوکلتاش کے پر رعب القاب سے مخاطب تھا[2]،

اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے متعلق تمام مورخین بالکل خاموش ہین، البتہ عام تاریخون کے مطالعہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے، کہ اورنگ زیب کو اپنے باپ شہزادہ خرم کی باغیانہ حرکتون کی وجہ سے کبھی بھی ایک جگہ رہنا نصیب نہوا، اور چونکہ شہزادہ خرم کی چہیتی بیگم ممتاز محل نے ایک سچی وفادار بیوی کی طرح ایک منٹ کے لیے بھی جدائی منظور نہ کی، اس لیے یہ خاندان خانہ بدوشون کی طرح دکن سے بنگال و بہار اور پھر وہان سے دکن تک آتا جاتا رہا، تا آنکہ ابتداے ۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ء ہجری مین باپ بیٹے مین ایک عارضی مصالحت ہو گئی، اور اس اطمینان کے لیے کہ شہزادہ خرم آیندہ جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھے گا، یہ طے ہوا کہ وہ اپنے دو لڑکون، اورنگزیب اور دارا شکوہ کو ان کے دادا جہانگیر کے پاس بطور ضمانت بھیجدے، چنانچہ اورنگ زیب اپنے بچپن ہی مین اپنے مان باپ کی محبت بھری گود سے جدا کر کے اپنے دادا کے دربار مین روانہ کر دیا گیا، اور رمضان (جون) ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۶ء مین لاہور پہنچ گیا، اور اس طرح اسے بچپن ہی مین بابر و اکبر کی خاندانی روایات کی تقلید و تتبع کی عزت حاصل ہو گئی، صاحب اقبال نامہ لکھتا ہے:۔

---

[1] مآثر الامرا ج اول صفحہ ۷۹۸ [2] مفصل حالات کے لیے دیکھو مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۸۱۵-۷۹۸

"در ایامِ تکسر برمرأت باطن حق شناس کہ مہبطِ انوارِ غیبی است پرتو افگند کہ غبارے کہ از فتنہ پردازیٔ مفسدانِ ...... بر حواشی خاطر قدسی مظاہر حضرت جنّت مکانی جا گرفتہ بآبیاری استغفار و رضا جوئی، فرو نشانیدہ، عذرِ تقصیرات گذشتہ کہ بحسب سرنوشت از نہانخانۂ تقدیر بعالمِ ظہور آمدہ، باید خواست، شاید آنحضرت (جہانگیر) راکہ بجانب خود مستمال توان ساخت، و بایں ارادۂ حق پسند، عرضداشتے مشتمل بر اظہارِ ندامت و انفعال و استغفار از تقصیرات گذشتہ و حال ارسال داشتند، و حضرت جنّت مکانی منشورے بخطِ مبارک خویش قلمی فرمودند کہ اگر قرۃ العین خلافت سلطان داراشکوہ، و نور باصرۂ سلطنت شاہ اورنگ زیب را بملازمتِ اشرف فرستادہ قلعہ رہتاس و قلعہ اسیر ...... باز گذارد، رقم عفو بر جرائد تقصیرات او کشیدہ، بالاگھاٹ را با وعنایت فرمائیم"۔

"بعد از ورود منشور ...... بکمال تعلق و دلبستگی کہ بہ شہزادہاے والا گہر داشتند، رضا جوئی ولی نعمم را بر دلنوازیٔ خویش مقدم شمردہ، آن جگر گوشہا را بجہت استرضاے خاطر آنحضرت ...... روانۂ درگاہ ساختند[1]"

لیکن یہ جبری جدائی اور یہ جانگداز فرقت دیرپا ثابت نہین ہوئی، کیونکہ ایک سال چند ماہ کے بعد ہی ۲۸ر صفر ۱۰۳۷ھ (۲۸ اکتوبر ۱۶۲۷ء) کو جہانگیر کا انتقال ہوگیا، اور شہزادۂ خرم کو جونہی خبر ملی وہ دکن سے آگرہ آیا، اور وہان ۸ر جمادی الثانی (۴ر فروری) کو شاہجہان کے لقب سے تخت پر بیٹھا، فرزند وفرقت والدین کے لیے اب جدائی ناقابل برداشت تھی، چنانچہ ممتاز محل نے اپنے بھائی آصف خان کو اس کے متعلق لکھا، اور وہ ان دونون کو لاہور سے لیکر آگرہ پہنچا، ان بچھڑے ہوؤن کے ملنے کا نظارہ بہت ہی مؤثر تھا، اور ہم سرکاری درباری مورخ عبد الحمید ہی کے قلم سے اس کی تصویر پیش کرتے ہین،

[1] اقبال نامہ شاہجہانی ص ۵۵۰، تزک ص ۴۲۷،

"غرۂ رجب ۱۰۳۶ھ (۱۴ ، فروری ۱۶۲۷ء) . . . پادشاہزادۂ محمد داراشکوہ و محمد شجاع و محمد اورنگزیب . . . . . باآصف خان . . . از دار السلطنت لاہور بحوالیٔ دار الخلافت اکبرآباد رسیدہ بحکم جہانمطاع در ظاہر بہشت آباد معروف بسکندرہ نزول نمودند، حضرت مہد علیا (ممتاز محل) از نوید قدوم مسرت لزوم اثمار فؤاد و ازہار رشاد و مژدۂ رسیدن ابوین مکرمین کمال سر در انداختہ بدستوری خدیو عالم، خداوند بنی آدم، دُرۂ صدف دولت، موجۂ بحر سلطنت، غرۂ ناصیۂ کامرانی قرۃ العین حضرت صاحبقران ثانی، بیگم صاحب و دیگر فرزندان والاگہر برسم پذیرفتہ متوجہ گشتند، ازان سو یمین الدولہ در خدمت داری فلک جلالت، باستقبال ہودج والا محل علیات حضرت ممتاز الزمانی و گوہر درج جہانبانی بیگم صاحب سوار شد،

حضرت مہد علیا در اثنائے راہ جائے کہ سرادق رفعت برائے ملاقات برافراختہ بودند بدیدن دیدار مسرت آثار فرزندان کامگار بعد از مفارقت دراز و لقائے رافت افزائے والدین ماجدین پس از مہاجرت دیر باز چندان نشاط اندوختند کہ نگارش نپذیرد، چہ در کارخانۂ ابداع عبارتے کہ بگذارش کیفیت این انبساط کہ حالتے است خیالی و وجدانی نہ لسانی و بیانی، وفا کند ایجاد نیافتہ، و تمام روز بجمال فرحت افزا اولاد امجاد و دیدار گرامی ابوین شریفین بہجت آمود گشتند[1]

دوسرے دن جب یہ شہزادے دربار مین حاضر ہوے، اور انھون نے باپ کے سامنے حاضر ہو کر نذرین گذرانین، تو شاہجہان فرط محبت پدری سے بیقرار ہو گیا اور

"آن آسمان جاہ و جلال، کواکب ثواقب اقبال را در آغوش عاطفت کشیدہ بتقبیل جبین روشن پیشانی گردانیدند[2]

اور اسی دن سے اس کا ۵۰۰ روپیہ یومیہ مقرر ہو گیا،[3]

[1] بادشاہ نامہ ج ا حصہ اول ص ۸۰-۱۰۰ . [2] ایضاً ج ا ص ۱۰۹ [3] ایضاً ص ۹۷ ،

اورنگ زیب کی تعلیم | اگرچہ اورنگ زیب کے تبحر علمی، کثرتِ مطالعہ اور وسعتِ نظر کی لاتعداد مثالین اور اس کا ادبی کمال ہم کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہی، کہ اس کی تعلیم بڑے پیمانہ پر ہوئی تھی، اسنے تمام متداول درسی کتابین پڑھی تھین، عربی و فارسی مین اُسے مہارت تامہ حاصل تھی، ہندوستانی سے بھی وہ بیگانہ نہ تھا، اور خاندانی ترکی زبان سے بھی اُسے ایک گونہ واقفیت تھی، لیکن اسکے ساتھ یہ کس قدر افسوناک حقیقت ہی، کہ اس کے اساتذہ اور اسکی عام تعلیم کے متعلق، شاہی یا دوسری معاصرانہ تاریخون مین تقریباً کچھ بھی نہین لکھا ہی، تاہم ہمکو مختلف ذرائع سے جن اساتذہ کا نام معلوم ہو سکا ہے، ان کو مختصراً لکھدیتے ہین،

ہمارا خیال ہی، کہ اورنگزیب کے اوّلین استاد مولانا عبد اللطیف سلطان پوری تھے، کیونکہ تمام تذکرون نے ان کے سن وفات کی تاریخ اس مصرعہ سے نکالی ہے،

آفتابِ علم را آمد کسوف

سنہ ۱۰۳۶

اس کے معنی یہ ہین، کہ اس وقت اورنگزیب مشکل سے دس سال کا ہوگا، ملا صاحب کے متعلق تذکرۂ علماے ہند وغیرہ کا بیان ہی، کہ:-

"در معقولات و منقولات مہارتے تام داشت"[1]

عبد الحمید لاہوری نے اورنگزیب کے صرف ایک استاد کا ذکر کیا ہے، اور وہ ہاشم گیلانی ہین، فرحۃ الناظرین نے بھی ان کا مختصر حال دیا ہے، عبد الحمید لکھتا ہی،

میر محمد ہاشم خلف میر محمد قاسم گیلانی است، مدت دوازدہ سال در حرمین شریفین بودہ منقولات را از شیخ محمد عربی محدث و شیخ عبد الرحیم حسانی و ملا علی نبیرۂ ملا عصام الدین مشہور و معقولات را از میر نصیر الدین حسین پسر زادۂ میر غیاث الدین منصور و مرزا ابراہیم ہمدانی فرا گرفتہ بہندوستان آمد، و طب و ریاضی نزد سر آمد اطبا حکیم علی گیلانی درزید چندے در احمد آباد گجرات بتدریس مشتغل بود، چون دانائی او در فنون فضائل خصوصاً طب بعرض اقدس رسید، حکم شد کہ ہمان بلدہ

[1] تذکرہ علماے ہند صـ۱۳۲

بخدمت صدارت وطبابت بہ پرواز دپس از انقضاے مدتے ملزم عبودیت سدۂ سینۂ گشتہ بامرخاقانی شرف تعلیم اختر برج سعادت پادشاہزادۂ محمد اورنگ زیب بہادر دریافت واکنون در ملازمت آن والا گوہر کامیاب است، بہ تفسیر بیضاوی حاشیۂ نگاشتہ[1]

اورنگ زیب کے تیسرے استاد ملا موہن بہاری تھے، اورنگ زیب نے اپنے ایک خط مین جو علامی سعد اللہ وزیر شاہجہان کے نام ہے ان کا تذکرہ کیا ہے، اس کے علاوہ صاحب مآثر الکرام نے بھی ان کے مختصر حالات قلمبند کیے ہین، چنانچہ وہ لکھتا ہی:-

"نام اصلی او محی الدین است، مولد و منشا بلدۂ بہار، در سن دہ سالگی کلام اللہ را حفظ کرد، و بخدمت پدر خود ملا عبد اللہ کسب علوم نمود، و در ہفدہ سالگی، فاتحہ فراغ خواند، وچندے در وطن خود بہ درس وافادہ پرداخت، بعد ازان بہ ملازمت شاہجہان بادشاہ رسید، و بہ تعلیم شاہزادۂ محمد اورنگ زیب معین گردید......"[2]

ان اساتذہ کے علاوہ اورنگ زیب نے مختلف علما، وفضلا سے بھی استفادہ کے طور پر کچھ نہ کچھ پڑھا ہے، اور اس کا یہ سلسلہ شاید اخیر عمر تک جاری رہا ہے، اس سلسلہ مین سب سے پہلے جس کا نام پیش کیا جا سکتا ہی، وہ شاہجہان کا لائق وزیر علامی سعد اللہ ہے، احکام عالمگیری مصنفہ حمید الدین مین ہے،

"حضرت عالمگیر با ہر کدام ربطے خاص داشتند.... سعد اللہ خان را کہ خطاب عصاے پیری وزیر با تدبیر داشت، نزد او درس خواندہ خود را شاگرد او مقرر نمود"[3]

اس قسم کے دوسرے استاد مولانا سید محمد قنوجی تھے، ان کا سب سے مفصل حال بحر زخار

---

[1] عبد الحمید ج احصۂ دوم ص ۶-۲۵، ؛ وفرحۃ الناظرین، [2] آداب عالمگیری وتحفۃ الکرام صفحہ ۲۳،

[3] احکام عالمگیری صفحہ ۲،

نے دیا ہے، صاحب تذکرہ علمائے ہند نے ان الفاظ مین اُن کا تذکرہ کیا ہے،

"از فرقۂ سادات رسول واز اساتذۂ اورنگزیب عالمگیر بادشاہ ماہر علوم ریاضیہ و ادبیہ بود"

وحاشیۂ مطول از تصانیف اوست[۱]"

تیسرے استاد ملا شیخ احمد معروف بہ ملا جیون تھے، یہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے، اور اپنی تفسیر احمدی اور نور الانوار کی وجہ سے ہندوستان مین بہت مشہور ہین، ان کی نیکی اور معصومیت کے افسانے بھی زبان زد عام ہین[۲]

فرحۃ الناظرین کے مصنف نے دانشمند خان کو بھی اورنگ زیب کا استاد بتایا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ،

چون اورنگ خلافت وجہانداری بعز جلوس عالمگیری ارتفاع یافت خان مذکور (دانشمند خان) مورد مراحم خاقانی شد . . . . . . وپادشاہ دین پناہ بعض کتب رانزد خان موصوف تکرار نمودہ خصوص احیاء العلوم امام غزالی از اول تا آخر تلمذ نمودہ[۳]

مآثر الامراء نے شیخ عبد القوی کے حالات کے سلسلہ مین ضمناً اس بات کا بھی تذکرہ کیا ہے، کہ اس کو بادشاہ کے استاد ہونے پر بہت ناز تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

بنابر تقرب سلطانی وپندار استادی پادشاہ (عالمگیر) اعتنا بشان مردم نمی کرد[۴]

---

[۱] تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۸۳ [۲] مآثر الکرام صفحہ ۱۷۶، ۲۱۶،

[۳] اگرچہ مآثر الامراء جلد ۲ ص ۲ ۳۔ ۳۰ و مآثر الکرام جلد ۲ ص ۱۱۔ ۱۱۰ مین دانشمند خان کا تذکرہ موجود ہے لیکن ان دونون مین سے کسی نے بھی اس استادی کی طرف اشارہ نہین کیا ہے، علاوہ ازین برنیر نے بھی جو دانشمند خان کا تقریباً نوکر تھا، اس کا ذکر نہین کیا ہے،

[۴] مآثر الامراء جلد اول ص ۶۔ ۲۲۵،

فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر نے اپنی کتاب مین اورنگ زیب کے ایک اور استاد کا ذکر کیا ہے، وہ اس کا نام محمد صالح بتاتا ہے، لیکن عام تاریخین اور تذکرے اس کے بیان کی تصدیق سے خاموش ہین، عہدِ شاہجہان مین اس نام کے دو ایسے آدمی ہین، جو کسی نہ کسی طرح اورنگزیب کے استاد کہے جا سکتے ہین، ایک تو میر عبداللہ مشکین قسم کا بیٹا میر محمد صالح ہے، جو خود بہت اچھا کاتب تھا، اور دوسرے میر محمد صالح بدخشانی، اوّل الذکر ۱۰۶۱ھ (۱۶۵۱ء) مین مرگیا[1]، اور میر صالح بدخشی کا تمام شاہنامہ مین صرف ایک جگہ ذکر ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یا تو برنیر کو بات سمجھنے مین غلطی ہوئی، یا پھر اس نے نام غلط دیا ہے[2]،

اس کے ساتھ یہ سنکر تعجب ہوگا، کہ یون تو ہر شخص جانتا ہے کہ اورنگ زیب حافظِ قرآن بھی تھا، اس نے یہ فخر وسعادت لڑکپن مین بسلسلۂ تعلیم نہین، بلکہ عمرِ عزیز کی ۴۳ بہارین گذر جانے کے بعد حاصل کی تھی، اس وقت جبکہ تمام ہندوستان کو برادرانہ جنگ کی مصیبتون سے نجات مل چکی تھی، اور اورنگ زیب بلاشرکت غیرے شہنشاہ محی الدین عالمگیر ہوچکا تھا، اور واقعہ یہ ہے کہ یہ اس کی پہلی ریاضت یا رسم شکر الٰہی تھی جو اس نے تاجدار ہونے پر اس معبود تاج بخش کی خدمت مین پیش کی، ابتداے حفظِ قرآن کی تاریخ آیت کریمہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی (۱۰۷۱ھ، ۱۶۶۱ء) اور اختتام کی "لوحِ محفوظ"، (۱۰۷۲ھ، ۱۶۶۲ء) سے نکلتی ہے[3] ایک سال کے اندر کلام مجید کو حفظ کرلینا ان حالات مین جنمین کہ اورنگ زیب گھرا ہوا تھا، اس کی قوتِ حافظہ کی بین دلیل ہے، اورنگزیب کے ایک مقرب شاعر ضمیر نے اس موقع پر یہ شعر کہا تھا، ؎

تو حامیٔ شرع و حامی تو شارع
تو حافظِ قرآن و خدا حافظِ تو

---

[1] تذکرۂ خوشنویسانِ ہند، صفحہ ۱۰۱ [2] ترجمۂ برنیر صفحہ ۱۵۸-۲۷۵،

[3] مآثرِ عالمگیری ص ۵۳۲، عالمگیر نامہ ص ۱۰۹۲، مفتاح التواریخ ص ۳۹۸ وفرحۃ الناظرین،

اس کے درباری مورخ محمد کاظم اور اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کے مورخ مستعد خان ساقی نے بھی اس کے علمی مشاغل کا تذکرہ کیا ہے، اوّل الذکر لکھتا ہے،

"از کمالاتِ کسبیۂ آنحضرت کہ زینت بخشِ حالاتِ قدسیہ وہبیہ گشتہ، تتبعِ علومِ دینیہ از حدیث و تفسیرِ عربیہ و فقہ شریفِ حنفیہ است، از بس بممارست مراتب شرعیہ و استکشافِ عقائد اصلیہ و مسائل شرعیہ اشتغال ورزیدہ اند، قوتِ حافظہ اشرف مخزنِ این حقائق شدہ و بسیاری از کتبِ طریقت و سلوک و اخلاق چون احیاء العلوم و کیمیاے سعادت و دیگر تصانیفِ عرفا و اکابر و رسائل و مؤلفاتِ علماے باطن و ظاہر بمطالعۂ ہمایون رسیدہ حل . معضلات . و کشفِ اسرارِ آن فرمودہ اند، و بالفعل نیز بعد فراغ از نظمِ مہامِ سلطنت و سروری و تمہیدِ مراسمِ دین پروری و عدالت گستری، باین شرائفِ اشتغال پیوستگی دارند"[1]

صاحب مآثر عالمگیری کا بیان ہے،

"از کمالاتِ کسبیۂ آنحضرت کہ زینت بخشِ حالاتِ وہبیہ گشتہ تتبعِ علومِ دینیہ از تفسیر و حدیث و فقہ است و تصانیفِ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ و انتخابِ مکتوباتِ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری و شیخ زین الدین قدس سرہما و قطب محی شیرازی رحمہ اللہ و ازین قبیل کتبِ دیگر ہموارہ بقدسی مطالعہ درآمد"[2]

حفظِ قرآن کے متعلق عالمگیر نامہ میں ہے:-

از جلائلِ فضائلِ آن خدیو یزدان پرست توفیق حفظ تمام کلام مجید ربانیست، در عین اوانِ سلطنت و جہانبانی و زمانِ اشتغال بامورِ ملک رانی و کشور ستانی کہ ہیچ یک از

---

[1] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۱ [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۳۱-۲،

سلاطینِ اسلام و دین پروران پاستانی را این خصیصہ سعادت چہرہ آرائے دولت نگشتہ . . . . . اگرچہ ہم از مبادی مال و دولت و اقبال برخے از سور کریمہ قرآنی و بسیارے از آیات بینات فرقانی محفوظ خاطر اقدس بود، لیکن حفظ مجموع کلام اللہ ازان بادشاہ خدا آگاہ بعد جلوس برادرنگ حشمت و جاہ اتفاق افتاد . . . .

در عرض اندک وقتے و مختصر فرصتے مجموع کلام مجید و فرقان حمید بارعایت مراتب قرأت و شرائط تجوید و ادراکِ شانِ نزولِ آیاتِ بینات و تفسیرِ معانی و فہمِ اسرار و نکاتِ آن بر لوحِ حافظۂ اشرف . . . . . . مرقم گشت[1]"

اورنگ زیب کو امام غزالی کی کتابوں کیساتھ خاص شغف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اعظم کے نام ایک خط میں ان کی ایک دوسری کتاب کا تذکرہ کرتا ہے :-

درین ولا حکم محکم صادر شد کہ رسالہ منتخب تبر المسبوک تصنیف امام حجۃ الاسلام در عقائد اجمال بوکیل سرکار دولتمدار حوالہ شد کہ بجناب عالی بفرستد[2]"

اسی طرح فقہ کی ایک کتاب کے متعلق صاحب مآثر عالمگیری کا بیان ہے :-

ہیبت اللہ عرب از حیدر آباد جنس بادشاہی آوردہ از نظر انور گذرانید، از انجملہ ہنایہ بود، بخط ملا عبداللہ طباخ جلد اول آن بسرکار رسیدہ بود، و حضرت خواہانِ جلد ثانی بودند[3]"

یہ جو کچھ تھا، اورنگ زیب کے پڑھنے کے متعلق تھا، اس سے طرزِ تحریر، حسنِ خط، اور فنِ انشائ

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۲ - ۱۰۹۱

[2] احکام عالمگیری نسخہ رامپور صفحہ ۵ [3] مآثر عالمگیری ص ۳۰۷ ، مآثر الامراء نے ایک واقعہ کا اور تذکرہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ معظم نے ایک فہرست قرآن عالمگیر کے سامنے پیش کرکے کہا، کہ یہ اپنے قسم کی پہلی کتاب ہے، اورنگزیب نے اپنے ناظم کتبخانہ کو حکم دیا، کہ اس فن پر اس سے پہلے جو کتاب لکھی جا چکی ہے وہ لاکر شہزادہ کو دکھاؤ،

پر ہم اس سے پہلے بحث کر چکے ہین اس لیے اس کو نظر انداز کرتے ہین،

اورنگ زیب کو جس قسم کی اور جن لوگون سے حصول تعلیم کا شرف حاصل ہوا تھا، اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا، کہ وہ ایک روشنضمیر، صاف باطن، پابند صوم وصلوٰۃ، اور پکا مسلمان ہوتا، اور ایسا ہی ہوا[1]، چنانچہ صاحب مآثر عالمگیری لکھتا ہی:-

"باقتضاے سعادات فطری در مراتب دینی بکمال رسوخ اتصاف داشتند و بمذہب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، عامل وبناے خمسۂ اسلام را کما ینبغی تاسیس و تشیید می نمودند وپیوستہ باوضو وبذکر کلمۂ طیبہ و دیگر اذکار وادعیۂ ماثورہ رطب اللسان می بودند، وصلوٰۃ مفروضہ را اول وقت در مسجد وغیر مسجد باجماعت وجمیع سنن ونوافل ومستحبات را بحضور وخشوع تمام میکردند، ودر شہور روزہاے بیض ودر ایام ہفتہ دوشنبہ وپنجشنبہ وجمعہ را صائم بودہ، نماز جمعہ در مسجد جامع بکافۂ مسلمین وعامۂ مومنین می گذاردند، ودر لیالی متبرکہ باحیاے شب می پرداختند..... از غایت حق طلبی شبہا در مقصورۂ مسجد دولت خانہ صحبت باہل اللہ می داشتند..... وزکوٰۃ شرعی...... ہر سال بارباب استحقاق می دادند،...... و ماہ مبارک رمضان را بصوم می گذرانیدند......... ودر عشرۂ اخیرہ در مسجد معتکف می بودند[2]"

اورنگ زیب کو چونکہ صحیح تعلیم حاصل ہوئی تھی، اور اس نے اسلام کی حقیقی روح کو سمجھ لیا تھا، اس لیے شریعت کی پابندی کے ساتھ ہی ساتھ طریقت کا جو راستہ اس نے اختیار کیا تھا، وہ بھی

---

[1] اورنگ زیب کی پابندی نماز کے متعلق دو اہم واقعہ تاریخون مین مذکور ہین، ایک جنگ بلخ وبدخشان کے سلسلہ مین، اور دوسرا جنگ کھجوا کی رات کو جب مہاراجہ جسونت سنگھ نے غداری کی،

[2] مآثر عالمگیری ص۵۲۵-۵۲۶،

وہ راستہ تھا، جس کی بنا ہندوستان کے سب سے بڑے مصلحِ طریقت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی، چنانچہ بعض تذکرون کے بیان کے مطابق اورنگزیب کو حضرت مجددؒ کے خلیفہ و صاحبزادہ حضرت محمد معصومؒ سے شرفِ بیعت حاصل تھا، ایک دوسرے بزرگ حضرت عبداللطیف برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، اورنگزیب جب دکن مین صوبہ دار تھا، تو اکثر ان کی خدمت مین حاضر ہوتا تھا، وہ مردارِ دنیا سے کتنی دور بھاگتے تھے، اس کا اندازہ اورنگزیب کے ایک خط سے ہو سکتا ہے، وہ لکھتا ہے،

"یاد داریم کہ روزے بخدمت میان عبداللطیف قدس سرہ الشریف رفتیم و در اثنائے کلام گفتیم کہ اگر اجازت باشد چند دہ از مضافاتِ پرگون برائے مصارفِ خانقاہ مقرر کردہ شود این دو مصرعہ بر زبانِ صدق ترجمان راندند، بیت

شاہ مارا دہ دہد منت نہد   رازقِ مارزقِ بے منت دہد

گفتیم ہم چنین است، اما تقدیم خدمتِ فقراء و اہل اللہ برائے خیر و برکت دنیوی و عاقبت خود و حصول دعائے مزید نعمت و دولت است نہ برائے از روئے منت گفتند اگر بحقیقت غرض تصمیم ارادۂ باطن نیت خیر است بنصف غلات از حصۂ رعایا بگیرند، بلکہ بمظلومان محنت کش زیادہ ازان گذارند اوراد و ظیفہ برائے گوشہ نشینان متوکل کہ زبانِ سوال بستہ در بیابانہا و زوایائے ویران مسکن دارند، مقرر سازند، و بداد مظلومان نوعے برسند کہ حق کسے تلف نشود، و دستِ اقویا از حالِ ضعفا کوتاہ باشد، افزونی نعمت مشاہدہ نمایند"[۱]

اورنگزیب اور دارا کی شدتِ مخالفت کی ایک بڑی وجہ ان دونون کے مذہبی عقائد بھی تھے، اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، نہ صرف دارا بلکہ خود شاہجہان بھی اسکو اس سلسلہ مین طعن دیا کرتا تھا، لیکن یہان پر اسکا موقع نہین ہے، اس لیے ہم اس وقت نظر انداز کرتے ہین،

[۱] رقعات عالمگیر مطبوعہ رقعہ نمبر ۲۲، انکے علاوہ اسکو احمد آباد کے میر احمد درویش سے بھی عقیدت تھی، ایضاً نمبر ۴۴،

ہاتھی سے لڑائی | اورنگ زیب کے عہدِ طفلی کا سب سے بڑا اور عظیم الشان واقعہ، اس کا مست ہاتھی سے جانبازانہ لڑنا ہے، آگرہ میں ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۰۴۲ھ (۲۸ مئی سنہ ۱۶۳۳ء) کی صبح تھی، شاہجہان شاہانِ مغلیہ کی دیرینہ رسم کے مطابق ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا، دریا کے کنارے دو بدمست ہاتھی لڑنے کے لیے چھوڑ دیئے گئے تھے، ان میں سے ایک کا نام سدھکر تھا، اور دوسرے کا صورت سندر تھا، دارا، شجاع، اور چہاردہ سالہ اورنگزیب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار میدان ہی میں کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے، لڑائی شروع ہوئی، صورت سندر ایک طرف کو بھاگا، سدھکر نے تعاقب کیا، حریف دور نکل گیا تھا، اس لیے سدھکر نے مجمع کی طرف رخ کیا، سب سے آگے اورنگزیب کا گھوڑا تھا، مجمع میں ایک عام انتشار پیدا ہو گیا، لیکن اورنگزیب،

• بمردی زجا یک سرِ مو نشد | ز پیشش چنان سیل یکسو نشد
تمکین سررشتہ زبس جوہرش | نجنبید جز نبض از پیکرش،

اور جونہی اس کے پاس پہنچا، اورنگزیب نے "بازوے جلادت کشودہ بزخم برچھ پیشانی آن ددِ نہایت دیو نثراد را مجروح ساخت،" چوٹ کھا کر ہاتھی اور غضبناک ہوا، اور پورے جوش کے ساتھ اورنگزیب کی طرف لپکا، اس اثنا میں دوسرے لوگ وہان پہنچ گئے، اور انھوں نے چرخی اور بان چھوڑنا شروع کیا، مگر سنیہ مست ہاتھی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا، اور اس نے اورنگ زیب کے گھوڑے پر اس زور سے اپنے دانتوں سے حملہ کیا کہ اورنگزیب کا گھوڑا لڑکھڑا کر گرا، حاضرین کی سانسیں یکبارگی رُک گئیں، لیکن اورنگ زیب کی پیشانی پر بل تک نہ تھا، وہ فوراً اچک کر کھڑا ہو گیا، تلوار نیام سے کھینچ لی، اتنے میں شہزادہ شجاع کی رگون میں برادرانہ محبت کے خون نے جوش مارا، وہ بڑھا ہی تھا، کہ اس کے گھوڑے کے ماتھے پر ایک چرخی آ کر لگی، اور وہ وہیں گر پڑا، دوسری طرف سے راجہ جے سنگھ نے نیزہ سے حملہ کیا، اس اثنا میں صورت سندر نے اپنے دشمن کو دوسری طرف

متوجہ دیکھکر عقب سے آکر حملہ کیا، اور سدھکر جو اس وقت آتشبازی وغیرہ سے پریشان ہو چکا تھا، بھاگ کھڑا ہوا، جس وقت اورنگ زیب باپ کے پاس پہنچا ہے، تو،

"خدیو خدا آگاہ نخست نو نہالِ حدیقۂ سلطنت بادشاہزادہ محمد اورنگزیب را در آغوشِ شفقت کشیدہ بتقبیلِ عاطفت پیرایۂ سعادت بخشیدند، وگوناگون عنایت وخطاب بہادری نوازش فرمودند"[1]

اس موقع پر اورنگ زیب نے جس طرح ایک سچے بہادر تیموری شہزادہ کی شان قائم رکھی، اور جس طرح اس نے موت سے بے پروائی کا ثبوت دیا، وہ اس کی پردلی، جوانمردی، اور استقلال کا بین ثبوت ہے، پھر اس موقع پر جیسا کہ حمید الدین خان کا بیان ہی، اس نے شاہجہان کی نصیحت کا جو جواب دیا، وہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہی، کہ اسی وقت سے دارا و اورنگ زیب کے درمیان مخالفت کا بیج بویا جا چکا تھا، اور باقی ۲۴ سالون مین یہ رشک وحسد، ریشہ دوانیون اور سازشون کی آبیاری سے اتنا بڑھ چکا تھا، اور اس نے اتنی مہلک مضبوطی حاصل کر لی تھی کہ اورنگ زیب کو بالآخر اپنی حفاظت کے لیے اس درخت اور اس کے بونے والے سے نجات پانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دینا پڑا، حمید الدین کا بیان ہی:-

"ایشان (اورنگ زیب) بآہستگی طرفِ بادشاہ می آمدند، اعتماد خان ناظر نزدیک آمدہ . . . . بآواز بلند گفت شما آہستہ می آئید و بادشاہ عجب حال دارند، بآہستگی جواب دادند، کہ اگر فیل اینجا می بود، من جلدی میکردم، الحال چہ اضطراب است"،

اور جب شاہجہان نے دریافت کیا کہ:-

"خدانخواستہ نوع دیگر می شد چہ رسوائی بود"، تسلیمات کردہ در جواب عرض کردند کہ اگر نوع دیگر می شد رسوائی نبود، رسوائی این بود کہ از برادران شد ع

[1] عبد الحمید ج ۱ حصہ ۱ ص ۶۹۲-۹۳، عمل صالح جلد ص ۶۰-۵۴۵، ظفر نامۂ عالمگیری ص ۲، خافی خان جلد ۱ صفحہ ۴۷۴،

پردہ پوش پادشاہان مرگ است

درین چہ رسوائی است[۱]"

اس کے تین دن بعد "روز جمعہ دوم ذی الحجہ ۱۰۴۲ھ (۱ جون ۱۶۳۲ء) کو اورنگ زیب کی پندرہوین سالگرہ تھی، اس دن یہ جشنِ سالگرہ جس شان سے منایا گیا، اسکو درباری مورخ نے ان الفاظ مین لکھا ہے،

"خاقانِ دریانوال در دولت خانۂ خاص و عام آن اخترِ برجِ خلافت را بزر سرخ سنجیدہ این مبلغ را کہ پنجہزار اشرفی بود بان کامگار حوالہ نمودند، و حکم فرمودند کہ وجہ مسطور بمستحقین بدہند، و آن والا نژاد را بعنایتِ خلعت و جیغہ مرصع و تسبیح مروارید، مزین بقطعہاے لعل و زمرد گران بہا و کرۂ مرصع و بازو بند مرصع بالماس و اقسام انگشتری از لعل و یاقوت و الماس و مروارید و خنجر مرصع با پھول کٹارہ و شمشیر مرصع و سپر با یراق مرصع و برچھی مرصع و دو اسپ قبچاق، یکے سرافراز نام با زین مرصع و دیگرے با زین طلاے میناکار و فیل سدھکر با مادہ فیل کہ قیمت مجموعہ دو لک روپیہ شد سربلند گردانیدند، سخن طرازانِ فارسی و ہندوستانی بنظم و نثر داستانِ آن رستم آثار بگذار دند[۲]"،

اس اہم تاریخی واقعہ کے بعد ہم کو تقریباً ایک سال تک اورنگ زیب کے حالات کا کوئی علم نہین، تا آنکہ غرۂ ربیع الثانی ۱۰۴۴ھ (۱۴ ستمبر ۱۶۳۴ء) کو اورنگ زیب ہم کو سفر کشمیر مین شاہجہان کے ساتھ نظر آتا ہے، اور اسی دن اس کو لوکہ بھوآن کا پرگنہ عطا ہوتا ہے[۳]

اس وقت تک اورنگ زیب ایک معمولی کمسن شہزادہ کی طرح ۵۰۰ روپیہ یومیہ پاتا تھا، لیکن سیوم

۱؎ احکام عالمگیری ص ۲-۱، ۲؎ عبد الحمید ج ۱ ص ۴۹۳، اس سلسلہ مین سعیدائے گیلانی اور طالب کلیم کے قصائد قابلِ ذکر ہین، ۳؎ ایضاً ج ۲ ص ۵۲،

رجب سنہ ۱۰۴۴ھ (۱۳ دسمبر سنہ ۱۶۳۳ء) کو

"بمنصب دہ ہزاری ذات و چہار ہزار سوار و علم و نقارہ و تومان طوغ بلند پایگی بخشیدہ فرمان دادند کہ بعد ازین خیمہ سرخ برائے آن گوہر اکلیل سلطنت برپا می کردہ باشند"[1]

یہ اسکی حقیقی زندگی کی ابتدا تھی، جو ۶۴ سال تک اورنگزیب کو ہندوستان مین بسر کرنا تھی، آگے چل کر یہ معلوم ہوگا، کہ اُسے پہلے دن جو عہدہ دیا گیا تھا، اس کو اس نے اپنی شجاعت، بہادری، تدبر، تجربہ اور فن جنگ کے کمال مہارت کی بدولت نہ صرف باقی رکھا، بلکہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتے ہوے ترقی کے انتہائی درجہ تک پہنچکر شہنشاہ ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بنا کہ

ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

---

[1] عبد الحمید ج ۲ صفحہ ۶۵

باب ۲

ابتدائی لڑائیان

اور

دکن کی نظامت

بندیل کھنڈ کی جنگ

بندیل کھنڈ کا علاقہ ہمیشہ سے اپنی شوریدہ سری، شورپشتی، رہزنی اور غارتگری کے لیے مشہور ہے، ہر عہد مین یہان کے باشندون نے حکومتون کو تنگ اور رعایا کو تباہ کیا ہے، اس علاقہ پر اگرچہ اکبر ہی کے عہد مین قبضہ ہوگیا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہی وہ علاقہ تھا، جہان اکبر کا وزیر علامی ابو الفضل قتل کیا گیا، جہانگیر اس کو اپنا دشمن سمجھتا تھا، اور اس نے موقع پاکر اس وقت جبکہ ابو الفضل دکن سے واپس آرہا تھا، بندیلہ سردار بیر سنگھ دیو[1] کے ذریعہ اسے قتل کرادیا[2]، اگرچہ اکبر نے انتقاماً اسے ریاست سے بے دخل کردیا، لیکن اس کا اثر

[1] بیر سنگھ کو عبد الحمید اور بعض دوسرے مورخون نے غلطی سے نر سنگھ لکھا ہے، حالانکہ ہندی مین اس کی جو سوانحمری لکھی گئی ہے، اس کا نام بیر چرتر ہے، اور اس نے جو تالاب بنایا ہے اس کو عبد الحمید تک بیر ساگر لکھتا ہے،

[2] اس کے مفصل حالات کے لیے دیکھو مآثر الامرا جلد ۲ ص ۹ ۱۹ ، اقبال نامہ جہانگیری اور تزک جہانگیری مین ان عنایات وتفضلات کا حال جو جہانگیر نے بیر سنگھ اور اس کے رشتہ دارون کے ساتھ کئے مذکور ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر اس کے احسان کے بوجھ سے اسقدر دبا ہوا ہے کہ وہ اسکی کسی درخواست کو رد نہین کرسکتا، اس کے علاوہ یہ جاننا بھی دلچسپ ہوگا کہ

کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ جونہی جہانگیر تخت پر بیٹھا بیر سنگھ دیو کا ستارۂ اقبال چمک اٹھا، نہ صرف یہ کہ خاندان کے راجہ کو گدی سے جدا کر کے اُسے راج دیا گیا، بلکہ اُسے تقریباً مطلق العنان بنا دیا گیا، اب اس نے رہزنی و غارت گری شروع کر دی، اور اس مالِ غنیمت سے اس نے متعدد مندر، تالاب وغیرہ بنوائے اور جب وہ مرا، تو اپنی کروڑون کی دولت بندیلہ رسم کے مطابق غیر معروف جگہون مین دفن کر گیا، اس کا بیٹا جھجار سنگھ جہانگیر ہی کے عہد مین اپنے باپ کی جگہ گدی پر بیٹھ چکا تھا، اور جب شاہجہان بادشاہ ہوا، تو دوسرے راجاؤن کی طرح وہ بھی دربار مین حاضر ہوا، لیکن نہ معلوم اسے کیا خیال پیدا ہوا، اور اس کے مشیرون نے اسے کیا رائے دی، کہ وہ ایک رات یک بیک بھاگ کھڑا ہوا، جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو اس نے اس کے تعاقب مین فوج روانہ کی، اسے شکست ہوئی، اور اس نے پھر اطاعت قبول کر لی، اس معافی کے باوجود وہ کب نچلا بیٹھ سکتا تھا، اس کی فطرت ہی مین رہزنی تھی، چنانچہ اس نے گونڈ علاقہ گڈہ کے دار السلطنت چوڑا گڈھ پر حملہ کر کے اور اس کے راجہ بھیم نرائن (پریم نرائن ؟) کو قتل کر کے اس پر اپنا قبضہ جما لیا، پریم کے لڑکے نے شاہجہان سے آکر شکایت کی، شاہجہان نے اس پر مندرجہ ذیل تہدیدی خط جھجار کو لکھا"

"چون بے حکم اقدس خونِ بیم نرائن و منسوبانِ او ریختہ ولایت گڈہ را بتصرف در آوردہ است، سود کارِ او دران است کہ ولایت مذکورہ بہ بندہا ے پادشاہی تسلیم نماید، واگر می خواہد کہ در اقطاعِ او مقرر شود، درعوضِ آن جاگیر ہاے حوالیٔ وطن بگذارد، واز نقودِ بیم نراین مبلغ دہ لک روپیہ بدگاہِ والا بفرستد"[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷) کہ ابو الفضل کے اعتقادات کی وجہ سے ایک بڑی جماعت اس کو ملحد و بے دین سمجھتی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ جب بیر سنگھ نے ابو الفضل کے روپیے سے اپنا بڑا مندر بنوایا تو ایک شخص نے اسکے متعلق کہا "مالِ حرام بود بجاے حرام رفت"

۱؎ عبد الحمید جلد اول حصہ دوم ص۹۵ ؛۔ پروفیسر جدوناتھ سرکار اس خط کے متعلق اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ :۔

اس کے علاوہ اس کے لڑکے سے یہ قصور بھی ہوا تھا، کہ جب خانجہان لودی آگرہ سے بھاگ رہا تھا تو راستہ مین اس کا علاقہ پڑتا تھا، اس کا لڑکا بکرماجیت وہان موجود تھا، اور اس نے اوسے غیر معروف راستون سے اپنے ملک سے نکال دیا، اور اس طرح ایک باغی سردار کی مدد کی، عبدالحمید لکھتا ہے:-

"چون آن کافر نعمت (خانجہان) خود را بولایت جہجار سنگھ بندیلہ . . . . . انداخت بکرماجیت پسر کلانِ او کہ در وطن بود، آن سرگردانِ بادیۂ ادبار را براہِ غیر متعارف از ملکِ خود گذرانید، اگر بکرماجیت آن مقہور را راہ نمی داد، او بآسانی دستگیری شد، یا بقتل می رسید"[1]

شاہجہان کا خط ابھی جہجار سنگھ کو ملا بھی نہین تھا، کہ اسے اپنے وکیل کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوئی، خانجہان لودی، نظام الملک اور دکن کے دوسرے علاقون کے امتناد نے اس کے حوصلے بڑھا دیے، اور اس نے اپنے بیٹے کو جو اس وقت خان زمان کے ساتھ بالاگھاٹ مین تھا، لکھا، کہ وہ جس صورت سے ہو، وہان سے نکل بھاگے، اس نے باپ کے کہنے کی تعمیل کی، مگر خان دوران نے اس کا تعاقب کیا، اشٹہ کے قریب لڑائی ہوئی اور شکست خوردہ بکرماجیت بھاگ کر دھامونی مین اپنے باپ سے جا ملا،

بقیہ حاشیہ ص۱۳۸) وہ مقتول کے لڑکے نے بادشاہ سے شکایت کی، لیکن یہ کسقدر حیرت انگیز ہے کہ بادشاہ کو اس صاف و صریح ظلم پر بالکل غصہ نہین آیا، بلکہ اس نے جو کچھ کیا وہ صرف یہ تھا کہ اس لوٹ کے مال مین اپنے حصہ کا طالب ہوا" (اورنگزیب جلد اول ص۱) اگر میرا خیال ہو کہ شاہجہان نے علاقہ کی واپسی یا اس کے برابر بندیلہ علاقہ کا مطالبہ صرف اسلیے کیا تھا کہ وہ اس طرح بھیم نرائن کے لڑکے کی اشک شوئی کر سکے، چنانچہ خافی خان نے اس خیال کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یون بیان کیا ہے کہ:-

"حکمِ نصائح آمیز مشتمل بر رہنمائی بازگشت از راہِ خطا و مسترد ساختنِ مالِ بھیم نرائن بوارثان مکرر بنام آن برگشتہ طالع صادر گردید" (منتخب اللباب حصۂ اول ص۵۰۰)

[1] عبدالحمید حصۂ اول ص۲۸۹،

اب شاہجہان کے لیے اس کی تنبیہ ناگزیر تھی، تاکہ ماورائے نربدہ کی بلا اس طرف نہ آجائے اور اسکی تنبیہ کے لئے تین فوجین

"بسر کردگی سردار . . . یکے عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ . . . . دوم سید خانجہان و سیوم خان دوران . . . . . معین گشتند[1]"

لیکن اب مشکل یہ آن پڑی کہ یہ تینون سردار ہم رتبہ تھے، اور ممکن تھا، کہ ان مین آپس مین اختلاف راے ہو جاے، اور ایسی حالت مین کوئی بھی ایسا نہ ہوتا، جسکا حکم ان کے لیے ناطق ہوتا، اس لیے شاہجہان نے اورنگ زیب کو اس فوج کا سردار بنا دیا، اور اورنگ زیب کے فن حرب کی عملی تعلیم کی یہ بسم اللہ تھی، عبدالحمید کا بیان ہے،

چون بر خاطر خیب ناظر . . . پرتو افگند کہ مبادا سرداران مذکور . . . . . از رائے یکدگر سر بر تابند، و موافقت بمخالفت منجر گردد، سرداری مواکب منصورہ بہ اختر سماے خلافت پادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر مقرر فرمودند،

چنانچہ پانزدہم ربیع الثانی ۱۰۴۵ھ (مطابق ۱۰ ستمبر ۱۶۳۵ء) آن والا گوہر را . . . . . . باضافہ ہزار سوار بمنصب دہ ہزاری پنجہزار سوار . . . . روانہ آنصوب فرمودند[2]"

اس فوج نے جھجھار سنگھ کو شکست دیکر پہلے اورچھا (اندوچہ) پر قبضہ کیا اور یہان دیبی سنگھ کو جو بیر سنگھ اور جھجھار سنگھ دونون کو غاصب سمجھتا تھا، اور جس نے اسی گدی کے وعدہ پر بادشاہ کی مدد کی تھی، راجہ بنا دیا گیا، جھجھار یہان سے داھامونی بھاگا، لیکن وہان بھی اس کے قدم نہ جم سکے، وہان سے اپنے خاندان سمیت گونڈون کے علاقہ مین داخل ہوا، اب اس کے لیے دوہری مصیبت

---

[1] عبدالحمید ج ۱ ح ۲ ص ۹۹، [2] ایضاً

تھی، ایک طرف مغل فوج سختی سے تعاقب کر رہی تھی، اور دوسری طرف گونڈ جان کے دشمن تھے، آخر وہ اور اس کا لڑکا مارے گئے، دوسرے لوگ قید ہوئے، اور اس طرح اس جنگ کا خاتمہ ہوا،

اسی سلسلہ مین چانڈا کے گونڈ راجہ کیبا نے بھی اطاعت قبول کرلی[1]،

دکن | اس بد قسمتی کا کیا علاج ہو سکتا ہے، کہ وہی چیز جو تمام حکومتون اور فرمانرواؤن کے لیے طرۂ امتیاز اور تمغاے افتخار ہو، وہی کارروائیان، جو سلاطین اور کشورکشاؤن کے حالات مین کارنامے کہے جائین، غریب اورنگزیب کے لیے ذلت و بدنامی، رسوائی و شرمساری کا موجب ہون، رومیون نے قدیم دنیا کے تینون براعظمون کے بیشتر حصہ کو اپنے گھوڑون کی ٹاپون سے کچل دیا، لیکن یہ اُن کی عظمت و شوکت کا سبب بن گیا، سکندر اعظم نے مقدونیہ سے لیکر پنجاب تک تمام متمدن ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجادی، لیکن یہی بربریت اس کی بڑائی کا ذریعہ ہے، دور کیون جائیے، خود مغلون کے سب سے زیادہ نیکدل، غیر متعصب، وسیع المشرب، بادشاہ اکبر نے بہار، بنگال، مالوہ، گجرات اور راجپوتانہ کو ہضم کرکے نربدہ پار کی مسلم ریاستون پر حملہ کیا، اور خاندیس، برار، اور احمدنگر، وغیرہ پر قبضہ کیا، اس غاصبانہ قبضہ کا صلہ کیا تھا، کوئی مخالفانہ تنقید، کوئی منصفانہ فیصلہ؟ نہین، بلکہ اُسے "اعظم" کا خطاب دیا گیا،

جہانگیر و شاہجہان، نظام شاہی، عادل شاہی اور قطب شاہی حکومتون سے تمام عمر لڑتے رہتے ہین، تو مورخون کے کانون پر جون تک نہین رینگتی، لیکن جب اسی ناتکمیل و ناتمام کام کو اورنگزیب مجبوراً پورا کرتا ہے، تو اسے ظالم، غاصب، غیر سیاست دان اور متعصب کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے، وہ کونسا انسان ہو، جو اپنے ذرائع مین وسعت کا طلب گار اور اس کے لیے کوشان

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو عبدالحمید ج ۱ ح ۲، منتخب اللباب، عمل صالح،

نہیں ہے، آج تک دنیا مین وہ کونسی حکومت رہی ہے جس نے اپنے کو ابتدا سے انتہا تک صرف ایک مربعہ کے اندر محدود رکھا ہے، اور کیا آج اس تمام ادعاے تمدن و تہذیب اور صداے جمہوریت واشتراکیت کے باوجود جوع الارض اور شہنشاہیت کا بھوت ہمیشہ سے زیادہ مضبوط طریقہ پر اپنی گرفت مضبوط نہین کئے ہوے ہے، فرق صرف اتنا ہے، کہ پہلے جو کچھ ہوتا تھا، اس کا تمامتر دار و مدار ایک شخص واحد پر ہوتا تھا، اور اب تمام ملک اور ساری قوم متحدہ طریقہ سے اس جرم مین شریک ہے، اس لیے جرم کی نوعیت زیادہ سخت، زیادہ ہلاک، اور زیادہ تباہ کن ہوگئی، مگر پھر بھی یہ تمدن و تہذیب کا دور اور حریت و آزادی کا زمانہ ہے، اور کسی کی مجال نہین، کہ اس کے کسی آئین کے خلاف انگلی بھی اٹھا سکے،

ہم آہ بھی کرتے ہین تو ہو جاتے ہین بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہین تو چرچا نہین ہوتا

تاریخ کی اس ناقابلِ تردید حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے، کہ جونہی اکبر کو شمالی ہند کے جھگڑون سے نجات ملی، اس نے فوراً ابندھیاچل اور نربدا کی پار والی اسلامی حکومتون کو اپنی وسیع حکومت مین شامل کرنے کی کوشش شروع کر دی، اپنے بیٹون کو وہان بھیجا، چنانچہ ایک کا تو وہین انتقال ہوا، اور آخر مین خود بھی گیا، خاندیش، برار اور احمد نگر تک پر قبضہ کر لیا، کیا یہ اسلامی ریاستین نہ تھین؟ کیا انھون نے مغلون کی سرحد پر کسی قسم کی بھی کوئی جارحانہ پیش قدمی کی تھی؟ کیا ان مین سے کسی ایک نے بھی کسی باغی و سرکش کا ساتھ دیا تھا؟ کیا ان مین سے کسی نے بھی مفرور ملزم کو پناہ دی تھی؟ نہین ان مین سے کچھ نہ تھا، یہ وسعتِ حکومت کے خواب کی جو ہر بادشاہ دیکھتا ہے، عملی تعبیر تھی، اور بس!!

جہانگیر نے بھی بجز کانگڑا اور راناے اودے پور کی لڑائیون کے تمام عمر اپنی تمام فوج کو

دکن ہی مین مصروف رکھا، عبدالرحیم خانخانان، اعظم خان، ابوالحسن، آصفخان، شہزادہ پرویز اور شہزادہ خرم کون تھا، جو ان جنگون مین شریک نہین ہوا، پھر کیا اُسوقت بیجاپور اور گولکنڈہ، احمد نگر، دولت آباد کے فرمانروا سنی ہوگئی تھی، انھون نے شیعیت سے توبہ کرلی تھی؟ نہین، ایسا نہین تھا، تو پھر اسکا سبب وُہی وسعتِ حکومت کا شوق!

شاہجہان نے بھی ابتدا ہی سے اسکی طرف توجہ کی، خانجہان سے لیکر اسوقت تک کہ اورنگزیب اپنی حفاظت کیلیے دکن سے روانہ ہوا، دکن ہی مسلسل لڑائیون کا مرکز بنا رہا، تو کیا اسوقت شاہجہان کوئی سیاسی غلطی کررہا تھا، کیا وُہ ان اسلامی حکومتون کو مٹا کر مرہٹون کی قوت بڑھا رہا تھا، یا اپنے خیال مین تمام ہندوستان کو ایک واحد حکومت بنا کر اپنی سلطنت کی مرکزیت کو مضبوط بنا رہا تھا؟ اگر ایسا ہی تھا، تو ہمارے ناقدین کو تو خوش ہونا چاہیئے تھا، کہ اورنگزیب نے اپنے پردادا، دادا، اور باپ کے نقشِ قدم پر چلکر "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کا فخر و امتیاز حاصل کیا،

اکبر کی وفات کے وقت خاندیس و برار کے علاوہ نظام شاہی حکومت کا علاقہ جسمین احمد نگر وغیرہ شامل ہین مغلون کے دستِ تصرف مین آگیا تھا، جہانگیر جب تخت پر بیٹھا تو اوسنے بظاہر اُسطرف توجہ کم کردی، اسکا ایک نتیجہ تو یہ ہوا، کہ دکن کے مغل افسرون نے اپنے فرائض کی ادائگی مین کوتاہی شروع کردی، دوسری طرف نظام شاہی حکومت مین ایک حبشی غلام ملک عنبر نے عروج و رسوخ پیدا کر کے مردہ روح مین جان ڈالدی، تینون دکنی ریاستون کو مضبوط کر کے اوسنے اتنی قوت حاصل کرلی، کہ اپنے علاقہ کی واپسی تو کیا شاہی افسرون کو لوٹنا اور قلعون کا محاصرہ شروع کردیا، جب جہانگیر کو اسکا علم ہوا، تو اُسنے شاہزادہ خرم (شاہجہان) کو وہان بھیجا، خرم نے نہ صرف ملک عنبر کو مغلوب کرلیا، بلکہ بیجاپوری فرمانروا سے بھی صلح کر کے دوستی پیدا کرلی، اقبالنامۂ جہانگیری کا مصنف لکھتا ہے[1]

"جمیع دنیاداران دکن سرِ خدمت در ربقۂ اطاعت و فرمان پذیری نہادہ حدود متعلقۂ بادشاہی را..... بدستورِ سابق در تصرفِ اولیاے دولت قاہرہ باز گذاشتند و مقالیدِ قلعہا و حصنہا بتخصیص قلعۂ احمد نگر حوالۂ وکلاے درگاہ والا نمودند.....

و بالتماس آں برگزیدۂ دین و دولت عادلخاں بخطاب مستطاب فرزندی کلہ گوشۂ فخر و مباہات بر فلک سود...

و ایں بیت را بدیہہ گفتہ بقلمِ خاص در عنوان فرمان ثبت فرمودند، بیت

شدی از التماسِ شاہ خرم   بفرزندیٔ ما مشہورِ عالم"

لیکن یہ حالت دیر تک قائم نہ رہی، اور ملک عنبر نے زور پکڑ کر نربدا کے پادشاہی علاقہ پر بھی تاخت شروع کردی، جب جہانگیر کو اسکی خبر ہوئی، تو ایک بڑی فوج مقرر کر کے خود بھی اسکے پیچھے روانہ ہوا، اس وقت

ملہ اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۱-۱۰۰

تک خرم نے ایک مرتبہ پھر سب کو مغلوب کر لیا تھا، اور اس طرح صلح ہوگئی کہ

"بعد از عجز و زاری بسیار مقرر گشت کہ سوائے ملکے کہ از قدیم در تصرف بندہائے درگاہ بود ہوازی چہاردہ کرور دام دیگر از محال کہ متصل بسرحد ہائے بادشاہی است، واگذارند، و پنجاہ لک روپیہ پیشکش بخزانۂ عامرہ رسانند"[1]

شاہجہان اور مہابت خان کی بغاوت، پھر جہانگیر کی موت، اور شاہجہان کی تخت نشینی کے جھگڑے دکنیوں کے لیے خدا ساز باتین تھین، اور انھون نے ان مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، انھون نے تمام بالاگھاٹ وغیرہ لے لیا، شاہجہان کو اصلاحِ حال کے لیے فوراً اس طرف توجہ کرنا پڑی، خان جہان کی بغاوت نے اس معاملہ کو نازک تر کر دیا، چنانچہ متعدد فوجین دکن کی طرف روانہ کی گئین، انھون نے ایک طرف تو نظام شاہیون کا خاتمہ کر دیا، اور دوسری طرف عادل شاہ وغیرہ کو بھی اطاعت پر مجبور کر دیا، لیکن بیجاپوری اپنے وعدے پر قائم نہ رہے، دوسرے شیواجی کے باپ نے نظام شاہی خاندان کے ایک بچہ کو بادشاہ بنا کر بغاوت کر دی، اب شاہجہان کو از سرِ نو دکن کی طرف متوجہ ہونا پڑا، اور وہ ایک مرتبہ پھر اس طرف گیا،

یہان پر ہم مرہٹون کی اس خصوصیت کو جو ان کی عامیانہ چال رہی ہے، واضح کر دینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہو جائے، کہ ہمیشہ سے ان کا کیا دستور رہا ہے، اور کس طرح وہ ہر موقع سے فائدہ اٹھا کر غداری اور نمک حرامی پر اتر آتے تھے، اسی ساہوجی بھونسلہ کے سسرالی خاندان نے شاہجہان کی اطاعت قبول کر لی تھی، لیکن پھر جا کر برہان شاہ سے مل گیا اور جب جادو راے اس کے دو بیٹے اور اس کا پوتا برہان شاہ کی سازش سے دربار مین قتل کر دیئے گیے تو اس کے پس ماندگان پھر شاہجہان کے پاس آگئے، اسی طرح خود ساہوجی نے ابتداءً اطاعت قبول کی اور اس کے خاندان کے دوسرے ارکان نے اس کی پیروی کی لیکن موقع پر نظام شاہی خاندان کے ایک بچے کو گدی پر بٹھا کر مغلون سے لڑنے پر آمادہ ہوگیا، یہی حال شیواجی وغیرہ کا بھی تھا،[2]

---

[1] اقبال نامہ جہانگیری صفحہ ۱۸۳ ، [2] مفصل حالات کے لیے دیکھو بادشاہ نامۂ عبد الحمید، عمل صالح، منتخب اللباب، البساتین السلاطین وغیرہ،

شاہجہان دکن کی مہم کے لیے خود روانہ ہوا، اس اثنا میں ججھار سنگھ کا معاملہ تقریباً ختم ہو چکا تھا، اور "سیوم رجب ۱۰۴۵ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۶۳۵ء) . . . . . . پادشاہزادہ کامگار حسب الحکم از ناحیہ دہامونی معاودت نمودہ شرف ملازمت دریافتند" اور باپ بیٹے سفر کا لطف اٹھاتے ہوئے ۲۴ رمضان (۲۱ فروری ۱۶۳۶ء) کو دولت آباد پہنچے،

اسی اثنا میں شاہجہان نے عادل شاہ اور قطب شاہ دونوں کے نام فرمان روانہ کر دیے تھے کہ اگر وہ پہلے کی طرح پھر اطاعت قبول کر لیں تو ان کے علاقے علیٰ حالہ محفوظ رہیں گے، چنانچہ عادل شاہ کے نام کے فرمان کے ضروری اقتباسات یہ ہیں:-

"چون عادل خان مرحوم اخلاص و رستی بخدمت موفور السعادت داشت و ما نیز بدولت و اقبال عنایت خاص بآن مرحوم داشتیم . . . . . . و پس از رحلت آں غفران پناہ . . . . حقیقۃً تقصیرے ازاں زبدۂ مخلصان ارادت کیش سر بر نزدہ بل مصدر ہر تقصیرے کہ درین مدت ازاں طرف بوقوع آمدہ غلام بد اصل بدطینت بود . . . . . . بنا بریں ما بدولت و اقبال غایت عنایت و نہایت مرحمت نسبت بآں عدالت پناہ داریم، و ملکے کہ عادل خان مرحوم در تصرف داشت، آن را . . . . بآں زبدۂ مخلصان عقیدت پیشہ مرحمت فرمودہ ایم . . . . . ."

می باید کہ آن عدالت و نصفت پناہ قدر عنایات بے غایات بادشاہانہ مارا دانستہ سر رشتۂ اخلاص و بندگی خود را بایں درگاہ خلائق پناہ مستحکم داشتہ آنچہ لازمۂ مریدی . . . . بودہ باشد بعمل آورد . . . . او باشے چند مثل ساہو وغیرہ . . . . باعتماد حمایت آں عدالت دستگاہ ماندہ اند، اگر آن نصفت منزلت بہبود خود را میخواہد می باید کہ دست از حمایت ایں اوباشان باز دارد، و چوں بعد از جلوس اقدس تا حال

پیش کشِ آن عدالت و نصفت پناہ بدرگاہ . . . . نرسیدہ واجب و لازم آنکہ پیش کش را کہ حکم فرمودہ ایم . . . . . . ارسال دارد . . . . . . "

ہرگاہ آن مرحوم باوجود آنکہ قلعہ شولاپور و محال ونکوازان مبرور گرفتہ بملک عنبر دادہ بودیم آنچنان پیشکشے فرستادہ باشند درین وقت کہ ما بدولت بآں عدالت مرتبت قلعۂ شولاپور و آں محال را عنایت مینمائیم باید کہ پیشکشے . . . . بفرستند[1]"

قطب الملک کو جو فرمان بھیجا گیا، اسمین خفگی کے متعدد اسباب تھے، اُن مین اہم ترین یہ تھا کہ ,, قطب الملک نیز عروۂ وثقاے بندگی و حبل متین عبودیت از دست دادہ باعادل خان راہ موافقت می پیمود"

دوسرے اسباب خود فرمان کے الفاظ مین یہ ہین ا-

"بسامعِ جاہ و جلال رسیدہ کہ در ملکِ آن قطبِ فلکِ شوکت علی رؤس الاشہاد سبِ اصحاب کبار[2] . . . . می نمایند و آن ایالت پناہ منع نمی کند . . . . . . بنابرین . . . . . . حکم میفرمائیم کہ از ملک خویش این امرِ قبیح و فعلِ شنیع برطرف گرداند . . . . . . دیگر بعرض رسید کہ خطبہ را دران ملک بنام فرمانرواے ایران می خوانند ہرگاہ آن ایالت پناہ دعوئ مریدی ما می نمود باشد، با فرمان رواے ایران چہ رجوع دارد ؟ . . . . "

دیگر مبلغے کلی از بابتِ پیشکش آں ایالت و شوکت پناہ را باید داد" . . . . . . و اعلام نماید کہ ما بدولت و اقبال نظر بوفورِ اخلاص . . . . . کہ پدر آن ایالت پناہ سلطان محمد قطب الملک مرحوم بخدمت ما داشتہ . . . . .

[1] بادشاہ نامہ جلد اوّل حصہ دوم ص، ۱۳۰-۱۲۶،

آن ملک را باو مرحمت فرمائیم"[1]

قطب الملک نے اپنے میں مقابلہ کی قوت نہ پاکر فوراً اطاعت قبول کر لی، اور بادشاہ کے ایک ایک حکم کی تعمیل کردی، اور بالفاظ شاہجہان "قریب پنجاہ لک روپیہ پیشکش کہ بعد از جلوس اقدس مقرر فرمودہ بودیم ارسال داشت" اس لیے اس کے ساتھ اس رعایت کیساتھ صلح ہوئی، کہ

"از جملہ چہار لک ہون کہ ہر سال حسب الحکم الاشرف بنظام الملک می داد، دو لک ہون را ہر سال بسرکار خاصہ شریفہ واصل سازد و دو لک ہون دیگر بآن قطب فلک شوکت معاف باشد"[2]

اسی کے ساتھ جب عادل خان کیساتھ صلح ہوگئی، تو اُسے بھی یہ تاکید کیگئی کہ

"آن عدالت پناہ ہم کہ کلان ترین دنیا داران دکن . . . . . و بجاے برادر کلان آن قطب فلک ایالت است، اصلاً و مطلقاً در مقام رسانیدن ضررے بملک آں قطب فلک شوکت نشود، و متعرض بحال متعلقہ او نہ گردد، و تکلیف دادن چیزے از نقد و جنس بآن قطب فلک ایالت نکند . . . . واین مقدمہ را نیز از شرائط این قرار داد داند"[3]

لیکن افسوس کہ یہ دو لاکھ ہون کی رعایت جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا اس کی تباہی کا سبب ہوئی،

عادل شاہ نے کچھ تو مرہٹون کی مدد کے بھروسہ پر اور کچھ اپنے امراء کی ایک جماعت کے

---

[1] عبد الحمید جلد اول حصہ دوم ص ۱۳۰-۲۴، [2] جناب سید ہاشمی صاحب نے تاریخ ہند براے انٹرمیڈیٹ حصہ ۳ مین اس رعایت کو غلط طور سے عادلشاہ کی طرف منسوب کر دیا ہے، اور اس غلطی مین پڑ کر پروفیسر سرکار پر غلط اعتراض کر دیا ہے، [3] عبد الحمید ج ۱ ح ۲ ص ۱۷۱

خیالات سے متأثر ہو کر جنگ کی ٹھان لی، لڑائی شروع ہوئی، اور مغل فوج فاتحانہ پیش قدمی کرتی ہوئی بیجاپوری دارالسلطنت تک پہنچ گئی، بیجاپوریوں کو جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی، تو انھوں نے اپنے ہی علاقہ کو ویران اور مضافات کو تہ آب کر ڈالا، مغلوں کے قدم بھی رک گئے، اب پھر صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور مندرجہ ذیل مراعات کے ساتھ معاملہ ختم ہوا،

"مابدولت تمام ملکے کہ از عادل خان مرحوم بآن عدالت مرتبت رسیدہ بآن زبدۂ مخلصان مرحمت فرمودیم، و از ملکِ نظام الملک ہم محال و نکو قلعہا ئے کہ در آن محال واقع است و قلعۂ شولاپور .... و قلعۂ پرینده .... و پرگنہ بہالکی و پرگنہ حیت کو با و از ولایتِ کوکن انچہ بہ نظام الملک متعلق بود .... و پرگنہ چاکنہ را کہ مجموعہ پنجاہ پرگنہ میشود و قریب بست لک ہون حاصل دارد .... مرحمت فرمودیم[۱]"

لیکن ان مراعات کے حصول کے لیئے تین شرطین بھی تھین:-

(۱) حکومتِ مغلیہ کی اطاعت،

(۲) نظام شاہی افسرون سے بے تعلقی،

(۳) قطب الملک سے دوستانہ و مساویانہ تعلقات کا قیام،

اورنگ زیب کی نظامتِ دکن

عادل شاہ نے اس کے بعد بادشاہ کی ایک تصویر مانگی، اور اسکی یہ استدعا بھی منظور ہوئی، اب شاہجہان کے لیے کچھ کام نہین رہ گیا تھا، کیونکہ عادل شاہ نے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ساہوجی[۲] بھونسلہ اور دوسرے باغی نظام شاہی سردارون کا خاتمہ کر دے گا، چنانچہ شاہجہان نے اورنگ زیب کو جو بندیلہ جنگ کی کامیابی کے بعد سے باپ ہی کے ساتھ تھا، ۱۴ ذی الحجہ

[۱] عبد الحمید جلد اول حصہ دوم صفحہ ۱۲۹، [۲] فارسی تاریخون نے شیواجی کے باپ کو جو عام تاریخون مین شاہجی بھونسلہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اسی طرح ساہوجی لکھا ہے اور ہم نے ان کی پیروی کی ہے؛

۱۰۴۵ھ (۲۹ راپریل ۱۶۳۶ء) کو تمام دکنی علاقہ کا صوبہ دار بنا دیا، اور خود شمالی ہند کی طرف روانہ ہوا، اورنگزیب اس سفر مین بھی تین دن ساتھ رہا اور

"بستم صفر ۱۰۴۶ھ (۱۴ر جولائی ۱۶۳۶ء) نورِ حدیقۂ خلافت را . . . .

از حوالیٔ دولت آباد مرخص ساختند"[1]

شاہجہان نے ابتداءً اپنے دکنی مقبوضات کو دو حصون مین تقسیم کیا تھا، لیکن موجودہ فتوحات کی وجہ سے اب اس کو مندرجہ ذیل چار صوبون مین تقسیم کرنا پڑا۔

"یکے دولت آباد با احمد نگر و دیگر محال کہ آن را صوبۂ دکن نامند"۔

"دوم تلنگانہ داین درصوبۂ بالاگھاٹ واقع شد"

سیوم خاندیس کہ حصار آن باسیر و شہر برہانپور شہرت دارد"

چہارم برار کہ ایلچپور حاکم نشین آن است وحصن مشہور کاویل است"۔

ان چارون علاقون مین ۶۴ قلعے ہین، جنمین ۵۳ پہاڑون پر تھے، تیسرا صوبہ بالکل اور چوتھے صوبہ کا ایک حصہ آباد تھا، اوران صوبون کی مجموعی آمدنی ۶۴ ارب دام یعنی تقریباً پانچ کروڑ روپیہ تھی، یہ حالات تھے، جن کے ماتحت اورنگزیب نے اپنی اوّلین نظامت کا آغاز کیا۔

اب اورنگزیب کے سامنے جو اہم ترین کام تھا، وہ یہ تھا کہ وہ نظام شاہی علاقہ کے ان قلعون کو جنپر مرہٹہ سردار ساہوجی یا دوسرے حبشی اور راجپوت سردار قابض ہین، فتح کرے، شاہجہان نے دکن سے جانے سے پہلے ہی دو افسرون کو اس کام کے لیے مقرر کر دیا تھا، چنانچہ خان دوران نے ادگیر کو حبشی سردار سیدی مفتاح سے (جو بعد مین حبشی خان[2] کے نام سے مشہور ہوا) اور اوسہ کو راجپوت افسر بھوج راج سے فتح کیا، اور پھر گونڈوانہ مین داخل ہو کر دیوگڈھ کے راجہ

---

[1] عبد الحمید ج ۱ ح ۱ ص ۲۰۵ [2] مآثر الامراء جلد ۱ ص ۵۷۹-۵۸۳،

کو اطاعت پر مجبور کر کے مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹا، دوسرے افسر خان زمان نے بیجاپوری سردار رندولہ کے ساتھ ساہو جی بھوسلہ کا تعاقب کیا، اور اس کے مختلف قلعوں کو فتح کرنے کے بعد اوسے اطاعت پر مجبور کر دیا، اس کا ساختہ نظام شاہی بادشاہ بھی گرفتار ہوا، اب ساہو جی نے بیجاپوری دربار کی ملازمت اختیار کر لی، اور اس طرح نظام شاہی علاقہ مغلوں کے قبضہ مین آگیا، تقریباً دو کرور کا نقد و جنس ہاتھ لگا، اور اُن کی آمدنی مین ایک کرور کا اضافہ ہو گیا،

لیکن ابھی اورنگ زیب کا کام ختم نہین ہوا تھا، بگلانہ کا علاقہ گجرات و خاندیس کے راستہ مین تھا، اس کے قلعے ناقابلِ تسخیر سمجھے جاتے تھے، اور اس علاقہ کو آزاد چھوڑنا مغل حکومت کے لیے ہر وقت خطرہ کا سبب ہو سکتا تھا اسی لئے جب اورنگ زیب شادی کے بعد آگرہ سے لوٹا ہے تو شاہجہان نے اس کے فتح کرنے کا حکم دیدیا تھا، اور مرہٹہ سردار مالوجی[1] اور طاہر خان کو سات ہزار فوج کے ساتھ اس کی تسخیر کے لیے روانہ کیا گیا انھون نے اس علاقہ کو فتح کر لیا اور اس کا راجہ شاہ بھرجی[2] مغل ملازمت مین داخل ہوا، بھرجی کا داماد سوم دیو رام نگر کا راجہ تھا لیکن چونکہ اس کی آمدنی خرچ سے زیادہ تھی، اس لیے اس سے دس ہزار کی رقم لے کر اسے علی حالہ چھوڑ دیا گیا،[3]

اب صرف ایک مرہٹہ سردار کھیلوجی باقی رہ گیا تھا، ابتداءً وہ نظام شاہی ملازم تھا، پھر شاہجہان کے یہان پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا، لیکن دولت آباد کے فتح کے وقت اپنے نئے مالک سے نمک حرامی کر کے پھر نظام شاہیون سے مل گیا، اس کے بعد عادل شاہ کی ملازمت اختیار کر لی، صلح کے بعد عادل شاہ نے بھی اس کو الگ کر دیا، اب

---

[1] مالوجی مآثر الامراء جلد سوم ص ۴۷-۵۲۰ و طاہر خان ایضاً ص ۴۸-۵۳۶ [2] مآثر الامراء جلد اول ص ۵-۱۲
[3] عبدالحمید ج ۲ ص ۹-۱۰۵،

اس نے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر لیا، اورنگ زیب نے ملک حسین کو اس کی تنبیہ کے لیے بھیجا، وہ گرفتار ہوا، اور قتل و غارتگری کے سلسلہ مین "بسزاے کردارش رسید"[1]

اورنگزیب آٹھ سال (۱۴ جولائی ۱۶۳۶ئ سے ۲۸ مئی ۱۶۴۴ئ) تک دکن کا گورنر رہا، اس عرصہ مین اس نے نہ صرف دکن کے مغل علاقون کو باغیون، رہزنون، اور ڈاکوون سے پاک و صاف کیا، بلکہ اس مین بگلانہ وغیرہ کا اضافہ بھی کیا، اندرونِ ملک کے انتظام و آبادی کے لیے بھی اس نے پوری کوشش کی، اور ایک بڑی حد تک اسمین کامیاب بھی ہوا، چنانچہ قندھار سے واپسی کے وقت جب وہ دوبارہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور جب شاہجہان نے جو بلاوجہ اس سے ناخوش تھا یہ لکھا تھا کہ :-

"اگر آن مرید ولایتِ دکن را ہم آباداں تواند کرد، بسیار خوب است" (۵/۳۷)

تو اس کے جواب مین اورنگزیب نے اس طرح اپنی گذشتہ کامیاب نظامت کا حوالہ دیا تھا کہ :-

"قبلہ و کعبۂ دو جہانی سلامت! بر ضمیرِ منیر اعلیٰحضرت مکشوف خواہد بود کہ این عقیدت منش ہر چند کہ در آباد انکاری و پرداختِ صوبجات عمدہ با سایر مریدان برابری ندارد، اما از ابتداے کہ بعنایتِ جاگیر سرفراز شدہ، ہیچ گاہ در پرداختِ امور ملکی و نسقِ مہمات مقصر نبودہ، چنانچہ ہمین صوبۂ دکن را کہ در نہایتِ ویرانی و برہم خوردگی بود، نوعے معمور ساختہ کہ بر عالمیان ظاہر است و شاید بعد تنخیرِ حقیقت آن بمسامع علیہ رسیدہ باشد" (ایضاً)

اس عرصہ قیام مین اورنگزیب کے منصب مین بھی ترقی ہوتی رہی، اور وہ دہ ہزاری پنجہزاری سوار سے پانزدہ ہزاری ذات و دہ ہزار سوار، شش ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب تک ترقی کر گیا،[3]

اس عرصہ مین وہ چار مرتبہ دکن سے شمالی ہندوستان بھی آیا، اس مین دو مرتبہ

---

[1] مآثر الامراء ج ۳ ص ۲۱ — ۵۲۰، [3] عبد الحمید جلد اول حصہ دوم ص ۲۷۷ و جلد دوم ص ۹۱، ۱۰۴، ۱۲۸ و ۲۸۱

کا آنا خاص اہمیت رکھتا ہے، ایک مرتبہ تو اس وقت جب وہ اپنی شادی کے لیے آیا ہے، اور دوسری مرتبہ، جبکہ جہان آرا جلی ہے، اس آخری آمد کے بعد وہ شاہی عتاب کا مورد اور پھر دوبارہ اپنے منصب پر بحال ہو کر گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوتا ہے، چاروں دفعہ کی آمد کی یہ تاریخیں ہیں،

تاریخ آمد	تاریخ معاودت
(۱) غرۂ ذی الحجہ سنہ ۱۰۴۶ (۱۲ اپریل سنہ ۱۶۳۷ء)	۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۰۴۷ (۴ ستمبر سنہ ۱۶۳۷) برائے کتخدائی
(۲) ۱۵ رمضان المبارک سنہ ۱۰۴۹ (۳۰ دسمبر سنہ ۱۶۳۹ء)	۸ ذی القعدہ سنہ ۱۰۴۹ (۲۰ فروری سنہ ۱۶۴۰) برائے زیارت
(۳) ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰۵۱ (۱۱ مارچ سنہ ۱۶۴۲)	۴ محرم سنہ ۱۰۵۲ (۲۵ مارچ سنہ ۱۶۴۲ء) "
(۴) ۵ ربیع الاول سنہ ۱۰۵۴ء (۲ مئی سنہ ۱۶۴۴)	برائے عیادت جہان آرا

یہاں پر یہ بات قابلِ لحاظ ہے، کہ ہر مرتبہ قیام کے دن واضح طور سے کم ہوتے جاتے ہیں اور یہ چیز تعلقات کی اس اندرونی کشیدگی کو ظاہر کرتی ہے، جو باپ، بھائی بہن اور اورنگ زیب میں غیر مرئی طریقہ سے پیدا ہو رہی تھی، اور جسکا نتیجہ آخری آمد کے وقت یہ ہوا کہ وہ اپنے منصب سے الگ اور حاضری سے منع کر دیا گیا،

باب ۳

اورنگزیب کی متاہل زندگی اعتزال

اور

گجرات کی صوبہ داری

اورنگ زیب کو دکن کی صوبہ داری پر مقرر ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا، کہ اسے اپنی شادی خانہ آبادی کے لیے دکن سے آگرہ آنا پڑا، مغل سلاطین ہندوستان کے فضلا، اور ایران کے شاہی خاندان کے ارکان سے رشتہ داریاں قائم کیا کرتے تھے، چنانچہ اورنگ زیب کے لیے بھی ایران کے سابق امیر مرزا رستم خان کے لڑکے نواب شاہ نواز خان کی لڑکی ولرس بانو کا انتخاب ہوا، رستم خان صفوی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اورنگزیب ۳۰، ذی قعدہ سنہ ۱۰۴۶ھ (۱۵ اپریل سنہ ۱۶۳۷ء) کو آگرہ کے قریب پہنچا، تو شاہجہان نے

"از عواطفِ پدری این رباعیٔ طالب آملی را مرقومِ قلم اعجاز رقم ساختہ نزد آں والا گہر فرستادند، نظم

بامژدہ اگر زود در آئی چہ شود   یا تاختہ پیش از خبر آئی چہ شود
زود آمدنت نظر بشوق ست دیر آ   از زود اگر زود تر آئی چہ شود[1]

چنانچہ اس کے دوسرے ہی دن ۱۶ اپریل کو اورنگزیب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا

[1] عبد الحمید جلد اول حصہ دوم صفحہ ۲۵۵،

اس وقت تک دارا و شجاع کی شادیاں ہو چکی تھیں، ان دونوں شادیوں کے تمام اخراجات ان کی بڑی بہن جہان آرا بیگم نے برداشت کئے تھے، لیکن اورنگزیب کی شادی کے تمام اخراجات خود شاہجہان نے ادا کئے، ساچق کی رسم اورنگزیب کے آنے سے پہلے ہی ۲۹ شعبان ۱۰۴۶ھ (۱۶ جنوری ۱۶۳۷ء) کو ادا کیجا چکی تھی، اب ۲۲ ذی الحجہ (۷ مئی) کو حنابندی کی رسم ادا کی گئی، اور اس کے دوسرے دن بارات شاہ نواز خان کے گھر گئی، شاہجہان نے بھی شرکت کی اور

"در حضور سراسر نور، آن دو گران مایہ گوہر در سلک عقد انتظام یافتند و چار لک روپیہ کابین مقرر گردید"

طالب کلیم نے اس کی یہ تاریخ کہی:۔

"جہان کردہ سامان بزم نشاطے | کہ گلبانگ عیشش بگردون رسیدہ
قران کردہ سعدین و زین سان قرانی | فرح خیز و فرخندہ دوران ندیدہ
ز پیوند این گلبن باغ دولت | زمانہ گل عیش جاوید چیدہ
فلک رتبہ اورنگ زیب آنکہ ایزد | سرا دارتہ تائید غیبیش د یدہ[1]
نہال برومند بستان دولت | کہ اقبال در سایہ اش آرمیدہ

خرد بہر تاریخ تزویج گفتہ

"دو گوہر بیک عقد دوران کشیدہ"

۲۹ ذی الحجہ (۱۴ مئی) کو بادشاہ، اورنگزیب کے گھر گیا، شاہزادہ نے نذر گذرانی، امراء کو خلعت عطا کئے، اور اس طرح یہ شادی ختم ہوئی[2]،

اورنگ زیب کے اس محل خاص کے علاوہ کئی دوسری ایسی بیگمات بھی تھیں جنکو یہ شرف حاصل ہوا

---

[1] مفتاح التواریخ نے اس شعر کو اس طرح دیا ہے،
فلک رتبہ اورنگ زیب آنکہ بخشش | سرافراز ناہید جاوید دیدہ،
[2] عبدالحمید ج ۱ حصہ دوم صفحہ ۲۶۶،

تھا، ان مین قابلِ ذکر یہ ہین:-

۱- نواب بائی، انکا نام رحمت النسا بیگم تھا، اور کشمیر کی ریاست رجوری کے راجہ راجو کی صاحبزادی تھین،

۲- اورنگ آبادی محل، } اکبر ہی کے زمانہ سے مغل خاندان کا یہ دستور تھا کہ جو "پرستار" جس شہر مین داخل ہوتی اُسی کی طرف اسکا انتساب ہوتا تھا،
۳- اودیپوری محل،

ان چار محلون کے علاوہ جنمین سے ہر ایک صاحبہ اولاد تھین، اورنگزیب کے حرم مین ان تین "پرستارانِ قدیم" کا بھی شمار کرنا چاہیے، ان مین سب سے زیادہ اہم زین آبادی محل ہے، اس کے متعلق ہمارے معلومات کے صرف دو ذریعہ ہین، مآثر الامرا، اور احکام عالمگیری، زین آبادی محل کا واقعہ اس لیے خاص اہمیت رکھتا ہے، کہ جیسا کہ ان دونون کا بیان ہے، "یہ پہلی نظر مین محبت" کا معاملہ تھا، لیکن افسوس کہ محبت کا یہ پودہ زیادہ سرسبز و شاداب نہین ہوا، اور چند ماہ بعد ہی اپنے عاشقِ صادق کو داغِ جدائی دے گئی، مآثر الامرا نے اس سلسلہ مین اورنگزیب پر جو الزام لگایا ہے، وہ بے حقیقت اور صداقت سے دور ہے، یہ واقعہ اس وقت کا ہے، جبکہ اورنگزیب آخری مرتبہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہو کر گیا تھا، برہانپور مین اسکا قیام تھا، اور جب اس محبت کی شادی کا حال دربار تک پہنچا، تو لوگون نے اس مین خوب حاشیہ آرائی کی، شاہجہان نے جو بلاوجہ اورنگزیب سے ناخوش تھا، اوس سے اس کے متعلق جواب طلب کیا، اور اورنگزیب نے ان الفاظ مین صفائی پیش کی:-

"پیر و دستگیر سلامت! عیوب بندہ سراسر تقصیر زیادہ ازان است کہ توان شمرد، چنانچہ مکرر اظہار آن کردہ بہ برکتِ ارشادِ مرشدِ حقیقی توفیقِ اصلاحِ آن رفیق باد، اما بحمد اللہ تعالیٰ کہ با ہمہ عیب ہیچ گاہ مصدرِ امر کہ خلاف مرضئ خدا و سایہ خدا بودہ باشد نگشتہ، با احدے

[1] وارث ص۳۴۴

بقام بدی و بد اندیشی نیست، مقدمہ کہ درین ولا بسامع رسید محض خلاف است[۱]"،

اس کے علاوہ مآثر عالمگیری نے دو کا اور تذکرہ کیا ہے، یعنی (۱) دل آرام اور (۲) دولت آبادی محل[۲]

اب ہم اورنگزیب کی اولاد کا حال لکھتے ہین، اورنگزیب کے پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیان تھین، دلرس بانو سے جو وفات کے بعد رابعہ الدورانی کے نام سے مشہور ہوئی، پانچ اولادین ہوئین،

(۱) زیب النساء (۲) زینت النساء (۳) زبدۃ النساء (۴) محمد اعظم اور (۵) محمد اکبر،

نواب بائی سے تین،

(۱) محمد سلطان (۲) محمد معظم اور (۳) بدر النساء،

اورنگ آبادی محل سے ایک،

(۱) مہر النساء

اور اودے پوری محل سے بھی صرف ایک،

(۱) کام بخش،

چونکہ ہم نے اورنگزیب کی بیگمات اور ان کی اولاد کے حالات کو ضمیمی جلد مین مفصل طور سے لکھا ہے، اس لیے ہم طوالت کے خیال سے تمام تفصیل کو نظر انداز کر دیتے ہین[۳]،

اورنگ زیب کی معزولی خاندانی حالات کے سلسلہ مین اورنگزیب کی معزولی کا واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہے، کہ اس بات کا مظہر ہے کہ وہ کشمکش، وہ مخالفت اور وہ عداوت جو آخر مین جنگ برادران کی صورت مین ظاہر ہوئی، اس کی علانیہ ابتدا اسی عہد سے ہوتی ہے، ۲۷ محرم ۱۰۵۴ھ (۶ مارچ

---

[۱] مآثر الامراء جلد اوّل ص ۲-۷۹۰، احکام عالمگیری حمید الدین ص ۹-۷، رقعات ص ۹۲ خط ۱۲۵ [۲] مآثر عالمگیری ص ۳۴۸ و ۱۵۱

[۳] مفصل حالات کیلئے دیکھو، بادشاہ نامہ عبد الحمید وارث وغیرہ و عالمگیر نامہ۔ مآثر عالمگیری و مآثر الامراء۔

سنہ ۱۶۴۴ع) کو جہان آرا بری طرح سے جل گئی، اپنی ماں کی موت کے بعد وہ تمام محل کی ملکہ تھی، اور شاہجہان کی خدمت کو اس نے اپنی زندگی کا مقصد وحید مقرر کر رکھا تھا، شاہجہان بھی اسکی اطاعت و خدمت سے بہت زیادہ خوش تھا اور اس نے ایک محبت والے باپ کی طرح اُسے سب کچھ دے رکھا تھا حتیٰ کہ ملکی امور مین بھی اس کا اثر بہت کچھ کارفرما تھا، شاہجہان اس اچانک واقعہ سے بہت پریشان ہوا، علاج مین کوئی کسر اٹھا نہین رکھی گئی، دعا اور دوا مراہم و خیرات دونون کی فراوانی تھی، تمام حکومت اس مین شاہجہان سے ہمدردی کا اظہار کر رہی تھی، اور تمام خلق بیگم صاحب جیو کے لیے دست بدعا تھی، اور نگزیب دکن سے اور مراد بخش اپنے صوبہ ملتان سے اپنی بڑی بہن کی عیادت کو آئے، اور نگزیب ۵ ربیع الاول سنہ ۱۰۵۴ (۲ مئی سنہ ۱۶۴۴ع) کو آگرہ پہنچا، شاندار طریقہ سے اس کا استقبال کیا گیا، اس نے دربار مین حاضر ہو کر نذر پیش کی، اور خلعت سے سرفراز ہوا[1]، لیکن اس کو آئے ہوے مشکل سے تین ہفتے گذرے ہونگے، کہ یکم ربیع الثانی (۲۸ مئی) کو

"چون از مجالست برخے بے دانشان خرد تباہ و نابخردان نظر کوتاہ پادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر بران شدند کہ دست از مواد دولت باز کشیدہ، بگوشہ نشینی دزادیہ گزینی درسازند و لختے امور کہ مرضیٔ مزاج اقدس نبود ارتکاب نمودند، اعلیٰ حضرت بقصد ترتیب و تادیب بل ترشیح و تہذیب چندے ازان والا گہر نظر عاطفت باز داشتہ بتغییر منصب و جاگیر و عزل، از خدمت نظم کل دکن . . . . . . تنبیہ فرمودہ[2]"

یہ سرکاری درباری مورخ کا بیان تھا، عمل صالح کا بیان اس سے ذرا صاف ہے:۔

"چون از دریافت فیض صحبت درویشان و برکت انفاس متبرکۂ ایشان بادشاہزادہ

---

[1] عبدالحمید ج ۲ ص ۳، ۳۷۳ - [2] ایضاً ص ۳۷۶،

عالمیان محمد اورنگ زیب بہادر بران آمدند کہ از دولت فانی خود را برکنار کشیدہ، بدولت عزلت وگوشہ نشینی در سازند، چون این معنی از غایت ابواب عطوفت باطنی مرضی طبیعت قدسی طویت نبود، چندے آن شہسوار مضمار توفیق، سالک مسالک عرفان و تحقیق را از کسوت منصب معسری داشتہ[1]"

اس مورخ نے کم از کم عبدالحمید کے ایک الزام کو کہ اورنگ زیب نے بعض ایسی حرکتین کی تھین جو شاہجہان کو ناپسند تھین، دور کردیا ہے، اور پہلے الزام مین "از مجالست برخے بے دانشان خرد تباہ دنا نجردان نظر کوتاہ" کی جگہ "از دریافت فیض صحبت درویشان و برکت انفاس متبرکہ ایشان" کو رکھکر اس نے اس الزام کو بھی بالکل دور کردیا ہے، لیکن یہ بات عام فہم سے بالاتر ہے کہ آخر کوئی شخص مذہبیت سے کیون رنج ہونے لگا، دوسرے عبدالحمید نے اعمال ناپسندیدہ کی بھی کوئی تشریح نہین کی ہے، اس کے ساتھ ہی اورنگ زیب کے آخر عمر کے ایک معتمد خاص نے اسکے متعلق ایک عجیب و غریب توضیح پیش کی ہی، اور بہت ممکن ہی کہ اس واقعہ کو اس مین کوئی دخل ہو لیکن تاریخی حیثیت سے اس کا کوئی ثبوت نہین، بلکہ اس کا یہ بیان کہ دارا شکوہ، اپنے تینون بھائیون کو محل دکھلانے لے گیا تھا، واقعہ کے خلاف ہی، کیونکہ شہزادہ شجاع جہان آرا کی عیادت کو نہین آیا تھا، اس لیے جس وقت اورنگزیب مورد عتاب ہوا ہے، تینون بھائیون کی موجودگی غلط ہے، دوسرے شاہجہان اس زمانہ مین ایک دن بھی دارا کے یہان نہین گیا، بلکہ جہان آرا کے اچھے ہونے کے بعد اس کے ساتھ ۵ رجمادی الاوّل (۲۰ جولائی) کو گیا ہی جو اورنگزیب کی معزولی کے تقریباً دو ماہ بعد کا واقعہ ہی، تیسرے اسکا بیان ہی کہ اوس کے بعد وہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اورنگزیب صرف دوم مرتبہ

---

[1] عمل صالح جلد دوم صفحہ ۰۶-۴، خافی خان کا بیان ہی کہ اورنگ زیب کو یقین تھا کہ شاہجہان اس کو معزول کردے گا اور اس لیے وہ خود الگ ہوگیا تھا،

دکن کا صوبہ دار ہوا ہے، پہلی مرتبہ جیسا کہ گذر چکا جس وقت وہ صوبہ دار مقرر ہوا ہے باپ کے ساتھ دکن ہی مین تھا، اور دوسری مرتبہ قندھار سے واپسی پر کابل مین شاہجہان سے ملا ہے، اور یہ باپ بیٹے کی آخری ملاقات تھی، بہرحال ہم اس کے بیان کو بھی یہان درج کر دیتے ہین:-

"برائے داراشکوہ در اکبرآباد خانۂ نو تیار شدہ، اعلحضرت را با ہر سہ پسر در آنجا ضیافت کرد، از این راہ کہ ایام گرما بود تہ خانہ متصل دریا ساختہ بودند، و آئینۂ حلبی از قد آدمی زیادہ طرف دریا نصب کردہ بودند، اعلحضرت را برائے دیدن کیفیت آنجا با برادراں برد، محمد اورنگزیب متصل دروازہ کہ راہِ آمد و شدِ مردم بود نشستند، داراشکوہ کہ این معنی را دید بطرف اعلی حضرت اشارہ بچشم کرد، کہ نشستنِ ایشاں را باید دید، بادشاہ فرمودند کہ "بابا ہر چند شما را عالم و درویش صفت میدانیم، لیکن حفظِ مراتب ہم ضرور است ع،

گر حفظِ مراتب نکنی زندیقی،

چہ لازم کہ در راہ رو مردم نشستند و پائینِ دست برادر خورد باشد؟" ایشان عرض کردند، کہ وجہ این نشستن عرض خواہم کرد، بعد از لحظہ بتقریب نماز ظہر بجماعت برخاستند، و از آنجا بغیر از حکم بخانہ رفتند، بعد از انکہ بعرض مقدس رسید حکم شد کہ بدربار نیایند، چنانچہ ہفت ماہ منع مجرا بود، بعد ہفت ماہ بیگم صاحب را فرمودند کہ شما بخانہ اش رفتہ وجہ بحکم اندر من آں روز پرسید، در جواب گفتند کہ آں روز کہ داراشکوہ ضیافت کردہ بودند، اگر این معنی عمداً از برادر واقع شدہ بود، کہ پدر را با سہ برادر در تہخانہ یکدروازہ نشانیدہ مکرر برائے ضروریات ضیافت آمد و شد داشتند، پس اگر دروازہ را بند میکردند کار تمام بود، و اگر سہواً بود در خاطر من مکرر رسیدہ بود، کہ در وقتے کہ ایشان اندرون باشند این خدمت را من بجا آرم، لیکن حرمتِ اعلحضرت مانع این حرکت شد

استغفار کردہ بیروں آمدم، بعد از شنیدن ہماں وقت طلبیدند مورد عنایت نمودند، و ایشاں بہ سعد اللہ خان فرمودند کہ بہر صورت مرا از حضور بیروں باید فرستاد کہ خواب و آرام از من رفتہ است تا آنکہ از لاہور بصوبہ داری دکن روانہ نمودند[1]۔

لیکن واقعہ یہ ہے، کہ یہ جو کچھ ہوا، دارا شکوہ اور اس کے شرکا کی سازش کا نتیجہ تھا، انھوں نے اورنگزیب کی طرف سے شاہجہان کو اتنا بدگمان و بردا شتہ خاطر کر دیا تھا، کہ اسکی ہر درخواست نامقبول ہوتی، اس کی ہر تجویز مسترد کر دیجاتی، اور اس کے ایک ایک کام کی معاندانہ تنقید و تنقیص ہوتی، اور یہ سلسلہ دکن کے دوسری مرتبہ کی نظامت کے وقت بھی قائم رہا، اورنگزیب ان تیروں سے پریشان ہو گیا، اور اس نے انتہائے مایوسی مین اپنی بڑی بہن جہان آرا کو جو خط لکھا ہے، اسمین دس سال پہلے کی اس خفگی کی وجہ صاف ظاہر کر دی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"مشفقہ من! اگر چہ این فدوی ہرگز خود را داخل مریدان و بندہا نشمردہ و بجز غلامی دعوے ندارد، بہر وضع کہ دارند خرسند است، لیکن از آنجا کہ از دولت اعلحضرت عمرے بعزت و ناموس گذرانیدہ و در ہمین ولایت مدتے باستقلال بسر بردہ و دریں ولا نیز پیر مرشد حقیقی بے خواہش و اظہار ایں مرید بمحض تفضل، ایالت ایں ملک را بایں مخلص مرحمت فرمودہ اند، ظہور ایں امور خلاف مرید پروری و بندہ نوازی و سبب خفت و اہانت و عدم استقامت حال فدویان است، بگرداب حیرت افتادہ نمی داند، کہ آیا دربارۂ ایں عقیدت سرشت کہ بعد ایزد جہاں آفریں عز شانہ، غیر از ذات والا صفات قبلہ و کعبہ خود پناہے ندارد، مرکوز خاطر مقدس چیست، اگر بواسطۂ رعایت خاطرے یا مصلحتے مرضی طبع مبارک چنان است، کہ از جملہ مریدان ایں فدوی بالفعل بہ بے عزتی زندگانی

[1] احکام عالمگیری صفحہ ۱۹۷

نموده آخر کار بطریقِ نامناسب ضائع شود، از طاعت گریزے نیست ع

هرچه رود بر سرم چون تو پسندی رواست

حسبنا الله ونعم الوکیل،

اما چون بدین آئین زیستن و مردن دشوار است و لطفے ندارد، و برائے امورِ فانی ناپایدار در رنج و آزار نمی توان بود و خود را بدستِ دیگرے نمی توان سپرد، ہمان بہتر کہ بحکمِ اعلیٰ حضرت کہ سر و جانِ مریدان فدائے رضائے ایشان است از ننگ چنین حیات وارہد، تا مصلحتِ ملکی فوت نشود و خاطر ہا ازین فکر بیاساید،

این مرید پیش ازین بدہ سال اینمعنی را دریافتہ، و خود را محلِ مطلب دانستہ استعفا نمودہ بود، ثانی الحال محض بجہتِ خوشنودی پیر و مرشدِ حقیقی کہ اہم مقاصدِ این فدوی است، باین وضع تن در دادہ، کشید انچہ کشید، بایستے ہماں وقت معاف میفرمودند تا گوشۂ اختیار نمودہ غبارِ خاطرِ کسے نمی شد و باین کش مکش نمی افتاد، الحال نیز تدبیر این کار وابستہ برائے صوابنمائے اعلحضرت است و انچہ صلاحِ حالِ و قالِ این مرید باشد صریح بفرمایند تا بر مرضی مقدس آگاہ گشتہ دران بکوشد[1]

بہرحال اواخرِ رمضان مین جہان آرا نے غسلِ صحت کیا، اور اس خوشی مین ۵ شوال (۲۵ نومبر) سے مسلسل آٹھ روز تک جشن منایا گیا، تمام امرا و اکابر نے اس مین شرکت کی، لاکھون کے انعامات تقسیم ہوے، اور اسی سلسلہ مین جہان آرا کی سفارش سے اورنگزیب کے قصور معاف ہوے، اور اسے اپنا گذشتہ پانزدہ ہزاری ذات، دہ ہزار سوار شش ہزار روپیہ سہ اسپہ کا منصب اور بہت کچھ انعام ملا[2]

---

[1] رقعات ص ۲۰۰-۲۰۲ خط $\frac{27}{159}$ [2] جشن وغیرہ کے مفصل حالات کیلئے دیکھو عبد الحمید جلد دوم ص ۴۰۰-۳۹۳،

گجرات کی نظامت | اب شاہجہان کو اکبرآباد کا قیام تکلیف دہ معلوم ہونے لگا اور وہ لاہور و کشمیر کی سیاحت کے لیے روانہ ہوا، اورنگ زیب اپنے بچون کے ساتھ ہمرکاب تھا، بادشاہ دہلی پہنچکر شاہزادون کے ساتھ پالم گیا، اور وہین اس نے ۲۹ ذی الحجہ ۱۰۵۴ھ (۱۶ فروری ۱۶۴۵ء) کو:-

"بادشاہزادۂ محمد اورنگ زیب بہادر را بہ تفویض صوبہ گجرات و بمرحمت خلعت خاصہ با نادری . . . . و محمد سلطان و محمد معظم پسران آن والا گوہر العنایت دو فیل خورد سرافراز ساختہ بدان صوب مرخص گردانیدند[۱]"

اورنگزیب پالم سے روانہ ہوکر یکم ربیع الاول ۱۰۵۵ھ (۷ اپریل ۱۶۴۵ء) کو احمدآباد پہنچا، اور "بعد ادائے نماز و استماعِ خطبۂ طیبہ" شہر مین داخل ہوا[۲]، اورنگزیب اس صوبہ مین ایک سال چند مہینے رہا، کیونکہ ۱۳ شعبان ۱۰۵۶ھ (۴ ستمبر ۱۶۴۶ء) کو شاہجہان نے اس کو خط بھیجا، کہ وہ شاہجہان کے پاس فوراً چلا جائے، چنانچہ وہ حکم پاتے ہی فوراً روانہ ہوگیا، اور ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ (۴ ستمبر ۱۶۴۶ء) کو لاہور پہنچا، شاہجہان یہین مقیم تھا، اس کی خدمت مین حاضر ہوا، اور دوسرے ہی دن اس کے منصب مین ترقی ہوئی، اور وہ بلخ و بدخشان کا گورنر مقرر کردیا گیا، کچھ دنون آرام کرنے کے بعد ۱۵ محرم ۱۰۵۷ھ (۱۰ فروری ۱۶۴۷ء) کو وہ پشاور کی طرف روانہ ہوگیا،

گجرات کا صوبہ اگرچہ اپنی صنعت و حرفت اور تجارت کے لیے بہت کچھ شہرت رکھتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی یہان کے باشندے نہایت ہی جنگجو و جنگ پسند تھے، اس کے علاوہ یہ صوبہ بری اور بحری دونون قسمون کے ڈاکوون کا مرکز تھا، وہ اتنے جری تھے کہ کچھ سے سندھ تک کے تمام ساحلی علاقہ کو تاراج کیے رہتے تھے، اورنگزیب اگرچہ کہنے کو وہان تقریبًا ایک سال ۵ مہینے ہی رہا، لیکن اسی زمانہ مین اس نے صوبہ مین کامل امن و امان قائم کردیا، اور اگرچہ باغیون اور شوریدہ سرون

---

[۱] عبدالحمید جلد دوم صفحہ ۴۱۱ [۲] مرآۃ احمدی حصہ اول صفحہ ۲۳۱.

کی وہان جو کثرت تھی، اس کے مقابلہ مین اسکی جماعت بہت کم تھی، پھر بھی اس نے بادشاہ ورعایا کی بہبودی کو ذاتی منفعت پر ترجیح دیتے ہوے، اپنے خرچ خاص سے فوج کی تعداد مین کافی اضافہ کردیا اور اسطرح اپنے مقصد کے حصول مین کامیاب ہوا، یہ وہ مخلصانہ کارنامہ تھا، کہ بادشاہ کے دل کو بھی متأثر کئے بغیر نہ رہ سکا، اور بادشاہ نے اس کے منصب مین اضافہ کردیا، سرکاری مؤرخ کا بیان ہے :-

"چون بموقف عرض اقدس درآمد کہ کوکب برجِ خلافت پادشاہزادۂ محمد اورنگزیب بہادر برای تنظیم صوبۂ گجرات وتنبیہ متمردانِ آنجا، جمعے کثیر نوگرفتہ وخرجش زیادہ بر دخل است . . . . از جملہ سوارانِ منصب آن گرامی گوہر ہزار سوار دیگر دو اسپہ سہ اسپہ گردانیدہ منصبِ آن والا تبار پانزدہ ہزاری، دہ ہزار سوار، ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودند[1]"

اورنگ زیب کی یہی کامیابیان تھین، جو حاسد دشمنون کو کھٹکتی تھین، لیکن پھر بھی اسکا بڑا سے بڑا مخالف اس کے کارنامون کے متعلق نہ صرف یہ کہ اعتراف پر مجبور ہوتا تھا، بلکہ ہر مشکل کام کے لیے ہر شخص کی نظر بھی اسی پر پڑتی تھی،

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

---

[1] عبدالحمید جلد ۲ صفحہ ۱۱-۵۱۰ - و مرآۃ احمدی صفحہ ۳-۲۲۱-

باب ۴

بلخ و بدخشان کی جنگ

افغانستان کے شمال مین کوہ ہندوکش اور دریاے جیحون سے گھرا ہوا، ایک علاقہ ہے، جو بلخ و بدخشان کے دو حصون مین منقسم ہے، بلخ شاداب و زرخیز اور بدخشان سنگلاخ و غیرمزروع ہے لعل بدخشان کی شہرت اب ایک افسانہ ہے، مغل ہمیشہ سے اس کو اپنی آبائی میراث سمجھتے تھے، اور بخارا کے استرخانی فرمانروا کو غاصب جانتے[1] شاہجہان کو بھی اس موروثی علاقہ کے فتح کرنیکا شوق تھا اور اب جبکہ اس کی فوجین دکن اور قندھار کی مہمون سے فارغ ہو چکی تھین، اسے موقع ملا، کہ وہ اس علاقہ کی تسخیر کی آرزو کو عملی جامہ پہنائے، اس وقت بخارا کا نیک دل و ہردلعزیز امام قلی دنیاے فانی کی لذتون سے علحدہ ہو کر مدینہ طیبہ مین اپنی زندگی کے آخری دن یاد خدا مین بسر کرنے جا چکا تھا، اس کا بھائی نذرمحمد اگرچہ اس کی جگہ پر بٹھایا گیا تھا، لیکن اس کے تلون طبع نے بہت جلد اس کی مخالفت کا سامان مہیا کر دیا، فوج نے بغاوت کی، اور اسکا نتیجہ یہ ہوا، کہ اس نے بخارا کی حکومت اپنے بیٹے عبدالعزیز کو دے دی، اور خود بلخ مین جہان وہ عرصہ دراز تک رہ چکا تھا چلا آیا،

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو عبدالحمید حصہ اوّل ص ۲۱۴ - ۲۰۶ جلد دوم ص ۱۳، ۱۵۲، ۹ - ۴۵۷، ۶ - ۴۱۲، ۸۱ - ۴۸۲، ۱۱ اور ۵۹ - ۵۱۲، ماٰثرالامراء جلد اول ص ۴۸۸.

اسی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاکر شاہجہان نے اس کی تسخیر کا ارادہ کرلیا، پہلے ایک افسر گیا، لیکن وہ فوراً واپس چلا آیا، پھر ایک مقدمۃ الجیش راستہ کی تلاش اور ضروری انتظامات کے لیے بھیجا گیا، اور بالآخر جب فوج جمع ہوگئی، تو شاہجہان نے اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ مراد بخش کو ایرانی امیر علی مردان خان کیساتھ بلخ وبدخشان کی فتح کے لیے روانہ کیا، مراد بدخشان کے علاقہ مین داخل ہوا، اور بہت جلد ۲۰ جمادی الاول ۵۶ھ (۲ جولائی ۱۶۴۶ء) کو بے مزاحمت بلخ تک پہنچگیا، اس کے ساتھ پچاس ہزار سپاہیون کا لشکر تھا، شاہجہان نے نذر محمد سے وعدہ کیا، کہ اگر وہ اطاعت قبول کرلے تو اس کا علاقہ اس کو واپس کر دیا جائے گا، لیکن نہ معلوم اس کے دل مین کیا آئی کہ وہ اپنا تمام خزانہ چھوڑ بھاگ کھڑا ہوا، جب مراد کو یہ معلوم ہوا تو اس نے تعاقب کے لیے فوج بھیجی، لیکن شکار ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

مراد کو ابھی وہان چند دن گذرے تھے، کہ وہ اس غیر مانوس فضا، اجنبی لوگ، اور غیر دلچسپ ملک سے گھبرا اٹھا، اور اس نے پہلے ہی خط مین بادشاہ کو لکھا، کہ وہ وہان لڑنا نہین چاہتا، اور شاہجہان کے حکم کے بغیر وہان سے چل کھڑا ہوا، بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا، تو اس نے ۲۶ جمادی الثانی (۳۰ جولائی) اپنے وزیر علامی سعد اللہ کو روانہ کیا، سعد اللہ ۵ رجب (۱۰ اگست) کو بلخ پہنچا، مراد کو بہت سمجھایا، لیکن بے سود، بالآخر سعد اللہ نے وہان کا فوری بندوبست کیا، اور ۲۲ دن وہان رہ کر نہایت تیزی سے ۱۴ دن مین ۵ شعبان (۹ ستمبر) کو بادشاہ سے آملا، اسی اثنا مین بادشاہ نے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، اورنگ زیب وشجاع کو بلوا بھیجا، دونون بھائی روانہ ہوے، اورنگزیب ۲۰ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ (۲۰ جنوری ۱۶۴۷ء) کو لاہور مین بادشاہ کے پاس پہنچ چکا تھا، شجاع کے آنے مین دیر تھی، (وہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۰۵۷ھ ۱۹ مئی ۱۶۴۷ء کو بادشاہ کے پاس پہنچا) اس لیے شاہجہان نے دوسرے ہی

۱؎ رقعات عالمگیری مطبوعہ رقعہ نمبر ۱،

دن اسے بلخ و بدخشان کا صوبہ دار مقرر کر دیا، اور وہ ۵ ار محرم ۱۰۵۷ھ (۱۰ ار فروری ۱۶۴۷ء) کو افغانستان کی طرف روانہ ہو گیا،

یہان پر یہ بتانا بے محل نہ ہوگا، کہ اورنگ زیب بھی اپنے زمانۂ حکومت مین شاہجہان کی طرح قندھار اور بلخ و بدخشان کے لینے کی فکر مین رہا ہے، چنانچہ وہ اپنے ایک خط مین اپنے بیٹے معظم (بہادر شاہ اوّل) کو لکھتا ہے:-

"فرزند سعادت توام محمد معظم حفظ اللہ تعالیٰ وسلّم،

اعلیٰحضرت فردوس منزلت بگرفتنِ ولایت بلخ و بدخشان و خراسان و ہرات، ملک قدیم موروثی توجہ مفرط داشتند، و مکرر افواج پادشاہی بسرکردگی مرادبخش بآنصوب فرستادند، چنانچہ اکثر ان ولایت فتح ہم شد، لیکن بسبب کم حوصلگی آن نامراد کہ بے طلبِ حضور برخاستہ آمد و باستمالتِ اہالی و اکابر آن دیار نپرداخت ملک مقبوضہ و مفتوحہ از دست رفت و محنت و زر ضائع گشت، از ینجاست کہ گفتہ اند، "از پسر ناخلف دختر بہتر" نظر باین توجیہ کہ

اگر پدر نتواند پسر تمام کند،

این فانی را آرزو باقی است، تدبیرش غیر ازینکہ نبیرۂ آنحضرت را با فوج شایستہ و سامان بایستہ بآن سمت بفرستیم دیگر از ماچہ آید، با وجود تاکیدات حضور شما قندھار نگرفتہ آید تا باین مہم چہ رسد[1]"

بہرحال اورنگ زیب موسم و فوج کی درستگی کے بعد ۱۲ ار ربیع الاوّل (۷ ار اپریل) کو کابل سے روانہ ہوا، اس وقت بلخ و بدخشان کی حالت بہت کچھ بدل چکی تھی، نذر محمد خان ایران سے

---

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ رقعہ نمبر ۲، اورنگ زیب ۱۹ ار صفر (۱۶ مارچ) کو دہلی... اور ربیع الاوّل (۳ ار اپریل) کو کابل پہنچا، اورنگزیب کے راستہ کے لیے دیکھو عبد الحمید جلد دوم ص ۶۶۹-۷۰،

مایوس ہو کر واپس آچکا تھا، بدخشان کے ترکمانی قبائل، بلخ کے اوزبک اور خود عبدالعزیز اور اس کے بھائیون نے اس سے فائدہ اٹھا کر تقریباً ایک سال تک مغل سردارون کو پریشان کر رکھا تھا، اور سرکاری تاریخ اسی قسم کے حالات سے لبریز ہے[1]، واقعہ یہ ہے، کہ بلخ و بدخشان کے باشندون کے لیے یہ ایک قومی و ملکی سوال بنگیا تھا، اور سارا ملک مغلون کا دشمن اور ان کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا، اورنگ زیب کے لیے دوسری مشکل فوج کی کمی کی تھی، مراد کے ساتھ پچاس ہزار فوج تھی لیکن اورنگزیب کے پاس مشکل اسکی نصف تعداد ہوگی، بلخ مین جو فوج موجود تھی اس سے وہ مشکل سے کام لے سکتا تھا کیونکہ وہ اہم مقامات کی حفاظت کر رہی تھی اورنگزیب اس علاقے مین داخل ہی ہوا تھا کہ اوزبکون نے اسکی مزاحمت شروع کر دی، اور چاہا کہ اسکا راستہ ہی روک دین، اس سلسلہ مین پہلی لڑائی ۵ ربیع الثانی (۲۰ مئی) کو قتلق محمد بن نذر محمد سے ہوئی، قتلق کو شکست ہوئی، دوسرے دن اس سے زیادہ سخت مقابلہ ہوا، لیکن اورنگزیب اس سے بھی کامیاب نکلا، اور اس طرح ۱ جمادی الاول، (۲۵ مئی) کو بلخ مین داخل ہوا[2]، تین دن قیام کر کے ۵ جمادی الاول (۲۹ مئی) کو وہ سرکشون، مفسدون اور رہزنون کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوا، راستہ مین اس کو قدم قدم پر لڑائیان لڑنی پڑین، تا آنکہ وہ یولبرغہ، علی آباد، تیمور آباد، ہوتا ہوا، پشائی پہنچگیا، یہان آکر معلوم ہوا، کہ

"قتلق محمد و ... اوغلی و دیگر اوزبکیہ بصوب علی آباد شتافتہ اند، و سبحان قلی باگروہے انبوہ از آستانۂ علویہ گذشتہ باینجانب آمدہ و گمان آن است کہ بر شہر بلخ رفتہ گرد فساد برانگیزند"[3]

دشمن کی یہ چال کارگر ہوئی، وہ راستہ کاٹ کر، اورنگ زیب کے عقب مین پہنچگئی، اب اورنگ زیب دو خطرون مین گھرا تھا، اس لیے وہ اسی دن (۱۲ جمادی الاول (۵ جون) کو پشائی سے واپس ہوا، ۱۴ جمادی الاول (۷ جون) کو فیض آباد کے قریب دشمن

---

[1] عبدالحمید جلد ۲ صفحہ ۶۹۴-۲۹۵ [2] ایضاً صفحہ ۷۰۹-۱۸۶، [3] عبدالحمید ج ۲ ص ۶۹۵-۶۹۲

کی فوج بہت زیادہ قوی ہو گئی تھی، عبد العزیز خان خود فوج سے آکر مل گیا تھا، دشمن نے اپنی فوج کو سات جماعتوں مین تقسیم کیا، ان مین سے تین عبد العزیز خان سبحان قلی اور بیگ اوغلی کے کمان مین تھین، اگرچہ موقع نازک تھا، لیکن اورنگ زیب فتحیاب ہوا، اگرچہ اورنگ زیب کو فتح ہو چکی تھی، لیکن پھر بھی دشمن اطراف وجوانب سے حملہ کرتا رہتا تھا، تا آنکہ ۱۶ رجمادی الاوّل (۹ رجون) کو عبد العزیز نے اورنگ زیب سے لڑنا بیکار سمجھکر صلح کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کی[1]، مورخون نے اس تحریکِ صلح کی وجہ بھی عجیب و غریب لکھی ہی، اور اس سے اورنگ زیب کی مذہبیت، اس کے استقلال، اور اس کی اخلاقی عظمت کا پتہ چلتا ہے، صاحب مآثر عالمگیری کا بیان ہے:-

"زمانِ ورودِ موکبِ معلی کہ عبد العزیز خان، مقابلہ آرائی صفِ کارزار گردید، افواج فراوان از مور و ملخ پیرامونِ لشکرِ فیروزی اثر حلقہ زدہ بجنگ درپیوست، درعین گرمیٔ ہنگامۂ پیکار وقتِ نمازِ ظہر در رسید، وآنحضرت باوجود التماسِ امتناعِ بندہاے ظاہر بین از مرکوبِ خاص فرود آمدہ، صف آرائی جماعت شدہ فرض و سنت و نوافل را بتدیلِ ارکان و کمالِ حضور و اطمینان اداکردند، وعبد العزیز خان بمجردِ استماعِ این خبرِ شجاعت اثر حیرانِ استقلالِ موید من عند اللہ شدہ طرحِ جنگ نمود، و برزبان گذرانند کہ باچنین کسے در افتادن، برافتادنست[2]"

اورنگزیب نے صلح کی درخواست بادشاہ کے پاس بھیجدی، عبد العزیز خان نے جنگ کو بے سود سمجھکر اس علاقہ کو چھوڑ دیا، اور اورنگ زیب بلخ واپس اگیا، اب نذر محمد خان نے شاہجہان کے وعدۂ استردادِ بلخ و بدخشان کی گفتگو شروع کی، اور بالآخر ۲۳ رشعبان (۱۳ رستمبر)

---

[1] عبد الحمید ص ۷۰۹-۶۸۶ [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۳۱

کو پہلے اپنے سفیر کفش قلماق کو، اور پھر ۸ رمضان[1] ۲۳ ستمبر کو اپنے پوتے قاسم ولد خسرو کو اورنگ زیب کے پاس بھیجا۔ اورنگ زیب نے شرائطِ صلح کے مطابق "آن ملک را بہ نذر محمد خان داوہ شہر و قلعۂ بلخ را بقاسم و کفش قلماق سپردند" اور اورنگ زیب ۱۴ رمضان (۳ اکتوبر) کو وہاں سے کامیاب کابل کے لیے روانہ ہوگیا،[2] وہ مسافرت و غریب الوطنی کے شدائد برداشت کرتا ہوا ۴ شعبان (۲۷ اکتوبر) کو کابل پہنچا، اور وہاں سے ہندوستان کے لیے روانہ ہو کر دریائے اٹک کے کنارے ٹھہرا ہوا تھا، کہ یکم ربیع الاول ۱۰۵۸ھ (۱۶ مارچ ۱۶۴۸ء) کو حکم ہوا کہ:-

"بادشاہزادہ والا تبار محمد اورنگ زیب بہادر بملتان شتابند و بلدۂ ملتان را برسم یتول متصرف گشتہ باقی طلب خود را مطابق دہ ماہہ کہ ضابطۂ نقدی بادشاہزادہ کامگار است و ہر سالہ مبلغ سی لک روپیہ میشود، از خزانۂ والا نقد بگیرند۔"

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۱۴-۱۰،

[2] وارث ص ۱۹،

باب ۵

نظامتِ ملتان اور قندھار کے محاصرے

ملتان کی صوبہ داری

اورنگ زیب بلخ و بدخشان کی کامیاب جنگ سے واپس ہوکر دریائے اٹک کے کنارے مقیم تھا کہ اسے بادشاہ نے ۲۹؍صفر ۱۰۵۸ھ (۱۵؍مارچ ۱۶۴۸ء) کو ملتان کا صوبہ دار مقرر کیا، اور بادشاہ سے ملاقات کیے بغیر وہ اپنے صوبہ کی طرف روانہ ہوگیا، پہلی ذی الحجہ ۱۰۵۹ھ (۲۶؍نومبر ۱۶۴۹ء) کو جب کہ وہ پہلی مہمِ قندھار سے واپس ہوکر لاہور مین مقیم تھا، بادشاہ نے اسے سندھ کا صوبہ بھی دیدیا، اور بھکر و سیوستان کا علاقہ "در تیول آن کامگار مرحمت گردید"[1]

اورنگزیب اس وقت سے لیکر دوسری مہمِ قندھار سے واپسی، ۷؍شعبان ۱۰۶۲ھ (۱۴؍جولائی ۱۶۵۲ء) تک تقریبًا ۴ سال ملتان اور ۲½ سال سندھ اور ملتان دونون کا صوبہ دار رہا، لیکن اس عرصہ مین اسے اپنے صوبہ مین رہنے کا بہت کم اتفاق ہوا، کیونکہ اسے دو مرتبہ قندھار کی مہم پر جانا پڑا، ابتدا ہی سے اس مہم نے اورنگ زیب کی تمامتر توجہ اپنی طرف متوجہ کرلی تھی، اورنگ زیب نے صوبہ داریٔ ملتان کے عہد مین دو مرتبہ بادشاہ سے بھی ملاقات کی، پہلی مرتبہ اس وقت جبکہ وہ پہلی مہمِ قندھار سے واپس ہوکر ۵؍ذی قعدہ ۱۰۵۹ھ (۱۰؍نومبر ۱۶۴۹ء)

---

[1] وارث صفحہ ۱۵ و ۶۶،

کو لاہور پہنچا ہے، اور ۵ اور دن رہ کر پہلی ذی الحجہ (۲۶ نومبر) کو روانہ ہوا ہے، اور دوسری مرتبہ تقریباً اسکے ایک سال بعد جبکہ وہ ۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۰ھ (۲۰ نومبر سنہ ۱۶۵۰ء) کو ملتان سے روانہ ہو کر ۱۹ محرم سنہ ۱۰۶۱ھ (۲ جنوری سنہ ۱۶۵۱ء) کو دہلی پہنچتا ہے، اور پہلی ربیع الاول (۱۲ فروری) کو وہان سے روانہ ہو کر ۱۲ ربیع الثانی (۲۴ مارچ) کو دوبارہ ملتان مین داخل ہوتا ہے، لیکن اس مختصر اور غیر مسلسل قیام کے عرصہ مین بھی اس نے قندھار کی دو بہترین مہمون کی تیاری کی بقدر فرصت کے باوجود جس طرح ان دونون صوبون کا انتظام کیا، اور جس طرح اس نے سندھ کے سرکش بلوچیون اور رہزنون کی تنبیہ و تادیب کی ہے، وہ اس کی کامیابی، اس کے حسن انتظام اور حکومت کی صلاحیت پر دال ہین،

ملتان کا صوبہ تو خیر اکبر ہی کے زمانہ سے کچھ نہ کچھ سدھر چکا تھا، لیکن سندھ کا کوہستانی علاقہ اور سیوستان کی سرزمین ڈاکوؤن، رہزنون اور خودسرون کا مرکز تھی، اورنگزیب نے ان تمام کو ایک ایک کرکے سر کیا، اور بادشاہ کے نام کا خطبہ جاری کیا، سرحدی سردارون کو بھی اطاعت پر مجبور کرکے، صوبہ کے حدود کے اندر کامل امن و امان قائم کرنے مین کامیاب ہو گیا، لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے، کہ اورنگزیب کی ان کامیابیون کے متعلق اور دربار سے اس کے ذاتی تعلقات کے سلسلہ مین ایک حرف بھی کسی تاریخ مین نہین، اور اگر ہم کو اورنگزیب کے خطوط جو خوش قسمتی سے اسی عہد سے شروع ہوتے ہین، نہ ملجاتے، تو یہ باتین ہمیشہ پردہ ہی مین رہتین، اور اب جبکہ ہم کو اس کی تاریخ کا بہترین مواد مل گیا ہے، ہم آئندہ تمام حالات مین اس بات کی کوشش کرینگے کہ اس کی تمام تر تاریخ انھی خطوط سے مرتب کرین، اس لیے ہم ملتان و سندھ کے قبائل کے حالات اُسی کے الفاظ مین پیش کرتے ہین:۔

"چون متمردان نہمردی و جوکیہ کہ در کوہستان ولایت تتہ می باشند، صوبہ داران سابق

را اطاعت بواقعی ننموده، پیوسته براه زنی و فساد روزگار می گذرانند. ملک حسین با جمعیتے..

. . . . . به تنبیه آنها رفته . . . . . خطبۂ دولت و اقبال بنام نامی و اسم سامی

آنحضرت بلند آوازه ساخت، و هاروں و کهتر تل . . . . سرداران ہنمروی و مرید سر گروہ

جو کیہ بقدم انقیاد و اطاعت آمدہ پیش کش قبول کردند، جعفر ہنمروی خویش مان سنگھ

زمیندار پنجور، کیچ و مکران از قبل او، و پسران علی وکیل . . . . وحاجی

رونجہ و جام جمعۂ اعیان آن سرزمین کہ از عہد ترخانیہ تا حال رجوعے نہ داشتند، سر انقیاد

نہادہ، وجدہ نام ہنمروی . . . . بجنگ پیش آمدہ . . . .

طعمۂ تیغ خون آشام گردید . . . . "

ستاہالہ ولد زمیندار ککرالہ . . . . . درین وقت کہ . . . . روانہ

ملتان شد، گاہے بہ متہور برادر او . . . . . بپرگنۂ مذکور در آمدہ . . . .

بندہاے درگاہ والا . . . بشتافتند و او تاب نیا ورده راہ ادبار پیش گرفت"(۱)

ان لوگوں کے علاوہ مبارک بلوچ، عالم نوحانی، اور اسمٰعیل ہوت، ایسے بلوچی سردار تھے، جو خاص اہمیت رکھتے تھے، مبارک نے تو فوراً اطاعت قبول کرلی، عالم نوحانی کو بھی بزور اس کے لیے مجبور کیا گیا، البتہ اسمٰعیل ہوت نے بہت تنگ کیا، اس کی وجہ صرف یہی نہیں تھی کہ وہ ایک باا‌ثر قبیلہ کا سردار تھا، بلکہ اس کے ساتھ دارا کی بہت کچھ ریشہ دوانیاں بھی شامل تھیں، اورنگزیب ایک خط میں شاہجہان کو لکھتا ہے :-

"در ابتدا کہ این مرید از دارالسلطنت لاہور رخصت ملتان شد، در باب اسمٰعیل ہوت معروض داشتہ بود، کہ او از قدیم تعلق بصوبۂ ملتان دارد، و چندگاہ ہست کہ خود بصاحب صوبہ پنجاب باز بستہ، و حکم اشرف عز صدور یافتہ بود، کہ الحال ہم بدستور متعلق صوبہ

ملتان باشد، در ان ہنگام کہ این مرید بنواحیٔ ملتان رسیدہ، مردم را بطلب زمینداران تعین

می کرد، نزد او نیز کس فرستادہ بود، او نوشتۂ دادا بھائی را دست اونیز ساختہ رجوع نمودہ (۱)

اورنگ زیب نے اس کی اطلاع بھی بادشاہ کو کردی تھی، لیکن دربار سے اس کے متعلق کوئی ہدایت نہین ملی، اور اس چیز نے اسمٰعیل کو اتنا جری بنا دیا، کہ وہ مبارک کے قلعون پر قبضہ کر بیٹھا، اورنگ زیب کو جب یہ معلوم ہوا، تو اس نے اپنے ایک افسر کو اس کے خلاف کارروائی کرنے کو لکھا، اور اس نے "قلاع از و انتزاع نمودہ بمبارک سپرد، و مقرر ساخت، کہ دیگر پیرامون این حرکت نہ گردد" لیکن اسمٰعیل نے پھر عہد شکنی کی، اور اب جبکہ "طغیانِ او از حد گذشتہ" تو "جمعے بہ تنبیہ و تادیبِ او فرستادہ ..... تا قلعہا را بگیرد" اب اس نے اطاعت قبول کر لی، اور چونکہ وہ:۔

"زمیندار عمدہ است و ولایتش معمور بملک توحانی پیوستہ و جمعیتے خوب ہمراہ دارد، واز تقصیراتِ گذشتہ نادم و پشیمان گشتہ"

اس لیے اورنگزیب نے بھی سفارش کر دی تا کہ:۔

"اگر فرمان عنایت عنوان در بابِ استمالتِ او شرفِ ورود یابد در مہم توحانی مراسم جانفشانی بجا آوردہ در یساق ظفر مساقِ قندھار نیز در رسانیدنِ آذوقہ نہایت سعی بتقدیم خواہد رسانید[۲]"

اندرونی امن و امان کے قیام کے ساتھ اورنگزیب نے تجارت کی ترقی کے لیے اپنے صوبہ سندھ مین ایک نئی بندرگاہ قائم کی اور اپنی طرف سے بھی ایک چھوٹا سا جہاز وہان جاری کیا، دشمنون نے شاہجہان کو سمجھایا کہ اورنگ زیب اس بندرگاہ کو قائم کر کے اور اپنے جہاز چلا کر بڑی آمدنی پیدا کر رہا ہے، بادشاہ نے اس سے استفسار کیا، اس نے جواب مین لکھا:۔

(۱) خط نمبر ۹ و ۱۲۶

"قبلہ جہانیان سلامت! حاصل بنادر منحصر در دو چیز است عشورِ مال تجار و نول و کرایہ جہازات

. . . . . یک منزل جہاز، این مرید کہ در بندر سورت بود، امسال از آنجا آوردہ اند

و ہنوز سفری نشدہ، و جہاز باد آور کہ از سرکار خالصہ شریفہ گرفتہ تکمیل نیست، در راہ آمد و رفت

جہازات بنادر دیگر و تردد سوداگرانِ اطراف باین بندر دانگشتہ حقیقت حاصل چگونہ ظاہر

شود، آنچہ لازمہ آبادانی بنادر نو آباد است، از ساختنِ قلعہ و تعمیر فرضہ وغیر آن از قرار واقع

بعمل آمدہ، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب رونق خواہد گرفت، و بمرورِ ایام بحاصل خواہد آمد، مطلب

اصلی آن مرید از احداث بندر آن است کہ شاید بعض تحف و نوادر قابلِ پیشکش بدست افتد

اما حاصلِ آن معلوم چہ خواہد بود" (۵/ب)

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ کے واقعہ کے بعد اگرچہ بظاہر تعلقات از سر نو قائم ہو گئے تھے، لیکن اندرونی طریقہ سے کشیدگی، اور اس کے ساتھ شبہ و بدگمانی بڑھتی جاتی تھی، ملتان کی نظامت کے زمانہ میں اورنگزیب کو ایک تو فوج بڑھانی پڑی، دوسرے ابتدائً "دہ ماہہ تنخواہ می یافت و الحال جاگیر سہ ماہہ مرحمت شدہ کہ سراسر سے ہفت ماہہ ہم نیست"، اور تیسرے "سہ فصل متصل آفتہا روداد"، اس لیے اس نے بادشاہ سے امداد کی درخواست کی، اس پر بادشاہ نے طنزاً لکھا کہ "چرا اشرفیہا را بسپاہ نمی دہد" اورنگ زیب اس کے جواب میں اپنی بہن کو لکھتا ہے:-

"اشرفی آنقدر نیست کہ بعد اداے قرضے کہ حقیقتِ آن بر آئینہ ضمیر منیر ہویدا است یک ماہہ مردم کافی باشد، باین ہمہ ہر چہ بودہ بسپاہ دادہ شد، لیکن بدین طریق بسر بردن و معاش کردن سخت دشوار است۔

. . . . . این ہمہ تلاش محض براے آن است کہ مبادی این جمعیت متفرق شود، و موجبِ ازدیادِ ملال خاطر اقدس گردد، وگرنہ قلت و کثرتِ سپاہ د

مردم پیش این نیاز مند مسا دیست" (۱۳۳/۱)

مہمِ قندھار یہ اورنگ زیب کا عہدِ نظامت ملتان ہی تھا جبکہ اورنگ زیب کو دو مرتبہ قندھار کے محاصرہ کے لیے جانا پڑا، پہلی مرتبہ ۱۸ محرم ۱۰۵۹ھ (۲۴ جنوری ۱۶۴۹ء) کو ملتان سے روانہ ہوا، اور ذی الحجہ (دسمبر) مین ملتان پہنچا، اور دوسری مرتبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ (۱۶ فروری ۱۶۵۲ء) کو روانہ ہوا، اور پھر ملتان نہ آیا، کہ وہین سے اس کو دکن کا صوبہ دار بنا کر بھیجدیا گیا، ان دونون محاصرون مین اورنگ زیب نے جو کارہاے نمایان انجام دیئے، اور قیود و شرائط کے ماتحت رہ کر جس طرح حصولِ مقصد کے لیے کوششین کین، وہ ایسی تھین، جنکے لیے وہ قابلِ صد ستائش اور لائقِ صد تحسین کہلاتا، لیکن اللہ بھلا کرے بڑے بھائی اور دوسرے خوشامدی درباریون کا، کہ انھون نے اورنگزیب کی طرف سے شاہجہان کو اتنا بدگمان کر رکھا تھا، کہ اس کے تمام محاسن، معائب، اور اس کی تمام خوبیان برائیان نظر آتی تھین، لیکن اس کے ساتھ ہی تضاد و قدر کے اس تمسخر کا کیا کیا جائے کہ لوگ ہر چند چاہتے تھے، کہ اورنگزیب پس پشت صف پائین مین رہے، لیکن تمام مملکت مین، اس سے زیادہ لائق، اس سے زیادہ مدبر، اس سے زیادہ سنجیدہ، اور اس سے زیادہ قابلِ اعتماد بھی کوئی نہین ملتا تھا، دکن مین پہلے شجاع کو رکھا گیا، تو وہ پرینڈہ کا قلعہ تک نہ لے سکا اور اورنگزیب کو مقرر کرنا پڑا، بلخ و بدخشان مین مراد کو بھیجا گیا، لیکن وہ دو ہفتہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکا، قندھار کی مہمون کے لیے شجاع کو بنگال سے طلب کیا گیا، اور خود دارا کا نام پیش کیا گیا لیکن قرعۂ فال اورنگزیب ہی کے نام نکلا، اور اگرچہ شاہجہان کی عجلت اور مختلف دوسرے اسباب نے قندھار مین اسکو ناکامیاب کیا، لیکن اس کے ساتھ دارا نے اس سے زیادہ مضاعف سامان جمعیت، اور اختیارات کے باوجود بھی کامیابی حاصل نہین کی، اور اسے اس بات کا موقع نہ ملا، کہ وہ اورنگزیب کو زیادہ ذلیل، زیادہ رسوا، اور زیادہ بدنام کر سکے، بہرحال یہ باتین بھائیون کے تعلقات

کے سلسلہ مین مفصل بیان کیجائیگی، یہان پر ہم قندھار کے محاصرون کے حالات مختصراً لکھنا چاہتے ہین،

قندھار کی پہلی مہم قندھار اپنی حربی اور تجارتی حیثیت سے ہمیشہ اہم ترین شہر رہا ہے، مغلون کے پہلے اور بعد اس کے متعلق مختلف لڑائیان ہوتی رہی ہین، اور مغلون کے وقت سے تو ایران و ہندوستان کے درمیان ہمیشہ مابہ النزاع رہا ہے، بابر نے اسے فتح کیا، ہمایون نے وعدہ خلافی کر کے اس پر مرتے دم تک اپنا قبضہ رکھا، پھر اکبر کے زمانہ مین وہ مغلون کے ہاتھ لگا، اور پھر ایک مرتبہ نکلجانے کے بعد علی مردان خان، امیر ایران کی بدولت شاہجہان کے قبضہ مین آیا، اگرچہ بظاہر قندھار اور اس کے قریب کے دو قصبے زمینداور اور بست کو شاہجہان نے خوب مضبوط کر لیا تھا، اور وہان ایک فوج بھی رہتی تھی[1]، لیکن قندھار کی قسمت ہی مین یہ گردش ہے، کہ وہ کسی ایک مالک کے پاس عرصہ تک نہین رہ سکتا، اور جدید فرمان روائے ایران، عباس ثانی نے اس کی فتح و تسخیر کو اپنی زندگی و حکومت کا اولین کارنامہ مقرر کر کے اس کی تسخیر کا ارادہ کر لیا، اگرچہ اس نے اپنی تیاریون کو پوشیدہ رکھنے کی انتہائی کوشش کی، لیکن ع

نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

چنانچہ اس وقت جبکہ شاہجہان دہلی کے اطراف مین شکار سے واپس آ رہا تھا، ۲۲ رمضان ۱۰۵۵ھ (۳۰ دسمبر ۱۶۴۵ء) کو:-

"از عرضداشت خواص خان قلعدار قندھار و پردل خان قلعدار بست بمسامع علیہ رسید، کہ والئ ایران . . . . ہفتم شعبان (۱۷ اگست) بمشہد اقدس رسیدہ . . . . . . قصدِ قندھار دارد"[2]

[1] مآثر الامرا، جلد ۳ ص ۳۰۲-۲۹۶ و ۴۲۱-۴۲۳، و جلد ۲ ص ۷۹۸-۷۹۵، آئینۂ اکبری جیرٹ ج ۱ ص ۳۱۳-۳۱۴ وغیرہ [2] وارث ص ۳۵،

اس کا خیال تھا کہ جاڑون مین برف کی وجہ سے ان قلعون تک کوئی مغل مدد نہ پہنچ سکے گی، شاہجہان نے یہ خبر سنی تو علامی سعد اللہ کو جو اس وقت آگرہ مین تھا بلوا بھیجا، وہ ۲۴، رمضان (۱۲ اکتوبر) کو حاضر ہوا، بادشاہ نے کہا کہ وہ خود بھی کابل جائے گا، اور اس کے ساتھ ہی امراء کو حکم دیا، کہ وہ بھی روانہ ہون، چنانچہ وہ ۳ ذیقعدہ (۹ نومبر) کو دہلی سے روانہ ہو گیا اسی اثنا مین علی مردان خان نے جو کابل کا صوبہ دار تھا، خواص خان کی درخواست پر قندھار کے قلعہ کو مضبوط کرنے کے لیے دو ہزار فوج اور ۵ لاکھ روپیے قندہار بھیجدیئے،

شاہجہان ۱۲ ذی الحجہ (۱۰ دسمبر) کو لاہور پہنچگیا، اور ارادہ تھا، کہ اسی طرح کابل تک چلا جائے لیکن درباریون نے اسے رائے دی کہ وہ اتنی تکلیف گوارا نہ کرے، ایران کا نوخیز و ناتجربہ کار نوجوان حاکم اس برف باری مین قندھار نہ آئیگا، اور شاہجہان نے اس رائے کو بدقسمتی سے منظور کر لیا، لیکن عباس ثانی کے متعلق تمام توقعات غلط ثابت ہوئین، اور ۱۲ محرم سنہ ۱۰۵۹ھ (۱۶ جنوری سنہ ۱۶۴۹ء) کو قلعدار قندھار کی عرضداشت پہنچی کہ:-

"دہم ذی الحجہ (۱۶ جنوری)۔۔۔۔ والی ایران بپائے حصار آمدہ محاصرہ نمود"

اب شاہجہان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے فوراً

"بادشاہزادہ نصرت آئین محمد اورنگزیب بہادر را با مدار المہامی سعد اللہ خان و راجہ جسونت سنگھ۔۔۔۔۔۔۔ با گروہے از منصبداران واحدیان تیرانداز و برق انداز کہ ہمگی بضابطہ پنجم حصہ پنجاہ ہزار سوار و مطابق چہارم حصہ شصت ہزار سوار بودند، و دہ ہزار پیادہ تفنگچی و باندار وغیرہ ایشان بہ پیکار قزلباشان بقندھار تعیین فرمودند"

چنانچہ ۱۸ محرم (۲۲ جنوری) کو سعد اللہ خان لاہور سے اور اورنگزیب ملتان سے

روانہ ہوگئے، شاہجہان خود بھی یکم ربیع الاول (۵ مارچ) کو کابل کی طرف روانہ ہوا، اور ۱۵ ربیع الاول (۱۹ مارچ) کو دریاے اٹک سے پار ہی ہوا تھا، کہ اس کو اطلاع ملی کہ بزدل قلعدار قندھار نے اندرونی سازشون اور بیرونی امداد کی آمد سے مایوس ہو کر ۸ صفر (۱۲ فروری) ہی کو قلعہ عباس شاہ کے حوالہ کردیا ہے، اور اس کے بعد ہی بست و زمینداور کے قلعون پر بھی اسکا قبضہ ہوگیا ہے، اور وہ قلعون کا انتظام کرکے ۲۴ صفر (۲۷ فروری) کو واپس بھی ہوگیا ہے،

اب شاہجہان نے اپنی دونون فوجون کو محاصرہ کا حکم دیدیا، یہ لوگ سخت مصیبتون کے بعد قندھار پہنچے، اور ۱۴ جمادی الاول (۱۶ مئی) کو محاصرہ شروع کردیا[1]، مگر یہ محاصرہ کسی صورت سے بھی کامیاب نہین ہوسکتا تھا، اسکی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی، کہ اورنگزیب اور سعداللہ خان کیساتھ جو فوج روانہ کیگئی تھی، وہ محاصرہ کی غرض سے نہین کیگئی تھی، بلکہ اس کا مقصد وحید صرف یہ تھا، کہ وہ قندھار اور اس کے اطراف کے قلعون کی فوج کو اپنی تعداد سے مضبوط کرے، چنانچہ ان کے پاس محاصرہ کا کوئی سامان نہ تھا، قلعہ شکن توپون کا فقدان تھا، اور دوسرے اسباب کی بھی ایسی ہی کمی تھی، تاہم ایسی حالت مین جو کچھ بھی ہوسکتا تھا، اورنگزیب نے کیا، وہ کھلے میدان مین تھا، اور اسکے پاس بڑی توپین نہ تھین، اور ایرانی قلعہ کی دیوارون کی آڑ مین بیٹھ کر نہایت اطمینان سے گولہ باری کرسکتے تھے، ان کی توپین اپنی آتش باری سے کسی ایک جماعت کو بھی اطمینان سے کام نہ کرنے دیتی تھین، ایسی حالت مین اورنگزیب نے ایک طرف تو فوج کے ایک دستہ کو ایران سے آنیوالے راستہ کی حفاظت کیلئے بھیجا، کہ ایک طرف وہ بست و زمینداور کے لوگون کو جس صورت سے ہو، متاثر کرے، اور دوسری طرف اگر ایران سے کوئی فوج آتی ہو، تو اسکا راستہ روکدے، دوسری جانب اس نے نمایشی آڑ بناکر سرنگین کھودنی اور خندقون کا پانی نکالنا شروع کیا، اسمین ایک حد

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۴۸-۳۵،

تک اس کو کامیابی بھی ہوگئی تھی، لیکن قلعہ کے پاس کھلے میدان مین جانا ناممکن تھا، اسی اثنا مین ایک نئی ایرانی فوج امداد کے لیے بڑھ رہی تھی، اور اس نے بست والی فوج کو پسپا کر دیا تھا، اورنگ زیب کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے مزید امداد روانہ کی، اور اس فوج نے اگرچہ ایرانیون کو شکست دیدی، لیکن پھر بھی نفس محاصرہ پر کوئی اثر نہین پڑ سکتا تھا، اور خود شاہجہان نے یہ صورت حال دیکھکر اورنگزیب کو واپسی کا حکم دیدیا، اور وہ ۸ رمضان (۵ ستمبر) کو قندھار سے کابل کی طرف واپس ہوگیا، آخری دنون مین ایرانیون سے جو کامیاب لڑائی ہوئی تھی، اس کے صلہ مین شاہجہان نے تمام شرکار کو انعامات دیئے اور ہمارے ہیرو کو بھی "بعنایت خلعت خاصہ بر نواختند"[1]

دوسرا محاصرہ اورنگ زیب لاہور مین شاہجہان سے ملتا ہوا یکم ذی الحجہ (۲۲ نومبر) کو ملتان واپس گیا، اور وہان جاکر دوسرے محاصرہ کی تیاری مین مصروف ہوگیا، اس اثنا مین وہ سال بھر کے بعد ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۶۰ھ (۲۸ نومبر ۱۶۵۰ء) کو ملتان سے روانہ ہوکر مشورت کے لیے بادشاہ کے پاس دہلی گیا، اور وہان سے ۱۱ ربیع الاول ۱۰۶۱ھ (۱۲ فروری ۱۶۵۱ء) کو اپنے صوبہ کو واپس لوٹا، اورنگزیب کے خطوط سفر کے آغاز سے شروع ہوتے ہین، اور ایسی حالت مین جبکہ سرکاری اور دوسری تاریخین اندرونی حالات کے واقعات سے خالی ہین، یہ خطوط بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہین، اور ان کے ذریعہ ہم اورنگ زیب کے پوزیشن کو صاف اور اس کے مخالفین کی سازشون کو بے نقاب دیکھ سکتے ہین، ان خطوط کے دیکھنے سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے کس طرح ابتدا ہی سے اس محاصرہ کے لیے تیاریان شروع کر دی تھین، کس طرح اس نے اپنے علاقہ سے لیکر قندھار تک کے زمینداروں اور سردارون کو امداد کے لیے تیار کر لیا تھا، اور کس طرح وہ اس سلسلہ کی ایک ایک کڑی کو درست اور مضبوط کر رہا تھا[2]

---

[1] وارث ص ۴۷-۴۹ [2] خطوط (۵-۱۵)

گذشتہ مہم کی طرح موجودہ مہم بھی دو حصوں مین منقسم ہوئی، سعد اللہ خان سیدھا لاہور و کابل ہوتا ہوا روانہ ہوا، اور اسی ر د ر ا ورنگزیب اس راستہ سے جو شاہجہان نے اس کے لیے مقرر کیا تھا، ۱۶ ربیع الاوّل ۱۰۶۲ھ (۱۶ فروری ۱۶۵۲ء) کو اپنی جماعت کیساتھ روانہ ہوا، ابتداءً خیال تھا، کہ دارا بھی اس مہم مین شریک ہو، لیکن اس کے بعد شجاع کا نام تجویز کیا گیا، پھر طے ہوا، کہ بادشاہ خود ملتان آئے، لیکن ان مین سے کچھ نہ ہوا، اور اورنگزیب ملتان سے روانہ ہوکر مقررہ راستہ سے گذر کر مقررہ وقت پر ۳ رجمادی الثانی (۲ مئی) کو قندھار پہنچگیا[1]، اسی اثنا مین شاہجہان نے محاصرہ کی تین صورتین سوچین، اورنگ زیب سے رائے طلب کی، اس نے اظہار رائے کیا، لیکن ہر مرتبہ بادشاہ کی رائے بدلتی گئی، اورنگزیب نے جب یہ غیر متیقن طریقہ دیکھا، تو سعد اللہ خان کو لکھا، کہ وہ محاصرہ سے ایک دن پہلے پہنچ جائے، تو بہتر ہے، تاکہ دونون ملکر آیندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرلین، چنانچہ وہ سعد اللہ خان کو لکھتا ہے:-

"امید کہ سیوم جمادی الثانیہ با اعیانِ دولت بملازمت برسد، لیکن اگر پیش از محاصرہ بیک روز احرازِ ایں سعادت نماید، بہتر باشد چہ بریں تقدیر مورچالہا و جائے فرود آمدن ہر یکے بآئینِ پسندیدہ مقرر خواہد گشت، و دیں معنی در صورتے جلوہ ظہور میابد کہ موکبِ عالی نزدیک قندھار در مکانے نزول کند، کہ ارکانِ سلطنت بآسانی بخدمت مای توانند رسید"

مگر سعد اللہ خان ایک دن پہلے نہ پہنچ سکا اور جب پہنچا، تو اورنگزیب کو یہ حکم ملا کہ:-

"در ہر باب آنچہ بائست، بخان دستور الوزراء، فرمودہ ایم، خاطر نشانِ آں مرید خواہد نمود، بموجبِ آں عامل گردد" ($\frac{1}{25}$)

اور اس طرح نہ صرف یہ کہ اورنگ زیب کو پہلے جس کارروائی کی اجازت دیگئی تھی، اور جس

---

[1] اورنگزیب کے روزنامچہ سفر کے لیے دیکھو خطوط ۲۴-۱۶،

کے لیے یقیناً اس نے کوئی نقشہ اپنے دماغ مین بنالیا ہوگا، اس کو عملی جامہ پہنانے سے اسے محروم کردیا گیا، بلکہ سینکڑون میل دور بیٹھکر ایسی حالت مین جب کہ تار اور ریل کا زمانہ نہ تھا، ایک اہم ترین محاصرہ کی قیادت کا جو افسوسناک حشر ہو سکتا تھا، اس کی طرف پہلا اور آخری قدم بڑھا دیا گیا، اس کے علاوہ ہم کو بتایا گیا تھا، کہ اس مرتبہ محاصرہ کے لیے بڑی توپین بھی بھیجی گئی تھین، ان مین سورت کی بڑی مشہور توپین بھی تھین، لیکن ان کی تعداد اس قدر محدود تھی، اور ان مین سے بھی بعض اتنی بے مصرف تھین کہ ان سے بھی کوئی معقول خدمت نہین لیجا سکتی تھی، بہرحال ایسی حالت مین اورنگزیب سے جو کچھ ہو سکا، اس مین اس نے کوئی کوتاہی نہین کی، سب سے پہلے اس نے قلعون کا معائنہ کرکے موقع موقع پر فوجین مقرر کین، پھر خندقون سے پانی نکالنے اور سرنگون کو دیوارِ قلعہ تک پہنچانے کی کوشش شروع کی، فوجون کی حفاظت کے لیے کنگھرے بنوائے، اور یورش شب خون، گولہ باری سے جو کچھ ہو سکتا تھا، کیا، بڑی توپون کے فقدان نے اگرچہ اس کی تمام امیدون پر پانی پھیر دیا، لیکن پھر بھی شاہجہان نے دور بیٹھکر یہ حکم دیا کہ

"از دو جانب یورش باید نمود" (۱۷۵/۲)

مجبوراً اورنگزیب کو لکھنا پڑا کہ

"چوں توپہاے کلاں ایں مقدار نیست کہ دیوار اطراف قلعہ بیک دفعہ منہدم تواں ساخت و تمارا ہے بہم نرسد یورش مناسب نیست بنابراں بصواب دید دستور دانی خبرت قرار یافتہ کہ جانب مورچال ایشاں درجاے مقرر ایں ارادہ از قوت بفعل آید . . . . . .

چنانچہ بموجب ہمیں قرار داد، دراں جانب و مدعا بر پا میشود، ہرگاہ ازاں کار فراغ دست دہد توپہارا بالا برآوردہ و در ساعتے کہ دستور الوزراء اختیار کنند سر دادہ، دیوار را بیندازند، و ایں مرید بہ اتفاق آں رکن السلطنت و جمعے از بندہا در آنجا حاضر بودہ مردم را بدواند . .

. . . . " (ایضًا)

لیکن شاہجہان اپنی بات پر اڑا رہا، اور اس نے پھر لکھا، کہ

"از دو جانب کہ ممکن است یورش باید نمود، از یک جانب یورش کردن، اصلاً مناسب نیست، توپ سورتی ہماں طرف کے ہست، بودہ باشد، و شش توپ کلانِ دیگر در مورچالِ خانِ سعادت نشان آوردہ ہمیں کہ راہ بہم رسد، یورش نمودہ بعنایت الٰہی قلعہ پایان و بالا کوہ را مفتوح سازند" (ایضًا)

اورنگ زیب اپنی آنکھوں کے سامنے صورتِ حال دیکھ رہا تھا، وہ شاہجہان کے اس حکم کو ناقابلِ عمل سمجھتا تھا، چنانچہ اس نے نہایت ادب سے اصل حقیقت کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے اور اس کے ساتھ لکھ دیا ہے، کہ چونکہ اب حکم صاف ہے، اس لیے وہ اس کی تعمیل کرتا ہے:-

"قبلۂ این مرید سلامت! آنچہ بخاطرِ ملکوت ناظر کہ مطرحِ اشراقاتِ غیبی و الہاماتِ لاریبی است، رسیدہ، عین صوابست و امتثالِ آں لازم، این مرید موافق دریافت قاصر خویش نظر بآنکہ توپہائے درست کہ حقیقتِ آن از عرضداشت رکن السلطنت سعد اللہ خان بعرض مقدس خواہد رسید، آں مقدار نیست، کہ یکدفعہ از دو طرف دیوار قلعہ را توان انداخت تا دیوار رخنہ پذیر نہ شود، و راہ درآمدنِ مردم وا نگردد، دویدن مناسب نیست:

معروض داشتہ بود کہ بالفعل از یک سمت یورش کردہ شود، الحال کہ حکمِ صریح صادر گشتہ، کہ البتہ از ہر دو طرف باید دوید، ہر چند معلوم است کہ از ضربِ دو توپ سورتی، بلکہ یک توپ درست کہ درین جانب است چہ قدر رخنہ خواہد شد، امّا برائے پاسِ حکم گیتی مطاع مقید بہیچ چیز نہ شدہ روزے کہ بصلاحِ وزیر بے نظیر قرار یابد، و جانبِ مورچالِ ایشاں در دیوارِ قلعہ رخنہ بہم رسد، انشاء اللہ تعالیٰ چنانکہ ارشاد یافتہ دو گھڑی از شب ماندہ

ملازمانِ خود را با جمعے از بندہاے شاہی کہ دریں طرف اند، تعیین خواہد ساخت کہ یورش نمودہ بتائیدِ الٰہی و اقبالِ بے ہمالِ خلافت پناہی در گرفتنِ قلعہ کوہ دقیقہ از دقائقِ سعی و تلاش نامرعی نگذارند، امید کہ فتاح علی الاطلاق بمحض کرمِ خویش مکنونِ خاطرِ مقدس را از پردۂ غیب بمنصۂ شہود جلوہ نما گردانیدہ، مریدان و بندہا را در پیش گاہِ اقدس آبروے کرامت فرماید" (ایضاً)

اورنگ زیب نے اس حکم کے ناقابلِ عمل ہونے کے اسباب بیان کر دینے اور ناکامیابی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے بعد حکم کی تعمیل شروع کر دی، اس کے ساتھ ہر بات پر شاہجہان کی منظوری کی شرط نے اس کی تمام کارروائیوں کو ایک بے معنی سی چیز بنا دی تھی، چنانچہ نتیجہ وہی ہوا جو حالات سے واقف اورنگزیب کو پہلے سے معلوم تھا، اور اس کی اطلاع ان الفاظ میں دیتا ہے،

"از آنجا کہ قبل ازیں باستصواب دستور الوزراء مقرر شدہ بود کہ نخست جانب دراز ماشوری کہ مورچالِ ایشان است دمدمہا ساختہ و توپہا بالا بردہ آں طرف انداختہ یورش نمودہ شود، ایں فدوی ہماں قرار داد در سرانجام و اہتمام دمدمہا قدغن بلیغ نمودہ حقیقت را معروض داشتہ بود، درینولا کہ دمدمہا تیار شدہ، وزیر صائب تدبیر توپ فتح لشکر را با سہ توپ کلانِ دیگر بآنجا بردہ دو روز متواتر توپ بسیار سر دادہ، آخر ظاہر نمود کہ ازیں توپہا دراں طرف کارے نمی کشاید، و رخنہ پدید نمی آید" (ص ۳۴)

اب اورنگ زیب کے پاس اس کے سوا کیا چارہ تھا، کہ ایک مرتبہ پھر ایک نئی تدبیر کے لیے درخواست کرے، اور اگر وہ منظور ہو جائے، تو اس کو عملی جامہ پہنائے، چنانچہ اس نے اسی ناکامی کی خبر کے ساتھ شاہجہان کو لکھا کہ اس ناکامیابی کی وجہ سے:-

"ایں مریدِ جاں سپار را غیرتِ تربیتِ آنحضرت دامنگیر گشتہ براں داشت کہ

توکل بر فضلِ کردگار تعالیٰ شانہ نمودہ یکبار از جانبِ کوہ یورش کند، چہ باوجودِ کمال توجہ خاطرِ اقدس بتسخیرِ قلعۂ قندھار و اجتماعِ چنیں لشکرِ عظیم دست از قلعہ بلند داشتن از آئینِ جمیت و مردمی دور است، بنا براں بجہتِ امضاے ایں عزم، بصلاحِ خانِ سعادت نشاں سواے یک توپ درستِ سابق و دو توپِ دیگر از جملہ توپہاے سورتی کہ در مورچالِ طرفِ دروازۂ ماشوری بود، بایں طرف آوردہ و دو توپِ دیگر کہ فتح لشکر و توپِ سورتی، باشد، بطرفِ علی قاپی بردہ مستعدِ یورش است؛

لیکن چوں معاملۂ یورش را اعلحضرت کہ پیر و مرشدِ کامل مکمل بوفورِ دانش و مزید تجربہ آموزگارِ عقلاے روزگار اند، بہتر می دانند، و حکمِ گیتی مطاع بدیں موجب نافذ گشتہ، کہ "ہرگاہ رخنہ در دیوار بہم رسد، یورش نمودہ شود، و توپہاے کہ حقیقتِ آں از عرضداشتِ عضد الخلافہ سعد اللہ خاں بعرضِ اقدس رسیدہ باشد، معلوم کہ چہ قدر رخنہ توانند کرد، و جمیع دولتخواہاں ظاہر ساختند، کہ تا حکمِ صریح دریں باب صادر نشود، یورش مناسب نیست، چنانچہ صورتِ ماجرا، مفصلاً از عرضداشتِ دستور الوزراء بمسامعِ جاہ و جلال خواہد رسید، لہذا ناگزیر کیفیتِ حال را معروض داشتہ منتظرِ حکمِ مجدد است، ہرچہ در آئینۂ ضمیرِ خورشید نظیر کہ مطرحِ الہامِ غیبی است، پرتو اندازد بے توقف حکم شود تا مطابقِ آں عامل گردد (۴۴)

اورنگ زیب نے یہ خط ۶ رشعبان (۲۳ جولائی) کو لکھا تھا، لیکن اسی اثنا میں واقعات نے ایک عجیب و غریب پلٹا کھایا، تقریباً دس ہزار ازبک مغربی پہاڑیوں سے غزنی کے جنوبی علاقہ میں گھس آئے، شاہجہان کو خطرہ پیدا ہوا، کہ کہیں یہ غارتگرانِ جان و مال، کابل و قندھار کے راستہ کو غیر محفوظ نہ کر دیں، اور اس خیال کے آتے ہی ۱۴ رشعبان سنہ ۱۰۶۲ (۱۰ ر جولائی سنہ ۱۶۵۲) کو

"بپادشاہ زادۂ کامگار محمد اورنگزیب بہادر، و مدار المہامی سعد اللہ خاں فرمانِ والا صادر شد

کہ از درِ حصار برخواستہ و تسخیرِ آں را بوقتِ دیگر باز گذاشتہ و توپہائے کلاں راہمراہ گرفتہ بدرگاہِ

آسمان جاہ روند[1]

اورنگ زیب کو بھی اوزبکوں کی آمد کا حال معلوم ہو چکا تھا، اور بلخ و بدخشان کے تجربہ سے جانتا تھا (جیسا کہ واقعی ہوا) کہ یہ جماعت ڈرنے کی چیز نہیں ہے، اس نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا، لیکن وہ اورنگزیب کی بات کب سننے والا تھا، پھر اورنگ زیب نے صرف ایک مہینہ اور محاصرہ کو قائم رکھنے کی درخواست کی، ابتدا یہ بھی نامنظور ہوئی، اور پھر جب منظور بھی ہوئی تو اس وقت کہ فوج کے سپاہی محاصرہ ترک کرکے روانہ ہو چکے تھے اس لئے اورنگزیب کو مجبوراً واپس آنا پڑا، وہ اپنی اس جبری روانگی کے متعلق لکھتا ہے:-

"مرشد مرید نواز سلامت: ایں اخلاص کیش درمعاملۂ بلخ تمامی لشکر توران زمیں را از خان و سلطان و دیگر طبقاتِ مردم کہ دریں مرتبہ فراہم آمدہ بود مکرر آزمودہ بیقین می دانست کہ وجود ایں دہ دوازدہ ہزار ازبکان بیجان چہ خواہد بود؛ و برائے استیصالِ آنہا، نصف لشکرے کہ در رکابِ سعادتِ اعلحضرت است کافی است، بنابراں نمی خواست کہ دست از قلعہ باز داشتہ بافواجِ قاہرہ بحصولِ مطلب برگردد، امّا ازانجا کہ حکم صریح بعد عزِ تمام نفاذ یافت کہ عساکرِ منصورہ ترکِ محاصرۂ قلعہ کردہ بے توقف معاودت نمایند؛ و بعد شہرتِ ایں خبر و برگشتنِ قراولان و فتورِ محاصرۂ امتثالِ فرمانِ ثانی کہ در باب یکماہ توقف صادر گشتہ، متعذر بود ناگزیر بصواب دید دولتخواہاں اتفاقِ مراجعت افتاد[2]"

ابتدائے محاصرہ سے لے کر آخر وقت تک اورنگزیب کا جو طرزِ عمل رہا، اس نے ہر ہر بات

[1] وارث ص ۱۱۰، مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۱۱۰-۱۱۶، منشآت طاہر وحید، تاریخ عالم آرائے عباسی اور رقعات (۳۲-۳۵)

پر جس طرح بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی، جس طرح اس نے ہر موقع پر وزیر بے نظیر سے استصواب کیا، اور جس طرح اس نے ہر حملۂ ہر کارروائی، اور ہر پر امید تحریک پر عملی امداد پیش کی، اوسکا اقتضا تو یہ تھا، کہ شاہجہان اس کی اطاعت، اس کی خدمت، اس کی جانفشانی کی قدر کرتا، لیکن اسکی جگہ شاہجہان کو یہ سمجھایا گیا، کہ اس ناکامی کا ذمہ دار اورنگ زیب اور صرف اورنگزیب ہی، اور اسی وقت سے معمر شاہجہان نے اورنگ زیب کے خلاف وہ معاندانہ رویہ اختیار کر لیا، اور اس کی ہر کارروائی پر اس ناقابلِ ستایش طریقہ سے تعریض و تنقیص شروع کر دی، کہ شاید ہی کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اتنے تیرون کا ہدف و نشانہ بنایا ہو گا، اس کے ساتھ ہم اورنگزیب کی سعادتمندی، اسکی بردباری، اس کے تحمل و برداشت کی تعریف کرتے ہین، کہ اس پر طعن و تشنیع کی بارش ہو رہی ہے، ہر طرف سے ولدوز و جگر سوز تیرون سے سینہ کو زخمی کر رہے ہین، ہر طرف سے اس پر ذلت و رسوائی کی کمندین ڈالی جا رہی ہین، جا بجا سازشون کے جال بچھائے جا رہے ہین، قدم قدم پر اس کی تباہی کے لیے کنوین کھودے جا رہے ہین، اور وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو بڑا سے بڑا دشمن کر سکتا تھا، لیکن اسکی پیشانی پر ایک شکن بھی نہین ہے، اس کا دامنِ صبر ہاتھ سے نہین چھوٹتا، اس کا قدم جادۂ استقامت و اطاعت سے باہر نہین پڑتا، اور اس کی کوئی ادا، کوئی حرکت حتی کہ کوئی لفظ ایسا نہین ہوتا، جس کو خلافِ تہذیب، خلافِ ادب، یا معاندانہ کہا جائے، وہ جب دیکھتا ہے، کہ شاہجہان دشمنون کی غیبت کا شکار ہو چکا ہے، تو مایوسی کی حالت مین اپنی بہن کو بلیغ ترین اشارہ مین اس کی طرف توجہ دلاتا ہے، اور صرف اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتا ہے کہ:۔

"دگر تو اے گل گوش بر آوازِ بلبل می کنی
کارِ مشکل می شود بر بے زبانانِ چمن" (۲/۱۴۴)

ہم دارا، جہان آرا اور دارا کے ملازمین کے قابلِ افسوس رویہ اور سازشون کا حال یہان پر نہین، بلکہ برادرانہ تعلقات کے سلسلہ مین لکھین گے، یہان پر ہم صرف یہ بتادینا چاہتے ہین، کہ نیک دل شاہجہان نے اپنے مطیع وسعادتمند لڑکے کی جان فشانیون کا صلہ کس طرح ادا کیا، ایک خط مین لکھتا ہے:

"بسیار عجب نمود کہ باچنیں سرانجام قلعہ بدست نیامد" (۳/۴۵)

اورنگ زیب خوب سمجھتا ہے، کہ اس کا کیا سبب تھا، اور شاہجہان کو اس پر کہان تک متعجب ہونے کا حق ہے، لیکن پھر بھی وہ جواب دیتا ہے، کہ

"پیر دستگیر سلامت! حقیقت سرانجام قلعہ گیری از عرضداشت اخیرِ دستور الوزرای، کہ از قندھار بدرگاہِ جہان پناہ ارسال داشتہ بعرض اقدس رسیدہ باشد، خصوصیات دیگر نیز بعد ادراکِ سعادت بساط بوسِ اشرف از تقریرِ ایشاں مشروحاً در پیشگاہِ خلافت پرتوِ ظہور خواہد انداخت، بر حقِ سبحانہٗ تعالیٰ ظاہر است کہ ایں مرید ہمہ وقت بمقتضاے اخلاصِ درستِ خداداد، پیشرفت کارِ پیر و مرشدِ خود را منظور داشتہ، حتی المقدور در ہیچ باب کوتاہی ننمودہ، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب کیفیتِ حال بر خاطرِ ملکوت ناظر کہ معیارِ حق و باطل است از قرار واقع ہویدا خواہد گشت" (۳/۴۵)

آگے چل کر پھر اسی خط مین شاہجہان لکھتا ہے:-

"ما از سرِ قندھار گذشتنی نیستیم، بہر طریق کہ دانیم، سرانجام گرفتنِ آں خواہیم فرمود، واں مرید راہمیں کہ بملازمت برسد، رخصتِ دکن میفرمائیم" (۳/۴۵)

اورنگزیب اس وقت بھی اطاعت کے جذبہ سے خالی نہین ہے، وہ جس صورت سے بھی ہو بادشاہ کو خوش کرنا چاہتا ہے، حتی کہ وہ یہانتک تیار ہے، کہ وہ دکن کا صوبہ دار بننے کی جگہ ایک مرتبہ پھر محاصرۂ قندھار مین جس صورت سے بھی ہو قسمت آزمائی کرے، اور اسی خیال سے لکھتا ہے:-

"قبلہ وکعبۂ دوجہاں سلامت! ازاں جا کہ علوِ ہمت جہاں کشا و استقامت عزم والاے

اعلیحضرت متوجہ اعاظمِ امور بودہ دہست بیقین کہ ذکرِ تسخیرِ قلعہ بلکہ تمام مملکتِ ایران باسہل وجہے خواہد شد، این مرید میخواست، کہ تا تقریب یساق قندھار درمیان است، دریں ضلع بودہ ہرگاہ سرانجام بواقعی شود، بتوفیقِ موفقِ حقیقی عزائمہ کام وناکام قلعہ را مسخر ساختہ بوسیلۂ آں استرضاے خاطرِ مقدس بیش از پیش حاصل نماید، الحال ہرچہ ضمیر خورشید نظیرِ اقدس اقتضا فرمودہ عینِ صواب ومحضِ حکمت است، ایں عقیدت منش را از اطاعتِ حکمِ والا چارہ نیست (ص ۳/۳۵)

اس کے بعد ہی جب اورنگ زیب کو معلوم ہوتا ہے، کہ اس کو واپس بلوانے کے بعد اس کے دیرینہ مہربان داراشکوہ نے اس مہم کی کامیابی کا بیڑہ اٹھایا ہے، اور اس واقعہ کی وجہ سے اس کو تمام واقعات آئینہ کی طرح صاف سامنے آجاتے ہین، اور قدرۃً خیال ہو سکتا ہے، کہ اس موقع پر اورنگ زیب کچھ نہین تو کم از کم اندرونی سازشون ہی کے خلاف ہلکی سی صداے احتجاج ہی بلند کریگا، لیکن اس کے اخلاق کی عظمت اور اس کی نیت کے اخلاص کا اس وقت قائل ہونا پڑتا ہے، جبکہ ہم دیکھتے ہین، کہ اورنگ زیب اس خبر کو سنکر ان الفاظ مین شاہجہان سے عاجزانہ درخواست کرتا ہے :-

"پیرو دستگیر سلامت! بخاطرِ مقدس خواہد بود، کہ ایں عقیدت منش نوبتِ اوّل کہ مہمِ قندھار درمیاں آمد، بعد استفسار کنکاشِ تسخیرِ آں قلعہ معروض داشتہ بود، کہ اولیٰ وانسب آنست کہ دادا بھائی بایں خدمت تعین شوند، وفدوی ہراولِ ایشاں بودہ بہ مراسمِ جانفشانی قیام نماید، چون مقدر چنیں بود، کہ دریں فرصت، این معنی در پردۂ تعویق باشد، دران ولا موقوف گشت، الحال نیز کہ ایشاں تعہدِ انجام این مہم نمودہ اند، . . . . انشاءاللہ تعالیٰ افتتاحِ ایں عقدۂ دشوار بکلیدِ سعیِ ایشاں موافقِ خواہشِ دولتخواہان خواہد شد، امید کہ ایں جاں سپار کہ باوجود تحملِ تعبِ چنین یساق اصلاً اندیشۂ صوبۂ دکن وغیرہ بخاطر

راہ ندارد، نیز بموجبے کہ دراں وقت التماس کردہ کہ چندگاہ دریں ضلع بسر بردہ تا ہنگام کار رفاقت نمودہ، بتدارکِ مافات بپردازد، شاید بتوفیقِ الٰہی، دریں مرتبہ مصدرِ تردّدے گردیدہ، استرضائے باطنِ اقدس بوجہ احسن حاصل نماید؟ (۱/۴۸)

لیکن شاہجہان اس کا جو جواب دیتا ہے، وہ یہ ہے کہ

"از ہر کس کارے می آید وعقلا گفتہ اند کہ آزمودہ را نباید آزمود" (۵/۴۸)

اورنگ زیب اس تیر کو بھی نہایت ہی جوانمردی سے برداشت کرتا ہے، اور لکھتا ہے:-

"پیر دستگیر و مرشدِ صافی ضمیر سلامت! ازاں جا کہ حکیم علی الاطلاق ذاتِ مقدسِ اعلیٰ حضرت راصفاتِ کمال ارزانی فرمودہ، بقوتِ عقل و وفورِ تجربہ برجہانیاں برتری بخشیدہ، وجوہرِ قابلیت وحالتِ ہر کس در والا دیدۂ آنحضرت پیدا است یقین کہ آنچہ درباب مریدان و بندہا بر زبانِ حقائق ترجمان می گذرد، بیان واقع خواہد بود، ومتضمن ہزاران نصیحت وارشاد برا علیٰحضرت ظاہر است کہ ہر کرا فی الجملہ از خرد بہرہ است، در نفع وضررِ خویش پے می برد این جانسپار کہ تربیت یافتۂ آنحضرت است، در تقدیمِ خدمتے کہ آں را باعثِ نیک نامی ومنافعِ دوجہانی خود میداند، چون بتقصیر راضی خواہد شد بخاطرِ ملکوت ناظر خواہد بود، کہ ایں مرید وقتیکہ بقندھار رسید، چہ صعبتِ آں مرتبہ را بیاد داشت آنچہ موافق دریافتِ قاصرِ خویش معلوم نمود، بلا توقف معروض داشتہ التماس رفتن پیش کردہ بود چوں دولتخواہاں بمبالغۂ تمام بازنمودند، کہ پیش رفت صلاح نیست، چہ دریں صورت جمعیت ومصالحِ قلعہ گیری کہ وفور ندارد، ومنقسم میشود، ومحاصرۂ قلعہ کہ اہم است بواقعی از قوت بفعل نخواہد آمد، وتا زمانیکہ ایں معنی بعرضِ مقدس رسید، حکم صریح بر طبقِ کنکاشِ دولتخواہان نفاذ یافتہ کہ ازیں فدوی ہمانجا بودہ پیش نرود، بنابراں آں صواب دیدِ ایشاں کہ رعایتِ آں حسب الحکم الاعلیٰ لازم میدانست

بیروں نرفتہ، ناگزیر آں ارادہ بموقوف داشت، و باتفاقِ دستور الوزرا بمحاصرہ پرداختہ و حتی الامکان دراں باب کوشیدہ امیدوار بود، کہ کام و ناکام درماہِ شعبان قلعۂ کوہ را مسخر خواہد ساخت، اگر فرصت می یافت سعیٔ خود را باتمام رسانیدہ از طعن و ملامت ایمن می بود، ہر گاہ بحسبِ تقدیر مقدماتِ مخلِ مطلب روے می دہد، و فرصتِ کار از دست رود، غیر از اعتراف بقصور چہ چارہ؟ بعد از انکہ دیگر مریدان باچنیں سرانجام شروع دریں مہم نمودہ کارے از پیش برند، تقصیرِ ایں مرید بوضوح خواہد پیوست، امید کہ بر آزمایشِ ناآزمودہا اثرے مرتب گشتہ عنقریب مکنونِ خاطرِ مقدس جلوۂ ظہور دہد۔" (۵/۴۲)

ایک اور خط میں شاہجہاں لکھتا ہے :۔

"اگر میدانستیم کہ قلعۂ قندھار رامی توانند گرفت، لشکر راطلب نمی فرمودیم۔" ۷/۴۲

اورنگ زیب اس کا جواب ان الفاظ میں دیتا ہے :۔

"مرشد مرید نواز سلامت! این فدوی صورتِ ارادۂ خود را پیش ازیں معروض داشتہ بمسامعِ جاہ و جلال رسیدہ باشد، از آنجا کہ اولاً حکم صریح بقدغن ہرچہ تمام ترعز نفاذ یافتہ بود، کہ عساکر منصورہ بے تانی معاودت نمایند، و ایں خبر شہرت یافتہ قزلباشان برگشتہ بودند، دمردم دست از محاصرہ باز داشتہ برخے از پاے قلعہ برخاستہ، لہذا امتثالِ حکمِ فرمانِ ثانی را کہ درباب یک ماہہ توقف صادر گشتہ بود، متعذر یافتہ، ضرورۃً بصوابدیدِ دستورِ تمام دانش و سائرِ دولتخواہاں اتفاقِ مراجعت افتاد، بر تقدیرے کہ در منشور اول حکم بر لیغ ثانی می رسید بتوفیقِ الہٰی انچہ بندہاے جانسپار در ہمیں ماہ شعبان بر سر قلعۂ کوہ می آوردند، بر عالمیان ظاہر می شد۔" (۷/۴۲)

اب شاہجہاں کے پاس ان مسکت جوابات کے بعد محاصرہ پر تنقید کے لیے کوئی بات

باقی نہین رہی تھی، اس لیے اب اس نے دوسری صورت اختیار کی، اور لکھا کہ خیر محاصرہ کا تم نے جو حال کیا، تو وہ کیا ہی،:-

"اگر آں مرید ولایتِ دکن را ہم آباداں تواند کرد، بسیار خوب است"۔ (۵/۴۸)

اورنگ زیب اسکا جواب اس طرح دیتا ہے:-

قبلۂ وکعبۂ دوجہانی سلامت! بر ضمیرِ منیرِ اعلحضرت مکشوف خواہد بود کہ این عقیدت منش ہرچند کہ در آبادان کاری و پرداختِ صوبجاتِ عمدہ باسائرِ مریداں برابری ندارد، اما از ابتدائے کہ بعنایتِ جاگیر سرفراز شدہ، ہیچ گاہ در پرداختِ امورِ ملکی ونسقِ مہمات مقصر نبودہ، چنانچہ ہمیں صوبۂ دکن را کہ در نہایت ویرانی و برہم خوردگی بود، نوعے معمور ساختہ کہ بر عالمیان ظاہر است، وشاید بعد تغیرِ حقیقتِ آں بمسامع علیہ رسیدہ باشد، درینولا نیز بکرم ایزد جل شانہ، امیدوار است کہ اگر یک چندے از روے استقلال، صوبۂ مذکور بحال بماند، وسر انجامِ مصالح درخور بشود، با آنکہ بسببِ دست اندازی وغفلتِ صوبہ داران رعایا متفرق گردیدہ تمامی آن ولایت از انتظام درونق افتادہ انشاء اللہ تعالےٰ اندک فرصتے آثارِ سعی وکوشش این مرید بظہور خواہد رسید" (۵/۴۸)

اس کے بعد سے ملاقات تک شاہجہان نے نہ تو پھر قندھار ہی کے متعلق ایک لفظ لکھا، اور نہ دکن ہی کے انتظام کے متعلق نصیحت کی، البتہ یہ حکم نافذ کردیا، کہ اورنگ زیب اپنے سابق صوبہ مین جاکر اپنے بال بچون کو لا بھی نہین سکتا، بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ ان کو لکھدے، کہ لاہور مین آکر اس سے مل جائین، اورنگزیب کو ملتان نہ جانے دینے مین دارا نے جو مصلحت رکھی تھی اس کو ہم یہان پر بیان نہین کرینگے، بلکہ بھائیون کے تعلقات کے سلسلہ مین پیش کرین گے، اورنگزیب نے اس حکم کو بھی بلا چون وچرا قبول کرلیا، چنانچہ اپنی بہن کو لکھتا ہے:-

"حسب الحکم جہان مطاع سمتِ اندراج یافتہ کہ "این خیرخواہ" پس از دریافتِ ملازمتِ اشرف بصوبِ دکن رخصت خواہند فرمود، بمردم خود بنویسد کہ از ملتان بلاہور بیایند"

برضمیرِ عطوفت تاثیر پوشیدہ نخواہد بود، کہ ایں ہواخواہ در جمیع اوقات اطاعتِ حکم اقدس را سرمایۂ سعادت جاودانی دانستہ مطلبے جز استرضاے خاطرِ مقدس اعلحضرت ندارد، وہرچہ ماموری گردد، صلاحِ کارِ خود انگاشتہ برخلافِ اہل روزگار غرضِ خویش را بنظر درنمی آورد" (۱۴۴ غ)

اورنگ زیب ٹھیک ایک مہینہ کے بعد ۱۲ رمضان (۷ اگست) کو بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا، اور رمضان (۱۷ اگست) کو دکن کی طرف روانہ کر دیا گیا، برسات کا زمانہ تھا، پنجاب کے دریا بھرے ہوے تھے، پل بنتے اور ٹوٹتے تھے، ایسی حالت مین سفر مین تعویق ناگزیر تھی، لیکن شاہجہان کو یہ بات بھی پسند نہ تھی، اور وہ اورنگ زیب کی اس تاخیر پر بلا وجہ ناخوشی کا اظہار کرتا ہی، اورنگ زیب اسی قسم کے ایک خط کے جواب مین لکھتا ہے:-

"پیر و مرشد حقیقی سلامت! ایں فدوی در سرعتِ طے منازل کوتاہی ندارد، اگر این مقامہا کہ آں روے اٹک و ایں طرفِ چناب واقع شدہ مانعِ قطعِ مسافت نمی گشت، تاحال بنواحئ دارالخلافت شاہجہان آباد می رسید، اکنوں نیز انشاء اللہ تعالیٰ بعد عبور ازیں دریا بقدرِ مقدور در سرعت تقصیر ننمودہ بوقت خود را بداں حدود رسانیدہ بتوفیق الٰہی قابو را از دست نخواہد داد" (۹/۱۴)

ایک دوسرے خط مین شاہجہان لکھتا ہی کہ

"آن مرید را در رفتن توقف بسیار روے دادہ، اکنوں از ہر راے کہ زود تر تواند رسید خود را برساند" (۱۱/۴۳)

اورنگ زیب اس کے جواب مین لکھتا ہے:-

"پیر دستگیر سلامت! از آنجا کہ این مرید ہمہ جا برابر لشکر ظفر اثر طے مسافت می نماید، بسبب توقف
بر آئینۂ خاطر ملکوت ناظر روشن خواہد بود، راہے کہ بگھاٹی چاندہ میرود، اگرچہ چند منزل نزدیک
تراست، و این فدوی اصلا بتوقف راضی نبودہ، میخواہد کہ بسرعت تمام خود را بدکن برساند،
اما چون متعلقان جمیع مردم از ملتان رسیدہ اند، و بہل و ارابہ بسیار ہمراہ است و باین ہمہ ثقل
و اثقال زیادہ از چہار پنج کروہ منزل نمی توان کرد و عقب گذاشتن مردم درچنین راہ نا مسلوک
مناسب نیست، قرار دادہ کہ از سامر و لودھانہ شدہ، نزدیک دار الخلافہ شاہجہان آباد،
بر آن راہ راست ملحق شود و از آنجا نوعے قطع منازل کند، کہ در عرض یک ماہہ بہ برہان پور
تواند رسید، چہ در راہ راست بادشاہی، اگر بعض مردم بزیادتی اسباب عقب بمانند، اندیشہ
نیست۔" (۱۱/۴۴)

ان جوابون کے بعد بھی شاہجہان کو یہی نظر آتا ہے، کہ اورنگزیب نہایت ہی آہستہ آہستہ سفر
کر رہا ہے، چنانچہ وہ پھر لکھتا ہی کہ

"چہار ماہ است کہ آن مرید از خدمت ما مرخص گشتہ و دو ماہ است کہ صوبہ دار ہر چہار صوبۂ
دکن از آنجا روانۂ احمد آباد شدہ بگجرات رسیدہ ہر چند آن مرید زودتر خود را بدولت آباد برساند
بہتر است۔" (۱۲/۴۴)

اورنگ زیب اس کا جواب ان الفاظ مین دیتا ہے:-

"قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات من سلامت! بر پیشگاہ خاطر ملکوت ناظر ہویدا خواہد بود،
کہ این عقیدت کیش درین مدت بہر خدمتے کہ سرفرازی یافتہ حتی الامکان بتقدیم آن پرداختہ
در امتثال حکم لازم الاتباع اصلا تعلل و تاخیر ننمودہ درین مرتبہ کہ بمحض تفضل و عنایات بصوبجات
دکن کہ قبل ازین مدتے در آن مرز و بوم بسر بردہ، دستوری یافتہ و خدمت بادشاہی کہ آن را

بمنزلِ طاعتِ الٰہی می داند، درآں صوبجات بسیار روے می دہد، اگرچنانچہ بعض موانعِ راہ ایسے ساماں سیاہ کہ حقیقتِ آں بر ضمیرِ خورشید نظیر مسطور نیست، واقع نمی شد، ایں ہمہ توقف چہ امکان داشت این مرید شاگردِ پیر و مرشدِ حقیقی، خود با آہستہ رفتن کمتر آشنا است، انشاء اللہ تعالیٰ اواسطِ شہرِ صفر ختم بالخیر والظفر بنواحیٔ برہان پور رسیدہ، اگر در آنجا کارے نباشد، بے توقف عزیمتِ دولت آباد خواہد نمود۔ (۱۴/۴۶)

اورنگزیب ان جھگڑون کو سنتا ہوا، اور شجاع و مراد سے ملتا ہوا، ۵ اربیع الاوّل سنہ ۱۰۶۳ھ (۳۰ فروری سنہ ۱۶۵۳) کو برہان پور مین داخل ہوا، اور ان الفاظ مین اپنے داخلہ کی اطلاع بادشاہ کو دی[1]:-

"این مرید . . . . پانزدہم ربیع الاوّل داخلِ بلدۂ برہان پور شدہ مشغولِ پرداختِ مہماتِ اینجا است، ہرگاہ خاطر از بندوبستِ معاملۂ پایان گھات جمع نماید، انشاء اللہ تعالیٰ روانۂ دولت آباد خواہد شد" (۱/۴۹)

---

[1] سفر کے مفصل حالات کے لئے دیکھو خطوط نمبر ۲۹-۳۲،

باب ٦

نظامتِ دکن نوبتِ دوم،

اورنگزیب کینٹے کو ۲۵ ربیع الاوّل ۱۰۶۳ھ (۴ فروری ۱۶۵۳ء) کو برہان پور مین داخل ہوا، لیکن شاہجہان سے رخصت ہوتے ہی وقت وہ دکن کا صوبہ دار بنا دیا گیا تھا، اور اس دورافتادہ نومفتوحہ علاقہ کے متعلق ہر قسم کی ذمہ داریان اس پر عاید ہوگئی تھین، اور اس نے بھی ایک فرض شناس نوجوان کی طرح اپنے فرائض کو ایمانداری کے ساتھ ادا کرنا شروع کر دیا تھا، اس سلسلہ مین اس کا سب سے پہلا کام یہ تھا، کہ وہ دکن کی موجودہ حالت سے واقفیت حاصل کرے کیونکہ اسے اس بات کا علم تھا، کہ اس کے دکن کو چھوڑنے کے بعد ان دس سالون مین وہان کی حالت بدتر ہوگئی ہے، ان دس برسون مین خان دوران، راجہ جے سنگھ، اسلام خان، شاہ نواز خان، مراد، اور شایستہ خان ملا کر چھ صوبیدار یکے بعد دیگرے اس صوبہ مین اپنی راے اور اپنے خیال کے مطابق حکومت کر چکے ہین، اور چونکہ "ہر کہ آمد عمار تے نو ساخت" کے اصول پر زیادہ عمل درآمد ہوا ہے، اس لئے دکن نے ترقی کی جگہ تنزل کی طرف تیزی سے قدم بڑھایا ہے، خان دوران کی سخت گیری، اسلام خان کی حرص، مرزا راجہ کا تذبذب، مراد کی بے راہہ روی، اور شایستہ خان مین ذمہ داری کے احساس کا فقدان، وہ چیزین تھین جنھون نے ایک طرف تو وہان کے افسرون کو بادشاہ کی خفگی سے مامون اور خود غرض کر دیا تھا، اور دوسری طرف رعایا تباہ، زراعت برباد،

اور ملکی انتظام تقریبًا مردہ ہو گیا تھا، اگرچہ ان دس برسون مین اس صوبہ کو جو اندرونی امن اور بیرونی سرحدی ریاستون کے حملون سے اطمینان حاصل ہو گیا تھا، اس کا مقتضا تو یہ تھا، کہ یہان کی ہر چیز مین ترقی ہوتی، لیکن صوبہ دارون کی غفلت نے اگرچہ رفتار مین کمی نہ آنے دی، لیکن اب آبادی کی جگہ ویرانی منزل مقصود تھی، اور وہی صوبہ جس کی آمدنی سرکاری مورخ نے ۳ کرور ۶۲ لاکھ بتائی تھی، ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء مین وہ صرف ایک کرور دے سکا تھا، جاگیرون کا حال اس سے بدتر تھا، ابتداءً جاگیرداروں نے اپنی رقم پوری کرنے کے لیے رعایا پر جو تشدد کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ کاشتکار اپنی زمین چھوڑ کر بھاگ گئے، اور جون جون رقم کی تدریجی کمی کی وجہ سے ان جاگیرداروں کی سختیان بڑھتی گئین، مزروعہ علاقے گھٹتے اور غیر مزروعہ بڑھتے گئے، اور جب اورنگزیب نے اس صوبہ کی عنانِ نظامت اپنے ہاتھ مین لی، یہ مرض پرانا اور تقریبًا ناقابلِ علاج ہو چکا تھا، لیکن اورنگزیب اس دماغی کیفیت کا آدمی نہ تھا، جو ناکامی سے فورًا مایوس ہو جاتے ہین، بلکہ وہ ان چند باہمت کامیاب لوگون مین تھا، جنکو ناکامیابی مین کامیابی مسکراتی نظر آتی ہے، اور جو مصیبت کی تاریکی مین راحت کی روشنی دیکھتے ہین، ان تمام حالات کی عام واقفیت کے باوجود بھی اورنگزیب یاس و ناامیدی کا ایک لفظ بھی زبان سے نہین نکالتا، بلکہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ یہ ہے کہ

"درین ولا نیز بکرمِ ایزد جلّ شانہ امیدوار ست کہ اگر یک چندے از روے استقلال صوبۂ مذکور (دکن) بحال بماند، و سر انجامِ مصالح در خور باشد بشود، بآنکہ بسببِ دست اندازی و غفلتِ صوبہ داران، رعایا متفرق گردیدہ تمامیٔ آں ولایت از انتظام و رونق افتادہ، انشاءاللہ تعالیٰ در اندک فرصتے آثارِ سعی و کوششِ این مرید بظہور خواہد رسید" (۵/۲۵)

اس امید بلکہ یقین کے ساتھ جو شخص ایک کام کے لیے روانہ ہو گا، اس کی کامیابی یقینی ہے، اور ایسا ہی ہوا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ دکن کا صوبہ چار صوبون پر

مشتمل تھا، اور اس کو انتظامی حیثیت سے دو حصون مین منقسم کر دیا گیا تھا، (۱) پایان گھاٹ جسمین خاندیش اور نصف برار شامل تھا، اور (۲) بالا گھاٹ یہ باقی ۲½ صوبون پر مشتمل تھا، اور چونکہ شمالی ہند سے آنے والا آدمی پہلے پایان گھاٹ ہی مین پہنچتا ہے، اس لیے شاہجہان نے بھی اورنگ زیب کو یہ راے دی تھی، کہ کچھ دنون وہان رہ کر اور وہان کی حالت درست کر کے دو صوبہ کے دار السلطنت مین جاے، اس لیے اورنگزیب نے بھی اسی کو اپنا لائحۂ عمل بنایا تھا، اس کے ساتھ اورنگزیب اس بات سے بھی اچھی طرح واقف تھا، کہ یہ دور دراز کا خستہ و خراب صوبہ اس کو اس لیے دیا گیا ہے، کہ ایک طرف تو بادشاہ اور دارا سے بہت دور رہے، اور دوسری طرف اس کے دشمنون کو اسے بدنام اور شاہجہان کو بدگمان کرنے کے مواقع ہر وقت حاصل ہون، اور جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا، ایک بڑی حد تک وہ دونون مین کامیاب ہوئے، اس لیے اورنگزیب نے ابتدا ہی سے شاہجہان کو وہان کے حالات سے واقف کر دینا شروع کر دیا تھا، اور برہان پور پہنچنے کے پہلے ہی اس نے پایان گھاٹ کی حالت کے متعلق ان الفاظ مین اطلاع دیدی تھی؛-

"پیر دستگیر صافی ضمیر سلامت! چون پرداختِ مہماتِ پایان گھاٹ کہ بغایت از نسق افتادہ ضرور است، انشاء اللہ تعالیٰ بموجب حکم مقدس . . . . روزے چند درآن بلدہ (برہانپور) اقامت گزیدہ و خاطر از بندوبستِ آنجا مطمئن ساختہ بدولت آباد خواہد رفت، و بتوفیقِ الٰہی و یمنِ تربیت و ارشادِ مرشدِ کامل مکمل خود، در معموری و انتظامِ مہامِ صوبجاتِ دکن کہ حقیقتِ ویرانی و بے رونقی آن پوشیدہ نیست بقدرِ مقدور اہتمام بل،

لہ یہان پر یہ بات بھی غور طلب ہی کہ دارا کو جو صوبے دیئے گئے ہین وہ حکومت کے بہترین صوبے کا ملتان، پنجاب، اور الہ آباد ہین، شجاع، بنگال اور اوڑیسہ کا دائمی صوبہ دار ہے، مراد بھی مالوہ، کشمیر، یا گجرات ہی مین اکثر و بیشتر رہتا ہے،

لازم دانستہ بتقصیر از خویش راضی نخواہد گشت (۱۶/۱۴۷)

برہان پور پہنچنے کے بعد جو پہلا خط شاہجہان کو لکھتا ہے، اس مین ذرہ تفصیل کے ساتھ دکن کی ویرانی کا حال لکھتا ہے:-

"قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات سلامت! پیش ازیں شنیدہ شد کہ بندوبستِ بگلانہ خوب شدہ دریں ولا کہ ایں مرید بہ برہان پور رسید، خلاف آنچہ مسموع بود بظہور پیوست، واقعہ نویسِ معزول بندرِ سورت کہ روانۂ درگاہِ جہاں پناہ است، شاید بوسیلۂ ایستادہاے پایہ سریر خلافت مصیر حقیقت را بمسامعِ جاہ و جلال برساند، چون بجہت ضبطِ بگلانہ کہ بعد سید عبدالوہاب خوب لعمل نیامدہ جمعے را از حضورِ خود جدا نمودہ باید، فرستاد، وسواے حاصلِ آں ولایت کہ از زبونی عمل نسبت بگذشتہ بسیار کم است، مبلغ کلی خرچ بایستے نمود، تا بندوبست خاطر خواہ شود، و پرداختِ صوبجاتِ دکن کہ از نسق افتادہ ضرور است، و براے سرانجام خدماتے کہ دریں صوبجات روی دہد، جمعے لائق در حضورِ ایں فدوی درکار، و کیفیتِ ویرانی و بے رونقی آں با وسعتے کہ دارد کہ بر اعلیحضرت پیکر روشن، بنا براں نظر بمقتضاے وقت نمودہ اسد اللہ ولد میر فضل اللہ را . . . . بخدمتِ فوجداریٔ بگلانہ تعین ساخت" (۱/۱۴۹)

لیکن شاہجہان دکن کی اصلاح کے لیے بے صبر تھا، بہ بے صبری وسے یہ بھی سوچنے نہ دیتی تھی، کہ اتنے بڑے صوبہ کی اصلاح اس قدر جلد ناممکن ہے، اس کا خیال تھا، کہ اورنگزیب کو، الف لیلہ کے سمسم کی طرح جادو کے کچھ الفاظ یاد ہین، جنکے کہنے کے ساتھ ہی تمام غیر مزروعہ ویران صوبہ ایک آن! دو میں سرسبز و شاداب لہلہاتا ہوا کھیت بنجاے گا، اورنگزیب کو آے ہوے ابھی تین مہینے بھی نہ گذرے تھے، کہ اس نے لکھنا شروع کیا، کہ

"چون آں مرید تا حال از مہماتِ پایان گھات فارغ شدہ باشد و بندوبستِ آں کما ینبغی

نمودہ، باید کہ بمجرد وصول ایں مثال سعادت تمثال روانۂ دولت آباد شود، و ولایت

بالاگھات و پایان گھات از خود دانستہ پرداخت آں بواجبی نماید۔" (۳/۱۵)

اورنگزیب کو ویرانی اور اسکی اصلاح کے لیے جس طویل مدت کی ضرورت ہوگی حقیقی علم تھا

اور اس نے اس حکم کا اس طرح جواب دیا:۔

"بر پیشگاہ خاطر ملکوت ناظر ہویدا خواہد بود، کہ ایں مرید بمقتضائے حسن عقیدت ہمہ وقت

تقدیم خدمات بادشاہی را عین سرانجام مقاصد دارین خود تصور نمودہ، حتی الامکان در آں

سعی مبذول میدارد، و بہ تن آسانی کمتر پرداختہ بقدر مقدور اوقات را صرف بندوبست

مہام ملکی می سازد،

"از آنجا کہ برہم خوردگی ولایت دکن کہ دریں مدت دہ سال پرداخت نشدہ از آں

قبیل نیست کہ نسق آں بزودی دست بہم دہد، و سرانجام ولایت نوعے کہ در بودن خود

می تواں کرد، غائبانہ میسر نہ، و معہذا می دانست کہ مطمح نظر اعلحضرت پرداخت ولایت

است و بالفعل در دولت آباد آں چناں کار ضروری نیست کہ نظم و نسق پایان گھات

ناکردہ بسرعت تمام انجام باید رفت، بنابراں . . . . می خواست

چندگاہ در برہان پور توقف نمودہ خاطر از خاندیس و برار و پایان گھات جمع سازد، الحال

کہ یرلیغ اشرف بدینگونہ نفاذ یافت مستعد عزیمت دولت آباد است، لیکن اگر حکم شود کہ

اوائل شہر یور از ینجا روانہ آں طرف گردد، شاید پرداخت پایان گھات بہتر ازیں

صورت بیابد، دیگر آنچہ بخاطر مقدس برسد محض حکمت است" (۳/۵۱)

اورنگ زیب نے دکن میں پہنچنے کے ساتھ ہی اس صوبہ میں بھی عمل تباہی کا اجرا شروع کر دیا

تھا، اور اسی غرض سے اس نے مرشد قلیخان کو بالاگھاٹ کا دیوان مقرر کیا تھا، ملتفت خان پایان

پایان گھاٹ کا دیوان تھا، اورنگ زیب نے اس کو بھی اس عمل کے اجرا کے لیے کہا، اور بعد مین اونے مرشد قلی خان ہی کو دونون حصون کی دیوانی پر مقرر کرادیا، راجہ ٹوڈرمل اکبری کے اصلاحات دیوانی کے دکن مین رائج کرنے کا سہرا اورنگزیب اور مرشد قلی خان کے سر ہے، مرشد قلی خان نے اس سلسلہ مین جس تندہی جس محنت جس ایمانداری اور جس استقلال سے ویران دکن کو آباد کرنے کا کام شروع کیا تھا، اس کا مفصل حال مآثر الامرا مین مذکور ہے، اورنگ زیب بھی اس کے کامون سے خوش تھا اس کا بڑا مداح تھا، کوئی ایسا موقع نہ ہوتا جہان مرشد قلی کا ذکر ہوتا اور اورنگزیب اس کے کامون کی تعریف نہ کرتا، ایک خط مین شاہجہان کو لکھتا ہے:۔

"پیر دستگیر سلامت! در پرداختن ہر چہار صوبۂ دکن و ازدیاد آبادئی آن حتی الامکان سعی مصروف شدہ ومیشود، امید کہ بعمل بتائی این ولایت نسق شایستہ بیابد، انچہ از کاردانی وفہمید گی مرشد قلی کہ بر زبان کلک الہام بیان گذشتہ محض کرامات است، این مرید اورا این چنین بندہ دانستہ التماس خدمت دیوانی بالا گھاٹ برائے او نمودہ بود، اعانت او در ہمہ باب بعمل آمدہ وخواہد آمد" (۵۸/۵)

ایک دوسرے خط مین مرشد قلیخان کو پایان گھاٹ کا بھی دیوان مقرر کرنے کے لیے ان الفاظ مین درخواست کرتا ہے:۔

"پیر و مرشد حقیقی سلامت! چون این فدوی را برائے خدمت دیوانی پایان گھاٹ آدم فہمیدۂ کاردان درکار است و مرشد قلی خان باوجود خدمت مرجوعۂ خویش این خدمت را بطریق براہ می تواند نمود، اگر حکم مقدس شرف نفاذ یابد امور دیوانی را بدو تفویض نمایند" (۵/۷)

ایک اور خط مین اس کی جاگیر کی کم حاصلی کے متعلق شکایت کرتے ہوے ان الفاظ مین درخواست کرتا ہے:۔

۵ جلد سوم ص ۵۰۰-۵۹۳۔

"پیر و مرشد حقیقی این مرید سلامت! مرشد قلیخان بندہ کارآمدئی درگاہِ معلّی است و خدمت مرجوعہ را از روے امانت و دیانت بہ تقدیم رسانیدہ در پرداختِ مہماتِ ولایت بالاگھات و اباداں کاری دقیقہ از دقایقِ سعی و اہتمام فرو نگذاشتہ، اگر دیوانیانِ پیشین نیز بہمین نمط توفیق جد و جہدی یافتند، کارِ ایں ولایت بدینجانمی رسید" (۲۲/۲)

اور یہ واقعہ ہے کہ مرشد قلیخان نے دکن کو دکن بنا دیا، اس نے تمام زمین کی پیمایش کی، اس کے پیداوار کا مطالعہ کیا، پھر اسی کی روشنی مین تین قسم کی مالگذاری مقرر کی، اسی کے ساتھ غریب کاشتکارون مین تقاوی تقسیم کی، اور مالگذاری کی صحت کے لیے ایک خاص طریقہ مقرر کیا، اور آج تک اسی کی پیمایش اکثر و بیشتر دکن مین رائج ہے، اور اس کے دھارے کی مقبولیت کا بین ثبوت ہے۔ اورنگ زیب اپنے دیوانون کی مدد سے اصلاح کی طرف متوجہ تھا، اور شاہجہان جلد از جلد دکن کو آباد دیکھنا چاہتا تھا، اس لیے وہ اورنگ زیب کو ایک مرتبہ پھر لکھتا ہے، کہ تھوڑے آدمیون سے دکن کا انتظام نہین ہو سکتا، اورنگزیب اس کی تشریح ان الفاظ مین پیش کرتا ہے:

"مرشد کاملِ من سلامت! بر ایستادہاے پایۂ سریرِ خلافت ظاہر خواہد بود کہ چہ قدر جمعیتِ ایں مرید بہ بنگالہ رفت و تا چند در آنجا بود، کہ ضبطِ شایستہ از آنہا بفعل نیامد، اگر ایں فدوی بکچندے جمعیتے درخورِ کار آنجامی داشت حقیقتِ عمل بعرضِ مقدس میرسید" (۵۱/۳)

بہرحال جب برہان پور مین تقریباً ۹ مہینے رہ کر اورنگزیب ۱۶ ذی الحجہ ۱۰۶۳ھ (۲۸ اکتوبر ۱۶۵۲ء) برہان پور سے روانہ ہو کر ۱۲ محرم ۱۰۶۴ھ (۲۵ نومبر ۱۶۵۴ء) کو دولت آباد مین داخل ہوا ہے، تو وہ اس قابل تھا، کہ وہ شاہجہان کو اس بات کی اطلاع دے کر

"امید کہ بمین نیتِ حق طویتِ اعلیحضرت پرداختِ مہماتِ ایں ولایت نیز بدستور پایان گھاٹ صورت گرفتہ اجراے عمل تہائی کہ حسب الحکم الاقدس قرار یافتہ سببِ ازدیادِ آبادی گردد" (۵/۱)

اگرچہ اورنگ زیب اپنے فرائض کی ادائگی مین مصروف تھا، اور ہر طرح دکن کی آبادی ورونق کے لیے کوشان، لیکن شاہجہان کا کوئی خط ایسا نہین ہے جس مین اس نے اورنگزیب پر سستی، بے توجہی اور مجرمانہ غفلت کا الزام نہ لگایا ہو، آخر اورنگ زیب بھی اپنی خاموشی کو جاری نہ رکھ سکا اور اگرچہ اسے "خودستائی" پسند نہ تھی، پھر بھی اپنے کو الزام سے بری کرنے کے لیے اوسے اطلاع دینا پڑی کہ

"سعی و اہتمامے کہ دریں فرصت اندک در باب پیش آمدن ایں ولایت ازیں مرید بظہور رسیدہ چون عرض آں لاف و گزاف بود، وایں فدوی بدین شیوہ کمتر آشنا است بنابراں ہرگز دریں وادی نیامدہ راضی نہ شد کہ دیوانیانِ اینجا، نیز ایں معنی را معروض دارند، ہرگاہ این مرید تقدیم خدماتِ پیر و مرشدِ دو جہانی را بمنزلہ طاعاتِ پروردگار حقیقی عز اسمہ تصور می نمودہ باشد، حق الامکان در نظم و نسق معاملاتِ این ملک چگونہ بتقصیر از خویش راضی خواہد گشت، ولایتے کہ از مدتے بجہات کثیرہ ویراں و خراب شدہ، اگرچہ معموری آن در عرض دو سہ سال چنانچہ باید صورت نیابد، از غفلت و کوتاہی نیست، و معہذا دریں سال از توجہ باطن فیض مواطن اعلحضرت در اکثر محال بالاے گھات و پایان گھات قریب یک سواے از جمع عمل بانت خان اضافہ آمدہ چنانچہ بتفصیل از عرائض دیوانیاں بعرض والا خواہد رسید، انشاءاللہ تعالی بمرور و تدریج آثار آبادانی ظاہر خواہد شد" (۳۵/۵۵)

اورنگ زیب نے آمدنی مین ۲۵ فیصدی کا اضافہ کر دیا ہے، ویرانی آبادی کی شکل اختیار کر رہی ہے، لیکن وہ صرف خودستائی سے بچنے کے لیے اپنی کامیابی و شہرت پر بھی پردہ ڈال رہا ہے، اور اب بھی جبکہ ترقی کی راہین کھل چکی ہین، وہ سررشتۂ اعتدال کو ہاتھ سے نہین چھوڑتا، بلکہ اس کیلیے بھی "بمرور و تدریج" کی شرط لگاتا ہے، یہ دراصل اسکی اخلاقی عظمت کی دلیل ہے، لیکن اس کامیابی

کے بعد بھی شاہجہان کی پیشانی کی گرہین نہ کھلین، بلکہ ان مین زیادہ الجھن، باریکی اور سختی پیدا ہو گئی، غصہ کے سیلاب نے عقل و فہم، انصاف و عدل کے بند کو توڑ دیا تھا، اورنگ زیب اسکی پوری زد مین تھا، وہ ایک موج کی زد سے مشکل ہی سے بچنے پاتا تھا، کہ دوسری خوفناک موج اسے ہمیشہ کے لیے اپنے آغوش مین بٹھانے کے لیے بڑھتی تھی، کشیدگی و اضطراب، بدگمانی اور بے چینی بڑھی، اور اسنے باپ، بیٹے کے تعلقات کو منقطع کر دیا، اور یہ کشیدگی اس وقت تک باقی رہی، کہ برادرانہ جنگ کے دل بادل تمام ملک پر چھا گئے، اور اس مین سے عدم اعتماد کی بجلی چمکی اور تمام ملک مین خون کی بارش ہوئی، اس اجمال کی تفصیل آگے آئیگی،

اختلافات کے اسباب اورنگ زیب اور شاہجہان کے باہمی اختلاف کی ایک بڑی وجہ اورنگزیب کی وہ جاگیرین تھین، جو اسے دکن مین دیگئی تھین، اگرچہ ملتان و بھکر کی جاگیرین بھی اس رقم کے مقابلہ مین جنکے لیے وہ دیگئی تھین، بہت کم تھین، پھر بھی[1] وہ دکن کی موجودہ جاگیرون سے لاکھ درجہ اچھی تھین، ان مین کچھ نہین تو نصف ضرور ملجاتا تھا، لیکن یہان توشاید دسوان حصہ بھی ملنا مشکل ہی تھا، اورنگزیب محاصرۂ قندھار کے بعد کابل کی طرف روانہ ہی ہوا تھا، کہ اُسے ملتان سے دکن کی تبدیلی اور اپنی جاگیر کے متعلق کاغذات ملے اس نے اسی وقت شاہجہان کو لکھا، کہ اس وقت جو جاگیرین اسے ملی ہین، ان کے حساب سے اس کی موعودہ رقم مین جو ان جاگیرون سے وصول کیجائیگی، سترہ لاکھ کی کمی ہوگی، اور اس دائمی کمی کی موجودگی مین وہ کسی صورت سے بھی دکن جیسے اہم صوبہ کی نظامت کے شایان شان خدمات انجام نہین دیسکتا، وہ لکھتا ہے :-

"قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات سلامت : برضمیرِ خورشید تاثیر اعلحضرت . . . . . . ہویدا خواہد بود، کہ این فدوی کہ پیش نہادِ ہمتش درہمہ وقت استرضاے خاطرِ مقدس ست"

---

[1] دیکھو خط ۱۴۲ بنام جہان آرا بیگم،

دریں مدت بہر خدمتے کہ از پیشگاہِ خلافت سرفراز شدہ، سعادتِ خود دراں تصور نمودہ طاعتِ حکم را سرمایۂ دولتِ جاودانی دانستہ، بے مداہنت والتماسے بقدرِ مقدور در پیش رفتِ آں کوشیدہ دریں ولا از ملاحظۂ تفاوتِ حال، و دولِ جاگیرِ دکن کہ حقیقتِ آں بر اعلحضرت نیکو روشن است، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بعد از ملازمت از تقریرِ دلپذیرِ وزیر بے نظیر بمسامعِ جاہ و جلال خواہد رسید، بغایت متعجب گشتہ کہ آیا سببِ ایں ہمہ کمی کہ قریب ہفدہ لک روپیہ است و باعثِ تغیر جاگیر سیر حاصل ملتان و بھکر شدہ، چہ خواہد بود؟

اگر از روے ذرہ پروری و مرید نوازی بخاطرِ مبارک پرتو انداختہ باشد کہ ایں فدوی بخدمت صوبۂ عمدہ سربلند گردد، دریں صورت پرداختِ احوال نوعے قرار یابد کہ از عہدۂ این خدمت و ضبطِ صوبجاتِ سرحدِ وسیع برہم خوردہ بواقعی بر آمدہ میانِ اقران و دنیاداران دکن انفعال نہ کشد، و در حضورِ اقدس نیز مقصر نبودہ از عتاب و خطاب ایمن باشد؟ (۴۲/۱۴۶)

اس کمی کی شکایت اپنی بہن جہان آرا سے بھی کرتا ہے:-

"چون دریں ولا دول جاگیر دکن کہ از پیشگاہ والا بدستور الاٰنہ رسیدہ بود حسب الحکم الاعلیٰ مطالعہ نمود، از تفاوتِ یافت و خلافِ آمد طالع بغایت متعجب است کہ آیا سببِ این ہمہ کمی چہ خواہد بود، اگر مرضیٔ طبع مبارک آن است، کہ ایں اخلاص منش در گوشۂ بسر بردہ دریں صورت تنہا بکلانہ، کہ سابقاً بصیغۂ التمغا مقرر بود، کافی است، و اگر از سوے مرید نوازی و ذرہ پروری بخدمت صوبۂ عمدہ سرفرازی شود، پرداخت احوال نوعے فرمایند، کہ تا فی الحال میان اقران و دنیاداران دکن انفعال روندہد، و در پیشگاہ خلافت مقصر نبودہ موردِ عتاب و خطاب نگردد" (۲/۱۴۴)

ان خطوط کا یہ اثر ہوا، کہ شاہجہان نے "بکلانہ را سواے این دول بانعام مرحمت فرمودند" (۳/۱۴۵)

دکن میں اورنگزیب کو دو حصہ جاگیر، ایک حصہ نقد کا حکم ہوا تھا، اس کی جاگیر کا حال بہت خراب تھا اور جس رقم کے لیے جاگیریں دی گئی تھیں، اُن کا چوتھا، پانچواں حصہ بھی مشکل سے وصول ہوتا تھا، اور نقد کے لیے بھی خود سرکاری زمینوں سے اتنا روپیہ وصول نہ ہوتا تھا کہ وہاں کے اخراجات کے لیے کافی ہو، اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے پہلے تو اُسے دکن کے خزانۂ محفوظہ سے روپیہ لینا پڑا، اور جب اس میں ضرورت کے مطابق ہی رقم رہ گئی، تو یہ رقم مالوہ، وسورت کے خزانوں سے دلائی جانے لگی، اورنگزیب نے شاہجہان کو ان باتوں کی خبر اس طرح دی ہے:۔

"کیفیتِ مداخل و مخارجِ صوبجاتِ دکن آن است، کہ ہر سال قریب شش لک و سی و سہ ہزار روپیہ بخرج اہتمامِ توپخانہ و اہل وظائف و سائر اخراجاتِ لازمۂ ہر چہار صوبہ مقرر است، و بست و پنج لک و چہل و سہ ہزار روپیہ در طلب نقدی ایں مرید و روزیانۂ خانہ زادانِ درگاہ والا وغیرہ تنخواہ شدہ کہ ہمگی سی و یک لک و ہفتاد و شش ہزار روپیہ است و محصول پرگنہ بیر و دیگر محالِ خالصۂ شریفہ با ہشت لک روپیہ پیشکشِ قطب الملک و یک لک روپیہ پیشکشِ زمیندار دیوگدہ از یازدہ لک و چہل ہزار افزون نیست، دریں صورت ہر سال بست لک و سی و شش ہزار روپیہ دیگر باید، کہ داخلِ اینجا با خرچ برابر شود، و از آنجا کہ ہشتاد لک و شصت ہزار روپیہ بہ تقریبات در خزانہ عامرۂ دکن فراہم آمدہ بود، و مدتے بایں اخراجات وفا میکرد، ایں مرید در ایام کہ داخل ایں صوبہ گردید، باوجود ظہور حقیقت باظہار آں نپرداختہ عرضداشت ننمودہ، اکنون کہ مبلغے از موجوداتِ خزانۂ والا دریں چند گاہ صرفِ اخراجاتِ مسطورہ شدہ و موازی بست لک روپیہ ذخیرۂ دولت آباد و اسیر ہشت لک و پنجاہ ہزار روپیہ باقی ماندہ و اقلاً این مقدار خزانہ برائے احتیاط ضرور است، کہ دریں قسم صوبۂ عمدہ سرحد ہمہ وقت موجود باشد، واجب دید، کہ صورتِ حال را بہ بارگاہِ جلال معروض دارد" (۱۲/۹۰)

اورنگ زیب اس خط کے پہلے بھی متعدد عرضداشتون مین قلتِ محاصل کی شکایت کرچکا تھا اور اس پر بادشاہ نے اُسے حکم دیا تھا، کہ اس کے تیول مین جو کم حاصل زمینین ہین، ان کے عوض وہ سرکاری زمینون مین سے جو اچھی ہون، خواہ وہ جاگیردارون کے پاس ہون، یا سرکاری انتظام مین، چن لے، لیکن اورنگ زیب جانتا تھا، کہ اگر اس نے ایسا کیا، تو بہت سے سرکاری ملازم تباہ ہو جائین گے، اس لیے اس نے بادشاہ کے سامنے مندرجۂ ذیل تجویز پیش کی کہ

"اگر حکم اقدس زینتِ نفاذ یابد، از ابتدائے فصلِ خریف موافق حالِ حاصل بست لک و سی و شش ہزار روپیہ وصولی محال تیول داراں را بخالصہ شریفہ ضبط کند، تا در آیندہ، دخل با خرچ مساوی گردد، لیکن چون جمع دائی این صوبجات بعد وضع تخفیف کہ یک ارب و چہل و چہار کرور و نود لک دام است، و محصول آں با دوازدہ لک روپیہ و کمی کہ دیوانیانِ سابق بجہتِ قائم داشتنِ جمع بصیغۂ آفت نوشتہ اند یک کرور روپیہ است، کہ سراسری سہ ماہہ درست نمی شود، از انجملہ دوازدہ کرور دام در جاگیر و سہ کرور دام در وجہ انعام ایں مرید و خانہ زادِ درگاہ معلّی تن گردیدہ و بر تقدیرے کہ محال بست لک و سی و شش ہزار روپیہ وصولی دیگر خالصہ کردہ شود، یقین کہ اکثر بندہا تعین دکن بے جاگیر خواہند ماند، ضرورۃً اظہار رخصتِ بارگاہ خلافت باید نمود، و نزدیک سہ لک از جمعیت اینجا کہ کیفیتِ آں بر پیش گاہِ خاطرِ ملکوت ناظر ہویدا است، کم خواہد شد و دریں صوبہ کہ از جہاتِ کثیرہ با صوبہ بنگالہ و گجرات نسبتے ندارد، و باید کہ جمعیت خوب ہمیشہ موجود باشد"

. . . . . . قبل ازیں نیز کہ ایں مرید بصوبہ داری دکن امتیاز داشت ہمیں مراتب را منظور فرمودہ از جملہ جاگیر ایں فدوی چند پرگنہ را در صوبجاتِ دیگر عنایت نمودہ بودند، و طلب نقدی از صوبہ مالوہ و بندر صورت (سورت ؟) مرحمت شد، و چند کس از بندہائے پیش منصب

کہ جاگیر در صوبہاے دیگر داشتند دریں صوبہ بسر برند، بنابراں امیدوار است، کہ دریں باب نوعے کہ رائے ممالک آرائے خورشید ضیا اقتضا فرماید، بایں مرید ارشاد شود، تا مطابق آں کاربند گردد۔" (۱۲/۶۸)

شاہجہان نے اپنی رائے نہین بدلی، جاگیردون کو جنہین سترہ لاکھ کی کمی ہے، علی حالہ رہنے دیا، البتہ نقدی کے متعلق یہ حکم ہوا کہ

"ہرچند نظر بآنکہ دریں سال آں مرید پرداخت صوبجات دکن از قرار واقع نمودہ بایستے تمام تیول او دراں صوبجات تنخواہ باشد، تا در افزونی آباداں میکوشد اما چوں از رہگذشت قلت حاصل جاگیر دکن نقصانے بآں مرید میرسید، دو سال دیگر نیز دہ کرور دام بقرار دہ ماہہ نقد از خزانہ صوبہ مالوہ تن شدہ، دو کرور دام تتمہ نقدی را از نصف بیع نوئت نیل با پرگنہ ندربار در صوبجات دکن از محال جاگیرداراں انتخاب نمودہ بگیرد۔" (۳/۵۹)

اس کے جواب مین اورنگ زیب نے لکھا، کہ حتی الامکان "تکثیر زراعت و توفیر عمارت" مین سستی نہین کیجاتی، چنانچہ دیانت خان نے جو جمع عمل مقرر کیا تھا، اس مین ۲۵ فیصدی کا اضافہ ہوگیا رہا نقدی کا سوال اس کے متعلق عرض ہو کہ

این مرید با اخراجات بے فائدہ کمتر پرداختہ آنچہ از تفضلات مرشد حقیقی میابد، صرف علوفہ سپاہ مینماید، و دریں مدت انتظام جمعیت ایں مرید از وجہ نقدی بودہ، بر تقدیرے کہ فتورے دراں واقع شود، بقدر آں تفرقہ بحال جمعیت راہ خواہد یافت، چوں از پیشگاہ خلافت بخدمت ایں صوبہ بعمدہ سرحد سرفراز است، و بندوبست آں را موافق مرضی طبع مقدس بر ذمہ عقیدت خویش لازم می داند، درصورتے کہ جاگیر تیول داران را انتخاب نمودہ در طلب نقدی بگیرد، اگر عوض تنخواہ نشود، آں جماعت را بواسطہ بے جاگری بدرگاہ جہاں پناہ رخصت

میبایدکرد، حال آنکه بودنِ جمعیتِ خوب دریں صوبہ بنابر مصلحت ملکی ضروری نماید، وگر عوض بانہاتن شود، ہرچند پائی باقی درین ولا نمانده که به تنخواه آں جماعت وفا کند، چوں محال ازبون عوض پرگنات جید بآنہا باید داد، البتہ ایں معنی سبب برہم خوردگی و دل شکستی بندہا خواہد شد" (۳/۵۹)

اس کے ساتھ ہی چونکہ اورنگزیب کو اس بات کی اجازت دیگئی تھی، کہ وہ جن علاقون کو اپنے لیے برا سمجھتا ہے، ان کے عوض دوسرے علاقون کو منتخب کرلے، اس لیے اوّلاً جیسا کہ اوپر گذرا اس نے دوسرے جاگیردارون کی حق تلفی کی طرف اشارہ کیا، لیکن بادشاہ کے حکم سے اس نے چند علاقے انتخاب کرکے منظوری کے لیے بھیجدیئے، اسی سلسلہ مین لکھتا ہے:-

"اطاعۃ الحکم الاقدس برخے محال خالصہ شریفہ تیول داراں رابموجب افراد جداگانہ انتخاب کرده ارسال داشتہ امیدوار است کہ . . . . . . نظر بدہ ماہہ نقد کہ این مرید می یافت، ونقصانِ خرچ وآفت کہ در جاگیرداری میرسد نموده، دوکرور دام را ازیں پرگنات کہ حاصل آں سراسری شش ماہہ نیست، بعد تخفیفے کہ ازروئے تفضل حکم شود، از ابتدائے فصل خریف . . . . . این فدوی تنخواه کنند" (۳/۵۹)

لیکن اورنگزیب کو جو علاقہ بھی دیا گیا، اس مین آمدنی کو نچگونہ دکھایا گیا، اسی ندربار کو اس کو دو کرو دام کے عوض دیا گیا، مگر اصل مین اس کی کیا حالت تھی، اس کو خود اورنگزیب کی زبانی سنیے:-

"از آنجا کہ آں پرگنہ قبل ازین بمبلغ شصت لک دام بہ بھائی مرادبخش مرحمت شده بود، اگر بہماں جمع نقدی بایں فدوی نیز تن گردد، عین عنایت است" (۳/۵۹)

اسی طرح اورنگزیب کو شاہ بیگ خان کی جاگیر مین سے ایلچپور وانکوٹ کے محال دیئے جاتے ہین، لیکن جب اورنگزیب انکی کی آمدنی کی شکایت کرتا ہے، تو اسی کو موردِ الزام

بتایا جاتا ہے، چنانچہ ایک خط مین شاہجہان لکھتا ہی:-

"ہر گاہ آں مرید پرگنۂ مسطور را بخواہشِ تمام گرفتہ و در جمعِ آں تخفیفے رفتہ دیگر گفتگو چیست" (٦/٤٢)

اورنگزیب اسی گفتگو کی تشریح ان الفاظ مین کرتا ہی، کہ

"پیش ازین مکرر در حضور پرنور حکم شدہ بود، کہ اگر آں مرید بعض محال بتولداراں را عوض طلب نقدی بگیرد، تنخواہ آں بجمع مناسب مقرر خواہد شد، بنابراں ایں فدوی از پرگنات جاگیر شاہ بیگ خان درباب پرگنۂ ایلچپور التماس نمود، حقیقتِ حال حاصلِ آں را بمہر ملتفت خاں دیوان بہ بارگاہِ خلافت فرستادہ بود، کہ تخفیف نظر بآں قرار یابد، تا دریافت درماہہ نقد بلا آفت چنداں نقصان نہ شود، اگر مرضی طبع مبارک چناں است، کہ البتہ ایں مرید پرگنۂ مذکور را ہمین جمع بگیرد، باوجود آنکہ قریب دو لک روپیہ کمی خواہد رسید چوں جان و مالِ مریدان فدائے رضائے اعلحضرت است، از فرمان برداری چہ چارہ" (٦/٤٢)

شاہجہان کو چاہیئے تھا کہ وہ اورنگزیب کی اس دو لاکھ کی کمی کو پورا کر دیتا، لیکن اسکی جگہ نہایت ہی طعن و تشنیع کے ساتھ لکھتا ہے، کہ

"عوض پرگنۂ ایلچپور نقد بآں مرید تن می شدہ باشد، آباداں ساختنِ دکن کہ بعہدۂ ایں مرید است، از گذاشتن ایلچپور معلوم شد" (٧/٤٣)

اورنگ زیب نے نہایت ہی ادب سے اس کے متعلق صرف اتنا لکھ دیا کہ

"اگرچہ ایں مرید ہرگز ادعاے کارسے نہ کردہ، و در خورِ استقلال ہرچہ شدہ و می شود، ہمہ از تربیت و ارشادِ مرشدِ مرید نواز است، آں پرگنہ کہ در ہشت سال از جمع افتادہ باشد در یک فصل و دو فصل آبادی آں چگونہ صورت می یابد" (٨/٤٣)

شاہجہان کو اورنگزیب کے یہ جواب مطمئن نہ کر سکتے تھے، اس کے ساتھ اب اختلاف

کی ایک اور وجہ یہ پیدا ہو گئی، کہ اورنگزیب نے بادشاہ کے کہنے سے جن لوگون کی جاگیرون کو
کو لیا تھا، انھون نے اورنگزیب کی شکایت شروع کر دی، کہ اورنگ زیب نے نہایت چالاکی
سے تمام اچھی زمینون کو جاگیردارون کے علاقون سے چن لیا ہے، اور خراب زمینین چھوڑ دی
ہین، حالانکہ اورنگزیب نے ایسا نہین کیا تھا، اور اس نے اپنے اصولِ انتخاب کو ایک خط مین اس
طرح لکھ بھی دیا تھا کہ:-

"در حینے کہ آں مرید از پیشگاہِ خلافت بہ نصوب دستوری یافت و دولِ جاگیر ایں فدوی
بعرضِ مقدس رسید، یرلیغ ہماں مطاع صادر شدہ بود، کہ اگر بعد وصول بدکن برآں مرید
ظاہر گردد، کہ پرگنات سیر حاصل تر ازیں محال در تصرفِ تیول داران آنجا ہست، وخواہد
کہ بعضِ آں را بطریقِ معاوضہ بگیرد مختار است"، وایں مرید باوجود چنیں حکم ناطق نظر باہتمام
مہماتِ ملکی و رضامندی و خوشنودی بندہاے پیش منصب کارآمدنی معاوضہ با تیولِ آنہا
لائق ندیدہ، جاگیر ہمہ را بحال داشتہ و خود بہماں محال کہ از بارگاہِ جلال تن شدہ بود،
اکتفا نمودہ چوں بیقین می دانست کہ اگر برخے محال از تغیرِ بعض بندہا کہ شایستگیٔ چناں
جاگیر نداشتہ باشند، بہ تیولِ ایں مرید انتقال بیابد، بہ ہیچ وجہ متضمنِ نقصانِ سرکارِ گردوں
مدار نخواہد بود، بنا براں ایک کرور و بست و ہفت لک دام و کسرے محال در ولبت
کہ بغایت زبوں و کم حاصل بود، و عوضِ آں بتقریبات بہم رسید، از ابتداے مختلف معاوضہ
نمودہ، افرادِ حقیقت را بدرگاہِ آسماں جاہ ارسال داشتہ بود، تا دیوانیانِ عظام بمسامع
جاہ و جلال رسانیدہ باشند، تنخواہِ آں بفرستند، دریں ولا کہ سند رسید معلوم شد، کہ معاوضۂ
بعض محال منظور نگردیدہ، چندے از ہماں پرگنات کم حاصل بحال ماند، و در برخے از
محال سابق ایں مرید بقدر تخفیفے قرار یافتہ"،

پیرو مرشدِ حقیقی سلامت! اگر سبب منظور نشدن مظنۂ افزونی حاصل بوده باشد محصول

کل جاگیرِ این فدوی درین صوبہ بامحال عوضِ سراسری ہشت ماہہ بیش نیست و ایں

یک کرور بست و ہفت لک دام کہ معاوضہ شدہ، نہ ماہہ وکسری حاصل دارد، چنانچہ

کیفیتِ آں از اوراق جداگانہ کہ پیش وکیل دربارِ معلّی فرستادہ، مذکورِ محفل معلّی خواہد گشت،

اگر در حاصل شبہ باشد حکم شود کہ از ابتدائے خریف یونت ئیل محالے کہ ایں فدوی

معاوضہ کردہ و حالش نہ ماہہ وکسرے است، بخالصہ شریفہ ضبط شود، و عوضِ آں نقد

از قرارِ ہشت ماہہ بایں مرید مرحمت گردد، تا برائے ایں قسم جزئیاتِ مکرر در عرض و

التماس جرات نتواند نمود" (۴۲/۴)

اور اس کے ساتھ مذکورۂ بالا تجویز بھی پیش کر دی تھی، لیکن دربار مین تو دوسرا ہی رنگ جما ہوا

تھا، اورنگ زیب سمجھ رہا تھا، کہ اب یہ ناگوار قضیہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیگا، لیکن اسے کیا معلوم تھا،

من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

معزول شدہ جاگیرداردن اور اورنگزیب کے دشمنون نے شاہجہان کے ایسے کان بھرے

اور اورنگزیب کی بے ایمانی کا وہ نقشہ کھینچا، کہ اس خط مین جسے اورنگزیب تمام ناگواریون کا آخری

سلسلہ سمجھے ہوے تھا، اسے شاہجہان کی طرف سے جو جواب ملا وہ یہ تھا، کہ

"از افرادِ متعلقہ پرگنۂ اسیر کہ ملتفت خاں بدرگاہِ جہاں پناہ ارسال داشتہ بوضوح پیوست

کہ چہل لک دامے کہ آں مرید ازاں پرگنہ بہ تیولِ خود گرفتہ شانزدہ ماہہ حاصل دارد، و چون

در یک پرگنہ بجہتِ خود مواضعِ سیر حاصل گرفتن و بدیگراں کم حاصل کہ یک و نیم ماہہ و

دو ماہہ بیش نباشد، تنخواہ کردن از مسلمانی و انصاف بعید است، بنابراں بست لک دام

کم حاصل در پرگنہ مذکور عوضِ نقدی تن نمودہ شد، تا حاصلِ شصت لک دام جاگیرِ آں

مرید کہ درآں پرگنہ است دوازدہ ماہہ بودہ باشد" (١٧١/١٤٢)

اب اورنگزیب کے لیے طعن و تشنیع کے یہ تیر ناقابلِ برداشت ہو رہے تھے، اور اُنھے بھی سررشتۂ ادب کو چھوڑے بغیر پورے جوش سے اس کا ان الفاظ مین جواب دیا:۔

"پیر دستگیر سلامت! بر ضمیر منیر خورشید نظیر ہویدا است کہ ایں مرید دریں مدت کہ بخدمت صوبہ داری سرفراز گشتہ، ہرگز بچنیں بے انصافی کہ از مسلمانیٔ مریدانِ مرشدِ کامل مکمل دور است رضا نداد، حتی المقدور در تحصیلِ مرضاتِ الٰہی و خوشنودیٔ سایۂ او کوشیدہ و ایں چہل لک دام را کہ باعثِ ایں مقدار زجر و سرزنش شد، و از جملہ آں سی و سہ لک دام بہا در پورہ است کہ حاصلِ سائر دارد، و ہمہ سہ چہار موضع قریب شہر کہ محصولِ آں شش ماہہ نمی رسد، خود نگرفتہ بلکہ موجبِ حکمِ اقدس پیش از رخصت شدنِ ایں مرید بدیں صوب دیوانیانِ حضور پرنور از تغیرِ شایستہ خان ہماں جمع داخلِ دول نمودہ اند، عجب است از متکفلانِ مہماتِ دیوانی خصوصاً از دستورِ اعظم کہ با قوتِ حافظہ کہ دارند، در وقتِ عرضِ افراد چہ نقلِ دول جاگیرِ ایں مرید را کہ خود تن نمودہ اند، معروض نہ داشتہ اند، غالباً ایشاں را نیز یارائے آں نیست کہ ایں قسم مقدمات بصدق مقرون را بعرضِ والا توانند رسانید، والانسیان از ایشاں چہ گنجایش دارد، ہرگاہ برخلافِ رسم و عادت دریں ایام از ین قبل چیزہا نہ کور محفلِ اعلیٰ شدہ بدون تحقیق و استفسار بمجرد استماع موجبِ گرانیٔ خاطرِ مبارک گردد، و مسلمانی کہ سرمایۂ سعادت جاودانی است، بہ تقریبِ ایں امور جزئیِ فانی برزبانِ حق بیان بگذرد چہ چارہ۔"

اگر باوجود جاگیرہائے دکن کہ با چہل لک دام اسیر و باقی محالِ سیر حاصل کہ عوض دہ ماہہ نقد عنایت شدہ سراسری بہ ہشت ماہہ نمی رسد افزونی یافتِ ایں فدوی

خاطر نشانِ اعلحضرت گردیدہ باشد، د مرضیٔ طبع مبارک چنان است، کہ نسبت لک دام از نقدی وضع شود، از آنجا کہ جان و مالِ مریداں، فدائے پیر و مرشد حقیقی است، عوض صد در کا است[1]" (۱۷/۳)

اورنگزیب کا یہ صاف جواب ہم کو واضح طور سے بتاتا ہی- کہ اس وقت دربار کا کیا حال تھا، کس طرح اورنگزیب کے دشمنون نے شاہجہان پر قبضہ پا لیا تھا، اور کس طرح ان بدخواہون کے خوف سے حقیقت سے واقف لوگ بھی اتنی جرأت نہ رکھتے کہ اصل حقیقت ہی کو کم از کم بادشاہ کے سامنے پیش کر دیتے، ایسی حالت مین اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کیا چارۂ کار ہو سکتا تھا، کہ وہ معمولی سی معمولی بات کے لیے بھی شاہجہان سے منظوری حاصل کرے، چنانچہ جب ملتفت خان نے پایان گھاٹ مین زراعتی اصلاح کے لیے اورنگزیب سے پچاس ہزار روپیے مانگے تو اس نے خان مذکور سے کہا کہ وہ بادشاہ سے منظوری حاصل کرے، ملتفت خان نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا، اب شاہجہان کو اس بات پر بھی غصہ آگیا، کہ ایسی معمولی بات کے لیے مجھ سے استصواب کرنے مین کیون وقت برباد کیا گیا، اور اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"خان مزبور عرضداشت کردہ کہ اگر قریب چہل پنجاہ ہزار روپیہ برائے بستنِ بندہائے صوبۂ خاندیس و برار، پایان گھات بطریق تقاوی مرحمت شود، در عرض دو سال آں مبلغ بخزانۂ عامرہ آید خواہد گشت، و ہم آبادیٔ موفور بظہور خواہد رسید و او چوں ایں معنی را بایں مرید باز نمودہ، جواب شنیدہ کہ در بارۂ پرگنات جاگیرداران او بدرگاہ جہاں پناہ عرضہ دارد، بہرچہ فرمان رود بعمل آید از اں مرید توقع آں بود کہ بلا توقف ایں وجہ را از خزانۂ عامرہ بادشاہی تن میکرد، و تعہد می نمود کہ اگر در پیشگاہِ خلافت درجۂ پذیرائی نیابد، وجہ مرقوم را از

---

[1] اسیر کے متعلق مزید حالات کے لیے دیکھو خطوط ۲۶/۱۵۸ و ۲۷/۱۵۹ ،

سرکار خود بخالصۂ شریفہ خواہد رسانید" (۱۷/۴۴)

اس اعتراض کا اورنگ زیب نے وہی جواب دیا، جو اس حالت مین گھرا ہوا سنجیدہ انسان دے سکتا ہے، اس کے الفاظ یہ ہین :-

قبلہ و کعبۂ مریداں سلامت! اگر ایں فدوی باچنیں اعتماد و اعتبار جرأت بر امتثالِ ایں مقدمات نتواند کرد، جاے تعجب نیست، ہرگاہ از عہدۂ باز خواستِ امورے کہ خود نکردہ و قابلِ باز خواست نیست برآمدن دشوار باشد، بریں گونہ تعہدات چہ سان اقدام تواں کرد، و قبل ازیں کہ درہمیں صوبہ اختیارے و استقلالے داشت، اصلا راضی نبود، کہ ایں نوع مطالب بورودِ حکمِ اشرف موقوف گردد، و دیوانیان دراں باب بہ بارگاہ معلی عرضداشت کنند، الحال غیر از پا باندازۂ گلیم دراز کردن و خود را در معرضِ باز پرس در نیاوردن گریز نیست، باوجود خرسندی بدیں موضع نیز چنیں عتابہا معاتب میشود" (۱۷/۴۴)

سفارشون کی نامنظوری | تیسری چیز جو اختلاف کا سبب بنی، یہ تھی کہ شاہجہان نے اورنگزیب کی سفارشون کو رد کر دینا شروع کیا، اور وہ جس شخص کی بحالی کے لیے شاہجہان کو لکھتا، شاہجہان جواب دیتا، کہ وہ شخص اس کام کے قابل نہین ہے، ایک گورنر صوبہ دار یا شاہزادہ کے لیے اس سے بڑھکر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے، کہ اس کی سفارشین نامقبول ہون، چنانچہ جب اورنگزیب نے ہوش دار پسرِ ملتفت خان کو اس بنا پر کہ وہ "خانہ زاد قابلِ تربیت و بندۂ قدیمی بسیار خوبی است" داروغگیٔ توپخانہ کے لیے مقرر کر دیا[۱]، تو شاہجہان نے اسے نامنظور کر دیا، اور لکھا کہ

"چون صوبۂ دکن داروغگیٔ توپخانہ خدمت کلانیست و ہوشدار لیاقتِ آں ندارد، اگر صفی خاں قبولِ ایں خدمت نماید، و آں را با خدمت بخشی گری فراہم تواند آورد، آں عزیز

---

[۱] رقعات عالمگیری خط (۵/۴۴)

باد لیفر ماید، والا میر احمد رضوی ہم بہ نسبت خدمات بادشاہی رافہمیدہ بردم بادشاہی

می فرمودہ باشد" (ب ۵)

اورنگ زیب کو اس بات کا بہت رنج ہوا، اور اس نے جواب میں شاہجہان کو لکھا کہ

"بر ضمیر صافی اعلی حضرت ہویدا است کہ ایں مرید از سن ہیزدہ سالگی بخدمت صوبداری

قیام مینماید، ہرگز خدمت بادشاہی را بیجا تجویز نکردہ، والا چگونہ درجۂ پذیرائی می یافت، تا حال

ہیچ کس از تجویز کردہای فدوی مصدر امرے کہ نباید نشدہ، چوں فہمیدہ بود، کہ داروغۂ

توپخانہ را باوجود سربراہی و دیانت، وقوفے از تفنگ اندازی لوازم این خدمت باید

اوراکہ بہرہ ازیں کار دارد، و تفنگچی اوّل است، خانہ زاد درگاہ دانستہ تجویز نمودہ بود، دریں

ولا ہر چند از و چیزے کہ خلاف دیانت و امانت بودہ باشد، بظہور نرسیدہ، چون مرضیٔ اقدس

نیست، حسب الحکم الارفع صفی خان را از نوید ایں عنایت و خانہ زاد نوازی آگاہ ساختہ

لیکن از آنجا کہ جمع میان ایں خدمت و بخشی گری صعوبتے دارد، و حقیقت جاگیرہاے

دکن پوشیدہ نیست، وبدوں مصالح این نوع، خدمات عمدہ متمشی دلگرمی نمی شود،

امیدوار است کہ بتقریب این خدمت باضافہ سرفراز گشتہ از روے دلگرمی بمراسم ہر دو

خدمت بپردازد، میر احمد رضوی نیز چنانچہ بخاطر ملکوت ناظر پرتو انداختہ بہ نسبت" (ب ۵)

اسی طرح اسیر کا قلعہ اورنگزیب کو دیدیا جاتا ہے، اور جب وہ وہاں اپنا قلعہ دار مقرر کرکے

بھیجنا چاہتا ہے، تو حکم ہوتا ہے، کہ اس کو نہ بھیجو، اورنگزیب کو اس سے بھی روحانی تکلیف ہوتی ہے،

اور وہ اپنی بہن جہان آرا کو لکھتا ہے :-

"قلعۂ اسیر کہ قبل ازیں بایں مرید مرحمت شدہ بود، و بعد ازاں بہماں دستور بہ بھائی

مراد بخش عنایت شد، و ایں مرتبہ نیز بایں فدوی لطف فرمودہ، تا فی الحال کہ آں عنایت

نمایاں برہمہ کس آشکارا گشت، حکم شدہ کہ قلعہ دار ایں مرید انجا نرود" وسبب آں ہیچ ظاہر نشد۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ازیں فدوی امرے کہ خلاف رضا جوئی ومنافی اعتماد باشد بخاطر اقدس راہ یافتہ، زہے خسارت وندامت وکم طالعیٔ ایں مرید کہ باوجود آنکہ مدت بست سال صرف خدمت وبندگی نمودہ، درطریقِ عقیدت، بجان ومال مضائقہ نکردہ، ہنوز برابر برادر زادۂ بے ہمال ہم شایانِ اعتماد نیست، وقبلہ وولی نعمت اورا چنین تصور میفرمایند واگر سبب آں تقصیرے دیگر است، ازراہِ ارشاد براں آگاہی یابد، تا متنبہ گشتہ عذر خواہ شود، ومن بعد ارتکاب آں نہ نماید" (۲/۱۵۹ ب)

اورنگزیب کے صبر وتحمل، اطاعت وعقیدت کی داد دینا پڑتی ہے، کہ ایسے اشتعال انگیز حالات کے اندر بھی وہ جادۂ ادب سے قدم باہر نہین رکھتا، لیکن شاہجہان تو اس کو ذلیل وبے دست وپا کرنے پر تلا ہی ہوا تھا، اور اب اس نے ایک اور عجیب وغریب کارروائی کی طرف قدم بڑھایا،

ملازمینِ اورنگزیب شاہی ملازمت مین اورنگزیب نے جتنے آدمی اپنے نوکر رکھے تھے، ان مین سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنے آقا کا وفادار اور صحیح معنون مین بہی خواہ نہ ہو، اس کے عہدِ شاہزادگی کی تاریخ مین ہم کو اس قسم کا ایک واقعہ بھی نظر نہین آتا، کہ اورنگزیب کے ایک نوکر نے بھی اس کو کسی قسم کا دھوکہ دیا ہو، اورنگزیب کے دشمن اس سے اچھی طرح واقف تھے، اور وہ چاہتے تھے، کہ جس صورت سے بھی ہو، اس کے ملازمون مین غداری کا بیج بویا جائے، یا ان کو بدنام کرکے، ان کو اورنگزیب کی ملازمت ہی سے علیحدہ کرا دیا جائے، چنانچہ ہم کو صوبہ داریٔ ملتان ہی کے زمانہ مین نظر آتا ہی، کہ یہ کارروائی شروع کر دی گئی تھی، شاہجہان اپنے ایک خط مین اورنگزیب کو لکھتا ہے، کہ اسے معلوم ہوا کہ اس کا ملازم ملک حسین رعایا پر بہت ظلم کرتا ہے، اورنگزیب اس کے جواب مین بادشاہ کو یقین دلاتا ہی کہ

"آنچہ از تعدیٔ ملک حسین بعرض اقدس رسیدہ محض افترا است دریں یکسال صوبہ مسطور

تعلق بایں مرید داشت، موی الیہ غیر از متمرداں و دزداں معترض حالِ احدے از رعایا نگشتہ، و دریں مدت ہرگز چیزے ازیں مقولہ برایں مرید ظاہر نشدہ والا مطابق آنچہ از پیر و مرشد حقیقی ارشاد یافتہ، او را تادیب نمودہ، نمی گذاشت کہ مرتکب جور و تعدی گردد، غالباً اہل غرض حقیقت را بتفاوت معروض داشتہ اند" (۲۲ب):

جب یہ چال کارگر ثابت نہ ہوئی تو ایک نئی صورت اختیار کیگئی، وہ یہ کہ اورنگزیب کے پرانے ملازموں کو دکن سے بلاکر اعلیٰ منصب پر سرکاری ملازمتوں مین داخل کیا جانے لگا، اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ اورنگزیب اپنے بہترین افسرون کی خدمات سے محروم ہو جاتا، اور جب شاہجہان نے اسی ملک حسین کو دکن سے بلاکر اس کے منصب مین اضافہ کرکے سرکاری ملازمت مین داخل کرلیا، اور اورنگزیب کو یہ خطرہ صاف نظر آنے لگا، تو اس نے اپنی بہن جہان آرا کو جو شاہجہان کی نفس ناطقہ تھی، اس کی شکایت لکھی اور بتایا کہ اس کارروائی سے اس کو کیا کیا نقصان پہنچ سکتا ہے، اس کے الفاظ یہ ہین:۔

"ازاں ہمہ تازہ تر طلبیٔ ملک حسین است، بدرگاہ جہاں پناہ و عنایتِ منصب با دو جمعے دیگر کہ باسم نوکری ایں مرید، باو رفیق شدہ اند"

ہر چند او خانہ زادِ اعلیحضرت است، و ایں مرید او را برائے کارِ حضرت تربیت کردہ و جمعیتے کہ دارد بجہت تقدیمِ خدماتِ بادشاہی است لیکن ہر گاہ ایں راہ واشود و تابینان ایں فدوی از نوکری جدا شدہ بہ بندگیِ درگاہِ معلی سرفراز گردند، و مناسب زیادہ از حالت خود بیابند، معلوم است، کہ کسے پیش ایں مرید نخواہد ماند، و بعد ازاں ایں جماعت کہ در مدت بست سال فراہم آمدہ اند، بایں طریق متفرق شوند، از عہدۂ خدمات چگونہ تواں بر آمد

اگر مصلحتے در دین است، حکم اعلیٰ صادر گردد، تا جمع نوکراں کارآمدنی رابطیبِ خاطر روانۂ حضورِ پرنور ساختہ آمادۂ حصول مطلبِ عزیزاں باشد۔

واگر اعلیٰ حضرت بمقتضائے عطوفت ہنوز ایں مرید را از درجۂ اعتبار نیند اختہ اند، و حقوقِ فرماں برداری وخدمت گاری چند سالۂ او را منظور داشتہ در مسلکِ غلاماں منظور فرمایند، تجویز ایں امور چرا است؟

دل شکستۂ مجروحِ این مرید را بمرہمِ عنایت نوعے مداوا کنند کہ از قرار واقع بخدماتِ مرجوعہ پرداختہ از باز خواست وانفعال ایمن تواند بود، وہر گاہ در حضرتِ الٰہی طاعت وبندگی بندہا ضائع نباشد، در درگاہِ حضرت ظل الٰہی کہ متخلص باخلاقِ مالکِ علی الاطلاق اند، چگونہ ضائع خواہد بود، وانچہ آفریدگارِ جہاں بر عبادِ خود روا ندارد، ایشاں بر سرِ مریداں وبندہا چہ سان خواہند پسندید" (۲۷/۱۵۹)

اور نگزیب کے یہ دل سے نکلے ہوئے مؤثر الفاظ ایسے ہیں، جو پتھر کے دل کو بھی پانی کر دین، وہ کونسی چیز ہے، جو اس مین نہین ہے، صحیح شکایت، محرومیٔ قسمت کا گلہ، دشمنون کی ریشہ دانیون کی طرف لطیف اشارہ، اپنی تباہی وبربادی کا مرثیہ اور خدا کا واسطہ، اس خط کے ایک ایک لفظ سے صداقت کی بو آتی ہی، اور صاف معلوم ہوتا ہے، کہ شاطرانِ بساطِ سیاست کسطرح اُسے ہر طرف سے گھیر کر بند کر دینا چاہتے ہین، اور کس طرح شاہجہان نے معاملات کی حقیقی شکل وصورت کی طرف سے منھ پھیر لیا ہے، لیکن کیا یہ آخری چال تھی؟ کیا یہ آخری اوچھا ہتھ تھا؟ نہین، حکومت کے یہ واقعات خاندانی تعلقات کی پیشانی پر بھی گرہ بنا دیتے ہین، اور یہ صوبہ داری کے ناگوار واقعات، خاندانی معاملات پر بھی اپنا منحوس اثر کیے بغیر نہین رہتے،

شہزادہ محمد سلطان کی نسبت | جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، قندھار سے دکن جاتے ہی وقت اورنگزیب

اور شجاع نے رشتۂ اخوت کو مستحکم تر کرنے کے لیے یہ طے کیا تھا، کہ اورنگ زیب، شجاع کے بیٹے زین الدین کی شادی اپنی لڑکی سے اور اپنے لڑکے محمد سلطان کی شادی شجاع کی لڑکی سے کرے، اور اگرچہ یہ نسبتین انتہائی رازدارانہ طریقہ سے طے پائی تھین، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہی، کہ شاہجہان وغیرہ کو اس کی اطلاع ہو گئی، اور انھون نے نخلِ محبت کی جڑ کاٹنے کے لیے یہ ترکیب نکالی، کہ محمد سلطان کی شادی کسی دوسری جگہ کر دیجائے، شاہجہان نے اورنگزیب کو اس کے متعلق لکھا، اورنگزیب نے شاہجہان کو جواب دیا، کہ چونکہ محمد سلطان کی نسبت شجاع کی لڑکی سے ٹھیک ہو چکی ہے، اور اس کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی، اس لیے مین تو اس معاملہ مین معذور ہون، البتہ اگر شاہجہان خود چاہے، تو ایسا کر سکتا ہی، اور ضرورت ہو تو محمد سلطان کو بادشاہ کے پاس بھیجدیا جاے، شاہجہان کو یہ صاف گوئی بھی ناگوار ہوئی، اور اس نے طنزیہ طریقہ مین اورنگزیب کو لکھا کہ

"اختیارِ فرزندانِ آں مرید باوست، ہر طور مناسب داند بعمل آورد، اگر نخواستہ باشد محمد سلطان را بخدمتِ باسعادت بفرستد، کہ چندروزے اورا نگاہ داشتہ بارخصت خواہیم فرمود کہ پیشِ آں مرید برود" (۱۳/۴۹)

اورنگزیب نے جواب مین لکھا کہ

"ایں فدوی بواسطۂ تعلقے کہ پدراں را بابعض فرزنداں میباشد از روے عجز، عرض احوالِ خود نمود، لازم نمی آید، کہ اختیارِ خانہ زادِ حضرت بایں مریدبودہ باشد، ہرگاہ عنانِ اختیارِ ایں مرید در جمیع امور بدستِ حق پرستِ اعلحضرت است، بفرزنداں چہ رسد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ :

"سعادتِ دارین دانستہ حسب الحکم الاعلیٰ او (محمد سلطان) را باہزار سوار تیرانداز و برق انداز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رخصت خواہد نمود، کہ براہِ مندسور روانۂ ملازمتِ والا گردد" (۱۳/۴۹)

لیکن شاہجہان اپنی بات پر اڑا اور برابر اصرار کرتا رہا، کہ محمد سلطان کی شادی جہان شاہجہان

۱؎ ظفر نامہ عالمگیری ص ۵

چاہتا ہے، وہین کر دیجاے، اور اس سلسلہ مین اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"از روے عاقبت اندیشی در ہر چہ بہبود آں مرید و فرزندان او می دانیم حکم میفرمائیم ہنوز ہم چیزے نرفتہ با نچہ فرمودیم رضی باشند" (۳۳ ب)

اورنگزیب نے اس کے جواب مین پھر لکھا کہ محمد سلطان کی نسبت تو ہو چکی ہے، اس لیے مجبوری ہے، لیکن اگر بادشاہ کی یہی خواہش ہے، کہ منسوبہ کے خاندان سے اس قسم کے تعلقات قائم ہون تو دوسرے لڑکے موجود ہین اس کے الفاظ یہ ہین :-

"پیر و دستگیر حقیقی سلامت! بر ضمیر منیر . . . . . بوجہ احسن ہویدا است، کہ قادر برکمال ایزد متعال است، جل شانہٗ و ہیچ چیز از مکروہ و مرغوب، عزت و مذلت بیرون مشیت او نیست، و ہر چہ در حق عباد خواستہ و تقدیر کردہ منع و عطاے آن بہ سعیٔ بشر مقدور نہ، رفعت الاقلام و جفت الصحف؛

و بحمد للہ تعالےٰ کہ ایں مرید را از دولت قبلہ و ولی نعمت خود آرزوے در خاطر نماندہ، و دوام بقایاے سایۂ بلند پایہ را از درگاہ الٰہی مسئلت نمودہ، امیدوار است، کہ ایں چند روز حیات مستعار نیز در ظل ظلیل اعلیٰ حضرت نوعے کہ گذشتہ بآخر رسد . . . . ."

"اما از آنجا کہ پیوستہ وجہ قصد ایں مرید در ہمگی امور استرضاے خاطر اشرف است، و بہ یقیں می داند کہ در ہر باب انچہ ارشاد میشود متضمن صلاح حال و مال ایں مرید است، بنا براں رضامندی و خوشنودیٔ پیر و مرشد حقیقی را سعادت دو جہانی تصور نمودہ، عنان اختیار خود را با خانہ زادان بدست حق پرست سپردہ، لیکن چوں ایں قسم رابطہا تا از طرفین بظہور نیاید سبب استحکام مبانی محبت و اخلاص نمی شود، و اعلیحضرت باوجود اطلاع بر مراتبے کہ بمیاں آمدہ نسبت، خانہ زاد کلاں را چگونہ تجویز خواہند فرمود، اگر مرضیٔ خاطر مقدس چنان است

کہ ایں صورت البتہ واقع شود، دربارۂ خانہ زادان دیگر بطریقے کہ مقرر فرمایند از الطاف

گریزے نخواہد بود" (۳۲/۹)

اگر شاہجہان کا مقصد نیک ہوتا، تو وہ اورنگزیب کی تجویز کو خوشی سے قبول کر لیتا، لیکن یہان تو اس خلیج کو وسیع تر بنانے کی کوشش جاری تھی، اور شاہجہان کو اورنگ زیب کے خلاف بھکانے کا ایک اور موقع ملا، لوگون نے اُس کی اس تجویز کو عدول حکمی قرار دیا، اور اسکا نتیجہ یہ ہوا، کہ قلعۂ اسیر جسے شاہجہان اورنگزیب کو دے چکا تھا، اور جس کے لیے اورنگزیب نے اپنا قلعدار بھی مقرر کر دیا تھا، اس سے واپس لے لیا گیا، اور حکم دیا گیا، کہ اورنگزیب کا کوئی ملازم وہان نہ جائے، اورنگزیب کی اس علانیہ ذلت سے جو سبکی اور اس کے ساتھ جو روحانی صدمہ ہوا ہو گا، اس کا اندازہ اس کے خط سے ہو سکتا ہے، یہ خط جہان آرا کے نام ہے، اور یہ وہی خط ہے، جس مین اورنگ زیب نے آج سے دس سال پہلے عملی سیاست سے علٰحدگی کے متعلق اظہار خیال کیا تھا، مگر اس صدمہ کے باوجود بھی اورنگزیب اپنی اطاعت اور اپنے باپ کی خوشنودی کی خواہش کو ہاتھ سے نہین چھوڑتا، چنانچہ وہ اس خط مین لکھتا ہے، کہ قلعۂ اسیر کی واپسی کا کوئی سبب ظاہر نہین ہوا، اور

"اگر بواسطۂ قبول نہ کردن نسبت است، خود چہ گنجایش دارد، زیرا کہ در حضور اعلحضرت ہرگاہ

ایں مقدمہ بمیاں می آمد، می فرمودند، کہ اگر آں مرید خواہد و راضی باشد، بکند، وچوں از رہگذر

بعض چیزہا خواہش ایں معنی نبودہ و نیست حقیقت واقع معروض می شد، اگر پیر و مرشد حقیقی

حکم جزم می کردند، ہرچند بمقتضاے معدلت دریں قسم امور براد نی بندہ جبر نفرمودہ اند، ایں

مرید چارہ نداشت[1] (۲۷/۱۵۹)

لیکن اورنگزیب کی ان گذارشون کا کوئی اثر نہ ہوا وہ علی حالہ اس معاملہ مین معتوب رہا،

---

[1] نسبت کے متعلق شاہجہان کی کوششین اندرونی طریقہ سے برابر جاری رہین، اس کے لیے دیکھو خطوط ۱۱/۱۸، ۱۱/۱۹

خط و کتابت شاہجہان کی یہ نرمش تو بہرحال ایک معنی بھی رکھتی تھی، خواہ وہ غلط ہی کیون نہ ہو، لیکن اب اس نے ایسی نکتہ چینیان شروع کر دی تھین، جنکے تخیل سے بھی ہنسی آتی ہی، مثلاً جیسا کہ مکاتیب اورنگزیب کے سلسلہ مین بتایا جاچکا ہے، اورنگزیب اپنے ہاتھ سے خط لکھا کرتا تھا، ایک مرتبہ اتفاق سے اس کے انگوٹھے مین زخم ہوگیا، اور اس کی وجہ سے اس کے خط کی شان مین تھوڑا سا تغیر ہوگیا، بس پھر کیا تھا، فوراً غریب اورنگزیب معتوب ہوگیا، اسی طرح دو مرتبہ اور اسی معاملہ کے متعلق اس سے بالکل غلط باز پرس ہوئی، اور ہر مرتبہ اورنگزیب نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ وہ خط اپنے ہی ہاتھ سے لکھتا ہے، چونکہ ہم ان عبارتون کو پہلے نقل کر آئے ہین، اس لیے ان کی تکرار فضول سمجھتے ہین، ہم نے یہان پر اس کا تذکرہ صرف اس لیے کیا ہے، کہ یہ معلوم ہو جائے، کہ شاہجہان نے انتہائی غصہ و رنج مین کس طرح مناسب و غیر مناسب کی تمیز اٹھا دی تھی[1]، اسی طرح دوسرے چھوٹے چھوٹے اختلافات بھی تھے،

آمون کا جھگڑا ان مین ایک آمون کے متعلق عجیب و غریب جھگڑا تھا، برہان پور کے شاہی باغ مین "بادشاہ پسند" نام ایک مشہور آم تھا، جب اورنگزیب دکن گیا تھا، اسی وقت بادشاہ نے اس سے کہا تھا، کہ شاہی باغ کے آم اس کے پاس بھیجے جائین، اور اورنگزیب نے وعدہ بھی کیا تھا، شاہجہان کے یہ الفاظ ہین:-

"ہرگاہ فصل انبہ برسد انبہاے خوب ما فرستادہ باشد" (۱۶/۸۴)

اور اورنگزیب نے ان الفاظ مین تعمیل ارشاد کا وعدہ بھی کر لیا تھا کہ

"این مرید پیش از صدور حکم اشرف براے محافظت انبہاے ارسالی جمعے را تعین نمودہ ہیں کہ موسم برسد، سعادت خود دانستہ بدستور سابق انبہاے انتخابی خوب متواتر بدرگاہ

---

[1] دیکھو خطوط ۱۰/۹۷ ۲/۱۲۵ اور ۷/۱۷۷،

جہاں پناہ ارسال خواہد داشت" (۱۶/۴۸)

جب فصل آئی تو اورنگزیب نے ان آموں کو بادشاہ کے پاس روانہ کرنے کے لیے لکھدیا، آم بادشاہ کے پاس پہنچے، تو کم تھے، اور ان میں بعض خراب ہو گئے تھے، شاہجہان نے سمجھا کہ اورنگزیب یا تو غفلت برتتا ہے، یا پھر خود ان آموں سے لذّت اندوز ہوتا ہے، اس خیال کے آتے ہی اس نے اورنگزیب کو اس کے متعلق لکھا، اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:—

"اگرچہ ایں عقیدت آئین، بموجب نوشتۂ وکیلِ دربارِ معلّی کہ از پیشگاہِ خلافت مکرر باو تاکید شدہ، قبل از آنکہ انبہ خستہ بہ بندد، ہمہ جا مردم برائے محافظت تعین نمودہ، قدغن کردہ، اما چوں امسال در دکن انبہا خوب بیار نہ نمودہ، خصوصاً انبۂ "بادشاہ پسند کہ اصلا بار نیاوردہ" چنانچہ ایں معنی از وقائعِ صوبہ بمسامعِ جاہ وجلال رسیدہ باشد حتی المقدور در فرستادن آں کوتاہی نخواہد رفت، بمیر صابر داروغۂ آبدار خانۂ خویش ملتفت خاں کہ در برہان پور اند و بآنہا نیز دریں باب حکم شدہ تاکیداتِ بلیغہ نمودہ کہ انبۂ قابل ارسالِ حضور سراسر نور کہ بہ برہان پور فرستادہ خواہد شد، با حتیاطِ تمام مصحوب ڈاکچوکی بادشاہی متواتر فرستادہ باشند، امید کہ خوب برسد" (۲/۵۸)

اورنگزیب لکھ چکا ہے، کہ "بادشاہ پسند" آم تقریباً نہیں ہوا ہے، لیکن شاہجہان کی بدگمانی دور نہیں ہوتی، اور وہ سمجھتا ہے، کہ اس مین بھی اورنگزیب کی شرارت ہے اور اسلیے لکھتا ہے کہ

"انبۂ "بادشاہ پسند" پیش از چہار پنج مرتبہ نرسیدہ، سالِ آیندہ از درگاہِ معلّی شخصے تعین کردہ خواہد شد، کہ باہتمامِ خود انبہ ارسال می داشتہ باشد" (۴/۶۰)

کیا ایک شریف آدمی کے لیے اس سے زیادہ بے عزتی ہو سکتی ہے، کیا واقعی اورنگزیب معمولی آمون کے متعلق بھی بددیانت تھا، کیا ایک معمولی آدمی بھی اس قسم کے الزام کو سنکر خاموش رہ سکتا تھا، لیکن یہ اورنگزیب کا کلیجہ تھا جو ان تیرون کو سہتا، اور اف بھی نہ کرتا تھا، اس نے اس

الزام کے متعلق جواب لکھا ہے، شاید بہت کم لوگ ملین گے جو اس نرمی سے لکھ سکین، اس کے الفاظ یہ ہین:-

"تعیین فرمودنِ یکے از بندہاے حضورِ پرنور براے این کار بسیار خوب بخاطرِ مبارک رسیدہ، دریں موسم ہمگی سہ انبہ از درخت "بادشاہ پسند" نزدِ این مرید آوردہ بودند، تا معلوم شود کہ قابلِ ارسال شدہ یا نہ، باقی ہرچہ بود، از ہمانجا بحضورِ فائض النورِ اقدس مرسل گردیدہ، وجہِ کمیِ انبہ "بادشاہ پسند" نوعے کہ پیش ازیں مکرر بعرضِ مقدس رسیدہ آنست کہ ازاں درخت یک شاخ ماندہ کہ بیار می آید، دیگر شاخہاش از تند باد شکستہ، ایں فدوی ہیچگونہ راضی تواند شد کہ انبِ لائقِ صرفِ خاص، دریں جا صرف شود" (بہ)

اب جبکہ اورنگزیب نے ان الزامون کا جواب دیدیا تو شاہجہان نے دوسرے قسم کے عیب نکالنے شروع کئے، کہ آم کچے توڑ لیے جاتے ہین، برہانپور وغیرہ سے توڑ کر پہلے اورنگزیب کے پاس بھیجے جاتے ہین، اور وہان سے بادشاہ تک آتے آتے خراب ہوجاتے ہین، لانے والے بھی ان کی احتیاط نہین کرتے، چنانچہ جہان آرا نے شاہجہان کے اشارہ سے اورنگزیب کو لکھا کہ

"پیر و مرشدِ حقیقی میفرمایند کہ "انب از آنجا خوب نمیرسد، ظاہراً بے وقت و خام می چیدہ باشند، یا ڈاک چوکی دیر می آرد، یا در راہ دالی را بر زمیں می زنند، یا از ہمانجا انبہ ارسالی بدولت آباد می برند، واز آنجا روانہ حضورِ اشرف میگردد" (۲۰/۱۵۲)

اورنگزیب ان تمام الزامون کا جواب اس طرح دیتا ہے:-

"چوں تا حال انبِ خوب نرسیدہ بود، شاید والی کہ پیش ازیں محمد طاہر از برہانپور فرستادہ انبہ اش بوقت نہ چیدہ باشند، حالانکہ رسیدہ است، خام چرا خواہند چید، ڈاک چوکی ہارا تاکید

رفتہ کہ در ہفت روز یانہ روز دالی میرسانیدہ باشند، بوکیلِ دربارِ والا باید بگیر حکم شود، کہ ساعتِ روانہ شدنِ دالی بر چیتھی جداگانہ نوشتہ شود، و تاریخِ رسیدن را ملاحظہ نمودہ، اگر تفاوتے ظاہر شود، اُنہا را تنبیہ کند، دریں راہ چند جا در سرونج و اکبر آباد مردم را گماشتہ کہ اہتمام تمام نمودہ نگذارند، کہ دالی برزمیں اُفتد،

"انبہ در دکن از دو جا بدرگاہ مرسل میشود، برہانپور و دولت آباد، انچہ در برہانپور و مضافاتِ آں قابلِ ارسال است، محمد طاہر باحتیاط می فرستد، و انبِ دولت آباد و حوالیِ آں از پیشِ ایں مخلص بدرگاہ میرود، وانبِ برہانپور را بدولت آباد آوردن و از آنجا روانہ حضور ساختن چہ گنجایش دارد، بعد ازیں حسب الحکم مقرر نمودہ خواہد شد کہ بران پارچہ کاغذ کہ ہمیشہ با دالی می فرستند، نوشتہ باشند کہ انب کجا است،

زبانِ من! در اہتمام و احتیاط کوتاہی نرفتہ و نخواہد رفت، چیزے کہ بصرفِ خاصہ قبلہ و کعبۂ حقیقی خواہد رسید، مساہلت و غفلت در ارسالِ آں چہ امکان خواہد داشت" ($\frac{20}{152}$)

جہاز کی مرمت | اسی طرح اورنگزیب کے متعلق شاہجہان نے یہ بھی الزام لگایا تھا، کہ وہ سورت مین ایک نیا جہاز بنوا رہا ہے، اور اس کے لیے جو لکڑی استعمال کیجا رہی ہے وہ سرکاری مال ہے، اورنگزیب کا بڑا لڑکا محمد سلطان اس وقت شاہجہان کے پاس تھا، اورنگزیب نے اس کو لکھا کہ وہ ان الفاظ مین اس واقعہ کی حقیقت کو گوش گذار کرے:-

"ایشان جہاز نوی در سورت بندر فرمایش نکردہ اند، جہازے کہ در عملِ مغل خاں در تہیہ تباہی ماندہ بدستِ زمیندار پرگنہ گرالہ افتادہ بود و بخالصہ شریفہ تعلق گرفتہ ثانی الحال بصاحب و قبلۂ دو جہانی (اورنگزیب) مرحمت شدہ، چوں پیش ازیں چندگاہ آں را با جہازِ سلامت رس از بندر تتہ بسورت آوردہ اند، و مرمت طلب بود، بموجب امر والا متصدیٔ آنجا میخواست

بتعمیر ضروری آں بپردازد، اگر ایں معنی مرضیِ طبع مقدس نباشد، مرمتِ جہازِ مذکور کہ بیش از چند چوب صرف نخواہد داشت موقوف گردد" (۶/۱۷۶)

مذہبیت کا استہزار

لیکن اورنگ زیب کے لیے ان تمام چیزون سے زیادہ تکلیف دہ چیز یہ تھی کہ اس کی مذہب پرستی کا دربار مین مضحکہ اڑایا جاتا تھا، او خطوط مین اسکی اس گرویدگی پر طعن وتشنیع کی جاتی ہے، اس قسم کے ایک خط کو ہم گذشتہ موقع پر نقل کر آئے ہین، اب ایک دوسرے واقعہ سے اسکو زیادہ واضح کر دینا چاہتے ہین، جب شاہجہان نے نسبت کے سلسلہ مین محمد سلطان کو اپنے پاس بلایا، اور وہ دادا کی خدمت مین حاضر ہوا، تو اس وقت سُرخ بافتہ کے تھان کی پگڑی باندھے تھا، اس کو دیکھکر بادشاہ، اس کے درباریون اور درباری علمانے خوب خوب جملے چست کیے، چنانچہ یہ تمام واقعہ اورنگزیب کے ایک خط مین نہایت تفصیل سے درج ہے، اورنگزیب کے پاس مذہب کے اس استہزار کا اس کے سوا کیا جواب ہو سکتا تھا، کہ وہ کسی عالم سے کہے کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ اس قسم کا کپڑا ممنوع نہین ہے، اور اس نے یہی کیا، مگر ایک شخص کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگانا اگر کوئی جرم ہے، تو ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا، کہ شاہجہان اور اس کے درباری اس جرم کے مرتکب تھے، محمد سلطان نے اس واقعہ کو سرسری طور سے لکھدیا تھا، اس پر اورنگزیب نے اس کو جو خط لکھا وہ یہ ہے :-

"لائق چناں بود، کہ ایں مقدمہ را مشروح داخلِ عرضہ داشت می نمودند، کہ اعلحضرت بعلمای حضور دریں باب چہ فرمودند، کہ آہستہ خطاب بآں گرامی نسب کردہ، چہ چیز بر زبانِ مبارک آوردہ اند، اظہار اینکہ یکسال است، تا ایں قسم دستار در برہان پور مشروع شدہ است دایں روایت پیش ازیں بیکسال در آں بلدہ بہم رسیدہ، وشاید بعد ازیں نامشروع شود بنابرے دماغی وآزردگی است . . . . . ."

عجب است کہ آں والا تبار بے بایں معنی نبردہ ایں نوع مقدمہ را سراسری دانستہ اند

در حینے کہ از علماے حضور استفسار میرفت بایستے آں رفیع مقدار بجد عرض می کردند کہ مشروع است، و مسئلہ را بما بشما خواہیم نمود، و از شیخ نظام کہ رفاقت او در گرامی خدمت بہیں مصلحت است، صورت آں را تحقیق نمودہ، نوشتہ می برند، و می نمودند، اکنوں نیز اگر فرصت از دست نرفتہ باشد، بہ شیخ مومی الیہ بفرمائید کہ مسئلہ را چنانچہ در حضور عالی معروض داشتہ، از کتب فتاوی برآوردہ خاطر نشاں سازد، ما را ایں گمان نبود کہ ایشاں در امثالِ ایں مقدمات فروگذاشت خواہند نمود" (۷/۱۷۷)

یہ اورنگ زیب کے مذہبی جذبات کے ساتھ تمسخر کی ایک مثال تھی، آگے چل کر برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین ہم اس کی متعدد مثالین دیکھین گے، اور ہم کو نظر آے گا، کہ اورنگ زیب کو کس طرح ہر صورت سے ذلیل و رسوا، پریشان اور مضطرب کرنے کی کوشش کیجاتی تھی،

برہان پور کا کارخانہ مغلون کے زمانہ مین بادشاہ، شہزادون اور امیرون کا دستور تھا، کہ وہ اپنے کپڑون کے لیے اپنے ہی خاص کارخانے قائم کرتے تھے، اور اس طرح ہندوستان کی یہ مرؤ صنعت دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی رہتی تھی، برہان پور مین بھی شاہجہان، جہان آرا اور اورنگزیب وغیرہ کے کارخانے تھے، لیکن جب شاہجہان اورنگزیب سے خفا ہو گیا تو:-

"از پیشگاہِ خلافت مکرر قدغن شدہ کہ در برہان پور غیر کارخانۂ بادشاہی و یکدو کارخانۂ دیگر نباشد" (۲۶/۱۵۸)

"یکدو کارخانۂ دیگر" سے اورنگزیب کی مراد یہ تھی، کہ اس مین ایک کارخانہ جہان آرا کا ہے، اور دوسرا خود اس کا، لیکن اس کارخانہ کو بھی اچھی حالت مین رکھنا شاہجہان کو گوارا نہ تھا، اور اس نے تمام اچھے کاریگرون کو اپنے اور جہان آرا کے کارخانون مین مقرر کر دیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگزیب کے کارخانہ مین کام بدیر اور خراب ہوتا تھا، اور جب شاہجہان نے اس سے فرائش کی کہ

"پارچہائے کہ ایں مرید در برہان پور تیار نمودہ باشد، بزودی بفرستد" (۲۹۳ پ)

تو اس نے ان الفاظ میں اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے جتنا کپڑا تیار ہوا تھا، اسکو شاہجہان کے پاس بھیجدیا کہ

"تقصیرے کہ در تحصیل ایں شرف بوقوع آمدہ از رہگذر کمیابیٔ کاریگران است، چہ بیشتر بافندہائے خوب در برہان پور در کارخانہ بادشاہی و نواب بیگم صاحب جیو می باشند، و جمعے کہ در کارخانہ ایں فدوی بودند، کار ایشاں شایستگی پسندِ طبع اقدس نداشت، پارۂ اسباب کہ نا رسیدن نصیر اصورتِ اتمام یافتہ بود، سعادت در ایں جہد دانستہ ارسال نمود" (۲۹۳ ب)

اس پر شاہجہان نے اپنے یہاں سے ایک نہایت ہی بدباطن شخص کو سرکاری کارخانہ کا مہتمم بنا کر بھیجا، اور اس کے ساتھ ہی اس کو برہان پور کا واقعہ نویس بھی بنا دیا، اس کی خباثت نفس کا یہ حال تھا، کہ اورنگ زیب اس کی وجہ سے جہان آرا تک کی فرمایش کی تعمیل کرتے ہوئے ڈرتا تھا، اور جب جہان آرا نے ایک نئے کارخانے کے کھولنے کے سلسلہ میں ایک شخص کو اس کے لیے مقرر کر کے اورنگزیب سے مدد طلب کی، تو اس نے اس کے جواب میں لکھا کہ

"اگر مقصود از فرستادنِ مومی الیہ آن است، کہ او بامدادِ متصدیانِ ایں جانب در برہان پور کارخانہ برپا کند، ہر چند ایں خیر اندیش را دریں باب مضائقہ نیست، اما دست بہم نخواہد داد . . . .

وچوں داروغۂ کارخانۂ سرکار والا کہ خدمت واقعہ نویسیٔ برہان پور نیز با اوست مرد سبکی است، درصورت کہ بجہت سرانجام اسباب فرمایش ایشاں از کارخانۂ خود جمعے کارگران جدا نمودہ شود . . . . یقین کہ او ایں معنی را داخلِ واقعہ خواہد نمود،

وشاید طبعِ مقدس را خوش نیاید،

و اگر مطلب آں باشد کہ موافقِ پوشاکِ خاصۂ آں صاحب ہر سال سرانجام یابد، دریں صورت تفصیلِ این ملبوسِ یکسالہ کارِ برہانپور نوشتہ ارسال دارند، تا در کارخانۂ این جا روبراہ شدہ باشد۔ اگر بہ پیشکش قبول انند زہے منت، والاّ بہر طریق کہ خواہند حساب کنند۔ (۲۶/۱۵)

کیا ان حالات مین اورنگزیب اس سے بہتر کوئی تجویز پیش کرسکتا تھا؟ لیکن اس احتیاط کے باوجود بھی میر نصیر نے اورنگزیب کی نہین تو اس کے ملازمین کی شکایت شاہجہان کو لکھنا شروع کردی، شاہجہان نے اورنگزیب سے اسکی بازپرس کی، اور جب اورنگزیب کو ان غلط الزامات کی اطلاع ملی، تو اسکو بجا طور پر اس دروغ باف داروغہ پر غصہ آیا، اور اس نے یہ خط علامی سعد اللہ وزیرِ شاہجہان کو لکھا:۔

۔عریضۂ اخلاص کہ بموجبِ حکمِ اشرف . . . . . . ارسال داشتہ بودند مشتمل بود بر آنکہ میر نصیرِ داروغۂ کارخانۂ برہانپور بدرگاہِ جہاں پناہ معروض داشتہ، کہ متصدیانِ سرکارِ عالی (اورنگزیب) در سرانجامِ ضروریاتِ کارخانۂ مزبور از ریسمان وغیرہ، مداہنت و تغافل در تقدیم روا داشتہ اند، بر تقدیرِ صدقِ معروضِ او، وقوعِ این معنی بسیار نازیبا و بے نماست، تدارک و تلافی نمودہ چناں مقرر باید ساخت کہ دیگر دریں باب تساہل نرود، رسیدہ عزِ مطالعۂ قدسی دریافت،

براں دستور دانی خبرت پوشیدہ نماند کہ تصدیقِ مقدماتِ معروضۂ مومی الیہ و تصورِ وقوعِ مداہنت و تغافل در تقدیمِ خدماتِ مرجوعۂ بادشاہی از متصدیانِ سرکارِ نامدار بغایت مستبعد نمود، ہرگاہ از پیشگاہِ خلافت چنیں قرار یافتہ باشد، کہ ہر کس ہرچہ نویسد

وبگویید در حقِ ملازمانِ ما باور شود و بدیں عنوان باز خواستِ آں می رفتہ باشد، ازیں جانب گفتن و نوشتن دریں وادی لطفے ندارد،

بہمہ حال چوں سوتِ اولی در قصبۂ ہرگانو بہم میرسد، و تاآں قصبہ در تیول وکلاے ماست" ایں گفتگو آخر شدنی نیست و داروغۂ کارخانہ کہ در حضورِ پر نور مفتریاتِ خود را رائج دانستہ ازیں ماجری درنگذشتہ بہمہ وقت مقدمۂ ریسماں را آب و تاب دادہ و بداں تقریب بسے خرخرفات دیگر نیز بہم بافتہ طبعِ مبارکِ پیر و مرشدِ حقیقی را مکدر خواہد ساخت. بنابراں آں دستور کافی درایت بعرضِ مقدس برسانند کہ اگر حکم شود، قصبۂ مذکورہ را داخلِ خالصۂ شریفہ نمودہ بدیوانِ پایانِ گھات بسپاریم وعوضِ آں جاے دیگر بگیریم تا سرانجامِ ضروریاتِ کارخانہ موافقِ خواہشِ داروغہ بفعل آمدہ، راہِ کذب و افترائے او مسدود گردد، لیکن اگر مرضیِ خاطرِ ملکوت ناظر بودہ باشد، کارخانۂ سرکارِ خود را نیز کہ محض براے آں برپا است کہ شاید چیزے قابلِ پذیرائیِ نظرِ اقدس درانجا تمام شود، موقوف سازیم، یقین کہ آں رفیع مکان ایں معنی را بمسامعِ جلال خواہند رسانید" (آداب نمبر ۲۲۸)

اورنگزیب کی شکایت

شاہجہان نے اورنگ زیب کو صرف خطوط ہی مین برا بھلا نہین کہا تھا، صرف دربار ہی مین اس پر مضحکہ نہین اڑایا جاتا تھا، بلکہ اُس نے اورنگزیب کی شکایت، اس کے بھائیون کو بھی لکھنا شروع کر دیا تھا، شجاع کو ایک خط مین لکھتا ہے کہ

"اورنگزیب بہادر انتظامِ صوبۂ دکن را موافقِ مرضیِ خاطرِ مقدس نکردہ، بآں غلامِ بندگی سرشت (شجاع) امر میکنیم کہ اگر ہر چہار صوبۂ دکن را می خواستہ باشد، و تواند آباداں ساخت، باو مرحمت فرمائیم" (ص ۲۱۹)

ان تمام حالات کو ایک گونہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا مقصد اس حقیقت کو واضح طور

سے دلنشین کرا دیتا ہے، کہ کس طرح اورنگزیب کو شاہجہان نے ذلیل، رسوا، شرمسار، اور بے دست و پا کرنے کی کوشش کی ہے، اور کس طرح یہ کشمکش، یہ رنجش اور یہ بے اعتمادی آیندہ کے افسوسناک واقعات اور دارا کی تباہ کن سازشون کے ساتھ مل کر اس بات کا سبب بنی، کہ جونہی شاہجہان کی موت کی غلط خبر ہندوستان مین پھیلی، تمام ملک برادرانہ جنگ کے لیے ایک میدان کارزار بنگیا، امن و امان کا شیرازہ منتشر ہو گیا، دفتر انتظام کے اوراق پریشان ہو گئے، محبت و اخوت کی بیاض خون آلود ہو گئی، اور وہ ملک جو عرصہ دراز سے سکون و اطمینان کے سایہ مین آرام کر رہا تھا، یک بیک خانہ جنگی، خونریزی، غارتگری، اور موت و ہلاکت کے طوفان مین مبتلا ہو گیا، لیکن اس خونی داستان کی تفصیل کا یہ وقت نہین ہے، اس کو ہم آیندہ چل کر لکھین گے، یہان پر ہم کو جو کچھ بتانا ہے، وہ یہ ہے کہ ان حالات مین اورنگزیب نے جو کچھ کیا، وہ اس کی بلند ہمتی، اس کی سلامت روی، اس کی نیک نفسی، اس کے خلوص، اس کے جذبۂ وفاداری، اور اس کے شوق عمل کے بین ثبوت ہین، اگر اورنگزیب کی جگہ کوئی دوسرا کم ہمت تیز مزاج شخص ہوتا، تو کب کا اس نظامت دکن کی تکلیف دہ عزت سے نجات حاصل کر چکتا، لیکن اورنگزیب کا اصول یہ تھا، کہ اُسے جس کام کے لیے مقرر کیا جاے، اُسے حتی المقدور ایمانداری، اور دیانت سے کیا جاے، اور اس نے ان مشکلات کے باوجود، ملک کی آبادی، ملازمون کی بدترین حالت کی درستی، ملک کی وسعت اور جنگون کے کامیاب خاتمہ کے لیے جو کچھ کیا، وہ ہمیشہ اس کے لیے طرۂ امتیاز و طغراے افتخار رہیگا، ہم ملک کی آبادی کے متعلق بتا چکے ہین، کہ کس طرح اس نے مشکلات مین رہنے کے باوجود ۲۸ فیصدی کا اضافہ کیا ہے، اب ہم یہ دکھائین گے کہ اس نے دوسرے فرائض کو بھی اسی قدر اختلافات، بلکہ اس سے زیادہ سخت رنجشون کے باوجود کس کامیاب طریقہ سے انجام دیا ہے،

سرکاری ملازمین کی سفارش اورنگزیب کو یہ اصول اچھی طرح معلوم تھا، کہ "مزدور خوشدل کند کار بیش"

اور اس نے ہمیشہ اس پر عمل کیا، حتی کہ اپنی آخری عمر مین جب وہ شہزادون کے متعلق سنتا، کہ وہ ملازمین کیساتھ اچھا سلوک نہین کرتے تو ان کو نہایت ہی مؤثر طریقہ سے سمجھاتا، اور بتاتا، کہ ایسا نہ کرنے مین کسقدر نقصان ہی، ایک خط مین شہزادہ معظم کو لکھتا ہے:۔

"باوجود سلامت نفس فتح اللہ خاں را چرا ناخوش کردید، ما در ایام پادشاہزادگی با امرا ہمچو سلوک میکردیم کہ ہمہ راضی بودند، و در حضور و غیبت بخوشدلی تعریف و توصیف ما میکردند، بل با وصف اقتدار برادر نامہربان بعضیہا ترک رفاقت او کردہ، ملازمت ما اختیار کردہ، و جمعے کہ باشارۂ برادر نامہربان حرکات ناملائم کردہ حرفہاے بے ادبانہ برزبان آوردند، بتازیانۂ اغماض و تحمل متنبہ شدہ، از سر انصاف اقرار بصاحب حوصلگی ما کردند، تا نقش سرداری و بہادری ما بر لوح خاطر اشرف اقدس اعلحضرت مرتسم گشت، و کارہاے دست بستہ بزور بازوے این مور ضعیف صورت گرفت،

شما مثل فتح اللہ خانے را رنجیدہ خاطر گردید، ہمچو سپاہئی جگردار ہمہ کارہ را کہ بکار عمدۂ شما می آمد شکستہ دل نمودید، فرد

گر صد ہزار لعل و گہر می دہی چہ سود دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ

مضی ما مضی حالاہم اگر دلجوئی کنید بہتر و براے صلاح کار مفید تر است[1]"،

اپنے دوسرے بیٹے اعظم کو لکھتا ہے:۔

"انچہ معلوم میشود مصطفے قلی بیگ دیوان خاص آں فرزند کارہا بجز رسی سر انجام می دہد، غنیمت است، اضافۂ منصب و خطاب خانی اگر بنو پسند، دادہ اید، آدم خوب مثل طلاے بیغش است، بیت

---

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ نمبر ۵،

انچہ بر جستیم کم و یدیم و بسیار ست و نیست   نیست جز انساں دریں عالم کہ بسیار ست نیست

روزے سعد اللہ خاں مرحوم بعد فراغ از اوراد و وظائف تا دیرے دست بدعا بر داشتہ بود، یکے از ندماے گستاخ پرسید کدام آرزو باقیست، گفت آدم خوب، الحق حرف خوبی گفتہ، ہر چند جوہر دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلیست بہر کہ حق تعالی کرامت کردہ باشد، اما ہمت و انصاف آقا را نیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال و از وجہ معاش بقدار احوال فارغ البال دارد تا ضروریات عالم تعلق خلل انداز اعتقاد او نشود، ع

کہ مزدور خوشدل کند کار بیش[1]"

ایک اور خط مین شہزادہ کو لکھتا ہے :-

"فوجداری سورت از فتح جنگ خاں ہالی تغیر کردن و ببرادر داروغہ دیوانخانہ خود دادن "شیشہ درست را بدست خود شکستن است[2]"

اورنگزیب اسی اصول پر ابتدا سے عمل پیرا تھا، اس مین ہندو، مسلم کا کوئی سوال نہ تھا، وہ جس شخص کو جس لائق سمجھتا، اس کے متعلق بادشاہ سے ضرور سفارش کرتا، چنانچہ تقریباً ہر خط مین کسی نہ کسی ملازم، جاگیردار، قلعدار یا راجہ کی سفارش ضرور ہوتی تھی، یہ سفارشین دو قسم کی ہوتی تھین، یا تو ان کی تنخواہ و منصب کے اضافہ کے لیے یا خطاب اور دوسرے امتیازات کی مرحمت کے لیے، پہلے ہم موخر الذکر قسم کی سفارشون کو لیتے ہین :-

(۱) موی الیہ (مرشد قلیخان) از فیوضات بے دریغ اعلحضرت امید وار خطاب است تا موجب از دیاد امتیاز او گردد،

بملتفت خان نیز اگر علم عنایت شود، باعث افتخار اوست" ($\frac{6}{58}$)

---

[1] ایضاً نمبر ۱۵، [2] رر نمبر ۱۹، اور مطبوعہ رقعات عالمگیری ہی مین اس قسم کے بکثرت خطوط موجود ہین،

(۲) "محمد صفی کہ بخدمتِ بخشیگری دکن سربلند است، چوں خانہ زادِ کار آمدنی است، و در وقت کہ بعض بندہا . . . . بہرگونہ نوازش بادشاہانہ کامیاب شدہ، بہ تفضلاتِ بے دریغ اعلیحضرت امیدوار ترگشتہ اگر او نیز بعطیہ خطابے سرفراز شود، از بندہ پروری و خانہ زاد نوازی بعید نخواہد بود" (ب/۵۵)

(۳) "از آنجا کہ اسداللہ خانہ زادِ کار آمدنی قابلِ تربیت است، و بخدمتِ کلانی سرفراز شدہ اگر بمقتضائے ذرہ پروری بعنایتِ خطاب سرفرازی یابد، موجبِ امتیاز و سربلندیِ او خواہد بود" (ب/۶۵)

(۴) "چوں ہادی داد خاں بمنصبِ دو ہزاری و پانصدی ذات و سوار سرفراز است و بخدمتِ صوبہ داریِ تلنگانہ قیام مینماید، و جمعیتِ خوب باو ست، اگر بعنایتِ علم و نقارہ سربلند گردد گنجایش دارد" (ب/۱)

اب دوسری قسم کی سفارشوں کو دیکھو صفی خان کو داروغگیٔ توپخانہ کی خدمت پر مقرر کیے جانے کا حکم ہوتا ہے، اس پر اورنگزیب لکھتا ہے:-

(۱) "لیکن از آنجا کہ جمع میاں ایں ضمت (داروغگیٔ توپ خانہ) و بخشی گری، صعوبتے دارد، و حقیقتِ جاگیرہائے دکن پوشیدہ نیست، و بدونِ مصالح ایں نوع خدماتِ عمدہ متمشی دیگر نمی شود، امیدوار است کہ بتقریبِ ایں خدمت باضافہ سرفراز گشتہ از روئے دلگرمی بمراسم ہر دو خدمت بپردازد" (ب/۲)

(۲) "محمد غیاث ولد اسلام خان در ہندوستانِ فیض نشاں جاگیرِ ہشت ماہہ داشت و در دکن حاصل جاگیرِ او پنج ماہہ بیش نیست، از آنجا کہ خانہ زادِ قابلِ تربیت است . . . . بنابراں ایں فدوی خدمتِ فوجداریٔ سرکارِ مذکور (دھکر) باو مقرر

داشتہ یکصدی ذات و یک صد سوار بشرط خدمت اضافہ تجویز نمود . . . .

وطلب اضافہ را موافق حاصل سہ ماہہ در پرگنہ دھکر و باتنخواہ کرد، اگر بدرجۂ قبول برسد از خانہ زاد

پروری بعید نخواہد بود» (۲۱/۲۲)

(۳) «از آنجا کہ سزاوار خاں بندۂ قدیم وخانہ زاد باخلاص اعلحضرت است ونقد جوانی را صرف

خدمت ایں آستانِ خواقیں پاسپاں نمودہ وہمیشہ با جمعیت موافق ضابطہ

بخدمات مرجوعہ پرداختہ، امید کہ بمقتضائے ذرّہ پروری فراخورِ حسن عقیدت وسبقِ بندگی،

مشمولِ تفضلات بے دریغ قبلۂ جہانیان گردیدہ بظہورِ عنایات پیر و مرشد حقیقی کہ بہارِ آمال

داماں و اقاصی و ادانی است، جوانی از سر گیرد» (۹/۵)

اورنگزیب صرف اسی قسم کی سفارشون ہی تک اپنی کوشش محدود نہین رکھتا، بلکہ اگر کوئی امیر اپنے بچون کی شادی کرنا چاہتا ہے، یا کوئی طالب علم وظیفہ کا خواستگار ہے، یا کوئی مذہبی پیشوا یومیہ کا خواہان ہے، یا پھر کوئی غیر ملکی شخص ہندوستان مین آکر کسی دوسرے دربار مین جانا چاہتا ہے، تو وہ ان تمام موقعون پر اپنی سفارشون اور کوششون کے دروازہ کو کھول دیتا ہے، ہم طوالت کے خوف سے صرف ایک ایک مثال پر اکتفا کرتے ہین :-

(۱) سرکاری ملازمون کے بچون کی شادی کے اخراجات کے لیے کس بلیغ طریقہ سے سفارش کرتا ہے :-

«مرزا خاں را صبیہ ایست بسنِ تمیز رسیدہ و ارادۂ او چناں است کہ اگر پیر و مرشد حقیقی از روے خانہ زاد پروری تجویز فرمایند ایں وصلت با اسمٰعیل پسرِ دوم نجابت خاں کہ تا حال کتخدا نشدہ بوقوع آید، اما از آنجا کہ خان مذکور را ز مسبب بے سرانجامی برائے انعقادِ ایں نسبت متعلقان خود را

بدرگاہ جہاں پناہ نمی تواند فرستاد، امید وار است کہ دریں باب بموجب حکم اشرف صا

گردد، عمل نماید" (۱۴/۱۰۲)

(۲) یومیہ و ملازمت کی سفارش: یہ خط وزیر شاہجہان علامی سعد اللہ کے نام ہے:-

"معلوم نماید کہ حافظ امین، منسوبانِ این درگاہ است، و آں دستور الوزرا نیز احوالِ مومی الیہ را بواجبی می دانند۔ فی ہذا قبل ازیں مبلغ یک روپیہ از خزانۂ عامرۂ کشمیر بے تغیر در وجہ یومیۂ او مقرر بود و ثانی الحال کہ رایاتِ عالیاتِ خلافت سایۂ ہمت و کرامت بر ساحتِ آں خطۂ دلکشا انداخت، از روزیانۂ حافظ مذکور نصف بجاے ماند۔ از آنجا نیم روپیہ بقدر ضروریاتِ امرِ معیشت او و توابع کثیرہ وافی نیست۔ گر آں خانِ والا مکان کہ توفیقِ خیرات یافتہ اند سعی نمایند کہ یومیہ مشار الیہ بدستور سابق مقرر شود، و حافظ علی محمد برادر حافظ مذکور کہ با او ہمراہ است، و کسبِ بعض مراتب اعلیٰ نمودہ موافقِ حالتِ خود، در سلکِ بندہ ہاے درگاہ خلائق پناہ شرفِ انسلاک حاصل شود، متوقع خواہد بود۔" (آداب خط نمبر ۲۳۶)

۳۔ مدینہ منورہ سے ایک سید صاحب تشریف لاتے ہیں، ان کے متعلق اسی مخیر وزیر کو لکھتا ہے:-

"چوں درین ولا سیادت مآب سید محمد از ساداتِ مدینۂ طیبہ علیٰ ساکنہا الصلوٰۃ والتحیہ ۔۔۔۔ بقصدِ آستانبوسِ مقدس روانۂ درگاہِ جہان پناہ شدہ، ارادہ دارد کہ بوساطتِ ایشاں از نظرِ انور گذشتہ از فیوضاتِ بے دریغِ بارگاہِ خلافت بہرہ مند گردد۔ یقین کہ آں خانِ والا مکان کہ توفیقِ مراعاتِ این طائفہ علیہ بوجہ اتم یافتہ اند در امداد و اعانتِ او سعیِ جمیل مبذول خواہند داشت[۱]۔" (آداب ۲۲۰)

[۱] مکۂ مکرمہ، مدینۂ طیبہ، کربلاے معلی، مشہد مقدس، بغداد شریف وغیرہ کے لوگوں کا یہ ایک قدیم دستور تھا جیسا کہ آجکل بھی ہے کہ وہ ہندوستان میں آکر یہاں کے لوگوں سے خیرات وغیرہ وصول کر کے کثیر رقم کے ساتھ اپنے اپنے وطن کو لوٹ جاتے۔ اورنگزیب بھی ان کی بڑی قدر کرتا تھا۔ لیکن جب وہ

(۴) غیر ملکی معزز اشخاص ہندوستان آ کر کسی دوسری ریاست مین جانا چاہتے ہین، لیکن اورنگزیب ان کو بادشاہ کے یہان جانے پر راضی کر کے ان کی سفارش کرتا ہے، کہ اس کے خیال مین ہندوستان مین آ کر کسی دوسری حکومت کے دربار مین ان لوگون کا جانا، ایک تو خود مغل حکومت کی ذلت ہے، دوسرے اس سے خارجی ممالک کی سیاست پر بھی برا اثر پڑ سکتا تھا، اس کی مثال یہ ہے :-

"میر صالح ولد میر قوام الدین مازندرانی پسر خال شاہ عباس کہ درین ایام از راہ بندر سورت آمدہ، بادرنگ آباد رفتہ بود، واز آنجا قصدِ گولکنڈہ داشت، این مرید اورا برہان پور طلبیدہ، روانۂ درگاہِ خلائق پناہ نمود، یقین کہ بعد ادراکِ شرفِ زمین بوس معلّٰی در خورِ شائستگی وقابلیت مشمولِ نوازشاتِ بادشاہانہ خواہد شد" (۵/ب)

یہ جو کچھ سفارشین تھین، اُن کا تعلق صرف اشخاص تک ہے، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اورنگزیب عام سپاہیون وغیرہ کی حالت سے غافل یا ان کے متعلق خاموش تھا، ہم کو ان خطوط مین جابجا جاگیر کی کم حاصلی اور اس کی وجہ سے تعیناتیانِ دکن کی تکالیف کا بیان نظر آتا ہے، چنانچہ جب شاہجہان نے اورنگزیب کو یہ حکم دیا کہ دکن مین بھی ضابطہ داغ کو جسے علامی سعد اللہ خان نے روشناس کیا تھا، رائج کیا جائے تو اس نے دکن کے سپاہیون کی حالت بتا کر، ان کی تنخواہون مین اضافہ کی سفارش کی، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"حقیقتِ صعوبت و دشواریٔ ضابطۂ داغ کہ بتازگی در پیشگاہِ خلافت قرار یافتہ ....

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۷) اس بات کا علم ہوا، کہ ان لوگون نے اپنی سیادت اور مقامات مقدسہ کی سکونت کو اپنا پیشہ بنا لیا ہے، تو اس نے ایسے لوگون کی امداد سے لوگون کو منع کر دیا، سعد اللہ خان کے نام بھی جتنے خطوط ہین انمین بھی ان تمام سفارشون کا جو وہ لوگون کے متعلق بادشاہ سے کرتا تھا ذکر کر کے اس سے امداد کی درخواست کیگئی ہے،

مکرر داخل واقعہ گشتہ شاید بسامع جاہ و جلال رسیدہ باشد۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

پیر دستگیر سلامت! کیفیتِ لشکرے کہ بالفعل دریں صوبجات است واز عہدۂ ضبطِ محالِ تیولِ خود بآسانی برنمی تواند آمد و کثرتِ جمعیتِ دنیاداران دکن بر ضمیرِ منیر ہویدا است و بحسب ضابطۂ تازہ اگرچہ کمیتِ لشکری افزاید، اما کیفیت کہ مطلوب است، اصلاً نمی ماند، چہ موافق این ضابطہ علوفہ تابنیان از بست روپیہ تا ہفتدہ و پنج و پانزدہ مقرر شدہ، وسوا از سابق قریب نہ ہزار افزودہ، جاگیر بیشتر منصبداراں از سہ ماہہ کمتر است، و پیدا است کہ این نوع مردم کہ بدیں قلیل نوکر باشند، حالِ اسپانِ ایشاں چہ خواہد بود، و از آنہا چہ کار خواہد کشود، باوجود آنکہ پیش ازیں حصۂ ذات راسہ ماہی سوائے دہ لک مکنا اخرج پرگنات وسواری بحساب سی و دو روپیہ در ماہہ تنخواہ می یافتند، اکثرے ازینہا تاحال تمام بداغ نہ رسانیدہ اند، وتصحیحہ نداوہ وبدیں سبب مبلغہائے کلی مطالبۂ تفاوت داغ وتصحیحہ بنام ہر کدام در دفاترِ این صوبہ ثبت گشتہ واکنوں کہ حصۂ ذات یک ماہہ و دوماہہ خواہند یافت، ظاہر است کہ بذاتِ آنہا چہ خواہد رسید۔ خاصہ درین ہنگام کہ عملِ تباہی بمیاں آمدہ، واخراجاتِ پرگنات بتقریبِ محافظتِ غلات دوچنداں شدہ، و در بابِ تحصیلِ مطالبات از روے قدغن بنفاذ پیوستہ، کہ از حاصلِ جاگیر بعضے چہارم حصہ و از جمعے پنجم و ششم حصہ بازیافت می نمودہ باشند، معلوم است کہ بعد وضع مطالبہ بدیں طریق چہ خواہد ماند، واز عہدۂ سرانجام جمعیت چگونہ می تواند برآمد چوں ہمہ وقت امنیت نمی باشد، و تحمل کہ گاہے بجمعیتِ خوب احتیاج افتد، اگر اعلحضرت بنفسِ نفیس متوجہ شدہ، بناظمانِ مہماتِ حضور پرنور حکم فرمایند، تا بمآلِ کار نظر انداختہ دریں باب غور نمایند، از صلاحِ دولت ابدمدت دور نخواہد بود، دیگر ہرچہ رائے مملکت پیرائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرماید عین صواب است" (9/95)

اسی کے ساتھ اس نے خود سعد اللہ خان کو بھی ایک خط اسی مضمون کا لکھا، اور اس مین بتایا کہ دکن کی فوج کی موجودہ حالت مین اس ضابطہ کا رواج کسقدر ناممکن اور خطرات سے پر ہے، اس خط کا ضروری اقتباس یہ ہے،

"این ضابطہ تازہ موجبِ ازدیادِ تفرقہ سپاہ وسببِ افزونیٔ مطالبات متعذر التحصیل است چہ موافق ضابطہ حال علوفہ تابینان بست روپیہ وہفدہ ونیم وپانزدہ تنخواہ شدہ وسوار از سابق قریب نہ ہزار افزودہ مدت مدید باید کہ این مقدار اسپ بداغ رسد، ومعہذا جمعے کہ این علوفہ قلیل بیابند، اسپ خوبگی کے میتوانند خرید، وحال آں کہ جاگیر اکثر منصبداران از سہ ماہہ کمتر است، وباوجود آنکہ بیش ازین حصہ ذات راسہ ماہہ بودہ، ودہ لک خرچ پرگنات مجری یافتہ تتمہ را سوارے بحساب سی ودو روپیہ درماہہ می یافتہ اند، اکثرے از آں تا حال بداغ رسانیدہ اند، وتصیحہ ندادہ اند، ومبلغہاے کلی مطالبہ تفاوت داغ و تصیحہ باسم ہر کدام در دفاتر ثبت شدہ، اکنوں کہ حصہ ذات دوماہہ ویک ماہہ خواہند یافت معلوم کہ بذاتِ آنہا چہ خواہد رسید، خاصہ امسال کہ حکمِ عملِ تبائی بنفاذ پیوستہ واخراجات پرگنات برائے محافظتِ غلہ مضاعف گشتہ، درباب تحصیلِ مطالباتِ فرمانِ عالیشان شرفِ صدور گرفتہ کہ از حاصل جاگیر بعضے چہارم حصہ واز جمعے پنجم واز برخے ششم حصہ می گرفتہ باشند وچوں دراں منشور والاقید گرفتن مطالبہ از حصہ تابینان نیز درمطالبہ باید داد وجمعیت را موافق ضابطہ بداغ توانند رسانید. . . . . بنابراں . . . بتکرار اظہار ایں مقدمات ناگزیر بود، اگر آں ہمین دستور ایں مراتب را بخاطر آوردہ، کیفیتِ آں را بعرضِ ارفع اعلیٰ برسانند، ہر آئینہ بمصلحت ملکی اقرب وانسب خواہد بود" (آداب نمبر ۲۲۲)

اورنگزیب نے سپاہیون کی حالت کو اس قدر واضح اور صاف طور سے بیان کیا تھا، کہ

شاہجہان کو منظوری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، اور اس نے ایک حد تک اورنگزیب کی سفارشون کو قبول کرلیا، لیکن پھر بھی اورنگزیب مطمئن نہ تھا، وہ اس منظوری کے متعلق لکھتا ہے کہ

"آنچہ قبل ازین درجواب عرضداشت این مرید کہ بتقریب ضابطۂ داغ بدرگاہ والاجاہ ارسال داشتہ بود، حکم شدہ کہ چون حاصل جاگیر اکثر بندہاے تعین صوبۂ دکن چار ماہہ وکمتر ازان است، بنابران درسہ ماہہ کہ ہراسپے ہفتدہ روپیہ ودر دوماہہ کہ ہراسپے پانزدہ روپیہ مقرر شدہ، از ابتداے غرۂ ماہ بہمن . . . . بدستور چہار ماہہ ہراسپے بست روپیہ ماہیانہ مقرر فرمودیم، محض کرامات است، چہ سوارے کہ علوفہ اش کمتر از بست روپیہ باشد، بہیچ مصلحت بکار نمی آید لیکن ازانجا کہ موافق این ضابطہ بجمعے نفعے وبطائفہ نقصان خواہد رسید، فکر اداے مطالبات سرکار گردون مدار نیز باید نمود" ($\frac{17}{2}$)

ہندؤن کے ساتھ برتاؤ

اس وقت تک جتنے لوگون کی سفارشین کیگئی ہین، ان مین ایک ہندو بھی نظر نہ آیا ہوگا، اور اس سے جیسا کہ مشہور ہے، یہ سمجھا گیا ہوگا، کہ اورنگزیب کو ہندؤن سے حقیقۃً کوئی عداوت، دشمنی، یا کم از کم نفرت تھی، اور اسی لیے اس نے کسی ہندو کی سفارش نہین کی ہے، لیکن واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے، اور اسی لیے ہم ایک مستقل ماتحت سرخی کے نیچے اسپر کچھ لکھنا چاہتے ہین،

اگر ہم اورنگزیب اور اس کے بھائیون کے حالات کا مطالعہ کرین گے، تو ہم کو صاف نظر آئے گا، کہ انھون نے اپنے اثر و اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے کسی نہ کسی جماعت کو اپنا ہم خیال و موید بنانے کے لیے انتہائی کوشش کی ہے، داراشکوہ نے راجپوتون پر سب سے زیادہ بھروسہ کیا، اور اس کے اعتقادات کا تزلزل دراصل ان راجپوتون کو ہی رام کرنے کے لیے تھا اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ ویدانت کے فلسفۂ توحید اور محی الدین ابن عربی کے

اصول "ہمہ اوست" کو جس صورت سے بھی ہو جوڑ دیے، اس موضوع پر چونکہ ہم دارا کے عقائد کے سلسلہ مین بحث کرین گے، اس لیے یہان صرف اشارہ پر اکتفا کرتے ہین شجاع نے دربار کے شیعہ امرار کو اپنا حامی بنانے کے لیے اپنے کو ایک بڑی حد تک مذہب امامیہ کا پابند کر رکھا تھا مراد کا تجربہ لیکن بہا امراد کو چونکہ اپنی تلوار پر بھروسا تھا اس لیے اس نے اس قسم کی کوئی عام کوشش تو نہین کی البتہ مختلف امرار کو توڑنے کی سازش مین لگا رہا، مگر اورنگزیب نے اس قسم کی کوئی حرکت نہین کی، نہ اس نے راجپوتون کو خوش کرنے کے لیے ویدی توحید کی بیجا تعریف کی، نہ شیعی امرار کو خوش رکھنے کے لیے امامی عقاید کی تائید اور نہ امرا سے کوئی خفیہ معاہدہ کیا، بلکہ اس کے ساتھ جو لوگ تھے ان کے ساتھ مساویانہ طریقہ سے پیش آتا، اور ہر امیر اور سرکاری ملازم کو اپنا بہی خواہ اور سچا دوست سمجھتا، اس کی کثرتِ مراسلت، اس کے وسعتِ تعلقات کی دلیل ہے، وہ شیعہ امرار سے بھی اسی طرح خط و کتابت کرتا ہے، جیسی کہ سنی امرار سے، وہ ہندوؤن سے بھی اسی طرح مخاطب ہوتا ہے جس طرح مسلمانون سے، بلکہ اس کے خطوط کا مطالعہ ہم کو اس نتیجہ تک پہنچنے پر مجبور کرتا ہے، کہ اس نے مسلمانون سے زیادہ اہم سفارشین ہندوؤن کے لیے کی ہین، مگر یہ اس کی بدقسمتی اور اس کے بڑے بھائی کی عنایاتِ خاص کا نتیجہ تھا کہ اُسے راجپوتون کا دشمن مشہور کر دیا گیا، اس چال سے دارا کا جو مقصد تھا وہ بالکل عیان اور واضح ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اورنگزیب کے پاس نہ راجپوت فوج رکھی گئی، اور نہ راجپوت افسر ہی دو چار سے زیادہ رہے، اور یہی سبب ہی کہ اس کے خطوط مین ہندوؤن کا ذکر بہت کم آتا ہے، پھر بھی اورنگزیب اپنے فرض سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہین رہا، اور جب کبھی بھی اسے موقع ملا، اس نے ہندوؤن کی سفارش کی، چنانچہ جب دکن کے انتظامات کے سلسلہ مین ایلچپور کی دیوانی کے لیے ایک لائق افسر کی ضرورت ہوئی، تو اورنگزیب نے راؤ کرن نام ایک راجپوت افسر کی سفارش کی، لیکن شاہجہان نے اسے نامنظور کر دیا، اور لکھا کہ:

"تفویضِ خدمتِ ایلچپور بشل راؤ کرن راجپوتے مناسبت نداشت، . . . . کارہا بکسے باید فرمود

که از عهده تواند برآمد" (ص ۶۴)

اورنگزیب نے اس کے جواب مین لکھا کہ

"آنچه بخاطرِ ملکوت ناظر میرسید محض صواب است، و ایں مرید بایں همه قصورِ فہم آں را کجا تواند دریافت

لیکن چوں خدمتِ ایلچپور دریں ایام غیر از جاگیرداری و آباداں ساختن آں کارے نیست،

و ایں فدوی در پیشگاهِ خلافت هم انتسلوکی براجپوتیه بنا بران حقیقتِ کمیِ منصب و آباداں

کاریِ راؤ کرن نوعیکه می دیده و شنیده معروض داشته بود" (ص ۶۴)

لیکن اورنگ زیب اس نامنظوری سے مایوس نہین ہوا، بلکہ وقتاً فوقتاً راؤ کرن کی سفارش کرتا رہا، تا آنکه اسکو جوار کے علاقہ کی فتح پر مامور کرکے اور اس کے منصب مین اضافہ کرکے ایک بلند درجہ تک پہنچا دیا، چونکہ اس کا بیان جوار کی فتح کے سلسلہ مین آئیگا، اس لیے یہان پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اس کا ایک دوسرا ہندو افسر نرسنگھ داس تھا، اس کے متعلق لکھتا ہے:-

"چوں نرسنگھ داس قلعه دارِ اسیر خانه زاد و کار آمدنیِ درگاه جہاں پناه است، و بموا

با جمعیتِ موافقِ ضابطه بخدماتِ پادشاہی پردازد، و جاگیرہاے که در وطن داشت تغیر شده

و کیفیتِ حاصلِ جاگیرہاے دکن پوشیده نیست، و وکیلِ او در دربارِ عالیاں از تلاش میکند

که پرگنه ردات که در وطنِ موروثیِ اوست عوض محالِ ہندوستاں . . . . که تغیر شده

و محالے که در دکن به تیولِ او مقرر است، در دبست تنخواه گردد، از پریشانی برآمده بجمعیت

خدمت می کرده باشد، یقین که آں دستور الوزرا نیز در پیش رفتِ مطلب او اگر ممکن باشد سعی

و امداد دریغ نخواهند داشت" (آداب نمبر ۲۲۲)

ایک دوسرے خط مین جعفر خان کو جو علامی سعد اللہ کے بعد وزیر کے فرائض انجام

دیتا تھا، ایک دوسرے افسر کی سفارش ان الفاظ مین کرتا ہے:-

"انچہ دریں ولا بموجب حکمِ اقدس اعلیٰ درباب بھیش داس راٹھور معروض داشتہ بودند، پیرایۂ وضوح گرفت حسب الحکم جہاں مطاع مومی الیہ را دستوری دادہ شد کہ با جمعیت خویش بدرگاہِ جہاں پناہ شتافتہ، از استلامِ سدۂ سینۂ خلافت، سربلندی حاصل کند، بندۂ خوب کار آمدنی است، در تقدیم خدمتِ بادشاہی کوتاہی ننمودہ، یقین کہ تیول خوب خواہد یافت؛ این معنی را بمسامعِ جاہ و جلال رسانیدہ، ہمیں وتیرہ، ہرگاہ تقریبے دست دہد، بنگارشِ عریضہ پرداختہ باشند۔" (آداب نمبر ۳۳۲)

دکن مین اورنگزیب کا ایک ہندو افسر مرجاتا ہے، اسکی جائداد کی وراثت کے متعلق وہ دوسرے ہندو افسرون سے مشورہ کرتا ہے، اوران کی جو رائے ہوتی ہے، اسی کی اس طرح سفارش کرتا ہے:-

"راجہ سنگرام زمیندار جموں کہ خدمتِ فوجداری جامو رو مانجرو داشت، تصدقِ فرقِ مبارک شدہ، سارنگدھر نبیرۂ او کہ خانہ زاد و کار آمدنیست، چوں پسرِ فرزندِ کلان است کہ پیش از سنگرام گذشتہ، پسرانِ راجہ متوفی کہ اعمامِ اویند، و راؤ کرن و دیگر راجپوتانِ اینجا اتفاق نمودہ اند، کہ جانشینِ پدرِ کلان او باشد، اگر از پیشگاہِ خلافت تکیۂ راجہ مسطور بسارنگدھر عنایت شود و منصبِ او و انعامش بموجبے کہ از واقعہ بعرض ارفع اعلیٰ خواہد رسید، مقرر گردد، از عہدۂ خدمتے کہ بسنگرام مفوض بود، می تواند برآمد، و جمعیتِ آنہا نیز متفرق نمی شود (۱۱/۶۵)

اسی طرح جب رائچور کی زمینداری کے متعلق جھگڑا ہوتا ہے، اس کے اصلی حقدار حیات سنگھ کو دوسرے ورثہ محروم کرنا چاہتے ہین، اور وہ آکر اورنگزیب سے سفارش چاہتا ہے تو اورنگزیب اس کی حمایت مین لکھتا ہے کہ

"از عرضداشتِ وکیلِ دربارِ جہاں مدار معلوم شد، کہ اجمیری سینہہ عموی سبیئی زبدۃ الاقران موی الیہ (حیات سینہہ) بدرگاہِ معلی آمدہ خود را زمیندارِ قدیم آنجا وانمودہ، پتہ کامل وغیرہ از مضافاتِ راٹھور کہ علی نسبت وہمیشہ زمیندارآں حیات سینہہ بودہ در وجہ اضافۂ او مرحمت گشتہ بنابراں نگاشتہ میشود، کہ چوں زمینداری آنجا موروثی حیات سینہہ مزبور است، و تقصیرے از و سر نزدہ، اگر اورا باضافہ سرفراز فرمودہ اند، آں پتہ جاتِ غیر عمل را بر تنخواہِ او مقرر سازند، موجب انتظامِ احوال مشارالیہ و توابعِ او خواہد شد" (آداب نمبر ۲۲۹)

اس کے بعد جب اسی حیات سنگھ کو سرکاری ملازم بلاوجہ اس کی جاگیر سے ہٹا دیتے ہیں، اور وہ اورنگزیب کے پاس آکر اس کی شکایت کرتا ہے، تو اورنگزیب ایک مرتبہ پھر وزیر اعظم کو اس ناانصافی کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"نسبتِ بندگی حیات سینہہ زمیندارِ راٹھور کہ بخدمتِ والا مرتبت سلطانی دارد، براں دستور وافی خبرت پوشیدہ نخواہد بود، تا وقتیکہ پرگنہ مسطور بفرزندانِ سعادتمند کامگار نامدار تعین داشت موی الیہ از روے استقلال بلوازمِ امرِ زمینداری آنجا قیام مینمود، والکنوں کہ آں پرگنہ تنخواہ صوبہ دار مقرر شدہ، مشارالیہ از رہگذرِ بدسلوکی گماشتہاے یتول دار ترکِ وطن کردہ بحضور سمالی (اورنگزیب) آمدہ و خویشان و متعلقانش در ہمانجا بسر می برند، چوں اعلحضرت اورا ازیں خدمت عزل نہ فرمودہ اند، اگر آں رفیع مکان ایں مقدمہ بعرضِ اقدسِ اعلیٰ رسانیدہ در بابِ بحال بودنِ خدمتِ زمینداری بدستورِ سابق باو و برادرانِ او حسب الحکم الاقدس بصاحبِ صوبہ آنجا بنویسند، و دریں فوادی سعی مبذول دارند بسیار بموقع خواہد بود" (آداب نمبر ۲۴۲)

اورنگزیب اس سفارش کی منظوری میں کامیاب ہوتا ہے، اور جب حیات سنگھ کچھ دنوں اورنگزیب کے پاس رہ کر وطن واپس جانا چاہتا ہے، تو اورنگزیب، علی مردان خان

کو جسکو اب وہ علاقہ ملا تھا، یہ سفارشی خط لکھتا ہے:۔

"نسبتِ بندگی وخانہ داری کہ زبدۃ الاشباہ والاعیان حیات سینہہ زمیندار راجور کہ خدمتِ عالی دارد، برآں رکن السلطنۃ الکبریٰ پوشیدہ نیست، دراں ایام کہ پرگنہ مذکور تیول وکلاے سرکارِ نامدار مقرر بود، مومی الیہ مرفہ الحال درآنجا بسر می برد، وپیش ازیں بچند گاہ از آسیبِ عنادِ حساد وبدسلوکیٔ عمال ترکِ وطن اختیار نمودہ بحضور موفور السرور آمدہ، اکنوں بازعنانِ معاودت بداں صواب منعطف ساختہ بمقتضاے جمعیت (جمیت؟) ارادہ دارد کہ شغلِ زمینداریٔ موروثی را از دست ندادہ بگردآوریٔ توابع ولواحقِ خویش کہ درآنجا اند بپردازد"

چوں آں عمدۃ الخوانینِ دوراں را از مخلصانِ صافی طویت تصور میفرمائیم ویقین می دانیم کہ دررعیت جانب منتسبانِ ایں درگاہ خود درامعاں نخواہند داشت، درباۂ مومی الیہ ونظمِ اسباب جمعیت ورفاہیتِ او نگاشتن تحصیل است، پیدا است کہ در ہرباب انچہ نوشتہ اند سعی مبذول خواہد شد، وبعملۂ آں پرگنہ تاکید بلیغ خواہد رفت کہ سررشتۂ حسنِ سلوک را بامشار الیہ از دست ندادہ درجمیع امور حسابی مدد ومعاونِ او باشند" (آداب نمبر ۳۲۷)

یہ اس اورنگزیب کے خطوط ہیں، جو ہندوون سے بدسلوکی کے لیے بدنام کیا گیا ہے، اسکے علاوہ اس نے ہندو راجاؤن کے متعلق جو سفارشین کی ہین، اور جس طرح وہ بادشاہ سے انکے لئے لڑا ہے، اس کا ذکر آئندہ آئیگا۔[1]

---

[1] اورنگزیب کے عہدِ سلطنت مین جو ہندو مختلف مناصب جلیلہ پر بحال تھے، ان کی فہرست اور مفصل حالات کے لیے دیکھو امراے ہنود (مضامین عالمگیری، وقائع عالمگیری (اردو) مآثر الامرا وتذکرۃ الامرا (فارسی

لیکن ابھی ایک اس سے زیادہ اہم اور عجیب چیز کا انکشاف باقی ہے، اور یہان پر ہم اس کو ذرا اختصار کے ساتھ بیان کر دینا چاہتے ہین،

اشاعتِ اسلام

اورنگ زیب کے مخالفین کا اس پر ایک بہت بڑا اتہام یہ بھی ہے کہ وہ ہندوون کو زبردستی مسلمان بنایا کرتا تھا، اور اس سلسلہ مین برادرانِ وطن کے عام تو عام، تعلیم یافتہ طبقہ مین بھی وہ لایعنی باتین مشہور ہی نہین بلکہ ان کو سچ سمجھا جاتا ہے، کہ بے اختیار ہنسی آتی ہے[1]، حالانکہ اس کا اس معاملہ مین جو رویہ تھا، وہ شاید ہی کسی مسلمان بادشاہ کا رہا ہو، اور اس کی زندگی کے حالات کے بعد یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، کہ آخر لوگون نے اس غریب کو اس قدر کیون بدنام کر رکھا ہے، حالانکہ ایسے زمانہ مین جب کہ سیاست و مذہب کا آج سے کہین زیادہ چولی دامن کا ساتھ ہی نہ تھا، بلکہ اس وقت سیاست مذہب کے ماتحت تھی، اورنگزیب نے صحیح اسلامی تعلیمات کی بناپر دور اندیشی و عاقبت بینی سے کام لیکر اس حکمت عملی کو اختیار کیا جس کو شاید آج کی نیشنل کانگریس بھی غلط نہین بتا سکتی اور اس کی اپنے اصول کی پابندی یہین پر آکر ختم نہین ہو جاتی، بلکہ وہ اس کے لیے بادشاہ سے لڑتا، اور اس کی ناخوشی مول لیتا ہے،

اشاعتِ اسلام کے متعلق اورنگ زیب کا یہ اصول تھا کہ کسی شخص کو اس بات کا اختیار نہین ہے کہ وہ کسی شخص کی مجبوری و معذوری سے فائدہ اٹھا کر یا اپنے درجہ یا مرتبہ کے اثر کا غلط استعمال کر کے کسی شخص کو تبدیلِ مذہب پر مجبور کرے، اور نہ وہ اس کو پسند کرتا تھا، کہ کوئی مجرم صرف سزا سے بچنے کے لیے، اسلام کو قبول کر لے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کو بھی اپنا فرض سمجھتا تھا، کہ اگر کوئی شخص برضا و رغبت مسلمان ہونا چاہے

---

[1] دیباچہ وقایع عالمگیری صفحہ

تو وہ اس کی پوری مدد اور اس کی تالیفِ قلب کے تمام ذرائع اختیار کرے، ایک اور بات جو اورنگزیب
کے تدبر پر دال ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اس بات کو بھی پسند نہین کرتا تھا، کہ کوئی شخص کسی مذہب
کے پیشوا کو برا کہے، کہ فرقہ وارانہ منافرت کی یہی جڑ ہے، اور ایسے لوگون کو جو سزا دیجاتی تھی اسکی
وہ پرزور تائید کرکے اس برائی کا ابتدا ہی مین گلا گھونٹ کر خاتمہ کر دیتا تھا، اب ہم اپنے ان دعوون
کی دلیل مین اس کے خطوط سے ثبوت پیش کرنا، اور اس کے ساتھ یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین کہ
یہ جو کچھ حالات ہین اس کے عہدِ شہزادگی کے ہین، اور اپنے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت مین وہ ان
اصولون پر آزادانہ طریقہ سے پوری مضبوطی سے قائم رہا ہے،

دھندیرا کے راجہ اندرمن کو شاہجہان نے اس کی عدول حکمی کی وجہ سے گرفتار کرکے قلعہ
اسیر مین قید کر دیا تھا، جب اورنگزیب دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور راجہ نے اسے حصولِ آزادی
کے لیے سفارش کرنے کی درخواست کی تو اس نے شاہجہان کو لکھا کہ

"اندرمن زمیندارِ دھندھیرہ کہ حسب الحکم الاقدس از دیرباز در قلعۂ اسیر محبوس است
دریں ولا کسِ خود را نزد ایں مرید فرستادہ اظہار نمودہ کہ اگر بتصدقِ فرقِ مبارکِ
مقدسِ اعلیٰ از زندانِ مکافات رہائی یابد پنجاہ ہزار روپیہ برسم پیشکش درگاہِ آسمان جاہ بخزانۂ
عامرہ رسانیدہ تا یکسال بے منصب وجاگیر باپنجاہ سوار و یک صد پیادہ در صوبۂ دکن
خدمت کردہ، بعد ازاں موافقِ منصبے کہ از پیشگاہِ والا بداں سربلند گردد جمعیت نگاہداشتہ
وہمہ وقت حاضر بودہ اصلا ارادۂ بازگشت بوطنِ قدیمِ خویش نخواہد نمود، ونرسنگھ داس
قلعہ دارِ اسیر ضامنِ افعال ومتعہد ادائے وجہ پیشکش میشود، چوں از مدتے گرفتارِ جزائے
کردارِ خود است، وحال خرابی دارد، اگر بمقتضائے جرم بخشی وعذر پذیری کہ در ذاتِ
اقدس ودیعت نہادۂ دستِ قدرت است، رقمِ عفو بر جریدۂ تقصیراتِ او کشیدہ آید

از ذرہ پروری اعلیٰ حضرت دور نمی نماید، دیگر ہرچہ راے خورشید ضیا اقتضا فرماید عین صواب است۔" (۲۱/۲)

لیکن معلوم ہے کہ اورنگ زیب کی اس سفارش کا شاہجہان نے جو اورنگزیب کو راجپوتوں کے ساتھ بدسلوکی کا الزام دیتا تھا، کیا جواب دیا، اس نے لکھا کہ اندرمن نے جو شرائط پیش کی ہیں، ان کے منظور ہونے کی صرف ایک صورت ہے، اور وہ یہ ہے، کہ اندرمن اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کرلے، جب "ہندوکش مسلم گر" اورنگ زیب کو شاہجہان کی اس شرط کا علم ہوا، تو اس نے صاف صاف لکھدیا، کہ یہ شرط ناقابلِ عمل اور مصلحت و دوراندیشی سے دور ہے، اندرمن کو اگر آزادی دینا ہے، تو اسی کی پیش کردہ شرائط ہی پر دیجائے، چنانچہ اس سلسلہ میں اس نے وزیر اعظم سعد اللہ خان کو جو خط بھیجا ہے، اس میں لکھتا ہے:۔

"عرضداشتے کہ حسب الحکم الاعلیٰ درباب اندرمن زمیندارِ دھندھیرا ارسال داشتہ بودند بعزِ مطالعہ رسیدہ مضمونِ آں بوضوح انجامید"

برآں دستور روانی خبرت پوشیدہ نماند کہ انچہ دربارۂ زمیندار مذکور بخاطرِ ملکوت ناظر پیرو مرشدِ حقیقی پرتو انداختہ ہرچند صلاح و صواب است، لیکن چوں او از مدتِ بست سال محبوسِ زندانِ مکافات بودہ بقوتِ لایموت محتاج است، و مبلغ پنجاہ ہزار روپیہ پیشکش باعتمادِ برہماں و مہاجناں قبول نمودہ درصورتے کہ سعادتِ اسلام دریافتہ از کیشِ خود برگردد وجہ پیشکش راچگونہ سرانجام تواند کرد،

و معہذا ہرگاہ یکے از بندہاے معتمدِ بادشاہی راضامن دادہ تعہد منمودہ باشد، کہ وطنِ مالوفِ خود کہ از مدتے دراز از دستِ او برآوردہ بجاگیر بندہاے عمدۂ درگاہ جہاں پناہ درآمدہ، بطریقِ وطن عنایت شدہ رجوع نکند، و داخلِ تعیناتیانِ صوبۂ دکن

گردیدہ ہمیشہ حاضر باشد، بازگشت او بوطنِ خویش چہ احتمال دارد، وچہ قسم صورت تواند جست

اگر رہائی او مشروط بقبولِ اسلام نباشد، خاطر از ضامن و سرانجام از پیش کشتے

جمع میتواں کرد، والا بقیہ عمر را در حبس بسر خواہد برد، آں دستور الوزراء ایں مراتب را

بطریقِ شایستہ بعرضِ مقدسِ معلی رسانیدہ نوعیکہ حکم ارفع واشرف صدور یابد، برنگارند، تا

مطابقِ آں بعمل آید، والسلام۔ (آداب نمبر ۲۳۱)

اس سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا، کہ شاہجہان اپنی بات پر اڑا، اور غریب اندرمن قلعہ اسیر مین سڑتا رہا، تا آنکہ جب اورنگ زیب برادرانہ جنگ کے لیے روانہ ہوا، تو اس نے اسے رہا کر کے اعلیٰ منصب پر بحال کیا۔[۱]

اب دوسری قسم کی مثال لیجئے، کرناٹک کے راجہ سری نگر رائل کے علاقہ پر بیجاپور اور گولکنڈہ کے حاکم حملہ آور ہو کر اس کے بڑے حصہ پر قابض ہو جاتے ہین، وہ مایوسی کی حالت مین شاہجہان اور اورنگ زیب دونون سے نہ صرف امداد کی درخواست کرتا ہے، نہ صرف ایک گران بہا پیشکش اور سالانہ خراج کا وعدہ کرتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی لکھتا ہے کہ

"اگر بسببِ عارِ کفر پرتوِ اعانت از حالِ او دریغ شود، بعد از انکہ فرمانِ عالیشان متضمنِ بذلِ ملتمسِ او بصدور پیوندد، از ہدایتِ مرشدِ جہانیاں باتوابع و الواحقِ خود بزمرۂ اہلِ اسلام درآمدہ، از دولتِ بندگیٔ درگاہِ اعلیٰ حضرت ظل اللہ کامیابِ دین و دنیا خواہد شد"(ایضاً)

اورنگ زیب نے ایک طرف تو اپنا ایک ملازم راجہ کی تسکین و تسلی اور حالات کی تحقیقات کے لیے کرناٹک روانہ کیا، اور دوسری طرف شاہجہان کو تمام حالات مفصل طور سے لکھے، اور درخواست کی کہ دکن کے حاکمون کے نام تنبیہی فرامین صادر ہون، کہ وہ کرناٹک کے علاقہ مین

---

[۱] عالمگیر نامہ،

مداخلت نہ کریں، لیکن یہ معلوم کر کے تعجب ہوتا ہے، کہ وہی شاہجہان جو ایک بست سالہ قیدی کو مسلمان ہونے کی شرط پر رہا کرنے پر مصر تھا، اورنگ زیب کو لکھتا ہے:۔

"کس پیش راجہ کرناٹک فرستادن مناسب نبود، بایستے ہر دو دنیا داران دکن را ترسانید و پیشکش خوبی ہم بجہت سرکار گردوں مدار و ہم برائے خود از انہا می گرفت (۳/۸۹)

اورنگ زیب نے اس خط کا یہ جواب دیا:۔

"از آنجا کہ راجہ مذکور بوسیلۂ قبول عز اسلام التجا بدرگاہ سلاطین پناہ آوردہ و تعہد پیشکش گراں نمودہ، ایں معنی را مکرر بمبالغہ معروض داشتہ بود، و ایں دو دنیا داراں نیز کہ اکثر ولایت کرناٹک را با خزائن و دفائن متصرف گشتہ اند، از جملہ آں غنائم موفورہ پیشکشے شائستہ ببارگاہ معلی ارسال نداشتہ اصلا از فکر ایں مقدمہ غافل بودند، لہذا ایں عقیدت آئین حقیقت را بحضور پر نور عرضہ داشت کردہ" (۳/۸۶)

درضمن معیدایں مقدمات بجز پاس حمیت اسلام وصلاح دولت ابد انجام امرے منظور نظر نبود"۔ (۳/۸۶)

مگر شاہجہان اس مرتبہ بھی اپنی ضد پر قائم رہا، اور اسکا نتیجہ جو ہوا، اس پر ہم کرناٹک کے حالات کے سلسلہ میں بحث کریں گے،

موجودہ متمدن حکومت کی طرح گذشتہ اسلامی دور میں حکومت کا یہ فرض رہا ہے، کہ وہ ہر مذہب کے پیروؤں کو ہر طرح کی مذہبی آزادی دے، اور اگر کوئی شخص کسی مذہب یا مذہبی پیشوا کے متعلق دل آزار کلمات استعمال کرے تو وہ اس مجرم کو عبرت انگیز سزا دے، کر دوسروں کو اس قسم کی حرکات سے باز رکھے، شاہجہان کے عہد حکومت میں بھی بہار کے ایک ہندو قانون گو نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس میں گستاخی کی تھی، اس زمانہ کے قاعدہ کے

مطابق اس پر عدالت مین مقدمہ چلایا گیا، جرم ثابت ہوا، اور وہ قتل کر دیا گیا، اس پر اس کے اعزہ اور دوسرے ہندوؤن نے نہ صرف ایک ہنگامہ مچا دیا، بلکہ انھون نے وہان کے حکام کے خلاف یہ الزام قائم کیا، کہ اس قسم کی گستاخی کوئی جرم نہین ہے، اس لیے یہ سزائے قتل غلط ہے، اور جن لوگوں نے یہ حکم دیا ہے، وہ خود قتل کے مجرم ہین، بہار کی یہ جماعت ایک وفد کی صورت مین بادشاہ کی خدمت مین روانہ ہوئی، اورنگ زیب کو بھی اپنے استاد ملا موہن کے ذریعہ اس کی اطلاع ملی، ہر مسلمان کی طرح اس کا بھی یہ فرض تھا، کہ وہ اپنے محبوب پیغمبر روحی فداہٗ کی حرمت اور عزت پر آنچ نہ آنے دے اور اسلام کو اس قسم کے تمام ناجائز حملون سے بچائے کہ اگر اس کی طرف سے غفلت برتی گئی، تو یہ خرابی ناقابلِ اصلاح ہو جائے گی اسی خیال سے اس نے وزیر سعد اللہ خان کو یہ خط لکھا،[1]

"چھبیلا نام زنار دار قانون گوے سائر بلدۂ بہار از شقاوتِ ابدی بجنابِ نبوت مآب سر کارِ کائنات و مفخرِ موجودات علیہ وعلیٰ آلہ اکمل الصلوٰۃ والتسلیمات دکلمات) ناسزا بر زبان آوردہ بود، و بعد تحقیق و ثبوتِ ایں معنی حسب الحکم اقدس ذوالفقار خاں و دیگر متصدیانِ آنجا اور ابتیغِ سیاست کہ مقتضاے عدالت است، بدار البوار فرستادہ عرصۂ آں دیار را از لوثِ وجودِ ناپاکِ او پاک ساختہ بیقین کہ بتفصیل معلوم آں دستورِ بلند مکان خواہد بود،

چوں دریں ولا فضائل و کمالات دستگاہ استادی ملا موہن کہ رابطۂ جلیلۂ ایشاں بخدمتِ عالی براں خان داقی حضرت پوشیدہ نیست معروضہ داشتہ کہ جمعے از برادرانِ آں بدکیش مردود ازروے تعصبے کہ شیمۂ دوارِ اشرار است بر شیخ محمد معالی میر عدل

---

[1] یہ واقعہ راجپال کی رسواے عالم تصنیف اور اس کے متعلق ہنگاموں سے بہت کچھ مشابہ ہے،

برادرزادۂ مشارالیہ و شیخ عبدالمعنی مفتی صوبہ بدرگاہ معدلت بارگاہ دادخواہ شدہ اند، بنابراں مجددًا آں رفیع مکاں را آگاہ ساختم"

ازآنجا کہ سعی در اعلانِ مراسم دینِ مبینِ افضل المرسلین علیہ الصلوات والسلام بر جمیع مسلمین بر قدرِ مقدور واجب است، وحمایتِ علماے اسلام در تنفیذِ احکام شرعیہ بر سلاطین وامرالازم پیداست کہ دریں باب بیشتر از ہمگناں اہتمام نمودہ راہے استغاثۂ آں گروہ ضلال را مسدود خواہند ساخت، وہمگی قصد بر حفظ عرض متکفلانِ نوامیس دینیہ خواہند گماشت"۔ (آداب نمبر ۱۴۲)

یہ بھی اورنگزیب کی اشاعتِ اسلام کی کوشش اور مذہبی فسادات کے روکنے کی سعی!

ماتحت وسرحدی ریاستوں سے جنگ اس وقت تک ہم نے جو کچھ لکھا وہ صوبہ کے اندرونی انتظامات، جاگیردن کی عام حالت، باپ بیٹے کے اختلافات، اور اورنگزیب کی مذہبی واد کے متعلق تھا، لیکن ایک ایسے صوبہ مین جو ہر طرف آزاد ریاستون سے گھرا ہوا ہو، ایک صوبہ دار کا فرض صرف اپنے محدود علاقہ ہی کی ترقی و اصلاح مین مصروف رہنا نہین ہے، بلکہ اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ وہ باجگذار ریاستون کے حالات سے واقفیت رکھے، وہ ماتحت ریاستو کو اس بات پر مجبور کرے، کہ وہ معاہدون کی شرائط پر سختی سے کاربند ہون، وہ ان سے باج اور دوسری مقررہ رقمین وصول کرے، اور اگر ہو سکے اور موقع ملے تو اپنے صوبہ کو وسیع تر بنائے، آج بھی صوبون کے گورنر، ملکون کے وائسرائے اور ہائی کمشنر تو دور رہے، غیر ملکی سفرا اس قسم کی کوششون ہی کو اپنی خدمات کی معراج سمجھتے ہین، اور پر فریب سیاست (ڈپلومیسی) کو اس وقت ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے، لیکن اورنگزیب نے موجودہ عہد کی کسی قسم کی فریب کاری سے کام نہین لیا، بلکہ اس نے جو کچھ کیا، وہ معقول وجوہ و اسباب کی

بنا پر کیا، اور یہ وجوہ و اسباب ناقابل تردید اور صحیح ہین، اسی عہد صوبہ داری مین اسے ایک مرتبہ پھر بیجاپور و گولکنڈہ کے خلاف بھی فوجکشی کرنی پڑی، لیکن چونکہ دو دوسری چھوٹی ریاستون سے بھی اسے لڑنا پڑا ہے، اس لیے ان دو بڑی ریاستون کی جنگ کو بیان کرنے سے پہلے ہم ان دو چھوٹی ریاستون کے حالات لکھتے ہین، ان دو ریاستون سے ہماری مراد دیوگڈھ اور راجور کی ریاستین ہین،

دیوگڈھ جس وقت مغل فوج جھجھار سنگھ کی لڑائی کے سلسلہ مین گونڈون کے علاقہ مین داخل ہوئی تھی، اسی وقت خان دوران نے دیوگڈھ کے راجہ سے گران بہا پیش کش وصول کرکے اسے اس بات پر مجبور کیا تھا، کہ وہ "درسہ سال چہار لک روپیہ" خراج دیا کرے، اور شاہجہان کی اطاعت قبول کرلے، لیکن اس کا موجودہ حکمران کیسری سنگھ ایک فضول خرچ اور معاملات ریاست سے بیخبر شخص تھا، اور اس نے اپنی بے توجہی سے ریاست کی حالت اتنی خراب کردی تھی، اور اس کی آمدنی اس قدر گھٹ گئی تھی، کہ وہ اس قابل بھی نہ رہا تھا، کہ خراج کی رقم ہی کو ہر سال ادا کرسکے، اسی وجہ سے اس کے ذمہ کئی سال کا خراج باقی تھا، اب اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، کہ وہ بادشاہ سے یہ درخواست کرے کہ جس طرح اس نے چاندہ کے راجہ کا خراج معاف کردیا ہے، اسی طرح اس کے ذمہ جو رقم باقی ہے، وہ بھی معاف کردیجائے، اس خیال سے وہ اورنگ زیب کے پاس آیا، اور اس نے اپنی صحیح صحیح حالت شاہزادہ سے بیان کردی، اورنگزیب نے اس کے بیان کی تصدیق کے لیے آدمی بھیجا، اور جب اس کی صحت کی طرف سے اطمینان ہوگیا، تو اس "بندہ و کش" شہزادہ نے شاہجہان کو لکھا کہ

"کیفیت بقایاے پیش کش سنوات گذشتہ کہ بر ذمۂ زمیندار دیوگڈہ ماندہ، صورت

---

[1] عبد الحمید جلد دوم صفحہ ۲۳۳،

وصولِ آں از افرادِ جداگانہ بعرضِ مقدس خواہد رسید، چوں زمیندار مذکور بندۂ دولت خواہ بر جادۂ عبودیت مستقیم است، و ہر سال مبلغ یک لک روپیہ از وجہ پیشکش ادرا بسرکارِ گردوں وقار واصل باید ساخت، و بوقوع حاصلِ محالِ زمینداری او نسبت بسابق او بکمی آوردہ از عہدۂ ادائے بقایا بر نمی تواند آمد، و از عنایاتِ بادشاہانہ پیشکش زمیندار چاندہ در کل معاف گشتہ، او نیز امیدوار است، کہ بقایائے سابق با و معاف شود تا فی الجملہ سبکبار گردیدہ، وجہ پیشکشِ مقرری ہر سال بخزانہ عامرہ می رسانیدہ باشد" (بہم)

لیکن "ہندو نواز"، شاہجہان نے بجائے اس کے کہ اورنگزیب کی سفارش قبول کرتا یہ جواب دیا کہ

"معاف فرمودنِ بقایائے پیشکشِ زمیندارِ دیوگدہ از رہگذرِ ناداری او معنی ندارد، ایں ہماں زمیندار است کہ خان دوراں بہادر مرحوم بر سرِ او رفتہ صد و ہفتاد فیل و مبلغے نقد از و گرفتہ بود، امروز نیز آنچہ بعرضِ ارفع رسیدہ، زیادہ از دویست فیل کہ درآں میاں جتا شنکرم نام نرہ ایست در تصرفِ اوست"

"چوں تعیناتیانِ دکن یساقے ندارند آں مرید پس از انقضائے ایامِ بارش اگر میخواستہ باشد، خانہ زادِ درگاہ محمد سلطان والا یکے از معتمدانِ خدمت گذار را با جمعیتِ خوبی از بندہائے بادشاہی و مردمِ خود بر سرِ او بفرستد تا آں فیلِ نامی را با فیلانِ دیگر از و بگیرد، و بقایائے پیش کش را تحصیل نماید" (ہہلے)

اورنگ زیب نے جو حقیقتِ حال سے واقف تھا، معاملہ کو اسی جگہ پر ختم نہیں کر دیا۔ بلکہ اس نے ایک مرتبہ پھر زیادہ وضاحت سے تمام حالات شاہجہان کے پاس لکھکر بھیجدیئے اور راجہ کے متعلق ان الفاظ میں سفارش کی:۔

"این مرید که شاگرد و تربیت کردهٔ مرشد حقیقی است، بقدرِ مقدور اطلاع بر کیفیتِ ولایت و اطراف و جوانبِ این مملکت حاصل نموده، مترصد آں باشد، که اگر چناں کارے و خدمت روے دہد سپاہ معطل نداشته بتقدیم آں برگمارد، چگونه راضی خواہد بود، که زمیندار مذکور باوجود دسترس و سامان، در اداے پیشکشِ سرکارِ معلّی از راہِ تمرد و سرکشی تہاون ورزد، از آنجا که ادبا تعین شدنِ فوجے به برہان پور آمده این مرید را دیده بود، و متعهدِ وصولِ وجهِ پیشکشِ مقرری گردیده و بعد ازاں این فدوی یکے از ملازمانِ خود را بجهت تحقیقِ فیلانِ مومی الیه فرستاده و او دراں سرزمین مدتِ سه ماه اقامت نموده و بر جمیع مراتب واقف گشته ظاہر ساخت که زمیندارِ مزبور بیش از چهار ده فیل ندارد، و مع ہذا خان مرحوم بر سر پدرِ او که آں زمان فتورے بسامانش راه نیافته بود، رفته، فیلان که او بسالہاے دراز فراہم آورده بود، ازو گرفته و این زمیندار بغایت مسرف و تلف کار و ضائع روزگار است، و از بے رشدیِ خویش بمهماتِ ولایت نپرداخته پریشان میگذراند و بر تقدیرے که بازخواستِ بقایاے پیشکش ازو و تعیین فوجے کرده آید، بجز برہم زدگیِ ولایتِ او اثرے براں مترتب نخواہد گشت، بنابراں این مرید بوصولِ پیشکشِ مقرریِ ہر ساله نموده حقیقت را ببارگاہِ خلافت معروض داشته بود، اکنوں که یرلیغِ اعلیٰ بدیں موجب صدور گرفته امتثالِ آں را سعادتِ خود دانسته بمقتضاے آں کاربند خواہد گردید،

اگر مرضیِ طبعِ مبارک چناں است که ولایتِ او داخلِ ممالکِ محروسه شود، حکمِ صریحِ شرف ورود یابد تا این مرید خانه زادِ اعلیٰحضرت را که جوان شده، و از روے کارطلبی می خواہد چنیں مهمات بپردازد، با جمعیتے لائق دستوری دہد، که بعنایتِ ایزدِ قدیر و اقبالِ لایزالِ پیر دست گیر در اندک فرصتے و مااز روزگارِ او برآورده محالِ

زمینداری او را متخلص سازد، و دراں مرز بوم اثرے ازاں مدبر نگذارد،

وگر مقصود ایستادہائے پایۂ سریرِ سلیمانی تحصیلِ باقی پیشکش مقرری وگرفتنِ فیلان است، و دریں صورت از بندہائے معتمدِ بادشاہی ہر کہ حکم شود، با مردمِ تعیناتِ ایں صوبہ بر سرِ ولایتِ او بفرستد، تا ہر قدر فیل کہ پیشِ او موجود باشد، کام وناکام بگیرد، و پیش کش را رو براہ سازد،

قبلہ وکعبۂ دو جہانیِ ایں مرید سلامت! اگرچہ ایں فدوی باوجود سبقِ تحقیق، دریں ولا نیز مردم تبفحصِ فیلانِ زمیندار مذکور گماشتہ دریں باب غایت سعی بجا آورد، لیکن چوں فیل جتاشنکر نام را دریں جا کسے نشاں نمی دہد، ومی گویند کہ در سرزمینِ او قلعہ ایست برکوہ، بدیں اسم مشہور، و بودنِ ایں مقدار فیل نزد او مستبعد مینماید، چہ اگر می داشت، عمدۃ الملک شاہ نواز خاں در حینے کہ حسب الحکم والا با تمامی لشکرِ ایں صوبہ بر سرِ او رفتہ بود، یقین کہ فیلاں را در عوضِ پیشکش ازو میگرفت، ودراں وقت بسبب بے استطاعتِ او، از پیش گاہِ خلافت مبلغ از وجہِ مقرریٔ ہر سالہ معاف نمی شد و شش ماہ بجہتِ وصولِ پیشکش در برہان پور نمی بود۔ (۱/۸۲)

اتنا ہی نہین بلکہ اورنگ زیب نے جو دیوگڈھ کے ہاتھیوں کے متعلق صحیح خبر رکھتا تھا لکھا کہ

"... اگر بموجبِ حکمِ اقدس شخصے کہ اطلاع بر کمیتِ فیلانِ او دارد، وتعریفِ جتاشنکر بعرضِ اشرف اطہر رسانیدہ پیشِ ایں فدوی بیاید، و لشکرِ ظفر اثر دابقامے کہ افیال در آنجا بودہ باشد، دلالت کند بہتر خواہد بود (۱/۸۲)

مگر شاہجہان اورنگزیب کی بات کب ماننے والا تھا، اس نے اورنگزیب کو لکھا، کہ اگر تم

دیوگڈھ کے خلاف حملہ کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہو تو ہمارے سرکاری افسروں اور فوج کو اس کام پر مقرر کردو، اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"اگر آں مرید ولایتِ دیوگڈھ را تواند گرفت و نگاہ داشت خانہ زادِ والا درگاہ محمد سلطان را بآنجا بفرستد، والا ہادی داد خاں را تعین نماید، و لشکر خوبی با او ہمراہ سازد" (۲/۹)

اس پر بھی اورنگزیب نے ایک مرتبہ پھر لکھا، کہ اگرچہ اس ملک پر قبضہ کر لینا بہت آسان ہے، لیکن اس پر قبضہ رکھنے کے اخراجات اس کی آمدنی سے زیادہ ہونگے، مگر چونکہ بادشاہ کا حکم ہو چکا ہے، اس لیے وہ دو سرکاری افسر ہادی داد خان اور مرزا خان کو اپنی فوج اور ایک افسر کے ساتھ روانہ کرے گا، اور بہتر یہ ہے کہ چاندہ کے راجہ کو جس نے ہاتھیوں کی اطلاع دی ہے دکن بھیجدیا جائے، کہ وہ سرکاری افسروں کی ان تک رہنمائی کرے، اورنگزیب کے اس خط کا ضروری حصہ یہ ہے:-

"پیر دستگیر سلامت! اگرچہ بعنایتِ بے غایتِ الٰہی و یمنِ اقبالِ لایزالِ اعلیٰحضرت خلافت پناہی گرفتن و برکشودنِ آں ولایت در کمال آسان است و باندک سعی دست بہم می تواند داد، لیکن نگاہداشتن و بضبط درآوردنِ آں خالی از دشواری نیست، و جز ایں کہ سوائے حصولِ آنجا ہر سال مبلغے کلی صرف لوازم بندوبست آں سرزمین نمودہ شود اثرے بر تسخیرِ آں مترتب نہ، و ایں جا است کہ تا حال اولیائے دولت قاہرہ ہمت بانتزاع آں مرز و بوم مصروف نداشتہ اند، و داخلِ ممالکِ محروسہ نگردیدہ، ایں فدوی نیز نظر بہمیں مراتب از پیشِ خود شروع در آں کار مناسب ندیدہ معروض داشتہ بود، کہ اگر در ایں باب حکم جازم زینتِ صدور یابد خانہ زادِ بارگاہ و معتمدی را کہ مستعدِ خدمت است، بتقدیم آں مہم برگمارد، اکنوں بمقتضائے رائے صواب نمائے مملکت پیرا افواجِ ظفر قرین

بادشاہی را بر سرِ او تعین خواہد نمود کہ وجہِ پیشکش را ز بقایا و حال صورت دادہ فیلانے کہ نزد او موجود باشد، و زمیندارِ چاندا نشان دہد، با فیل جتا شنکر کام و ناکام از و بگیرند، بعد ازاں کہ بندہاے درگاہِ آسماں جاہ کہ جا بجا تعین اند، و قبل ازیں براے احضارِ آنہا نوشتجات بقدغن رفتہ فراہم آیند، بآئینے کہ حکم شدہ، آنہا را روانہ آنطرف خواہد ساخت"

قبلۂ دو جہانی سلامت! ہادی داد خان ہر چند بندۂ کار آمدنی جمعیت دار است، اما چوں دریں مدت چنیں خدمتے نپرداختہ و شاید کہ ازیں رہگذر بعض بندہاے بارگاہِ خلافت، دل بنہادِ ہمراہیِ او نکردند، و نفاق و ناسازی کہ باعثِ برہمزدگی کار است، میانِ آنہا بہم برسد، و باوجودِ آں بحسبِ تدبیر نیز چناں نیکو مینماید کہ عساکرِ منصورہ از دو راہ بآں ولایت در آیند، بنا براں بخاطرِ قاصرِ ایں مرید رسیدہ کہ نصفِ جمعیتِ ایں صوبہ با خانِ مومی الیہ و نصفِ دیگر با مرزا خان کہ بسببِ انتسابِ مشار الیہ با امرائے عظام ہیچ کس از رفاقتِ او سر باز نخواہد زد، مقرر گردد، و تابینانِ ایں فدوی نیز بسرکردگی محمد طاہر با دیگرے، از معتمدان با مرزا خان رفیق باشند" (۲/۴۹)

بادشاہ کے حکم سے اورنگزیب نے بادلِ ناخواستہ یہ مہم روانہ کی، اس مہم کے دو حصے کیے گئے ایک حصہ ہادی داد خان کے ماتحت تھا، اور دوسرا مرزا خان کے، اور بادشاہ کی ہدایت کے مطابق

"در بابِ وصولِ تمامیٔ پیشکش و گرفتنِ جمیع فیلانِ زمیندارِ دیوگدہ بافیل جتا شنکر مرزا خان و ہادی داد خاں قدغن بلیغ رفتہ" (۳/۸)

یہ مہم ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۶۵ھ (۲۲ اکتوبر ۱۶۵۵ء) کو روانہ ہوئی، مرزا خان دوسرے افسروں کے ساتھ ایلچپور کی طرف سے اور ہادی داد خان، دوسرے سرکاری افسروں اور اورنگزیب کے ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ ناگپور کی جانب سے حملہ آور ہوئے، شاہجہان نے دیوگدہ کے

موروثی دشمن اوراس فتنہ کے بانی چاندہ کے راجہ کو بھی شرکت کا حکم دیدیا تھا، اور وہ بھی شریک مہم تھا، دیوگڈہ کا غریب راجہ بھلا اس حملہ کی کیا تاب لاسکتا تھا، اس نے اپنے کو چکی کے دو پاٹوں کے بیچ مین پتا دیکھ کر، مرزا خان کے پاس آکر اس کی تمام شرطون کو قبول کرلیا، اور اپنے تمام ہاتھی بھی اس کے حوالہ کردیئے، اورنگزیب اس مہم کی شاہجہان کو ان الفاظ مین اطلاع دیتا ہے

"چون این مرید افواجِ قاہرہ را از دو طرف بولایت جاتیہ فرستادہ بود، وزمیندارِ انجا طوفانِ حوادث را از جمیع جوانب بخود محیط یافتہ از درِ عجز و الحاح درآمدہ، یقین نمودہ کہ با تمامی افیالے کہ در تصرفِ اوست نزدِ این مرید بیاید و بقایاے پیشکشِ سرکارِ گردوں مدار را صورت دہد، چنانچہ عنقریب باتفاق مرزا خان بحضورِ این فدوی خواہد آمد" ($\frac{۱۱}{۹۹}$)

اور جب اورنگ زیب کے پاس پہنچا ہے، تو نہ اس کے پاس کثیر دولت تھی، اور نہ دو سو ہاتھی تھے صرف کل بیس ہاتھی مشکل سے اس کے پاس تھے، اس موقع پر اگر اورنگزیب چاہتا، تو اپنے ابتدائی بیان کی صحت پر فخر کرسکتا تھا، لیکن اس نے ایسا نہین کیا، بلکہ صرف اصل واقعہ کی اس طرح اطلاع دیدی کہ

" زمیندارِ جاتیہ با مرزا خان آمدہ این فدوی را دید و بست زنجیر فیل نر و مادہ کہ در تصرف داشت با خود آوردہ، قسم یاد میکند، کہ سواے آن فیل دیگر نزدِ او نیست، د گر ظاہر شود، یا کسے نشان دہد مجرم باشد،

و زمیندارِ چاندا و وِدانا یک وکیلِ او کہ بدرگاہِ جہان پناہ رسیدہ بود، باتفاق پیش ہادی داد خان ظاہر ساختند، کہ آنہا را از کیفیت فیل جبا شنکر وغیرہ افیالِ جاتیہ اطلاعے نیست و خلاف بعرضِ مقدس رسیدہ، چنانچہ این معنی از عرضداشتِ خان مذکور کہ درین باب باین مرید نمودہ بود، بعینہ از نظرِ انور خواہد گذشت، ہویدا است" ($\frac{۱۳}{۹۹}$)

اورنگزیب نے اسی پر اکتفا نہین کیا، بلکہ اس قسم کے ناگوار واقعات کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کے لیے اس نے یہ بھی طے کیا، کہ راجہ اپنی ریاست کا ایک علاقہ سرکاری سرحد تھانہ داری کے حوالہ کر دے، کہ اس کی آمدنی سے ہر سال خراج وصول کر لیا جایا کرے، اورنگزیب نے اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو دیدی:-

"حقیقتِ وصولِ پیشکشِ بادشاہی کہ از بقایا وحالِ زمیندار جاتیہ است این صورت دارد، کہ موما الیہ دریں سال پنج لک روپیہ از نقد وجنس واصلِ خزانۂ عامرہ خواہد ساخت وتعہد نمود کہ تتمۂ بقایاے عمل صوبہ دارانِ سابق را با پیشکشِ مقرریٔ ہرسالہ بتمامہ سال آیندہ بجواب گفتہ، بعدازاں سال بسال وجہِ پیشکش را بے تعلل واہمال خواہد رسانید و پرگنہ چند از محالِ متعلقۂ خود جدا کردہ بکار طلب خان تھانہ دارِ کھیرلہ سپردہ کہ محصولِ آں در زرِ پیشکش ضبط می نمودہ باشد وتھانہ دار مذکور نیز مستقیل است، کہ اگر وجہِ پیشکش بایں طریق سرانجام نیابد، واز عہدۂ جواب برآید[۱]" (۱۳/۹۹)

دیوگڈھ کے معاملہ مین ہم دیکھ چکے ہین، کہ اورنگزیب نے ایک مستحقِ امداد راجہ کا کہانتک ساتھ دیا، اور اس نے کس طرح آخر وقت تک اس کو بچانے کی کوشش کی، لیکن اب ہم جس ریاست کا حال لکھ رہے ہین اس کے حالات ہم کو بتائینگے کہ اس نرمی کے باوجود اورنگزیب ایک لمحہ کے لیے بھی کسی ریاست کو اس بات کی اجازت وآزادی نہین دے سکتا تھا، کہ وہ سرکاری احکام کی پابندی سے گریز کر کے غیر وفادارانہ کاروائی کی طرف قدم بڑھاے، یہ تو خیر ایک چھوٹی ریاست کا معاملہ تھا، اورنگزیب نے گولکنڈہ کے خلاف جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ صرف اسی بنا پر اعلانِ جنگ کیا تھا،

۱؎ دیوگڈھ کے واقعات کے سرکاری بیان کے لیے دیکھو وارث ص ۷۳، ۱۱۱ اور خطوط ۱/۷۸ و ۲/۷۹ و ۳/۸۰ و ۷/۹۴

ریاستِ جوار کا الحاق جوار کی ریاست بمبئی کے قریب ایک مرتفع ساحلی علاقہ مین واقع تھی شاہجہان کا سرکاری مورخ اس کی جغرافی حالت ان الفاظ مین بیان کرتا ہے :-

"جوار شمالی سمتِ آں سرحدِ ملک بگلانہ وجنوبی ولایتِ کوکن . . . . . . برکنارِ دریائے شور واقع شدہ، وبندرِ چیول نام از اعاظمِ بنادر است وغربی نیز بعضے دہات متعلقہ کوکن وشرقی ناسک است"[1]

اورنگزیب کے خطوط اور وارث کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہان کے راجہ نے بھی بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی تھی، اور اگرچہ اس سے عادل خان کی طرح کوئی خراج نہین لیا جاتا تھا، لیکن دوسرے کچھ فرائض اس کے ذمہ تھے، مگر اس نے شاہی احکام کی خلاف ورزی شروع کر دی، جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے بادشاہ کو لکھا کہ ایسی خودسر ریاست کو بے تنبیہ چھوڑ دینا مناسب نہین ہے، اور اگر اجازت ہو تو اس کے خلاف مہم بھیجی جائے، اس مہم کے لیے اورنگزیب نے کسی مسلمان کو منتخب نہین کیا، بلکہ اسی شخص کو نامزد کیا، جسے شاہجہان ایک مرتبہ بیکار بتا کر چھانٹ چکا تھا، اورنگ زیب نے جس خط مین یہ حالات لکھے، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"ازانجا کہ زمیندارِ جوار دریں ولا قدم از جادۂ صواب بیروں کشیدہ مرتکبِ اعمالِ نکوہیدہ می گردد، وبآنکہ پیشکشے بجہتِ سرکارِ معلی برو مقرر نیست، در تقدیم خدماتِ مرجوعۂ بادشاہی نیز تہاون وتعلل روا می دارد، تنبیہ ایں چنیں کوتہ اندیشاں برائے عبرتِ دیگراں لازم است،

دراں ولا دکرن کہ خانہ زادِ کار طلب درگاہ والا ہست، تعہد می نماید کہ اگر ولایتِ جوار بانعام

---

[1] وارث ص ۱۷۷، اور دوسرے حالات کے لیے دیکھو امپریل گزیٹیر ج ۹ ص ۸۸ و ۸۷ .

یا در تنخواہِ اضافۂ او از پیشگاہِ اعلیٰ عنایت شود، پنجاہ ہزار روپیہ برسمِ پیشکش بخزانۂ عامرہ رسانیدہ دجمعیتِ خویش بند و بستِ آں سرزمین بواقعی کردہ آں ولایت را داخلِ ممالکِ محروسہ خواہد ساخت، بنابراں ایں مرید امیدوار است، کہ ہرچہ دریں باب بخاطرِ ملکوت ناظر پرتوِ صواب اندازد، بارشادِ آں سرفرازی یابد" (۱/۸۱)

اورنگزیب کے اس خط کا کوئی جواب نہیں آیا، اس پر اس نے اسی مضمون کا ایک دوسرا خط (۲/۸۲) بادشاہ کو لکھا، اس پر بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کرلی، شاہی مورخ کا بیان ہے:

"چوں از عرضداشتِ بادشاہ زادۂ محمد اورنگ زیب بہادر بمسامعِ جاہ و جلال رسیدہ کہ سری پت زمیندارِ جوار پا از جادۂ صواب بیروں گذاشتہ مرتکبِ اعمالِ نکوہیدہ می گردد، و در تقدیمِ خدماتِ بادشاہی تہاون می ورزد، و راؤ کرن تعہد مینماید، کہ اگر جوار از پیشگاہِ خلافت در تیولِ او مرحمت شود، از قرارِ واقع بضبط و ربطِ آں بپردازد.

. . . . جوار را مرحمت نمودند"[۱]

جب اورنگزیب کو شاہجہان کی یہ اجازت مل گئی، تو اس نے راؤ کرن کو جوار پر حملہ کرنے کا حکم دیدیا، راؤ کرن ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۶۵ھ (۱۳ اکتوبر ۱۶۵۵ء) کو دولت آباد سے روانہ ہوا، اور مشکل گذار اور "عسیر العبور" راستوں کو طے کرتے ہوے اوائل ربیع الاول ۱۰۶۵ھ (دسمبر ۱۶۵۶ء) میں جوار کے علاقہ میں داخل ہوا، سری پت میں مقابلہ کی تاب نہ تھی، لڑنا بیکار سمجھکر، ۷ ربیع الاول ۱۰۶۶ھ (۴ جنوری ۱۰۵۶ء) کو وہ خود راؤ کرن کے پاس آیا اور

"مبلغے بطریقِ پیشکش رسانیدہ دخراجِ محالِ متعلقۂ زمینداری خود پذیرفتہ پسرِ خود را برسمِ نوا ئز دا و گذاشت، واو نظم و نسقِ آنجا بخاطر واپرداختہ معاودت نمود، و پسرِ او را ہمراہ آوردہ"

راؤ کرن ۳ ربیع الثانی (۱۲ جنوری) کو اورنگزیب سے آکر مل گیا، اور اس طرح اس چھوٹی سی مہم کا بھی خاتمہ ہوا۔

باب ۷

گولکنڈہ اور بیجاپور کی جنگ

اورنگزیب کی پہلی نظامت دکن کے سلسلہ مین ہم یہ دیکھ چکے ہین، کہ گولکنڈہ اور بیجاپور کیساتھ خود شاہجہان نے آگرہ سے دکن آکر کن شرائط پر صلح کی تھی، اور کس طرح ان دونون بڑی دکنی ریاستون کے حکمرانون کے حتمی وعدون پر اعتبار کر کے، اور ان کے ساتھ بہت کچھ مراعات کرنے کے بعد، اورنگزیب کو وہان کا صوبہ دار بنا کر اوسنے آگرہ کی طرف معاودت کی تھی، لیکن گذشتہ دہ سالہ غیر مستقل حکومت نے صوبہ کی عام حالت کی طرح ان ریاستون کو بھی جادۂ استقامت سے ہٹا دیا تھا، ان ریاستون نے ایک طرف تو کرناٹک کے ہندو راجہ کے علاقہ پر قبضہ کرنا شروع کر دیا، اور دوسری طرف شاہی احکام کی تعمیل سے گریز کرنے لگے ان ریاستون کا یہی حال تھا، کہ ایک مرتبہ پھر اورنگزیب دکن کا ناظم مقرر کیا گیا، محاصرۂ قندھار کے واقعات نے اُسے بتا دیا تھا، کہ اس کی حالت کس قدر نازک ہے، اور اسے کس طرح ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیئے، اسی لیے اسی وقت جبکہ وہ دکن کی طرف آ رہا تھا، اس نے بادشاہ کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ

،، این مرید عقیدت سرشت بطریقے کہ ارشاد یابد با او (عادل خاں) و قطب الملک
سلوک کند، (۱/۲۴۴)

اس کے ساتھ ہی اورنگزیب کو اس بات کا بھی علم تھا کہ ان دکنی حکمرانون نے گذشتہ صوبہ دارون کی کچھ پرواہ کیے بغیر اپنے تعلقات براہ راست غلط طور پر شاہی دربار سے قائم کر لیے ہین، اور دربار مین چونکہ دارا اور اس کی جماعت برسرِ عروج تھی، اسلیے اسکو اس بات کا بھی صحیح خطرہ تھا کہ وہ جماعت ہر وقت اس کے ہر حکم کی مخالفت کی کوشش کرے گی، اور اس طرح ان دکھنی ریاستون سے اس کے تعلقات نہ صرف کشیدہ رہین گے، بلکہ جیسا کہ آخر مین ہوا، اسے سخت ذلیل و بدنام ہو جانا پڑے گا، اس لیے جب وہ برہان پور پہنچا، اور اس نے اپنے سفیر گولکنڈہ و بیجاپور روانہ کیے، تو بادشاہ سے صاف صاف درخواست کر دی، کہ وہ بھی ان حکمرانون کو لکھدے کہ ان کا تعلق براہ راست دربار سے نہین بلکہ دکن کے صوبہ دار شہزادہ اورنگ زیب سے ہے، اس کے الفاظ یہ ہین:-

،، این عقیدت اندیش نیز عنقریب جعفر را بہ بیجاپور و عبد اللطیف را .....
حسب الحکم الارفع تعین نمودہ و بعضے مرصع آلات و پارچہ گجرات مصحوب آنہا خواہد
فرستاد، لیکن اگر آنہا بازگشت خود را بصوبہ دار دکن متعلق شناسند شاید برائے
مصلحت ملکی و تنفیذ احکام مطاعہ بادشاہی بہتر باشد (۲۰)

لیکن معلوم ہوتا ہے، کہ شاہجہان نے اس کی طرف توجہ نہ کی، بلکہ اس کو صرف اس قسم کی ہدایتین لکھ کر بھیجدی گئین، جن کے مطابق اس کو عمل پیرا ہونا چاہیئے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دکنی حکمران، بادشاہ کو جو لکھتے تھے، یا اس کا جو جواب دربار سے آتا تھا، اس کی اورنگزیب کو کوئی اطلاع نہین ہوتی تھی، اس پر اس نے بادشاہ کو ایک مرتبہ پھر لکھا کہ

«در باب سلوک با دنیاداران دکن نوعیکه حکم شده بعمل خواهد آمد ...... »(۶/۵۴)

از آنجاکه حکم گیتی مطاع زینت صدور یافته که آن مرید از رعایت قطب الملک دست باز نه داشته اورا از خود راضی دارد، اگرایں مرید بر احکام مطاعه که در ہر باب از پیشگاه خلافت باد صادر میگردد، آگہی یافته باز خواست جواب مینوده باشد، اورا از خود راضی تواند داشت۔ (۶/۵۳)

ان تمام احتیاطون کے باوجود بھی بیجاپور و گولکنڈہ کے وکیل علی حالہ دارا و جہان آرا کی حمایت کے زور پر براہِ راست بہت کچھ کام انجام دیتے رہے، اور اگرچہ اورنگزیب نے ایک بڑی حد تک اپنے حق کو قائم کرلیا تھا، لیکن پھر بھی یہ کشمکش جاری رہی اور اس کا نتیجہ اورنگزیب کے لیے بہت مایوس کن ثابت ہوا،

گولکنڈہ بیجاپور کے مقابلہ مین اورنگزیب کو گولکنڈہ سے اختلاف کے زیادہ اسباب پیدا ہوگئے، اور ان کا آخری نتیجہ وہ حملہ تھا جو اورنگزیب نے شاہجہان کے حکم سے گولکنڈہ پر کیا، ان مختلف اسباب مین اہم ترین یہ ہین:-

خراج کی عدم ادائگی جیسا کہ ہم دوسرے باب مین دیکھ چکے ہین، شاہجہان نے گولکنڈہ سے جن شرائط پر صلح کی تھی، ان مین سب صحابۂ کبار رضکے امتناع، ایران کے بادشاہ کے نام کی جگہ خطبہ مین شاہجہان کا نام پڑھے جانے کے علاوہ ۲ لاکھ ہون، سالانہ خراج دینے کی بھی دفعہ تھی، لیکن قطب الملک نے اس کے باوجود کہ اس کا علاقہ بہت زیادہ آباد تھا، اسکا دارالسلطنت جواہرات کی منڈی تھی اسکی ریاست بیش قیمت پتھرون کی کانون سے بھری ہوئی تھی، اور اس نے کرناٹک کے جواہر ریز علاقہ پر قبضہ کرلیا تھا، اس خراج کی ادائگی مین ہمیشہ تساہل برتا، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا، کہ ایک بڑی رقم قطب الملک کے ذمہ واجب الادا ہوگئی، اورنگزیب نے قطب الملک کے علاقہ کی آبادی کے متعلق جو خط شاہجہان کو لکھا ہے، اس کے ضروری الفاظ یہ ہین:-

"این مرید از خوبیهاے این سرزمین و فورِ آب و آبادانی و کیفیتِ ہواے نشاط افزا وکثرتِ مزروعات . . . . چہ عرض کند . . . . در ہر منزلے چند تالابِ کلاں وچشمہاے خوش گوار وآبہاے رواں ومواضع وقریاتِ معمورہ کہ بسیارے ازمزرعہاے آباد . . . . . یکے قطعۂ زمین بے مزروع نیست" (۱۵/۱۰۱۴)

اورنگزیب نے برہان پور پہنچنے کے ساتھ ہی قطب الملک کو اپنے ناظم مقرر ہونے کی اطلاع اپنے سفیر میر عبداللطیف کے ذریعہ بھیجی اور اسی خط کے ساتھ ،

"از روے مزید تلطف طرۂ مرصع باچند تقوز قمشہ . . . . . بآں قطب سماے امارت مرسل گشت" (آداب نمبر ۱۲۳)

اورنگ زیب نے تقریباً سال بھر تک انتظار کیا، لیکن جب خراج کی بقایا رقم کی ادائگی میں تاخیر شروع ہوئی، تو اس نے پھر قطب الملک کو لکھا کہ

"دریں ولا از عرائضِ . . . میر عبداللطیف بمسامع . . . . . رسید، کہ ظاہرا وکلاے آں مرکزِ دائرۂ نیک اختری تا حال بقایاے پیشکشِ خاصہ شریفہ، . . . . صورت نداد در سرانجامِ آں مساہلہ کنند . و وفاے وعدہ راپاس نداشتہ بدفع الوقت روز می گذرانند، وقوعِ ایں مقدمہ بغایت مستبعد نمود، چہ ازاں قطب سماے شوکت وابہت عجب است کہ . . . . . بایں معنی راضی شدہ . . . . مقتضاے صدق اخلاص وعبودیت چناں بود کہ وجہ پیشکشِ درگاہ جہاں پناہ از میعاد بخزانۂ عامرہ رسیدہ احتیاج باظہار طلب نمی شد . . . . . یقین کہ از راہِ دور بینی . . . . . بآں کار منعطف شدہ . . . . نوعے قرار خواہند داد، کہ تتمہ پیشکش سابق بزودی روبراہ گشتہ، . . . بحضور پرنور برسد ووصولِ وجوہ پیشکشِ امسال از میعاد درنگذشتہ اہماے درال

نرودہ" (ایضاً نمبر ۱۲۵)

اسی کے ساتھ شاہجہان کے حکم کے مطابق اس کو اس بات کی بھی اطلاع دیدی کہ

"من بعد از جملہ ہشت لک روپیہ ...... عوضِ نصف زر فیل نرو مادہ ارسال

دارند" (آداب ایضاً)

اگرچہ اس حکم کی وجہ سے دکن کے خزانہ کو ۴ لاکھ کا نقصان ہوتا تھا، لیکن شاہی حکم سمجھ کر اس نے

اس کی تعمیل کردی، لیکن پھر بھی شاہجہان کو اس کی اطلاع دیتا ہوا لکھتا ہے کہ

"اگرچہ حقیقتِ دخل و خرچ خزانۂ عامرۂ اینجا قبل ازیں بسامعِ جاہ و جلال رسیدہ لیکن

برائے اطاعتِ یرلیغِ واجب الاتباع بموی الیہ نوشت کہ چہار لک روپیہ نقد و چہار

لک روپیہ را فیل نرو مادہ می فرستادہ باشد" ($\frac{۵}{۹۲}$)

لیکن ان تہدیدی خطوط کا قطب الملک پر کوئی اثر نہین ہوتا تھا، اس سلسلہ مین

اورنگ زیب نے اوس کو جو متعدد خطوط لکھے ہین، وہ یہ بتانے کے لیے کافی ہین، کہ یہ

جھگڑا کتنا طول کھینچتا جاتا تھا، اور وہ کس طرح دفع الوقتی پر اتر آیا تھا،

کرناٹک پر قبضہ | مغل حکومت سے دوسری اختلاف کی وجہ یہ تھی، کہ قطب الملک نے اپنے وعدہ کے

خلاف بیجاپور کی تقلید مین کرناٹک کے علاقہ کو ہضم کرنا شروع کر دیا تھا، تا آنکہ وہان کا راجہ

ان دونون ریاستون کے ظلم و استبداد سے تنگ آکر اتنا مجبور ہو گیا تھا، کہ اس نے اورنگزیب

کے پاس اپنے معتمد سری نواس کو بھیجکر، یہ درخواست پیش کی تھی کہ اگر

"قبلۂ حاجاتِ جہانیاں اورا دستگیری نمودہ واز خاکِ مذلت بر گرفتہ ولایتِ

متعلقۂ اورا داخلِ ممالکِ محروسہ فرمایند، وحکمِ اقدسِ اعلحضرت بہ نیا داران دکن شرف

صدور یابد کہ عہد و پیمانِ پدرانِ خود را پاس داشتہ، از حد و دِ قدیم تجاوز ننمایند، و دیگر

دست از ملک موروثی او باز دارند" (۱/۴۸)

تو وہ :-

"بشکرانۂ ایں بندہ نوازی و ذرہ پروری (۱) پنجاہ لک ہون (۲) و دویست زنجیر فیل (۳) و جواہر گراں بہا کہ افادہ نمودہ پیشکشِ درگاہِ معلّٰی ساختہ (۴) ہر سال اضعاف آنچہ اُنہا پیشکش مینمانید (۵) با تحف و نوادرے کہ اندوختۂ سالہا است، ارسال خواہد داشت (۶) و اگر بہ سببِ عارِ کفر پرتوِ اعانت از حالِ او دریغ شود، بعد از آنکہ فرمانِ عالیشان متضمن بذلِ ملتمسِ او بصدور پیوندد، او از ہدایتِ مرشدِ جہانیاں با توابع و لواحقِ خود بزمرۂ اہلِ اسلام درآمدہ از دولتِ بندگیٔ درگاہِ اعلیٰ حضرت ظل اللہ کامیابِ دین و دنیا خواہد شد[۱۴۷]"

کرناٹک کے راجہ سری رنگ رائل کا خط جب اورنگزیب کو ملا، تو اُس نے شاہجہان سے اس کی امداد کی پرزور سفارش کی، اور بتایا کہ اس کی حمایت کرنے مین کسی ریاست سے کسی معاہدہ کے متعلق بھی کسی خلاف ورزی کا خطرہ نہین ہی، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"چوں رائل مذکور از کمالِ امیدواری روے نیاز بدرگاہِ خلائق پناہ آوردہ تعہدِ دولت خواہی و بندگی مینماید و قبولِ اسلام را وسیلۂ نجاتِ خویش ساختہ . . . . . .
و مع ہذا نقض عہدے کہ با دنی بندۂ ایں درگاہ نسبت نتواں کرد، نیز بمیاں نمی آید، اگر صورتِ ملتمس او درجۂ پذیرائی یافتہ پرتوِ عنایتِ والاجالِ او مبذول شود، ہر آئینہ ایں معنی متضمنِ منافعِ دینی و دنیاوی خواہد بود، دیگر ہرچہ بخاطرِ ملکوت ناظر . . .
. . . . برسد عین صواب است و بر مریداں اطاعتِ آں واجب" (۱/۴۸)

شاہجہان نے اس کے جواب مین لکھا کہ راجہ کا ایک آدمی عرصہ ہوا میرے پاس بھی آیا تھا، اور میرے سامنے بھی اس نے درخواست پیش کی تھی، اس لیے یہ معلوم کرنے کے لیے

کہ اس کے بیان مین کہانتک صداقت ہے، اورنگزیب کو چاہیئے کہ

"معتمدے فہمیدہ . . . . را بانشانِ خود در جوابِ عرضداشتِ او تعین نماید

پس ازانکہ فرستادۂ آن مرید از کرناتک عرضداشت خواہد نمود، کہ آن شخص کسِ سری رنگ

است و ہرچہ بازنمودہ بموجب تعہدِ اوست، مناشیرے کہ بنامِ دنیاداران دکن شرف

ترقیم پذیرفتہ کرامت ارسال خواہد یافت" (۵۵ ب)

اس حکم کے ملنے کے بعد اورنگ زیب نے محمد مومن کو راجہ کی طرف روانہ کیا، لیکن اس کے ساتھ ہی چونکہ اس بات کا علم تھا، کہ جب دکھنی حکمرانون کو اس بات کا علم ہو جائے گا، کہ راجہ مغل حکومت کی حمایت حاصل کر رہا ہے، تو وہ جلد از جلد اسکی ساری ریاست پر قبضہ کرنے کی کوشش کرین گے، اور چونکہ جو شخص تحقیقات کے لیے گیا ہے، اس کے خط آنے، اس کے بادشاہ کے پاس بھیجے جانے اور پھر وہان سے فرمان صادر ہونے مین نہ معلوم کتنی دیر ہو گی، اس لیے اورنگزیب نے شاہجہان کو ایک مرتبہ پھر لکھا کہ

"اما از آنجا کہ دنیاداران دکن از استماعِ اینکہ زمیندارِ کرناتک بوسیلۂ انسلاک، در زمرۂ اہلِ اسلام بدرگاہِ سلاطین پناہ ملتجی گشتہ، سرانِ سپاہِ خود را . . . . . . تاکید کردہ اند کہ بعد ہرچہ تمامتر در انتزاعِ اندک جاے کہ بتصرفِ او ماندہ کوشیدہ پیش از ورودِ حکمِ گیتی مطاع کارِ او را اکر وسازند، و تا وقتیکہ کسے ایں مرید بر ود وحقیقت را عرضداشت کند وایں معنی بمسامعِ جاہ و جلال رسیدہ حکم بارسالِ فرامینِ مسطورہ صادر شود شاید کہ اندیشۂ دنیاداران بوقوع آمدہ تدارکِ آں بحیزِ تعویق افتد، اگر براے مملکت آرائے خورشید ضیا اقتضا فرماید، کہ تا رسیدنِ فرستادۂ ایں مرید بداں جا دستِ نہب و غارتِ آنہا از مملکتِ او کوتاہ گردد، بصلاح کار نزدیک خواہد بود، دیگر ہرچہ بخاطرِ

مقدس بر سد عین صواب است" (۲/۸۵)

لیکن اسی اثنا مین گولکنڈہ اور بیجاپور کے حکمرانون نے شاہجہان کو اوپر ہی اوپر اس بات پر راضی کر لیا تھا، کہ وہ ان کو کرناٹک پر قبضہ کر لینے دے، اور وہ اس کے صلہ مین شاہجہان کو بڑی بڑی نذرین پیش کرین گے، اور اب اسی شاہجہان نے جس نے اورنگ زیب کو اس بات کا حکم دیا تھا، کہ ایک شخص تحقیق حال کے لیے کرناٹک جائے، آنکھین بدلکر اورنگزیب پر یہ الزام رکھا، کہ تم نے اپنا آدمی کرناٹک کیون بھیجا، اور اپنی اس صریحی غلط بیانی کو چھپانے کے لیے اس نے اورنگزیب کو بھی شریک جرم کرنے کی سازش کرتے ہوے لکھا کہ وہ اس طرح گولکنڈہ اور بیجاپور دونون سے خوب خوب نذرین اپنے اور بادشاہ دونون کے لیے وصول کرے، شاہجہان کے الفاظ یہ ہین :-

"کس پیش راجۂ کرناٹک فرستادن مناسب نبود، بایستے ہر دو دنیاداران دکن را ترسانیدہ پیشکشِ خوبی ہم بجہتِ سرکارِ گردوں مدار و ہم برائے خود از آنہا میگرفت" (۱ ۲ / ۸۸)

اورنگزیب نے اس کا جو جواب ہونا چاہیے تھا وہی دیا، کہ

"از آنجا کہ راجہ مذکور بوسیلۂ قبولِ عز اسلام التجا بدرگاہِ سلاطین پناہ آوردہ و تعہدِ پیشکشِ گراں نمودہ، این معنی را مکرر بمبالغہ معروض داشتہ بود، و این دو دنیاداران دکن نیز کہ اکثر ولایت کرناٹک را با خزائن و دفائن متصرف گشتہ اند، از جملۂ آں غنائم موفورہ پیشکشے شایستہ بہ بارگاہِ معلی ارسال نداشتہ، اصلاً از فکر این مقدمہ غافل بودند، لہذا این عقیدت آئین، حقیقت را بحضورِ پرنور عرضداشت کردہ، ثانی الحال چوں حکمِ اقدس زینتِ نفاذ گرفت، کہ "یکے از ملازمانِ سرکارِ اعلیٰ بجہت تحقیقِ واقعی و المنود زمین دار

لہ اس ایک واقعہ سے سرکار نے مغلون کے عام نظام حکومت کے متعلق جو راے ظاہر کی ہے وہ کسی طرح بھی صحیح نہین ہے ۶

کرناٹک تعین گردد" ایں مرید یقین میدانست کہ دنیاداران دکن خصوصاً عادل خان کہ تا
خبر رجوع زمیندار مذکور بآستان خلافت و فرستادن وکیل نزد ایں مرید شنیدہ، از اندیشہ
آں کہ مبادا دریں وقت کار او رارونقے پدید آید، بیشتر از بیشتر در برہم زدن و برانداختن
او سعی نمودہ، قلعہ ویلور را کہ عمدہ ترین قلاع ولایت کرناٹک است، دریں چند روز از تصرف
او برآوردہ، اہتمام تمام دارد کہ فیلان نامی را کہ او برائے پیشکش درگاہ والا نگاہ داشتہ
از و بگیرد، و او را استاصل مطلق سازد، باعتماد عنایات و تفضلات اعلیٰ حضرت کہ افزوں از
حوصلۂ طاقت، شامل حال آنہا است، ازیں گفتگو ہا جائے نخواہد گرفت، و بدوں آنکہ فرامین
مطاعہ بنام آنہا صادر شود، چنانچہ ایں فدوی قبل ازیں دریں باب التماس نمودہ بود، کہ یکے از بندہا
بصوب کرناٹک دستوری یابد تا بدانند کہ از پیشگاہ خلافت پرتو التفات بر امداد و اعانت زمیندار
آنجا افتادہ، از خواب پندار بیدار گشتہ تن بسر انجام پیشکش نخواہند داد، حسب الحکم الارفع محمد
مومن ملازم سرکار اعلیٰ را بداں جانب رخصت دادہ، باو گفتہ بود کہ در قطع منازل تانی بکار
برد، تا شاید ایں معنی موجب انتباہ آنہا گردد، و توفیق فرستادن پیشکش شایستہ بدرگاہ
آسماں جاہ بیابند، و صدق تعہدات مرزبان کرناٹک نیز ہویدا شود،
درضمن تمہید ایں مقدمات بجز پاس حمیت اسلام و صلاح دولت ابد انجام امرے
منظور نظر نبود اکنوں ہرچہ رائے ممالک پیرا اقتضا فرمودہ امتثال آں را بر سائر مصالح مقدم
داشتہ، مومی الیہ را کہ ہنوز از حدود متعلقہ قطب الملک نہ گذشتہ، انتظار وصول امر مجدد
داشتہ از رفتن نزد زمیندار مسطور منع نمود" ($\frac{32}{86}$)

اب اورنگ زیب مجبور تھا، کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے، اور شاہجہان کو بھی اورنگ زیب
کی اس تحریر کو پاکر بجز اس کے کہ اورنگ زیب کے سامنے بھی اپنے مجرمانہ لوٹ کا ایک حقیر ٹکڑا

پیش کرے، کچھ بن نہ آیا، چنانچہ یہ اطلاع دیتے ہوئے کہ

"فیل نادر بے عیبے کہ عادل خاں بے طلب بدرگاہِ سلاطین پناہ فرستادہ بود از نظرِ انور گذشتہ سببِ مجرئی او شد"

اورنگزیب کو راضی کرنے کے لیے یہ لکھا کہ

"عادل خاں ازاں مرید ملاحظہ نمودہ راضی است، کہ پیشکشِ خوبی برائے آں مرید بفرستد، مشروط بآنکہ راہِ امدادِ زمیندارِ کرناتک مسدود شود" ($\frac{13}{69}$)

اورنگ زیب اس رشوت کے معنی خوب سمجھتا تھا، لیکن وہ مجبور تھا، پھر بھی انتہائی ضبط کے بعد اس کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے،

"زہے سعادتِ او کہ توفیقِ ارسالِ چیزے کہ پسندِ طبعِ دشوار پسند آمدہ، موجبِ مجرئی او شدہ، یافتہ . . . . اگر . . . . بمقتضائے نیک اختری و سعادتمندی از جملہ فیلانِ نامی کہ از کرناتک بدست آوردہ یک فیلِ خوب پیشکش نمودہ باشد گنجایش دارد" (ایضاً)

اور اس کے ساتھ اس نے لکھا کہ اس نے بادشاہ کے حکم کے مطابق بیجاپور کے سرکاری حاجب کو لکھدیا ہے، کہ وہ عادل شاہ کو اس بات سے آگاہ کردے، کہ

"چوں طریقِ اعانتِ مرزبانِ کرناتک کہ باوجود قبولِ اسلام تعہدِ پیشکشے گراں نمودہ، بموجبِ حکمِ ارفع مفتوح گشتہ، دریں صورت اگر عدالت مرتبت پیشکشے لائق از جواہرِ نفیسہ و فیلانِ نامی . . . . . . بوساطتِ ایں فدوی ببارگاہِ خلافت ارسال دارد، و در بابِ بذلِ ایں مامول بدرگاہِ جہاں پناہ عرضداشت کند . . .

. . . . محتمل کہ ملتمسِ او درجۂ پذیرائی یابد" (ایضاً)

لازمی نتیجہ یہ ہوا، کہ حاسدون نے قطب الملک کے کان بھرنا شروع کر دیے، اور وہ یہ سمجھنے لگا کہ اس کا وزیر اتنا باا ثر ہو گیا ہے، کہ اس کے مقابلہ مین قطب الملک کی بھی خود کوئی اہمیت نہین رہی ہے، اس خیال کے آنے کے ساتھ ہی قطب الملک نے میر جملہ کو دبانے، اوسکی قوت کو کمزور اور اگر ممکن ہو تو اسے گرفتار کرنے کی کوشش شروع کر دی، اب میر جملہ کے پاس، اسکے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، کہ یا تو کامل اطاعت قبول کر کے اپنے کو تباہ کر دے، یا پھر علانیہ علم بغاوت بلند کر کے قطب الملک سے لڑائی مول لے، لیکن یہ دونون صورتین، اس کے لیے تہلک تھین، پہلی مین تو وہ گویا عمداً اپنے کو موت کے منھ مین ڈالتا، اور دوسری مین وہ خوب جانتا تھا، کہ قطب الملک کے مقابلہ مین اس کے پاس ذرائع نہین ہین، اس لیے اس کے دوربین مدبر دماغ نے ایک تیسری صورت پیدا کی، اور وہ یہ کہ اگر وہ شاہ ایران، بیجاپور، اور مغل حکومت مین سے کسی ایک کی حمایت حاصل کر لے، تو شاید قطب الملک اس کو، کوشش کے باوجود بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا، چنانچہ اس نے شاہ ایران، والی بیجاپور، اور مغل سفیر متعینۂ گولکنڈہ کو اس کے متعلق خطوط لکھے، شاہ ایران نے اس کی درخواست منظور کر لی، عادل شاہ نے بھی اس کی پیروی کی، لیکن اورنگ زیب خود سر نہ تھا، دوسرے اس کو دربار کا حال معلوم تھا، اس لیے اس نے اس درخواست کی شاہجہان کو ان الفاظ مین اطلاع دی کہ

"اگرچہ قبل ازین متواتر از نوشتۂ ہرکارہاے گلکندہ و عرائض حاجب آنجا معلوم شدہ بود، کہ قطب الملک از محمد سعید سرخیل خود کہ بمیر جملہ ملقب است، متوہم گشتہ قصد گرفتن او دارد، موحی الیہ نیز ایں معنی را دریافتہ بہ لطائف الحیل خود را از آسیب او محافظت می کند، چنانچہ ایں مقدمہ از نقل نوشتہ جات ہرکارہا کہ داخلِ واقعہ می کردند، مذکورِ محفلِ معلی شدہ باشد، لیکن چوں دریں ولا از عرضداشتِ عبداللطیف حاجب گلکندہ کہ بعینہ از نظرِ انور خواہد گشت، بوضوح

انجامیدہ کہ میر جملہ با قطب الملک یکرو شدہ ، اصلا راضی نیست ، کہ نزدِ او بیاید و قطب الملک پردہ
از روے کار بر داشتہ برائے دستگیر ساختن و بر انداختنِ او اہتمام و اتمام دارد ، لہذا ایں مرید
بحاجب مزبور نوشت کہ چوں شنیدہ میشود ، کہ محمد سعید میر جملہ ہموارہ اظہارِ عقیدت و ارادت
نسبت بدرگاہِ سلاطین پناہ مینماید ، دریں وقت او را بانواعِ نوازشاتِ بادشاہی مستمال
ساختہ ، بہ بندگیٔ درگاہِ والاجاہ رہنموں گرداند ، اگر توفیقِ ایں سعادت بیابد زہے وقت و
طالعِ او" ($\frac{11}{47}$)

شاہجہان کی منظوری کے بعد اورنگ زیب نے اپنے اس آدمی کو جو کرناٹک جارہا تھا
اس بات پر مقرر کیا ، کہ وہ میر جملہ سے ملکر اس کو مغل حمایت و امداد کا یقین دلائے ، دوسری طرف
بیجاپور نے اور تیسری طرف خود قطب الملک نے اس خیال سے کہ اگر اس کا وزیر مغلوں سے
مل گیا ، تو اس کے سب راز فاش ہو جائیں گے ، میر جملہ کی تسلّی شروع کردی ، اورنگ زیب نے
اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو کردی :-

"در وادی دلاسائے میر جملہ قطب الملک باوجود آنکہ عادل خاں اہتمام تمام دارد ، کہ او را نوکر
خود کند و قطب الملک نیز در مقامِ استمالتِ اوست ، حتی المقدور بیشتر از بیشتر سعی خواہد نمود
چوں دریں ولا از عرضداشتِ عبد اللطیف ، حاجبِ گلکندہ ، کہ بعینہ از نظرِ خجستہ اثر خواہد گذشت
واضح شدہ بود ، کہ قطب الملک از استماعِ تعین گشتنِ محمد مومن بصوبِ کرناٹک متوہم شدہ
میخواہد ، کہ تبرز و یرا و راز گرفتن بمقصد مانع آید ایں مرید نشانے کہ نقلِ آں بحضور اقدس فرستادہ
بحاجب مذکور نوشت ، تا قطب الملک را بر مضمونِ آں آگاہ ساختہ از قبحِ ارادہائے دور
از کار کہ یارائے امثالِ او نیست ، واقف گرداند" ($\frac{13}{69}$)

لیکن میر جملہ خوب سمجھتا تھا ، کہ اگر وہ دفعۃً مغلوں سے جاکر مل گیا ، تو یہ اس کے لیے مفید

بعمل آمدہ، تہاون وتساہل واقع نخواہد شد[1]"

اور عادل خان کے نام کے خط کا ضروری حصہ یہ ہے:-

"دریں وقت کہ اورنگ سلطنت وارائی ہندوستان مانندِ کشتی طوفان رسیدہ وبنائے

ملکدارئیش از اقطارِ امطارِ تعاقب گل نمدیدہ است، فرصت راکہ گوہرے گراں بہا..

...... است، مغتنم شمردہ، چنانچہ آبائے کرام آں والا مقام در تحصیل کام وجنس

عزیزِ شہرت تام، با فرمان روایانِ دکن .... رفیق جنگ بودند....

.... ذمت ہمت را از دین واجب الاداے تلافی وتدارک سبکسار سازند[1]"

اور دوسری طرف ایران نے یہ کوشش شروع کی، کہ ان بھائیون کو آپس مین لڑا کر مغل سلطنت کو کمزور و تباہ کردے، اور اسی خیال سے شاہ ایران نے ایک طرف تو دارا کو خط لکھا، کہ دارا کے بھائیون نے اُسے بالکل غلط طور سے حکومت کے جائز حق سے محروم کر دیا ہے، اس لیے وہ ہمایون کی طرح ایران چلا آئے اور یہان سے ایرانی فوج لیکر ہندوستان کو دوبارہ فتح کرے، اور دوسری طرف مراد کو یہ یقین دلایا، کہ تم حکومت حاصل کرنے کی کوشش مین مصروف رہو مین نے اپنی سرحدی وقندھاری فوج کو تمھاری مدد کے لیے ہدایت کردی ہے، اور تیسری طرف اورنگزیب کو وہ بادشاہ تسلیم کرکے اور دوسرون کو باغی بتا کے، ان کی سرکوبی کا مشورہ دیتا ہے، یہ خطوط متعدد بار کتابی صورت مین شایع ہوچکے ہین، اور ہر اس شخص نے جس نے فارسی کی قدیم درسی کتابین پڑھی ہونگی ان کا مطالعہ کیا ہوگا، لیکن ایسے بہت کم لوگ ہونگے، جنھون نے ان خطوط کو تاریخ کی روشنی مین دیکھا ہوگا، اس لیے ہم نے طوالت کے خوف سے ان کو نظر انداز کر دیا ہے، البتہ رقعات کے دوسرے حصے مین یہ تمام خط و کتابت موجود ہوگی[2]،

---

[1] منشآت طاہر وحید ص ۱۲۳ [2] ایضاً [3] حاشیہ صفحہ ۲۷۸ پر دیکھو،

ہمارا خیال ہے، کہ اس توضیح کے بعد یہ بات صاف سمجھ مین آگئی ہوگی، کہ اورنگ زیب کو "شیعہ کش" کیون کہا جاتا ہے، اور یہ آواز کس ساز سے پیدا ہوئی ہے، اس کے ہمعصر و مابعد کے شیعہ مورخین نے واقعات کو ایک خاص رنگ آمیزی کے ساتھ کیون پیش کیا ہے، اور اورنگ زیب کو کس طرح مجبور ہو کر ان دونون حکومتون کی اندرونی و بیرونی، داخلی و خارجی سازشون سے تنگ آکر ان کے مہلک اثرات سے ہندوستان کو بچانے کے لیے ان کا استیصال کرنا پڑا ہے،

میر جملہ قطب الملک اور مغل حکومت مین یہ اختلافات موجود ہی تھے، کہ ایک غیر متوقع چیز نے مغلون کو اعلان جنگ پر مجبور کر دیا، اور وہ محمد سعید میر جملہ وزیر گولکنڈہ کے لڑکے محمد امین اور اس کے دوسرے لواحقین کی گرفتاری تھی،

میر محمد سعید میر جملہ اردستان (اصفہان، ایران) کا تاجر ابن تاجر تھا، وہ ۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰ء مین دوسرے ایرانی تاجرون کی طرح گولکنڈہ کی شیعی حکومت مین آیا، جواہرات سے اس کو خاص لگاؤ تھا، اسی وسیلہ سے دربار تک رسائی حاصل کی، اور رفتہ رفتہ اپنا ایسا رنگ جمایا، کہ عبداللہ قطب شاہ نے اسے اپنا وزیر اعظم بنا دیا، اس کے بعد جب قطب الملک نے کرناٹک کا علاقہ فتح کرنا چاہا، تو اسی کو وہان کا سردار و سپہ سالار بھی بنا دیا، اور یہ ایرانی تاجر کرناٹک کے جواہر ریز علاقہ مین پہنچکر زرد زمین کے کامیاب حصول مین لگ گیا، اس کے ساتھ ہی اس کے اخلاق نے اس کی ماتحت فوج کو بھی اس کا گرویدہ بنا دیا، اس کی تجارتی دولت، اس کی حاصل کردہ کانون کی وسیع مالیت اور اس کی ہر دلعزیزی نے اسے گولکنڈہ کے سیاہ و سفید کا بھی مالک بنا دیا، اور اس کا

ؔ۵ حاشیہ صفحہ ۲۷۷) یہان پر یہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا، کہ جب والی ایران کی تمام تخریبی کوششین بے کار ثابت ہوئین تو اس نے جلکر اورنگزیب کو ایک خط مین لکھا کہ "پدر گیری را نام نہادہ" یہ طنزیہ فقرہ ایران کے حکمران کے اندرونی جذبات کا آئینہ ہے،

کہ قطب الملک سب اصحاب کبار رضہ کو اپنے یہان بند کر دیگا، اور خطبہ مین ایران کے بادشاہ کی جگہ شاہجہان کا نام پڑھا جائے گا، مگر اب اس نے اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان دونون چیزون کو از سر نو پھر جاری کر دیا تھا، اور ایک مرتبہ پھر ایرانی حکومت سے سلسلۂ مراسلت قائم ہو گیا تھا، اس کے ساتھ ہی اس نے رعایا پر بھی ظلم و ستم کا دروازہ کھول دیا تھا، اور نگ زیب کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دی، اس کے الفاظ یہ ہین،

"از آنجا کہ قطب الملک . . . . دریں چند گاہ اوضاعے کہ نالائقِ مرزبانی و ملک داری است، پیش گرفتہ جور و عدوان را از حد گذرانیدہ دستِ تعدی و تطاول بعرض و مالِ مردم دراز ساختہ . . . . "

واز وفورِ جہل و نادانی ترکِ سنت و اظہارِ بدعت راشعارِ خود ساختہ رفض و سبِ اصحابِ کبار را . . . . در قلمروِ خویش بمرتبۂ شائع گردانیدہ . . . . "

و معہذا آں بدکیش نکوہیدہ اطوار باوجود آنکہ اباً عن جدٍ پروردۂ نعمتِ ایں خاندانِ عظیم الشان و سراپا غرقِ مراحم و الطافِ قبلۂ جہانیان است، خود را بر فتراک والیٔ ایران بستہ ہمہ وقت پیشکش ہائے گراں، باو میفرستد، و ہر سال چندین جہاز و کشتی پر از اسبابِ جدال و قتال باآں حدود ارسال داشتہ خواہانِ دولت سریع الزوالِ آں خسران مآل است" (رقعہ ۱۴۱)

ایران کی سازش یہان پر یہ بتا دینا شاید بے محل نہ ہوگا، کہ دکن کی ان دو ریاستون کا ہمیشہ سے ایران سے تعلق رہا ہے، اور مذہبی یگانگت کی وجہ سے ایران بھی ہمیشہ نہایت دلچسپی سے ان دونون کے حالات کا مطالعہ کرتا رہا ہے، اس کی وجہ ہماری رائے مین یہ تھی، کہ اس وقت سنی ترکون اور شیعہ ایرانیون مین جنگ کا طویل سلسلہ جاری تھا، مغل سلاطین خلیفۂ روم کے

عقیدتمند تھے، اور ایران کو ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا، کہ اگر مغلون نے خلیفہ کے حکم و حمایت کی بنا پر ہندوستان کی طرف سے حملہ کر دیا، تو ایران چکی کے دو پاٹون مین پس جائے گا، اس لیے ایران نہ صرف یہ کوشش کرتا رہتا تھا، کہ یہ دنیا داران دکن مغلون سے ہمیشہ بر سر پیکار رہکر ان کو اس طرف متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہ دین، بلکہ اس کی طرف سے یہ کوشش بھی جاری رہتی تھی، کہ کسی صورت سے ہندوستان کی مغل حکومت کو تباہ کر کے بنگال سے بغداد تک ایک وسیع شیعہ حکومت قائم کر لی جائے، اور اس کے لیے جب کبھی اور جیسا موقع ملا، والیٔ ایران نے ویسی ترکیب اختیار کی، منشأت طاہر وحید اس کے ثبوت سے بھری پڑی ہے، گولکنڈہ و بیجاپور کی جنگون کے بعد ہی جب ملک مین برادرانہ جنگ کی وجہ سے عام اختلال و انتشار پیدا ہو جاتا ہے، تو وہ ایک طرف تو بیجاپور اور گولکنڈہ دونون کو لکھتا ہے، کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے آبا و اجداد کی کھوئی ہوئی عظمت و مملکت حاصل کر لین، چنانچہ قطب الملک کے نام کے ایک خط کے الفاظ یہ ہین :-

"دریں ایام کہ اقوام سریر سلطنت و فرمانفرمائی ہندوستان متزلزل و لباس دارائی آں دیار متغیر و متبدل است شایستۂ ہمت غیرت اندیش و ناموس حمیت سلطنت کیش آن است کہ بہ نیروے اعتقاد راسخ درست دست در حبل المتین الطاف عاجل آسمان و زمین . . . . و اعجاز و لاے عقدہ کشاے حضرات سدرۂ مرتبات ائمہ معصومین زدہ بتیغ مکافات دمار از روزگار آں گروہ غدار کہ شیعان آل اطہار را نصب العین خاطر عداوت ذخائر ساختہ اند، برآورند . . . . و ضمیر مودت تخمیر را بہمہ ابواب ایں معنی مطمئن و آسودہ دارند، کہ بعون عنایت الٰہی از منتسبان دولت مدار فیروزی شعار در تدبیر دنگو نساری اعادی خدیعت شعار انچہ لازمۂ امداد و اعانت باشد

یہان پر یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے، کہ پہلے تو اورنگزیب نے ان دونون حکمرانون کو لکھا کہ وہ کرناٹک کے راجہ کے علاقہ پر دست درازی سے باز آئین، پھر شاہجہان کے یک بیک بدل جانے سے اسے اپنے اگلے خطوط کے بالکل خلاف لکھنے پر مجبور ہونا پڑا، اور اس طرح نہ صرف یہ کہ اورنگ زیب ذلیل اور بے اعتبار ٹھہرا، بلکہ دکن کے حکمرانوں نے بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا، کہ اورنگ زیب کا وجود ایک بے حقیقت سی چیز ہے اور شاہجہان سے کام لینے والی قوت، وہ ہے جو دربار مین شہزادۂ بلند اقبال کے نام سے موسوم اور تختِ طاؤس کے پاس ایک سونے کی چھوٹی سی سپتیل پاٹی پر جلوہ افروز ہوتی ہے، اسلئے اگر اس کو راضی کر لیا جاے تو پھر ان کا کوئی کچھ نہین بگاڑ سکتا، ہمارا یہ بیان سراسر حقیقت پر مبنی ہے، اور آگے چل کر ہم اس کے متعدد ثبوت پیش کرین گے ہم اورنگزیب کے وہ دو خط جو اس نے قطب الملک کو لکھے تھے، نقل کر دیتے ہین، تاکہ اس سے ہم کو اورنگزیب کی مظلومی و بے بسی کے ساتھ کمال بلاغت و تدبر کا بھی اندازہ ہو جاے، کہ وہ کس خوبصورتی سے ایک بگڑی ہوئی بات کو بناتا ہے، اور کس طرح باپ کے اس علانیہ غیر منصفانہ فعل کی تمام ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے،

پہلے خط کا ضروری حصہ یہ ہے :-

"چوں سری رنگ رائلِ کرناتک بوسیلۂ انسلاک در زمرۂ سعادت فرجام اسلام التجا بدرگاہِ سلاطین پناہ . . . . . آوردہ . . . . . . حکم جہانمطاع . . . . پیرایۂ نفاذ یافتہ کہ یکے از بندہاے بادشاہی . . . . . برائے تحقیق حال بداں صوب رخصت شود . . . . بنا براں . . . . محمد مومن از حضور پر نور بولایت کرناتک دستوری یافتہ . . . . . . مقتضاے خیر اندیشی و دولتخواہی آن است، کہ آں مرکزِ دائرۂ نیک اختری . . . .

..... ملازمانِ سرکار را ..... باهمراہان از حدود متعلقۂ مملکتِ خویش بسلامت گذرانیده، فوجداران خود را که دراں سرحد متعین اند، قدغن بلیغ نمایند، که مشار الیہ را از حسن سلوک راضی داشته در حین ایاب و ذہاب شرائط امداد و اعانت حسابی بتقدیم رسانند" (آداب نمبر ۲۲۵)

اب دوسرا خط دیکھو:-

"براں خلاصۂ مخلصان بے ریا پوشیدہ نماند که چوں آں سلالۂ اکارم عظام برخے از ولایت و قلاع کرناٹک را بتصرف خویش در آوردہ و دراں باب مانند عدالت پناہ از پیشگاہ خلافت اجازتے حاصل نکردہ، بنابراں از روے فرط عاطفت و رافت برخاطر عاطر جہاں پرتو صواب اندلخته که اگر رفتن محمد مومن مذکور بکرناٹک .... موقوف گردد و نظر بمآل کار ایشاں انسب و اولی است، راے آں قطب فلک ایالت نیز اگر بریں قرار گیردمی تواں از درگاہِ معلّی التماس صدور حکم مراجعت او نمود، در صورت اگر بازاے ایں مقدمه عمدہ پیشکشے نمایاں بوسیلۂ ما بارگاہ والا ارسال دارند بحصولِ مقصد اقرب و باعث ازدیادِ توجہات بادشاہی نسبت بایشاں خواہد بود" (آداب نمبر ۲۲۶)

ان دونون متضاد خطوط کا نتیجہ یہ ہوا، کہ دکن کے دونون حکمران سمجھ گئے، کہ اورنگزیب کا حقیقی پوزیشن کیا ہے، اور اس کا یہ بین اثر ہے، کہ عادل شاہ نے تو ایک ہاتھی بھی بھیجا، لیکن قطب الملک نے اتنا بھی نہ کیا، اور اس معاملہ مین یہ وعدہ خلافی جنگ کا ایک سبب بنی، اورنگ زیب کی اصلی حالت، اور اس کی بے بسی کو دیکھکر قطب الملک نے عہد شکنی شروع کردی، شاہجہان سے جو معاہدہ ہوا تھا اس مین ابتدائی دو شرطین یہ تھین،

قطب الملک کی عہد شکنی

نہ ہوگا بلکہ حقیقت یہ ہے، کہ وہ اس طرح اپنی حفاظت کا سامان کرکے، درپردہ اس کوشش مین لگا ہوا تھا، کہ جب تک موقع ملے، وہ آزادانہ طریقہ سے قطب الملک ہی کے یہان رہے، چنانچہ جب قطب الملک نے اس کو اطمینان دلادیا کہ اس کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچے گا، تو وہ کچھ دنون کے لیے گولکنڈہ چلا آیا، لیکن دربار کی سازشون کا حال دیکھ کر اور اپنے کو غیر محفوظ پاکر وہ پھر کرناٹک کی طرف روانہ ہوگیا، شاہجہان کو جب اس کی اطلاع ملی، تو وہ اپنے خیال کے مطابق یہ سمجھا کہ اورنگ زیب نے میر جملہ کو پوری طور سے اطمینان نہین دلایا، اسی لیے وہ مغل دکن مین آنے کے بجائے کرناٹک چلا گیا، اور اسی شبہ کے ماتحت اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"میر جملہ قطب الملک بکرناٹک رفت، چون ایں طرف نتوانست آمد، لاعلاج شدہ بداں طرف شتافت" (۱۵/۱)

اورنگ زیب نے اس کے جواب مین لکھا کہ

"صورتِ ایں مقدمہ آن است، کہ قطب الملک پیش ازیں بچند سال بتقلیدِ عادل خان نظر برزبونی مرزبانِ کرناٹک نمودہ میر جملہ را با اکثر لشکرِ خود بداں صوب فرستادہ کہ برخے از ولایت کرناٹک را انتزاع کند، موی الیہ بآں سرزمین رسیدہ بعض قلاع ومحال را باخزائن ودفائن ودیگر غنائم بدست آورد، وچوں اورا بداں جا قوتے واستقلالے پیدا شدہ، وسرانِ سپاہ قطب الملک را کہ باو تعین بودند، بحسنِ سلوک ورعایت از خود ساختہ وسوائے آں جمعیت خوبی فراہم آورد، وقطب الملک بدگمان شدہ اورا طلبیدہ بود، و بعد از آمدنِ او قصدِ آں داشت، کہ اورا نابینا کند واد، دراں وقت بلطائف الحیل خود را از چنگِ او خلاصی نمودہ، باز بجانبِ کرناٹک رفت وقرار داد، کہ دیگر نزد قطب الملک نیاید

تا آنکہ دریں ولا، قطب الملک بر مافی الضمیر او وقوف یافتہ او را طلب نمود، ہر چند دریں وادی مبالغہ کرد، سود مند نیفتادہ موجب افزونی توہم میر جملہ گشت، و عذر ہائے موجہ پیش آوردہ بآمدن تن در نداد، ورفتہ رفتہ پرواز روئے کار بر افتاد، واکنوں ہماں ولایت و قلاع را کہ گرفتہ بود، دارد و لشکر قطب الملک بدستور با او ہمراہ است، و با مرزبان کرناٹک طرح اخلاص انداختہ عادل خان را نیز از خود راضی دارد، غالباً ایں مقدمہ از قرار واقع مذکور محفل جلال نشدہ" ($\frac{15}{16}$)

شاہجہان کی اس بدگمانی اور غصہ کے باوجود بھی اورنگزیب، میر جملہ کو راضی کرنے کی کوشش میں مصروف رہا، لیکن وہ تو وقت ٹالنا چاہتا تھا، اس لیے پہلے اس نے اورنگزیب کو یہ لکھا، کہ اس نے قطب الملک سے یہ وعدہ کیا ہے کہ

"بعد انقضائے مدت دو سال یا بدیدن قطب الملک بیاید، یا ترک نوکری کردہ عزیمت حرمین شریفین نماید" ($\frac{3}{89}$)

لیکن اس کے بیٹے نے سفیر کو یقین دلایا کہ

"چوں میر مومی الیہ از قطب الملک مطمئن نیست وایں قرار بنا بر مصلحت وقت بمیاں آوردہ اگر مراحم بے دریغ بادشاہانہ واثق گردیدہ، بیقین بداند، کہ موافق خواہش و آرزوئے خویش سرفرازی خواہد یافت، بدرگاہ خواقین پناہ رجوع خواہد یافت" (ایضاً)

اس لیے اورنگزیب نے اپنی کوشش کو دو سال تک روک دینے کی جگہ برابر جاری رکھا اور اس کے ساتھ ہی شاہجہان سے دریافت کیا کہ

"دریں صورت اگر ازیں مرید در باب منصب و دیگر مطالب قول نماید و نظر بآنکہ بریں تقدیر البتہ عادل خان و قطب الملک یکے شدہ کمر بکین او خواہند بست، التماس امداد و کومک کند

ایں فدوی او را چہ پایہ امیدوارِ نوازشِ بادشاہی سازد، و بندہا ے درگاہِ معلی را تا کجا باور
او تعین کند، و ہمیں جمعیت کہ در ینجا است اکتفا نماید، یا از حضورِ مقدس نیز التماس کند، دریں
وادی بعنوانے کہ ارشاد شود عمل خواہد نمود" (ایضاً)

لیکن شاہجہان اورنگزیب کو برابر لکھتا رہا کہ ایک معتبر آدمی مقرر کر کے میر جملہ کے پاس بھیجو کہ وہ جاکر اسے لے آئے، مگر میر جملہ دفع الوقتی چاہتا تھا، اور اس نے اورنگزیب کو جو کچھ لکھا اس کے متعلق وہ شاہجہان کو اس طرح اطلاع دیتا ہے:۔

"در بابِ تعین فرمودنِ معتمدے از پیشگاہِ خلافت بآوردنِ میر مومی الیہ بافرمانِ عنایت عنوان و ارسالِ یرلیغ گیتی مطاع لازم الاذعان مصحوبِ او بقطب الملک مشتمل بر عدم منع میر مزبور و پسرش از ادراکِ سعادتِ بندگیٔ درگاہِ جہاں پناہ، آنچہ بخاطرِ ملکوت ناظر پرتو انداختہ عین صواب است، لیکن چوں دریں ولا از عرضداشتِ میر مومن ملازمِ سرکار گردوں مدار کہ از پیشِ میر جملہ مراجعت نمودہ، بگلکندہ رسیدہ، چناں بوضوح انجامیدہ کہ میر مشار الیہ باوجودِ صدقِ اعتقادے کہ نسبت بآستانِ سلاطین پاسباں دارد، بواسطۂ انصرامِ بعض کارہاے ضروری از فراہم آوردنِ اموال و امتعہ کہ بہ بنادر وغیرہ فرستادہ و بنا بر وفاے وعدہ کہ باولی نعمتِ قدیم خود نمودہ تا یکسال درجاے خویش بسر بردہ بعد ازاں بر تقدیرے کہ تا آں زمان رازِ او برملا نیفتد، و از آسیبِ دنیا دارانِ بیجاپور و گلکندہ مصئون گردد، قصدِ استلامِ عتبۂ خلافت خواہد نمود، لہذا ایں مرید بالفعل التماسِ اصدارِ مناشیرِ والا و تعینِ ملازمِ درگاہِ معلی نمی تواند کرد" (۱/۲۲)

میر جملہ کا نفاق مگر جب میر مومن اورنگزیب کے پاس واپس آگیا، اور اس نے میر جملہ کی اصلی چال کو واضح کر دیا، اس وقت اورنگزیب کو اس کی ہوشیاری و خفاشی کا حال معلوم ہوا، اور اس نے

فوراً شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا کہ

"حقیقت میر جملہ نوعیکہ محمد مومن مذکور تقریر نمود این است کہ او بحسب ظاہر چنان وامی نماید کہ بجز آستانِ خواقین پناہ پاسبان ملجاے و پناہے ندارد، بعد از فراہم آوردن انواع کہ در بنادر و جاہا پراگندہ ساختہ روانۂ استلامِ عتبۂ خلافت خواہد گشت، لیکن از اوضاع و اطوارش پیدا است کہ ایں ارادہ از صمیم قلب نیست، چوں ولایتے آباد مشتمل بر قلاع و بنادر و معاون بدست آوردہ با صاحبِ قدیم برہم زدہ و عادل خان را نیز بواسطۂ عدم قبول نوکری او، از خود آزردہ کردہ، بجہت مصلحت اظہارِ بندگی و ارادت بجنابِ خلافت مینماید، و تا وقتیکہ حتی المقدور بلطائف الحیل خود را از شرِ ایں دنیا داراں نگاہ می تواند داشت، اصلا ترک آں ولایت نخواہد کرد، و رجوع بجاے نخواہد آورد، جمعیتِ او نہ ہزار سوار پنجہزار نوکر و چہار ہزار ملازمانِ قطب الملک کہ از و شدہ اند، و بست ہزار پیادہ خواہد بود، و سامانش از زر و نقد و جواہر نفیسہ و توپخانہ و فیلانِ خوب و اسپانِ عراقی و عربی و سائر اسباب تجمل و حشم بمرتبۂ کمال است، خوش ظاہر میانہ بالا خیلے با سلوک و از فہمیدگی و رسائی آنچہ نوکرانِ عمدۂ ملوک را باید بہرۂ وافی اختصاص یافتہ و زمینداران کرناتک را ہمدار او احسان از خود کردہ و با اخلاص حبشی سر لشکرِ عادل خاں کہ در ولایتِ کرناتک حاکم و صاحب اختیار است، طرح محبت و اخلاص انداختہ بسیار ہوشیار و خبردار بسر می برد" (۵۴ ب)

اس کے بعد اورنگ زیب نے اپنی کوشش بھی ختم کر دی، اور واقعات کا انتظار	میر جملہ خطرہ میں

کرنے لگا، لیکن اس حالت کو زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا، کہ قطب الملک اور عادل شاہ دونوں کو میر جملہ کی چالوں اور کارروائیوں کا حال معلوم ہو گیا، اور ان دونوں نے مل کر یہ کوشش شروع کر دی، کہ جس صورت سے بھی ہو، میر جملہ کے اثر و اقتدار کا خاتمہ کر دیا جائے، اب میر جملہ کو اپنی

حفاظت کی ایک ہی صورت نظر آتی تھی، اور وہ یہ کہ جس صورت سے بھی ہو سکے وہ مغل حمایت و ملازمت حاصل کرلے، چنانچہ اس نے اورنگزیب کو اس کے متعلق خطوط لکھنا شروع کئے، اورنگزیب کو جب یقین ہوگیا، کہ اس مرتبہ میر جملہ واقعی سچ لکھتا ہے، تو اس نے شاہجہان کو اس کے متعلق تمام حالات لکھ کر اس کو اور اس کے بیٹے کو شاہی ملازمت مین داخل کرنے کی درخواست کی، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"چوں از مطاوئ عرضداشتِ میر جملہ سعید . . . . بوضوح پیوست کہ دنیا داران دکن بر صورتِ ارادۂ مومی الیہ اطلاع یافتہ قصدِ آں دارند، کہ اتفاق نمودہ جمعیت بر سرِ او بفرستند و او از شنیدنِ ایں مقدمہ متوہم گردیدہ، و از آنجا کہ خود را از زمرۂ دولتخواہانِ جہاں پناہ تصور می کند، و بحبل المتینِ حمایت و اعانتِ اولیاے دولت قاہرۂ اعلحضرت توسل جستہ بدونِ حکمِ اقدس بتدبیرِ کارِ خویش نمی تواند پرداخت و امیدوار است کہ بتوجہ و عنایتِ پیر و مرشدِ حقیقی از آسیب دنیا دارانِ دکن محفوظ باشد، بنابراں . . . . . . نوعے کہ راے خورشید ضیاے ممالک آراے اعلحضرت دریں باب اقتضاء فرماید، باہِں فدوی حکم شود، و مطابق آں بعمل آید" ( )

شاہجہان نے اورنگزیب کے خط کے جواب مین لکھا کہ میر جملہ، اور اس کے لڑکے محمد امین کو شاہی ملازمت مین داخل کر لیا جاے، اورنگزیب کو جس وقت شاہجہان کی منظوری کی اطلاع ملی، اس نے میر جملہ اور اس کے لڑکے کو اس سے مطلع کر دیا، اور اس کے ساتھ ہی شاہجہان کو لکھا کہ چونکہ میر جملہ بہت گھبرایا ہوا ہے، اس لیے جلد از جلد دربار سے ایک شخص بھیجا جاے جو میر جملہ کو آگرے جاے،

"درباب میر جملہ قطب الملک انچہ راے خورشید ضیا عالم آراے اعلحضرت . . . . .

اقتضا فرمودہ محض صواب است، از آنجا کہ دریں وقت میر مذکور از شنیدن بعض اخبار متوہم و مضطرب شدہ۔ . . . . . بنابراں اگر در اصدار فرامین مطاعہ مصحوب معتمدے از ایستادہای پیشگاہ خلافت نوعے کہ بخاطر ملکوت ناظر الہام مآثر پیر دستگیر صافی ضمیر پرتو اندا خته تاخیر نرود، گنجائش دارد، ایں مرید مجدداً اورا نوید توجہات و تلطفات پادشاہی مستبشر ساختہ نشانے مشتمل بریں مژدۂ دولت واقبال بادنوشت"(۶/۹۲)

چنانچہ ۱۴ر صفر ۱۰۶۶ھ (۳ر دسمبر ۱۶۵۵ء) کو قاضی محمد عارف کشمیری دوم بخشی کی معرفت "خلعت فاخرہ بامنشور نوازش متضمن عنایت منصب پنجہزاری پنجہزار سوار باو و دو ہزاری دو ہزار سوار بمحمد امین پسرش و یرلیغ قضا نفاذ باخلعت خاصہ بقطب الملک در باب عدم ممانعت او و متعلقانش . . . . فرستادہ شد[1]"

محمد امین کی گرفتاری مگر ابھی قاضی عارف دکن تک پہنچا بھی نہ تھا، کہ گولکنڈہ میں حالات نے عجیب صورت اختیار کرلی، میر جملہ کا لڑکا جو قطب الملک کے دربار میں اپنے باپ کی نیابت کرتا تھا، اپنے ارکانِ خاندان کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا، گرفتاری کا سبب یہ تھا، کہ اس میں تہذیب اخلاق، اور سنجیدگی کا فقدان تھا، باپ کی دولت اور مغل حمایت کے خیال نے اسے بدتمیز بنادیا تھا، ایک دن نشہ سے چور دربار میں آیا اور اس قالین پر جس پر قطب الملک بیٹھا کرتا تھا نہ صرف سو گیا، بلکہ قے بھی کردی، قطب الملک کے لیے یہ ناقابل برداشت تھا، وہ پہلے ہی سے جلا ہوا موقع کی تلاش میں تھا، اس نے ۲ر صفر ۱۰۶۶ھ (۲۱ر نومبر ۱۶۵۵ء) کو قید کرنے کا حکم دیدیا، اور اگرچہ گرفتاری کے وقت اس نے قطب الملک کو اورنگزیب کا وہ خط جو اس نے اس کی مغل ملازمت کے متعلق لکھا تھا، دکھایا، لیکن اسکا بھی کوئی اثر نہیں ہوا، اور نگزیب کو

---

[1] وارث ص ۱۶۹،

جب اس کی خبر ہوئی، تو اس نے مغل وقار کو قائم رکھنے کے لیے ضروری سمجھا کہ وہ قطب الملک سے محمد امین کو چھڑالے، اس کی صورت یہ تھی، کہ شاہجہان قطب الملک کو اس قسم کا ایک فرمان بھیجے، اور اگر وہ اس فرمان کی اطاعت سے انکار کرے، تو مغل حکومت حربی قوت کے ذریعہ اپنے حکم کو منولے، اورنگزیب نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا کہ

"قطب الملک دوم شہر حال محمد امین پسر میر جملہ را . . . . گرفتہ در قلعہ گلکندہ محبوس ساختہ از آنجا کہ استماع ایں خبر سبب مزید اضطراب وتوہم میر مشار الیہ خواہد شد، واز کوتہ اندیشی قطب الملک دور نیست، کہ آسیبے بہ پسر او برساند، اگر ایں مرید بزودی بارشاد تدبیر ایں کار سرفرازی یابد بصلاح اقرب است" (۹۵)

شاہجہان نے اس خط کا یہ جواب دیا،

"آں مرید لشکرے را کہ بر سر جاتیہ تعین نمودہ، دستوری دہد، کہ بحوالی قلعہ قندھار رفتہ در آنجا توقف نماید، وگر مناسب داند، خود والا پسر کلان خود را بقندھار بفرستد، ونشانے بقطب الملک بنویسد کہ میر محمد سعید و پسر او را اعلیحضرت داخل بندہائے درگاہ جہاں پناہ نمودہ اند، باید کہ پسرش را روانۂ ایں جانب نماید، والا لشکر ظفر اثر را بگلکندہ رسیدہ داند" (۹۶)

یہاں پر ہم اس عام بیان کی صاف وصریح تردید کر دینا چاہتے ہیں، کہ اورنگزیب خود گلکنڈہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا، حالانکہ مذکورۂ بالا خط سے صاف ظاہر ہے، کہ اورنگزیب نے شاہجہان سے صرف استصواب کیا تھا، اور یہ شاہجہان تھا جس نے اوسے فوج جمع کرنے اور عدم تعمیل حکم کے وقت حملہ کرنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ اورنگزیب نے شاہجہان کے خط کا یہ جواب دیا۔

"ایں مرید . . . . بہ ہادی داد خاں نوشتہ بود، کہ با ہمراہان خویش و جمعے

از جملۂ فوجِ مرزا خاں کہ با و خواہند پیوست، بسرحدِ ولایتِ گلگندہ برود، اکنوں مطابقِ فرمودۂ اقدس بعمل آوردہ، نشانے مشتمل برامید و بیم بدستِ یکے از ملازمانِ معتمدِ خود بہ قطب الملک ارسال خواہد داشت، و بہادی داد خاں نوشت کہ بقلعۂ قندھار رسیدہ در آنجا عنان باز کشد و متعاقب . . . . . . خانہ زادِ اعلیٰ حضرت را با بقیہ عساکر . . . . . . دستور خواہد داد، کہ بداں صوب شتابد و گر قطب الملک توفیقِ اطاعت نیافتہ بموجبِ حکمِ اقدس عمل نہ نماید، و تنبیہِ او ضرور شود، یا عادل خاں در صددِ امدادِ او درآید، ایں مرید خود نیز عازمِ آں حدود خواہد گشت۔" (ایضاً)

اس کے ساتھ اورنگزیب نے قطب الملک کو یہ خط لکھا:۔

"اعلحضرت . . . . . . میر محمد سعید را در سلکِ بندہاے درگاہ سلاطین پناہ عزِ انسلاک بخشیدہ . . . . . . حکم . . . . . شرفِ نفاذ یافتہ کہ قاضی عارف . . . . . . او را با پسر و اتباعش بحضور پرنور اقدس بیاورد، و دریں ولا از عرائض . . . . . میر عبد اللطیف بمسامع علیہ رسید کہ آں قطبِ سماے شوکت و ابہت باوجود اطلاع بر قدسی مضامینِ نشانِ عالی شان کہ بمیر محمد امین . . . . صادر شدہ بود، و موی الیہ آں حرز بازوے دولت را روزے کہ بقید درآمد، با یشاں نمودہ، . . . . . او را با متعلقاں بقلعۂ گولکندہ فرستادہ بضبطِ اموالِ آنہا پرداختہ اند، . . . . اکنوں باید کہ بمجرد آگہی بر مضمونِ ایں دیباچۂ صحیفۂ عزت و کرامت کہ فی الحقیقت، منطوق یر لیغ معلی است، پسر محمد سعید را با متعلقانِ او و تمامی اموالِ آنہا از نقود و جواہر و افیال کہ دریں ایام بضبط آوردہ اند بصحوبِ ملازم سرکار نامدار کہ حاملِ ایں نشانِ خجستہ عنوان است ببارگاہِ اقبال بفرستد . . . . "

اگر آن مرکزِ دائرۂ نیک اختری . . . . . در وادیٔ نقضِ عہد ہادی شدہ . . . . .

. . . . مطابق فرمودہ عمل نمانید، بموجب حکمِ گیتی مطاع لازم الاتباع فرزندِ سعادت مندِ خود

را . . . . . . تعین خواہیم فرمود . . . . ."

یقین کہ آں زبدۂ اماجدِ کرام . . . . در تہیۂ اسباب دشمن کامی و بدانجامیٔ

خود سعی نخواہند نمود" (آداب نمبر ۱۴۳)

مگر اورنگزیب کو اس بات کا بھی علم تھا، کہ اس کی درخواست کے باوجود شاہجہان نے دکنی حکمرانون کو اس بات کی تاکید نہین کی ہے، کہ وہ اورنگزیب سے بلا واسطہ تعلق رکھین، بلکہ اس کے برخلاف قطب الملک اور عادل شاہ کے سفیر دربار مین موجود تھے، اور وہ دارا وغیرہ سے مل کر اور ان کی سازشون مین شریک ہوکر، ہر وقت اس بات کی کوشش مین لگے رہتے تھے کہ جس صورت سے بھی ہو دکن کے صوبہ دار کو ذلیل کیا جاے کہ اسکی کمزوری و بے اعتباری ہی مین، ان کی کامیابی، بزرگی، اور زندگی پنہاں تھی، اس لئے اورنگزیب کو خطرہ پیدا ہوا (اور جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا، کہ خطرہ صحیح تھا) کہ اگر قطب الملک کے وکیلِ دربار نے وہان دارا وغیرہ سے ملکر شاہجہان کے حکم کو بدلوا دیا، تو کرناٹک کے معاملہ کی طرح اس مین بھی اس کو ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑیگا، اس لیے فوج کو تنبیہی کا حکم دینے سے پہلے ہی اس نے شاہجہان کو لکھا:۔

"بر تقدیرے کہ راہِ عرض والتماسِ ہم سازیٔ دنیا داران کہ عرائض بدرگاہِ والا جاہ بفرستاد

تمہیدِ پیش کشہاے گرامیہ خواہند نمود، مسدود گردد، و دیگر از طرفے دریں ہم دخیل نشود،

بتوفیقِ ایزدی و توجہِ پیر و مرشدِ حقیقی بآسہل وجہے آں مملکت بانچہ میر جملہ از ولایت کرناٹک

گرفتہ و کمتر از ملکِ گولکندہ نیست بانفائس و نوادرِ موفور . . . . بحوزۂ تصرف

. . . . . . در آمده فتح نمایاں . . . . نصیبِ اولیاے دولت ابد پیوند خواہد گشت" (۱۲/۹۶)

ایک دوسرے خط مین اورنگزیب نے اس سے بھی واضح طور پر لکھا کہ "قطب الملک قبل ازیں ملا عبد الصمد وکیلِ خود را بعتبۂ خلافت فرستادہ بوساطتِ او بعض ملتمسات معروض داشتہ بود، و دریں وقت کہ کار بر و تنگ گردیدہ و زوالِ ملک و دولتِ خود را براے العین می بیند، وسائل انگیختہ واز در عجز والحاج درآمدہ در بابِ نجاتِ خویش عرائض بوالا درگاہ ارسال خواہد داشت و تعہدات نمودہ التماسِ صدورِ فرمانِ عنایتِ ملکے وسیع مشتمل بر چندیں قلاع و خزائن و دفائن کہ میر جملہ بنفسہ اول سعی و اہتمام از زمینداران کرناٹک مستخلص ساختہ خواہد کرد، و پذیرائی ملتمساتِ او در تمشیتِ ایں مہم عمدہ و آمدنِ میر مذکور مخل است، ایں مرید امید چناں دارد کہ تا رسیدنِ پسرِ مومی الیہ وظہور بعض مراتب دو تخواہی وصولِ ملتمساتِ او بتعویق افتد، و عرض و التماسِ اہل غرض در بارۂ او مسموع نشود، تا ایں مطلب سترگ کہ از اتفاقاتِ حسنہ است موافقِ خواہشِ خاطر ملکوت ناظر مرشد کامل آگاہ دل کہ بدانشِ خدا داد و خردِ صواب اندیش از آغازِ ہر کار انجامِ آں را درمی یابند صورت پذیرفتہ، اضعاف آنچہ بتوسطِ وکلاے قطب الملک بعرض مقدس برسد بوجہے کہ اعلحضرت بہ پسندند، و سببِ مجرائی نیکو خدمتیٔ ایں فدوی گردد، بحصول پیوندد" (۱۶/۱۰۲)

مگر شاہجہان نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہین لکھا، اور نہ اس نے ان سفرا و وکلائ کی کوششون کو روکنے کی کوشش کی، اسکا جو نتیجہ ہوا وہ اورنگزیب کے خطرہ کو صحیح ثابت کرتا ہی،

آغازِ جنگ — شاہجہان کا حکم پاکر اورنگزیب نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ۸ ربیع الاول ۱۰۶۶ھ (۲۶ دسمبر ۱۶۵۵ء) کو حیدر آباد کی سرحد کی طرف روانہ کیا، اور اس کے ساتھ اسے یہ ہدایت

کردی کہ

"اگر قطب الملک پسرِ میر جملہ و متعلقانِ او را خلاص نسازد، بے توقف بحیدرآباد درآمدہ بموجب

حکمِ اقدس کام و ناکام محبوساں را از قید برآورد" (۹۰/۲۰)

چنانچہ وہ ۲۰ ربیع الاول (۷ جنوری سنہ ۱۶۵۶) کو ناندیر پہنچ گیا، لیکن قطب الملک نے نہ تو اورنگزیب کے خط کی پروا کی نہ شہزادہ کے ناندیر پہنچنے کی اطلاع سے متأثر ہوا، ہمارا خیال ہے کہ قطب الملک کے اس رویہ کی اس کے سوا کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی، کہ اس کو اس بات کا یقین تھا، کہ وہ اورنگزیب کا حکم مانے بغیر دارا وغیرہ کی سفارش ہی سے اپنا کام نکال لیگا، مگر اورنگزیب اصول کا پابند اور اپنے فرض سے اچھی طرح واقف تھا، اسلیے جب اُسنے دیکھا کہ ایکطرف تو قطب الملک میر جملہ کے لڑکے کو علی حالہ قید رکھکر نہ صرف اورنگزیب بلکہ خود شاہجہان کے صاف و صریح حکم کی خلاف ورزی کر رہا ہے، اور دوسری طرف بیجاپور سے فوجی اتحاد کی کوشش مین لگا ہوا ہے، تو ایک طرف تو اس نے شہزادہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیدیا، اور دوسری طرف بادشاہ کو بھی اس کی اطلاع دیدی کہ

"قطب الملک باوجود اطلاع بر کیفیتِ حکمِ گیتی مطاع و استماعِ خبر رسیدنِ

خانہ زاد بناندیر از نخوت و پندارِ خود و استظہار و اعتقاد کہ بر امدادِ عادل خاں دارد

تا حال پسرِ میر جملہ را از قید بر نیاوردہ، دست از وے باز نداشتہ . . .

. . . ." (۱۴۷/۱)

اس کے بعد ۱۳ ربیع الثانی (۲۸ جنوری) تک بھی اورنگزیب کو قطب الملک کی کسی

لہ سلطان محمد نے بھی قطب الملک کو اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ اگر وہ میر جملہ کے لڑکے کو رہا نہ کردیگا تو وہ شاہجہان کے حکم کے مطابق حیدرآباد پر حملہ کردیگا۔

کاروائی کی اطلاع نہین ملتی، اور چونکہ نوجوان شہزادہ کا تنہا گلکنڈہ کے علاقہ مین داخل ہونا مصلحت سے دور معلوم ہوتا تھا، اس لیے اورنگزیب خود بھی اس تاریخ کو اورنگ آباد سے روانہ ہوا اور اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دیدی کہ

"این فدوی . . . سیوم شہر حال . . . . از اورنگ آباد برآمد و فردای آن مقام نمودہ کوچ در کوچ روانہ مقصد شد . . . . . قطب الملک باوجود اطلاع برمضمون نشانِ این مرید کہ قبل ازین بموجبِ حکم مطاع باو ارسال داشتہ بود، تا حال پسرِ میر جملہ را رہا نکردہ" (۱۵/۱۰۱)

اورنگ زیب نہایت تیزی سے سفر کر رہا تھا، کہ اسے راستہ مین شہزادہ محمد سلطان کا خط ملا کہ:-

"بعد از رسیدنِ او بدو منزلِ حیدرآباد، قطب الملک پسرِ میر جملہ را با متعلقان بہمان لباسے کہ مقید بودند، برآوردہ، بعبداللطیف حاجب حقیقی و ابوالقاسم و سید علی فرستادہای این مرید سپرد" (۱۶/۱۰۲)

اس لیے اورنگزیب نے اس کو لکھا کہ:-

"چون قطب الملک پسرِ میر جملہ را رہا کردہ، و در نوائی حیدرآباد جای مناسب سپاہیانہ اختیار نمودہ بموجب حکم اقدس تا رسیدنِ میر جملہ دران مکان توقف نماید" (ایضًا)

اورنگزیب نے قطب الملک کو جو خط لکھا تھا، اس مین صرف ان قیدیون کی رہائی ہی کا مطالبہ نہ تھا، بلکہ اس مین یہ حکم بھی تھا، کہ وہ میر جملہ کا تمام ضبط شدہ مال بھی واپس کردے، لیکن قطب الملک نے موخرالذکر کی تعمیل نہین کی تھی، تاہم اورنگزیب سمجھ رہا تھا، کہ جب اوسنے ایک حکم مان لیا ہے، تو دوسرے کی بھی تعمیل ضرور کرے گا، اس لیے وہ اپنے اس خط کے

جو اس نے ۲۲ ربیع الاوّل (۹ جنوری) کو بادشاہ کو مزید ہدایات کے متعلق لکھا تھا، جواب کے آنے تک راستہ ہی مین ٹھہرنا چاہتا تھا، کہ اسے شہزادہ کے خط سے معلوم ہوا، کہ

"قطب الملک پیش از وصول خانہ زاد بنواحیٔ حیدرآباد، متوہم و ہراسان گردیدہ شب چہار شنبۂ پنجم ربیع الثانی (۲۲ جنوری) گریختہ در قلعۂ گلکندہ متحصن گشت، و فردائے کہ خانہ زادِ اعلیٰ حضرت میخواست کہ بر تالاب حسین ساغر کہ از شہر یک و نیم کروہ است فرود آمدہ، نوعے کہ مامور است تا آمدنِ میر جملہ در آنجا بسر برد، قریب شش ہزار سوار و دہ دوازدہ ہزار پیادہ تفنگچی و باندار و غیرہ از ملازمانِ قطب الملک در برابر لشکرِ فیروزی اثر آمدہ آغازِ شوخی و اظہارِ جرأت و جسارت مینمایند، و بے باکی را از حد بردہ، پیش می آیند و باستعمالِ آلاتِ کارزار می پردازند" (الخ)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہزادہ کو بھی مجبوراً اپنی مدافعت مین ہتھیار اٹھانا پڑا اور:-

بشعلۂ بان و بندوق و ضربِ شمشیر آبدار دمار از روزگار آنہا بر می آورند و چہار پنجہزار بان و بارود و غیرہ اسبابِ آتشبازی بدست آوردہ وآں بے عاقبتان را منہزم گردانیدہ تا دیوارِ پشت شہر راندہ، جمعے را مقتول و مجروح می سازند، و ہنگامۂ قتال و جدال امتداد یافتہ آخر الامر اولیاے دولت قرینِ فیروزی و نصرت معاودت کردہ، بر تالاب مسطور منزل مینمایند" (الخ)

اس لیے اورنگزیب فوراً حیدرآباد کی طرف روانہ ہوگیا،

قطب الملک کا عجیب رویہ | قطب الملک نے اس وقت ایک عجیب و غریب اور نامفہوم حکمت عملی اختیار کر رکھی تھی، ایک طرف تو اس نے میر جملہ کا مال واپس کر دیا تھا، اور شہزادہ محمد سلطان کے پاس روزانہ اپنے سفراء بھیجکر صلح کی گفتگو اور رحم کی درخواست کرتا، اور دوسری طرف اسکی

فوج جب موقع پاتی شہزادہ کی قیام گاہ پر حملہ آور ہو جاتی، اس دورنگی مین کسی فیصلہ تک پہنچنا سخت مشکل تھا، اس کے ساتھ ہی قطب الملک، عادل شاہ کی فوجی امداد پر بھروسہ کئے ہوے وقت گذار رہا تھا، اور تیسری طرف حیدرآباد کا شہر بلا کسی حاکم و فوج کے ہر شریر النفس کو لوٹ مار کی دعوت دے رہا تھا، اور اس کو اسی حالت مین چھوڑ دینا در اصل قتل اور غارتگری کا اذن عام دینا تھا، مزید بران اگر شہزادہ اپنی فوج کو حسین ساغر ہی پر رہنے دیتا، تو اس کے معنی یہ تھے کہ اس کی فوج ہر وقت بے پناہ رہتی، اور قطب الملک کے سپاہی جس وقت اور جس طرف سے چاہتے، اس پر آگ کی بارش کر سکتے تھے، اس لیے شہزادہ، ربیع الثانی (۲۴ جنوری) کو حیدرآباد مین داخل ہو کر شاہی محل مین ٹھہرا، اور تمام شہر مین جو زیادہ تر لکڑی کی عمارتون کا بنا ہوا تھا، باشندون کی جان و مال کی حفاظت کے لیے اپنے سپاہی مقرر کر دیئے، اورنگزیب شایستہ خان کو ایک خط مین اس کے متعلق اس طرح لکھتا ہے :-

"فرزند سعادت مند . . . . . از تالاب حسین ساغر کوچ نمودہ بشہر درآمدہ در محافظت سکنۂ آن بلدہ از نہب و غارت عساکر قاہرہ مساعی جمیلہ بظہور آوردہ، آن چنان شہرے وسیع معمور را بواقعی ضبط نمود" (آداب نمبر ۲۶۵)

قطب الملک نے اس عرصہ مین جو کوششین شہزادہ کو رام کرنے کی کین، ان کے متعلق خود اورنگزیب کے الفاظ یہ ہین :-

"قطب الملک پیشواے خود را با پیشکشے بخدمت آن والاتبار فرستادہ معروض داشتہ کہ چہل لک روپیہ پیشکش بدہد، و صبیۂ خود را داخل خدمۂ حرم سراے آن بلند اقبال ساختہ ہر سال موازی پیش کش مقرری بادشاہی بلا زمان برساند" (ایضاً)

لیکن شہزادہ، اپنے باپ کی عدم موجودگی میں کچھ نہ کرسکتا تھا، اس لیے اس نے صاف جواب دیدیا کہ اورنگزیب کے آنے تک کسی قسم کی کوئی گفتگو نہین کیجا سکتی، اس جواب کو پاکر قطب الملک نے ایک طرف تو عادل شاہ کو ایک مرتبہ پھر امداد کے لیے لکھا، اور دوسری طرف گلکنڈہ کے ناقابل تسخیر قلعہ کو محاصرہ کے لیے تیار کرنا شروع کردیا، اور اس طرح اس کی فوج نے پہلے تالاب حسین ساغر پر اور پھر گلکنڈہ کی فصیل سے گولہ باری کی ابتدا کرکے اورنگزیب کو فوجی طاقت استعمال کرنے کا موقع دیا، اورنگزیب ۲۰ ربیع الثانی (۲۶ فروری) کو حیدرآباد پہنچا اور قبل اس کے کہ وہ تھوڑی دیر آرام بھی کرے اس نے اسی حالت مین :-

"از فرطِ حماست بدائرہ نیامدہ فیل سوار بجہت تعینِ ملچار و دیدنِ دورِ قلعہ کہ قریب کردہ است رفتند . . . . دریں ہنگام قریب پنج شش ہزار سوار . . .

لے حاشیہ صفحہ ۲۹۸ بعض مورخین نے غلطی سے ان دونون کی لوٹ کو جو شہزادۂ محمد سلطان کے قیام تالاب حسین ساغر اور داخلۂ حیدرآباد کے درمیان مین ہوئی، مغلون کی طرف منسوب کردیا ہے اور انکے بعد کے مورخین نے شہزادہ کی جگہ اورنگزیب کا نام لکھدیا، حالانکہ وہ غریب اُسوقت ناندیر مین تھا، لیکن اسکے ساتھ اس بات سے بھی انکار نہین کیا جاسکتا، کہ شہزادہ محمد سلطان نے محل کی چیزون پر قبضہ نہین کرلیا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس نے محل کی تمام چیزون کو ضبط کرلیا تھا، اور اس ضبطی کی یادگار ایک کتاب خدابخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین موجود ہے، یہ تزک جہانگیری کا قدیم ترین نسخہ ہے، اس پر خود شہزادہ کے ہاتھ کی یہ عبارت درج ہے :-

"این کتاب جہانگیر نامہ را کہ حضرت جنت مکانی خود تصنیف نمودہ اند، در دار الفتح حیدرآباد از کتب خانۂ قطب الملک گرفتہ شد، حررہ محمد سلطان" (فہرست جلد، صفحہ ۵۸)

خود اورنگزیب نے بھی اسکو ایک خط مین تسلیم کیا ہے، دیکھو خط نمبر ۱۰۰ ص ۱۴۴، عاقل خان اور ٹورنر نے بھی اسکا ذکر کیا ہے۔

دہ دوازدہ ہزار پیادہ در برابر عسکر قریب... آمدہ، باندا ختن بان و تفنگ، آتش پیکار برافروختند و قلعہ نشیناں نیز از بالائے حصار فراواں توپ وبان سر دادند[1]

گولکنڈہ کا محاصرہ | اورنگزیب کو مجبوراً اپنی ۱۵ روزہ سفر کی تکان سے چور فوج کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا، اور دکنی فوج حسب معلوم کچھ دیر لڑکر، کچھ جنگل کی طرف، اور کچھ قلعہ کے اندر بھاگ گئی، اس کامیاب جنگ کے بعد اورنگزیب اپنے خیمہ مین واپس آیا، اور دوسرے ہی دن، اس نے محاصرہ شروع کر دیا، محاصرہ صرف تین جانب سے کیا گیا تھا، کیونکہ نہ تو اس کے پاس اتنی فوج تھی، کہ وہ اُسے قلعہ کے چارون طرف پھیلا سکتا تھا۔ نہ مرکزی شاہی امرا، اس وقت اپنی جماعتون کے ساتھ پہنچے تھے، اور نہ قلعہ شکن توپین اور محاصرہ کے دوسرے سامان ہی اس کے پاس تھے، پھر بھی ان مشکلات کی موجودگی مین بھی اس کا اس جنگ کا کامیاب طریقہ سے ختم کرنا، اس کے تدبر، اس کے حسن انتظام، اور اس کی فوجی قابلیت کی بین دلیل ہے، اس کے ساتھ یہی چیزین اس الزام کا بھی جواب ہین کہ اورنگ زیب کا مقصد قطب الملک کو قتل اور اس کے علاقہ کو فتح کرنا نہ تھا، اگر یہ اس کا ارادہ ہوتا تو وہ ابتدا ہی سے اس کا بندوبست کرکے چلتا، دوسرے یہ کہ یہ اورنگزیب کا مشورہ نہ تھا، بلکہ خود شاہجہان کا حکم تھا، کہ اگر قطب الملک تعمیل حکم نہ کرے، تو اس کے ساتھ فوجی کاروائی کیجائے اور یہی وجہ تھی کہ ۲۳ دسمبر ہی کے خط کے ساتھ اس نے شایستہ خان وغیرہ کو بھی حکم دیدیا تھا، کہ وہ فوراً اپنے فوجی دستون کے ساتھ دکن پہنچ جائین[2] اگر شاہجہان کی یہ خواہش نہ ہوتی، تو وہ نہ تو دوسرے صوبون کے صوبہ دارون کو اس کی شرکت کا حکم دیتا، اور نہ اورنگزیب ہی کو فوجی کارروائی کی اجازت ملتی،

بہرحال محاصرہ شروع کر دیا گیا، اور یہ محاصرہ ۱۲ ربیع الثانی سے ۱۴ جمادی الثانی

---

[1] وارث صفحہ ۱۸۱ ۔ [2] ایضاً

(۷ فروری تا ۳۰ مارچ) تقریباً دو مہینہ رہا، اس عرصہ مین ایک طرف [illegible] بھی
امرا، اپنے داماد وغیرہ کو شہزادہ محمد سلطان کے پاس اظہارِ عجز اور سفارش کے لیے بھیجتا رہا، اور دوسری
طرف اس کی فوجین جب موقع پاتین، تو مغلون کی فوج پر حملہ کرتی رہتین، اسی کے ساتھ
قطب الملک نے دربار مین دارا وغیرہ کو بیش قیمت تحائف دے کر، ان کی وساطت سے
یہ کوشش شروع کر دی، کہ شاہجہان اس کے قصور معاف کر دے، چنانچہ شاہجہان نے ایک خط
اورنگزیب کی معرفت قطب الملک کو "مشتمل بر ذرہ پروری و کرم گستری" بھیجا، یہ خط اورنگزیب
کو ۹ جمادی الاول (۲۴ فروری) کو ملا، لیکن اس وقت تک اورنگزیب نے محاصرہ مین
ایک بڑی حد تک کامیابی حاصل کر لی تھی، اس لیے اس نے بہتر سمجھا کہ جب تک اپنی
شرائط کو نہ منوا لے، اس خط کو قطب الملک کے پاس نہ بھیجے، چنانچہ اس نے اس خط کو
روک لیا اور اس کارروائی کی اطلاع بادشاہ کو دیدی، شاہجہان نے بھی اورنگزیب کی اس دوراندیشی
کو پسند کیا، درباری مورخ کا بیان ہے:-

"بادشاہ زادۂ عالی تبار فرمانے را کہ بقطب الملک صادر شدہ بود، پیشِ خود نگاہ داشتہ
عرضداشت نمودند کہ چوں بالفعل رسیدنِ فرمانِ قطب الملک باعثِ خیرگی او می گردد
تا یکسو شدنِ معاملہ در فرستادنِ آں توقف نمودہ، بعد از انجامِ کار فرستادہ خواہد شد"
یرلیغ قضا نفاذ صدور یافت کہ منشور مقدس پس از مقرر نمودنِ پیش کش و گرفتنِ
صبیۂ او با خلعتے کہ سابق فرستادہ شد، بفرستند"[1]

صلح کی گفتگو اس اثنا مین قطب الملک نے آدمیون کو اورنگزیب کے پاس تحائف لیکر
روانہ کیا، لیکن اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس کے بعد کوشش یہ شروع کیگئی، کہ شہزادہ

[1] وارث صفحہ ۱۰۳،

محمد سلطان کے ذریعہ سفارش کرائی جائے۔ اس لیے قطب الملک نے میر فصیح و میر احمد کو شہزادہ کے پاس روانہ کیا، اور درخواست کی، کہ کم از کم اس کی معمر و ضعیف ماں کو آنے اور اورنگزیب سے ملاقات کرنے کی اجازت دیجائے، بہرحال اورنگزیب نے یہ درخواست قبول کرلی، اور شہزادہ نے قطب الملک کو لکھا کہ اگرچہ تمہارے قصور اس قابل نہیں ہیں، کہ تمہاری کوئی درخواست قبول کیجائے، پھر بھی میری کوششوں سے اورنگزیب اس بات پر راضی ہوگیا ہے کہ وہ اس ضعیف و معمر خاتون سے ملاقات کرے، چنانچہ

"میر احمد ..... و ابوالفضل معموری شب یکشنبہ بست و دوم (۸ رمارچ) حسب الامر پیش رفتہ (والدۂ محترمہ قطب الملک) را بدائرۂ شایستہ خان آوردند، خان مشار الیہ باحترام تلقی نمودہ، در روز دیگر ..... بوساطت خان مشار الیہ سلطان را دیدہ .....
.. وچوں سلطان التماس نمودہ کہ او خواہش دارد کہ خود آمدہ مدعات و مطالب را معروض دارد، بنابراں او را بحضور طلبیدند[1]"

قطب الملک کی ماں جب اورنگزیب کی خدمت میں باریاب ہوئی، تو اس نے

"بذریعہ عجز و انکسار و وسیلہ ندامت و ضراعت التماس عفو جرائم و خطاہاے قطب الملک و تعین کمیت پیشکش بادشاہی و قبول ازدواج صبیہ او بسلطان نمود[2]"

اس پر اورنگزیب نے

"ملتمس او را پذیرفتہ فرمودند کہ یک کرور روپیہ از جواہر ثمینہ و نقد و افیال بجزاں واصل سازد[3]"

اور اس طرح وقتی صلح حاصل کرکے قطب الملک کی ماں واپس ہوئی، مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ اگرچہ اورنگزیب نے اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا تھا، کہ وہ کسی قسم کی کارروائی

[۱و۲و۳] وارث صفحہ ۱۸۳-

نہ کرین، اور وہ اطمینان سے اپنے مورچون مین بیٹھے تھے، کہ کئی بار ان کو قطب الملک کی فوج کے حملون سے دوچار ہونا پڑا،[1] لیکن اورنگزیب نے مدافعت کے سوا کوئی جارحانہ کارروائی نہین کی، حالانکہ اس وقت تک اس کے پاس قلعہ اودسہ کی بڑی توپین اور دوسرے صوبون کی فوجین امداد کے لیے پہنچ چکی تھین، اور ۱۴ رجمادی الثانی (۲۰ رمارچ) کو میر جملہ بھی اپنے توپخانہ اور فوجی دستہ کے ساتھ باریاب ہوگیا تھا، ان حملون کے مقابلہ مین اورنگزیب قطب الملک کیساتھ غصہ کی جگہ مہربانی ہی کا اظہار کرتا رہا، چنانچہ اس نے صرف اس وجہ سے کہ قطب الملک کی والدہ ماجدہ نے "برائے تخفیف پیشکش التماس نمودند" یہ کیا کہ

"ازجملہ پنج لک ہون کہ اداے آں بوعدہ سہ سالہ مقرر شدہ یک لک ہون حسب الالتماس آں عفیفہ مکرمہ ودیک لک ہون باستدعاے عروس محترمہ خود معاف فرمودیم" (آداب نمبر ۱۳۲)

شاہجہان کا حکم

یہ شرائط طے ہی ہو رہے تھے، اور سلسلۂ مراسلت جاری ہی تھا کہ اورنگزیب کو ایک دن شاہجہان کا ایک خط ملا، کہ وہ محاصرہ کو ختم، اور قطب الملک کا پورا ملک اس کو واپس کر کے فوراً اپنے صوبہ کو لوٹ جاے، اس خط کا شان نزول یہ ہے، کہ اس عرصہ مین قطب الملک کے سفیر عبدالصمد نے دارا اور اس کی جماعت کو اپنا موافق بنا کر شاہجہان کو یہ یقین دلا دیا، کہ قطب الملک نے ہر شرط منظور کر لی ہے، البتہ اورنگ زیب اس کو تنگ اور اس سے مزید رقم وصول کرنے کے لیے وہان موجود ہے، اور حملہ کے وقت سے اس نے اس وقت تک لاتعداد جواہرات اور دوسری قیمتی چیزین تحفے کے طور پر قبول کر لی ہین، اور ان کی بادشاہ کو اطلاع بھی نہین دی ہے بس پھر کیا تھا، شاہجہان نے بلاتحقیق فوراً ہی مذکورۂ بالا حکم نافذ ہی نہین کر دیا بلکہ اس کے ساتھ نامہ برون کو بھی ہدایت کر دی گئی کہ وہ اس کے مضمون کی تشہیر کرین، اورکا

[1] چنانچہ غریب میر اسداللہ ولد میر فضل اللہ بخاری اسی اطمینان کے نذر ہوا،

نتیجہ یہ ہوا، کہ ابھی اورنگزیب، شاہجہان کے حکم کے مطابق شہزادہ سلطان کی رسم نکاح کو ادا بھی نہ کر سکا تھا، کہ ۱۴ رجمادی الثانی (۳۰ر مارچ) کو تمام فوج کو دفعتہً روانگی کا حکم دینا پڑا، اور یہ نکاح اس روانگی کے ۵ دن بعد ۱۹ رجمادی الثانی (۲۵ر مارچ) کو معمولی طور سے انجام پایا[1]،

اسی واقعہ کی وجہ سے اورنگزیب کی عزت وخودداری کو جو صدمہ پہنچا، وہ اس مزید رنجش اور کشمکش کے مقابلہ مین جو اسی سلسلہ مین باپ بیٹے مین پیدا ہوئی، بالکل معمولی معلوم ہوتی ہے، اس کشمکش کے حالات سے پتہ چلتا ہے، کہ شاہجہان، اورنگزیب کو کس طرح بے اعتبار سمجھتا تھا، اور کس طرح اس کے خلاف ہر شکایت کو سچ تسلیم کرکے اس کے خلاف ذلیل سے ذلیل کارروائی کرنے پر تیار ہو جاتا تھا، ہم شاہجہان کی ان غیر پدری وغیر منصفانہ کارروائیون مین سے بعض کو اجمالاً بتا دینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہو جائے کہ جنگ برادران کے لیے خود شاہجہان کس طرح راستہ صاف کر رہا تھا:

باپ بیٹے کا اختلاف شاہجہان نے اورنگزیب سے جس وقت گولکنڈہ کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کو کہا تھا، اس وقت اس سے یہ بھی وعدہ کیا تھا، کہ اس جنگ مین جو "جواہر وافیال" ملین گے، وہ سرکاری ملکیت ہون گے، اور جو نقد وصول ہو گا، وہ اورنگزیب کا حق ہو گا، چنانچہ

---

[1] اورنگزیب اور قطب الملک سے جو آخری صلح ہوئی ہے اس مین یہ تھا کہ وہ ایک کروڑ ۲۵ لاکھ تاوان دے، اسمین سے اورنگزیب نے پہلے ۲۵ لاکھ اور پھر دس لاکھ گھٹا دیے اور پھر ۲۰ لاکھ شاہجہان نے معاف کر دیے، اس طرح اسے تقریباً ۷۰ لاکھ ہی دینا پڑا، دوسری چیز یہ تھی کہ رامگیر کا علاقہ بطور ضمانت مغلون کے حوالہ کر دیا جائے، تیسری چیز سلطان محمد کی قطب الملک کی دوسری لڑکی سے شادی اور چوتھی چیز جیسا کہ بعض مورخین کا بیان ہے، یہ تھی کہ چونکہ قطب الملک کے کوئی اولاد نرینہ نہین ہے، اسلئے اسکی موت کے بعد سلطان محمد ہی قطب الملک کا جانشین ہو، یہ ایک خفیہ معاہدہ تھا، لیکن میر جملہ کے ذریعہ شاہجہان کو بھی شاید اس کا علم ہو گیا تھا،

اورنگزیب نے اسی وعدہ پر بھروسہ کرکے دوسرون سے روپیہ قرض لیکر جنگ کے اخراجات برداشت کیے، لیکن جب لڑائی ختم ہوگئی، تو شاہجہان نے اس خیال کے زیر اثر کہ اورنگزیب نے لامعلوم بیش قیمت تحائف قطب الملک سے لیے ہین، اور ان کی اطلاع تک نہین دی ہے، لکھا کہ "نقد و جنس جو کچھ ملا ہے، سب کا سب سرکاری خزانہ مین داخل کر دیا جائے" اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگزیب تقریبًا ۲۰ لاکھ کا مقروض ہوگیا، چنانچہ اس کے متعلق اورنگزیب ایک خط مین میر جملہ کو، جو معظم خان وزیر شاہجہان ہو چکا ہے، لکھتا ہے:۔

"چوں در آغاز ایں مہم فرامین مقدسہ بصدور پیوستہ کہ از جملہ پیشکش قطب الملک جواہر و افیال تعلق بسرکار بادشاہی دارد و نقد ہرچہ بدست آید بسرکار عالی متعلق است، و برائے سرانجام ضروریات مہم و سامانِ سپاہ مبلغے درکار بود، بنابراں تکیہ بر احکام والا نمودہ در حین رجوعِ خدمت، التماسِ مساعدہ مناسب ندانستہ مبلغ معتدبہ از خانہ زادِ اعلحضرت بطریق دست گرداں گرفتہ، صرف تہیۂ سفر و انجام مردم خود ساختیم و مطمح نظر آں بود کہ از جملہ انچہ بما عائد گیرد، عوض دادہ خواہد شد،

دریں ولا کہ تمامی مبلغ پیشکش بہ سرکار عالی تعلق یافتہ ہرچہ تاحال بہمہ جہت واصل شدہ بود، داخلِ خزانۂ عامرۂ دولت آباد گردیدہ، فکر ادائے قرض و طلب سپاہ وغیرہ کہ قریب بست لک روپیہ است بغایت دشوار مینماید، نزدیک شش ماہہ طلب مردم شدہ و ازیں رہگذر تفرقہ بحالِ آنہا راہ یافتہ" (آداب نمبر ۱۸۷)

لیکن شاہجہان نے اتنا ہی نہین کیا، بلکہ اورنگزیب نے اس سلسلہ مین جو خدمات انجام دی تھین ان کے صلہ مین اس کو یہ خط ملا کہ تمھارے پاس تحفہ کے طور پر جو کچھ ہے اس کو تم فورًا دربار مین بھیجدو، اس کے جواب مین اورنگزیب نے ان تمام چیزون کو جو اسے اور

اس کے بیٹے کو ملتمین بادشاہ کے پاس بھیجدیں، اس کے ساتھ اس نے اس کے متعلق جو مفصل خط معظم خان کو لکھا ہے، وہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، کہ اورنگزیب پر اخفائے تحائف کا جو الزام لگایا گیا تھا کس قدر غلط تھا، شاہجہان کا طریقہ کار کس قدر اشتعال انگیز تھا، اورنگ زیب کو اس سے کس قدر روحانی صدمہ پہنچا، اور اس کے باوجود اس نے کتنے ضبط، کتنے صبر اور کتنی اطاعت گذاری سے کام لیا[1]،

"اگرچہ باوجود مشاہدہ بعض امور خلافِ رسم و عادت کہ بتقریب چنین خدمت و فسر ماں برداری

---

[1] اورنگزیب کا ایک اور خط جو میر جملہ کے نام ہے، اس معاملہ پر مزید روشنی ڈالتا ہے، اس کا ضروری خلاصہ یہ ہے:-

"کیفیت و کمیت آنچہ از جواہر و اسپ و فیل قطب الملک بسرکار عالی فرستادہ و لفرزند سعادتمند کامگار ما دادہ و از جملہ یک کرور و پانزدہ لک روپیہ پیشکش بادشاہی محسوب نشدہ براں عمدہ دو لتخواہان درگاہِ معلی پوشیدہ نیست تمامی آں اشیا منحصر بود در چند زنجیر فیل و چند سر اسپ و پارۂ مرصع آلات کہ ایشاں و عمدۃ الملک خان جہاں نیز آنرا دیدہ اند، چوں دراں میاں چیزے کہ تحفگی داشتہ باشد و الماس طرہ آوردہ والدہ قطب الملک چنانچہ بنظرِ ایشاں درآمدہ خال سیاہے داشت و قیمتِ یاقوت فرستادہ او بچہار ہزار روپیہ نمی رسید، مکرر واپس دادہ بودیم، ثانی الحال نظر بآنکہ قیمتِ ایں اشیا در مبلغ پیشکشِ بادشاہی محسوب نیست بالتماس خانِ مشارالیہ گرفتیم و از انجا کہ ایں چیزہا شایستۂ آں نبود کہ کیفیت آں را داخل عرضداشت تواں کرد معروض نداشتیم خدانخواستہ اگر اخفا غرض می بود چرا ابجد ہامی نمودیم، الحال نیز اگر مرضی طبع اقدس باشد آں الماس کہ کارگراں خال سیاہ از وی تراشندہ با یاقوت مذکور از نظر انور می تواں گذرانید، ہرگاہ جوہر جان و نقدِ رواں در راہِ مریدی و بندگی درمیان باشد خذف ریزہ چند چہ خواہد بود کہ دریغ داشتہ شود، (آداب ۱۸۷)

بنصۂ ظہور آمدہ موجبِ حسرتِ ما و شماتتِ اعدا گردیدہ نمی خواستیم، کہ باظہار برخے از مقدمات

بپردازیم و از آنجا کہ جمیع اوقات تحصیلِ خوشنودیٔ اعلحضرت را فوقِ متمنیاتِ خویش داشتہ

نسبتہ ہیچ دولت را باآں برابر نمی داریم، بے عنایتی را محض عنایت و ارشاد انگاشتہ راضی

نبودیم کہ شمہ از انچہ دریں وقت برما گذشتہ از دل بزبان آوریم چہ نتیجہ حسنِ خدمت وابستہ

بمساعدت بخت و طالع است و مریدان و بندہا را نظر برآں نبودہ نیست، لیکن چوں

دریں ولا از عرضہ داشتِ وکیل دربارِ معلی سمتِ وضوح گرفت کہ اعلحضرت ازیں کہ حقیقت

انچہ قطب الملک دریں سفر ندامت ثمر با و فرزند سعادتمند برخوردار فرستادہ معروض محفل

مقدس نگردیدہ، طلبش بسیارے می فرمایند، و توجہ بتحقیقِ آں مبذول است، بنابراں لازم نمود

کہ سطرے ازیں ماجرا بآں خان رفیع مکان کہ واقف حال اند، و چیزے برایشاں پوشیدہ

نیست بنویسیم تا درہنگام مناسب بعرض اقدس رسانند،

مستور نماند کہ چوں قطب الملک باآں ہمہ تشدد و تاکید کہ در بابِ جواہر باو می نمودیم، از

شنیدنِ خبرِ تعرضاتِ دربارِ گردو نمدار کہ در لشکر اشتہار یافتہ بود، و اطلاع برمضامینِ فرامین

مطاعہ کہ از روے عتاب بما و عمدۃ الملک خانخان بصدور می پیوست، خیرہ شدہ جواہرِ

خوب ظاہر نساخت، و اصلاً چیزے کہ شایستگیٔ پیشکش داشتہ باشد نفرستادہ، قرارداد

بودیم کہ ہرچند او توفیقِ ایں معنی نیافتہ از شرمندگیٔ خود و انفعالِ دیگرے باک ندارد،

باانکہ جان و مال را نثار و فداے راہ و رضاے پیر و مرشد حقیقی میدانیم بعد از رسیدن

بدولت آباد پیشکش را بآئینے لائق کہ در نظرہا بنماید، و سبب آفریں و تحسین گردد سرانجام دادہ

و سواے جوہر و مرصع آلات و افیاے کہ قطب الملک چہ در پیشکشِ بادشاہی و چہ بما دادہ

و جواہر خوب دیگر از زرِ پیشکش ابتیاع نمودہ و ہرچہ از جملہ جواہر کہ دریں مدت بدفعات

او و عادل خاں برائے ما فرستادہ اند قابل بودہ باشد برآں افزودہ بازیادہ از صد فیل بتوزک تمام بدرگاہ آسماں جاہ ارسال خواہیم داشت چنانچہ مکررًا مافی الضمیر خود بایشاں و عمدۃ الملک خان جہاں بیان آوردہ درپئے ابتیاعِ فیلاں بودیم لیکن ازانجا کہ بمقتضائے آنچہ گفتہ اند،

ما درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال

پیش از ظہورِ مکنونِ خاطرِ ملک ناظر و قبل مراجعت از صوبِ گلکندہ مناشیرِ والا مشتمل بر احکامے کہ مطلقًا بہ مرادِ ما آشنا نبود، و اصدارِ آں بخاطیان و گناہگاران مناسب می نمودہ متواتر صادر شدن گرفت، و قدغن بر قدغن فرمودہ اند کہ جواہر و مرصع آلات و افیال پیشکش قطب الملک را با طلا آلات و نقرہ آلات پیش از برسات بجناب خلافت بفرستیم و باقی خود را بخزانۂ عامرہ بسپاریم و دریں باب مبالغہ بحدے رسید کہ گویا ما تمامی پیشکش را از خود دانستہ بدرگاہ نخواہیم فرستاد یا چیزے ازاں میاں غائب خواہد شد، و خبرِ بے توجہی و تعرضاتِ اعلیٰ حضرت و عزلِ واقعہ نویس و غضبے کہ بر و رفتہ از نوشتجاتِ ہرکارہائے دربارِ معلی بعادل خاں و قطب الملک رسیدہ باعثِ شماتت گردیدہ شورش افزائے خاطر شدہ بود، چنانچہ آنہا بجاجانِ ما اظہارِ ایں معنی می نمودند و مع ہٰذا فرصتِ آں نیافتیم کہ پیش نہادِ قصدِ خود را کہ در سرانجامِ پیشکش داشتیم بعرضِ مقدس برسانیم تا بصورت یافتن آں چہ رسد، بنابراں از روے اضطرار مطابق فرمودہ بعمل آوردہ ہرچہ در وجہ پیشکشِ بادشاہی گرفتہ بودیم ارسال نمودیم، و آنچہ بجہت ما آوردہ بودند، و دراں بہتر از یک الماس و از یک انگشتر یاقوت کہ ایشاں و خان جہاں بکرات آنہا را دیدہ اند، چیزے نیست، و چوں شائستگی و تحفگی باآں نبود، و الماس نوعے کہ آں دستور الوزرا دیدہ اند، خال سیاہے

داشت و وزن و قیمتِ یاقوت راہم می دانند و فرستادنِ آں را در چنین وقت کہ اعتماد بر قول

و فعل ِ ما ندارند، و نزدِ ہر خاص و عام جرم و خیانتِ ما آشکارا شدہ، موجبِ مزید تعرض و

طیش تصور کردہ، دراں باب کوتاہی نمودیم، اکنوں کہ ہمگی توجہ والا مصروفِ تحقیقِ مخفیات

ماست، آں الماس را کہ خال از وی می تراشیدند، نیمکارہ با انگشترِ یاقوت و جمیع جواہرے

کہ در لیساقِ خیر مساق بدست آمدہ بود، با جواہرے کہ برائے فرزندِ سعادتمند بدفعات فرستادہ

و صندوقچہاے کہ بعرضِ اشرف رسیدہ ہمان است با تمام مصحوب ملازمانِ سرکار بدرگاہ

ارسال داشتیم، کہ از نظرِ انور گذشتہ بر تقدیرے کہ مقبول نیفتد آنچہ بنامِ ما بودہ بملا عبد الصمد

عنایت فرمایند، کہ بقطب الملک برساند و تفصیلِ فیلان و اسپاں فرستادہ نیز بموجب

افرادِ جداگانہ با ایں نشان مرسل گشت، خدا نخواستہ اگر بر اخفاکہ ننگ و عار کمترین غلامانِ

ایں درگاہ است، مطلوب می بود، چرا ابعدہاے بادشاہی می نمودیم و جواہرے کہ خانِ

جہاں چرا آنرا قیمت می کرد، چوں ایں چند سنگریزہ کہ اعتبار و مقدارِ آں معلوم است

دیگر را واپس دادہ بودیم و بمبالغہ بسیار گرفتہ شدہ از جملہ یک کرور و پانزدہ لک روپیہ

پیشکش مقررے محسوب بنود، حقیقتِ آں را داخلِ عرضداشت ننمودہ بودیم، پنہان

داشتن چہ گنجایش دارد، اگر مارا با وجود نسبتِ مریدی و بندگی، ما معتمد فرا نگرفتہ نظرے

بصدق و اخلاص و ارادتِ ما می فرمودند، و در برابر ایں قسم خدمتے کہ بمحض کرمِ الٰہی و

اقبالِ بادشاہی تبقدیم رسیدہ سببِ بہجتِ اولیاے دولتِ قاہرہ گردیدہ، اختیار

سرانجام پیشکشے کہ باہتمامِ دیگرے گرفتہ نشدہ بود، بما وا نگذاشتند"

پیش کشے لائق از نظرِ انور می گذشت و ہویدا باشد کہ ادنی مریداں چنیں پیشکشہاے

نمایاں می توانند گرفت، و گذرانید و معنیٔ خلوصِ ارادت و اطاعتِ مرشد و ولی نعمت چیست

چہ تواں کرد کہ سعیٔ من و دل باطل بود" (آداب نمبر ۱۸۸)

ان خطوط کو پڑھنے کے بعد کون انصاف پسند ہوگا، جو اورنگزیب کی مظلومیت پر اظہارِ افسوس اور اس کے ساتھ ہمدردی نہ کریگا، لیکن اگر یہ خرابی یہین پر آکر ختم ہو جاتی، تو بھی کوئی ہرج نہ تھا، جیسا کہ ہونا چاہیے تھا، اس کا اثر خود اورنگزیب کی ذات سے گذر کر، اس کے انتظامِ مملکت پر پڑنے لگا، بیجاپور اور گولکنڈہ کے حکمرانون اور دوسرے لوگون نے جب دیکھا، کہ اورنگزیب کا نہ تو دربار مین کوئی اثر ہے، اور نہ اس کی کسی بات ہی کی شنوائی ہوتی ہے، تو اُنھون نے بھی اس کے احکام کی تعمیل مین غفلت برتنا شروع کر دی، اورنگزیب کے لیے یہ انتہائی آزمایش کا وقت تھا، وہ اپنی اس حالت کو اس طرح لکھتا ہے۔

"ازانجا کہ ایں دنیاداران دکن از استماعِ خبرِ عدم استقلال و اعتبارِ ما و اطلاع بر بے توجہی اعلیٰحضرت و تعرضاتے کہ از پیشگاہِ خلافت میرسد، و مردم یکے را ہزار ساختہ بآنہا می رسانند، از نوشتہ و گفتۂ ما حساب نگرفتہ خود را از رجوع بایں جانب مستغنی دانند، تاکید ما در او اثر نہ کرد، و بمقتضائے آنچہ نوشتہ بودیم بعمل نیاورد، و بعد ازیں نیز ممکن نیست کہ نوشتجاتِ ما بپذیرد"

(آداب نمبر ۱۹۱)

ایسی حالت مین اگر شاہجہان کا کوئی دوسرا لڑکا ہوتا، تو شاید اس سے یہ ذلت و رسوائی برداشت نہ ہو سکتی، مگر یہ اورنگزیب کا کلیجہ تھا، کہ اُس نے ایک مطیع و فرمانبردار لڑکے اور ایک اطاعت گذار سعادتمند بھائی کی طرح باپ اور بھائی کی ہر قسم کی چالون کو دیکھا، ان کے مظالم سہے، ان کی سازشون کا شکار رہا، لیکن پھر بھی اس نے کوئی مخالف کارروائی نہین کی، اپنے فرض سے غافل نہین رہا، اور نہ اس نے کوئی سخت خط ہی لکھا، جب وہ بہت گھبرا جاتا ہے، تو اپنے ایک دوست و غمخوار کو صرف اس قدر لکھتا ہے، کہ

"شاید شب ماہم سحرے داشتہ باشد"

اورنگزیب کو یقین تھا، کہ جب میر جملہ دربار میں پہنچ جائے گا، اور دکن کے اصل واقعات کو بے کم و کاست بیان کر دے گا، تو اس کا پوزیشن ایک بڑی حد تک صاف ہو جائیگا، اور ایک مرتبہ وہ پھر منظورِ نظر ہو جائے گا: کہ میر جملہ کی آزادی، اور اس کے درجۂ وزارت تک پہنچانے میں سب سے زیادہ جس شخص کا ہاتھ کارگر تھا، وہ اورنگزیب کا تھا، میر جملہ نے بھی اپنے ذاتی اغراض کی کامل حفاظت کے بعد جہانتک ہو سکا اورنگزیب کی صفائی پیش کی ہے، اور اسی وجہ سے جب اس کے وزیر ہونے کے بعد ۶ر محرم ۱۰۶۷ھ (۴ر نومبر ۱۶۵۶ء) کو عادل خان کا انتقال ہو گیا، تو شاہجہان کو اس وقت تک اورنگزیب کی طرف سے اتنا اطمینان ہو گیا تھا، کہ اس نے بیجاپور کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے جو حکم دیا تھا، اُس میں اُسی کو سپہ سالار بنا دیا، اور اورنگزیب اپنے اس جدید فرض کی انجام دہی میں مصروف ہی تھا، کہ دارا کی سازشوں کے دفعتہً رونما ہونے نے اورنگزیب کو برادرانہ جنگ کی تیاری کی طرف مجبور کر دیا،

جنگِ بیجاپور یوں تو اواخر ۱۰۴۵ھ (اوائل ۱۶۳۶ء) میں خود شاہجہان نے عادل خان سے بہت اچھے شرائط پر صلح کر لی تھی، لیکن پھر بھی گذشتہ بیس سال میں ان کے تعلقات مسلسل طریقہ سے خوشگوار نہیں رہے، اور ایک مرتبہ جبکہ عادل خان نے اپنے وزیر اعظم کو مغلوں کی طرح "خانخانان" کا خطاب دیدیا تھا، اور دوسری مرتبہ جبکہ اس نے رسم و رواج کے خلاف ہاتھیوں کی لڑائی میدان میں کرائی تھی، تو شاہجہان نے ان چیزوں کو شاہی اختیارات کے استعمال کا جرم قرار دیکر عادل خان سے باز پرس کی تھی، اور عادل خان معافی نہ مانگ لیتا، تو اس جنگ کے شعلے جو ۱۶۵۷ء میں بلند ہوئے، اس سے برسوں قبل دکن کو روشن کر چکے تھے، اس کے ساتھ عادل خان کی اس اطاعت سے اس کو جو فائدے ہوئے، وہ بھی کم اہم نہیں ہیں، ایک طرف

تو شاہجہان نے اس کو "خان" کی جگہ "شاہ" کا خطاب دے کر اُسے اپنے ہمعصرون اور ہم چشمون مین بہت بلند کر دیا، اور دوسری طرف مغل حملون سے مامون رہ کر اس نے دکن مین بحرِ عرب سے لیکر خلیجِ بنگال تک اپنی حکومت قائم کر لی، اور اس طرح دکن کی سلطنتون مین وہ سب سے زیادہ وسیع الحدود و باثر حکمران ہو گیا[1]، مگر اس کے ساتھ اس بات سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا، کہ اس کو اس بات کا بھی برابر احساس تھا، کہ مغل حکومت اُس سے جن احکام کی تعمیل کرانا چاہتی ہے، یا جس اطاعت کی طالب ہے، وہ اس کی خود داری اور اس کے خلافِ شان ہے، اور اسی وجہ سے جب کوئی فرمان مغل دربار سے اس کے پاس آتا، اور اصولاً دس فرمان باڑی تک اس کا استقبال کرنا ہوتا، تو وہ جس صورت سے بھی ہو، اپنی اس علانیہ کم مرتبگی سے بچنے کی کوشش کرتا، کبھی وہ قاصدون کو گران بہا رقم دے کر اس رسم سے نجات حاصل کرتا، اور کبھی بیمار بنجاتا، چنانچہ جب اورنگزیب، دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور اسے عادل خان کا یہ حال اور اس کی یہ چال معلوم ہوئی، تو اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دی، اور شاہجہان نے اورنگزیب کے اس بیان کی تصدیق کے لیے عادل خان کے پاس جن قاصدون کی معرفت فرمان بھیجا، ان کو یہ تاکید کر دی، کہ وہ عادل خان کو اس کی پیشوائی پر مجبور کرین، اس سلسلہ مین جو واقعات پیش آئے، ان کو اورنگزیب نے ان الفاظ مین شاہجہان کو لکھا ہے:۔

"عادل خاں کہ دریں چندگاہ بیماری را بہانہ ساختہ از روے کوتہ اندیشی بمراسم استقبالِ مناشیر مطاعہ نمی پرداخت باآنکہ دریں باب از پیشگاہِ خلافت حکمے بالضا در شدہ بعض تمارض واغواے مردم در تقدیم وظائفِ عبودیت و اطاعت تہاون می ورزد، دریں مرتبہ نیز ارادہ نمودہ بود، کہ مثلِ گذشتہ از دریافتِ ایں سعادت محروم شود و فرستادہاے بارگاہ

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو بساتین السلاطین ص ۲۸۵-۳۱۲،

معلی را برخلافِ قانون قدیم بدستور جمعے کہ دریں ایام پیش ازیں بہار رفتہ بودند، بخانۂ خالکلاں
خود فرود آوردہ آنہا را بفریب و فسوں از راہ ببرد، چنانچہ بمجرد استماعِ ورودِ فرمانِ لازم الاذعان
خود را مریض و رنجور قرار دادہ، میخواست کہ بمکر و تزویر بمراسمِ استقبال نپردازد، و بوسیلۂ
تطمیع از کسبِ ایں شرف و عزت متقاعد گردد، ولیکن چون اعلیحضرت از روے کرامات
حکم فرمودہ بودند کہ نام بردہا باتفاق حاجب ایں مرید او را بایصالِ عطایاے پیشگاہِ خلافت
سربلند سازند، ہر چند دست و پا زد، اندیشہ از قوت بفعل نیامد، و بعد از تعلل بسیار و گفتگوے
بیشمار تا باغ افضل کہ از جاے بودنِ او دو کردہ رسمی است در برابر تالاب شاہپور واقع
شدہ، باستقبالِ فرامین شتافتہ، بوصولِ منشور لامع النور و عطیۂ بارانی سرفرازی اندوخت.
و ملازمانِ درگاہ را بست روز بلطائف الحیل نگاہ داشتہ رخصت نمود، اگر بعد ازیں نیز ہمیں
دتیرہ مقرر گردد، تا موضع ارکہرہ کہ از قدیم براے استقبالِ فرامین تعین است بے توقف
و تاخیر خواہد شتافت،
محمد میرک و ابو طالب زیادہ انچہ حکم شدہ بود، توقعے نکردہ مبلغ معتدبہ کہ عادل خاں تبرط
عدمِ تکلیفِ استقبال، براے آنہا فرستادہ بود نگرفتند، و دو پیدک کہ در وقت رخصت بآنہا
می داد، بجہتِ پاسِ حکم اقدس واپس دادند، اگر دیگراں نیز کہ پیش ازیں بداں جا رفتہ بودند
پاسِ خانہ زادی و بندگیٔ درگاہِ آسماں جاہ داشتہ، توفیقِ امانت و دیانت می یافتند،
او را چہ قدرت و کدام یارا کہ ایں قسم سلوکِ ناشایستہ کہ جز امثالِ او نیست توانستے
نمود، و در تقدیمِ وظائفِ عقیدت و بندگی کہ شرفِ روزگارِ نامورانِ آفاق است
عذر و بہانہ آوردے" (۱۰۹ب)
اس کے علاوہ ہم کو یہ ناقابلِ تردید حقیقت بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ مغلوں کی، اکبر کے عہد

ہی سے یہ حکمت عملی رہی ہے، کہ جس صورت سے بھی ہو سارے دکن کا بھی الحاق کرلیا جائے نظام شاہی حکومت کا حشر اور بیجاپور و گولکنڈہ کے خلاف فوج کشی کے مسلسل واقعات ہمارے پیش نظر ہیں، خود ان دکنی ریاستوں کو بھی اسکا علم تھا، اور وہ مغلوں کی موجودگی میں ایک طرف تو مغل حکومت سے اطاعت و فرمان برداری کا اظہار کرتے تھے، اور دوسری طرف آپس میں ایک دوسرے کی امداد کی سازشوں میں لگے رہتے تھے، اور ہمارا خیال ہے، کہ ان کے خاتمہ کی بڑی وجہ اُن کی یہ دورنگی چال تھی، کیونکہ جب کبھی مغل حکومت کو ان کی اس قسم کی خفیہ سازش کا پتہ چلتا، تو وہ اس کو اپنی منفعت و مصلحت کی بنا پر دہین کھل ڈالنے کی کوشش کرتے، مگر اس وقت ہم کو چونکہ صرف اورنگ زیب کے عہدِ نظامت سے تعلق ہے، اس لیے ہم یہاں پر اُسی سلسلہ کے واقعات کا تذکرہ کرین گے، جو اس کی صوبہ داری سے متعلق ہین،

اورنگزیب جب صوبہ کا گورنر ہوا، تو اس کو بیجاپور کے متعلق جو پہلی اطلاع ملی، وہ خوشگوار نہ تھی، بلکہ اُسی وقت شاہجہان اور بیجاپور کے تعلقات بہت کشیدہ تھے، چنانچہ جب شاہجہان نے ان ناخوشگوار حالات کی اطلاع نئے صوبہ دار کو دی، تو اس نے جواب مین لکھا کہ:-

"نقلِ واقعۂ بیجاپور کہ حسب الحکم الارفع سید علی فرستادہ بود، رسید بر مضمون آں اطلاع حاصل گشت، عجب کہ آں حق ناشناس قدرِ عنایات و تلطفاتِ بے اندازۂ اعلحضرت را کہ زیادہ بر حوصلۂ او بظہور رسیدہ نداند و کفرانِ نعمت نماید، انشاء اللہ تعالے عنقریب جزائے آں خواہد یافت" (۱/۸۴)

بہرحال جب اورنگزیب برہان پور پہنچا اور اُس نے عادل شاہ کو اپنے صوبہ دار ہونے کی اطلاع دی، تو اُس نے رسماً بعض چیزین اورنگزیب کے پاس تحفۃً بھیجدین، اور اورنگزیب نے بھی اس کے بعد اپنا ایک سفیر مقرر کرکے بیجاپور روانہ کیا، اور اس کے ساتھ بھی کچھ چیزین عادل شاہ

کو بھیجیں اس کے ساتھ اس نے شاہجہان کو بھی اپنی اس کاروائی کی اطلاع دی :-

"عادل خان طرہ وزہ گیر مرصع و فیلے با تلایہ ارسال داشتہ قبل ازیں ہرگز چیزے باین زبونی بایں مرید نفرستادہ، بہمہ حال بنا بر امتثالِ حکمِ مقدس انچہ فرستادہ بود نگاہداشت .... این عقیدت اندیش نیز عنقریب جعفر را بہ بیجاپور ..... تعین نمودہ، بعضے مرصع آلات و پارچۂ گجرات ...... خواہد فرستادہ" ($\frac{2}{5}$)

اگرچہ یہ تعلقات قائم ہو گئے تھے، لیکن اورنگزیب کو ان دونوں ریاستوں سے عدم وفاداری کی برابر شکایت رہی، چنانچہ جب شاہجہان نے اورنگزیب سے بہترین توپ انداز مانگے، تو اس نے شاہی دکن میں جتنے توپ انداز تھے، ان میں سے بہترین کو روانہ کردیا، لیکن اس کیساتھ یہ بھی لکھدیا کہ

"در بیجاپور و گلکندہ توپ اندازانِ خوب نشان می دہند، و دنیا دارانِ دکن آنجا باوجود لافِ عقیدت و بندگی و شمولِ عنایات و تفقداتِ بے اندازۂ بادشاہانہ کہ زیادہ از حوصلۂ آنہا شدہ ومیشود، دریں یساق ظفر مساق کہ بخیریت نوبت چہارم بوقوع خواہد آمد، ہیچ گونہ خدمت بتقدیم نرسانیدہ، اگر حکمِ اقدس دریں باب بآنہا صادر گردد سعادتِ خود دانستہ امتثال خواہند نمود" ($\frac{1}{5}$)

اس خط سے یہ بھی صاف پتہ چلتا ہے، کہ اورنگزیب ایک کام بھی شاہجہان کے حکم کے بغیر نہیں کرتا تھا، پھر اس پر ان دکنی حکومتوں کے خلاف سازش کا الزام کہانتک صحیح ہو سکتا ہے،

قطب الملک سے سازش

بیجاپور سے اختلاف کی وجہ یہ بھی تھی، کہ وہ شاہجہان کے پاس پیشکش روانہ کرنے میں بہت تساہل کرتا تھا، اور کئی کئی سال گذر جاتے ہیں اور ہم کو بیجاپور کی طرف

سے کوئی نذر بھی دربار شاہی مین گذرتی نظر نہین آتی، اس کے علاوہ کرناٹک کے سلسلہ مین اس نے جو رویہ اختیار کر رکھا تھا، وہ بہت کچھ تعلقات کی کشیدگی مین معاون ہوا، اور اگرچہ اُس نے ابتدا مین ایک "بے عیب فیل" بھیجکر شاہجہان کو راضی کر لیا تھا، لیکن پھر بھی مغل حکومت اس سے مطمئن نہ تھی، ان سے بڑھکر جس چیز نے تعلقات کو بہت زیادہ کشیدہ کر دیا تھا، وہ عادل شاہ کا وہ معاندانہ رویہ تھا، جو اس نے قطب الملک سے جنگ کے وقت مغل حکومت کے خلاف اختیار کر لیا تھا، چنانچہ اورنگزیب نے اپنے متعدد خطوط مین بیجاپور کی اس دو رنگی کی شکایت کی ہے، ایک خط مین وہ لکھتا ہے :۔

"چوں دریں ولا از نوشتۂ حاجب بیجاپور ہویدا گردیدہ کہ عادل خاں باوجود اطلاع بر حکم لازم الاتباع از خبثِ طینت قصدِ آں دارد، کہ در مقامِ امدادِ قطب الملک درآمدہ، جمع را بکومکِ او بفرستد، بنابراں ایں مرید فشانے بحاجبِ بیجاپور مذکور ارسال داشت تا او را از وخامت عاقبت نافرماں برداری تخویف نمودہ ازاں اندیشہ باز دارد، اگر موی الیہ . . . . . . ترکِ ایں ارادہ نکند انشاء اللہ تعالیٰ . . . . او را نیز . . . . . . نوعے کہ باید تنبیہ خواہد نمود" ($\frac{12}{98}$)

دوسرے خط مین لکھتا ہے کہ

"عادل خاں سپاہِ خود را از اطراف طلب نمودہ درپئے جمع اسباب ادبارِ خویش است و بتحریکِ اغواے جمع کوتہ اندیش لشکر باعانت کمک قطب الملک خواہد فرستاد" ($\frac{13}{99}$)

اورنگ زیب نے عادل شاہ کو جو خط لکھا تھا، اس کا ظاہری نتیجہ اتنا ضرور ہوا، کہ اس نے اورنگ زیب سے اپنی بریت کا اظہار کیا، لیکن در پردہ وہ اپنی سازش مین لگا رہا،

اور جب اورنگزیب کو اس کی اس دورنگی چال کا حال معلوم ہوا تو اُس نے شاہجہان کو بھی اس کی اطلاع دیدی کہ

"عادل خان اگرچہ بحسب ظاہر خیال وامی نماید کہ او را با امداد و اعانت قطب الملک کارے نیست، لیکن پنہاں در مقامِ تہیۂ اسباب کمک در آمدہ، مردم خود را بسر حدہا تعین ساختہ و جمعیت را از جا طلبید، در استحکام برج و بارۂ قلعہ بیجاپور و سائر قلعۂ متعلقۂ خود و سر انجام توپخانہ بجدا ست انچہ بر زبان او می گذرد، دلش را ازاں خبرے نیست۔" ($\frac{15}{101}$)

چنانچہ عادل شاہ نے بیس ہزار فوج افضل خان کی معرفت حیدر آباد کی مدد کے لیے چپکے سے روانہ بھی کر دی،

"عادل خان ناعاقبت اندیش...... افضل نام بھتیارہ را....... با پانزدہ بست ہزار سوار بکمک قطب الملک فرستادہ، و او با ہمراہاں بہ بست کروہی حیدر آباد رسیدہ" ($\frac{16}{102}$)

یہ اطلاع پاکر اورنگ زیب خود حیدر آباد کی طرف روانہ ہوا، اور شاید اسی خطرہ کو محسوس کر کے عادل شاہ نے اپنی فوج نہایت خاموشی کے ساتھ واپس بلالی، اورنگزیب نے بھی یہ دیکھکر کہ اس نے کوئی عملی نقصان نہیں پہنچایا ہے، اس سے اس وقت کوئی تعارض نہیں کیا، مگر عادل شاہ اس کے ساتھ ایک اور چال چلا، اس نے اپنے ملازم ساہو جی بھوسلہ کے لڑکے شیواجی کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ مغلوں کے سرحدی مقامات پر حملہ کر کے ان کی توجہ کو تقسیم کر دے، اورنگزیب نے اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو دیدی کہ

"شیواجی پسرِ ساہو بھوسلہ کہ در محالِ متعلقۂ خود کہ در سرحد جنیر است، می باشد دراں حدود شورش انداختہ" ($\frac{13}{99}$)

مغل کرناٹک پر حملہ | دوسری طرف اس نے شیواجی کے باپ ساہو بھوسلہ کو اس بات پر آمادہ کر دیا، کہ جس طرح قطب الملک نے کرناٹک کے اس علاقہ مین جو میر جملہ کو ملا تھا .. میں تک قبضہ کر لیا تھا، وہ اس علاقہ پر قبضہ کر لے[1]، اورنگزیب کو بھی اس بات کی اطلاع مل گئی، اور اس نے اپنے افسر کو جو اس علاقہ مین تھا، لکھا کہ وہ کرناٹک جا کر میر جملہ کے ملازم محمد ہاشم کو مدد دے، چنانچہ یہ افسر کرناٹک گیا، اور اس نے ساہو کو شکست دی، اس فتح کی اطلاع اورنگزیب اس طرح دیتا ہے کہ

"بسامع علیہ رسید کہ ساہوے بے عاقبت فتنہ سرشت از بندہاے بادشاہی وجمعیت عمدۂ خوانین زماں .... شکست خوردہ آوارۂ دشت ہزیمت گردیدہ، وجوہر حبشی قلعہ دار کھنول (؟) ازیں ارادۂ خویش پشیمان شدہ، قدم ادبار باز پس کشید" (آداب نمبر ۹۶ہ)

نئے قلعہ کی تعمیر | اس کے علاوہ عادل شاہ نے مغل سرحد پر نیا قلعہ بنوانا شروع کر دیا تھا، اور اس سے اورنگزیب کو اپنے سرحدی علاقہ کے متعلق خطرات پیدا ہو گئے تھے، اس نے شاہجہان کو اسکی اطلاع دی اور اس کے حکم کے بموجب اس قلعہ کو منہدم کرا دیا، انہدام کے متعلق اورنگزیب نے جو خط لکھا ہے اس کا ضروری حصہ یہ ہے:-

---

[1] شاہجہاں سے صلح ہو جانے کے بعد ساہو عادل شاہ کے یہاں ملازم ہو گیا تھا، اور اس نے اسے رندولہ خاں کیساتھ کرناٹک فتح کرنے پر متقرر کیا تھا، کرناٹک کا علاقہ فتح کرنے کے بعد اسکو اسی علاقہ مین نئی جاگیر بھی دیگئی کہ اسکی پرانی جاگیر شیواجی کے قبضہ مین تھی! اسکے بعد جب وہ شیواجی کی بدعنوانیون کی وجہ سے گرفتار ہوا اور چار سال تک قید رہکر آزاد کیا گیا تو اسے پھر کرناٹک ہی میں مامور کیا گیا، اس وقت تک رندولہ کا انتقال ہو چکا تھا، اس لیے اب وہ بیجاپوری کرناٹک کا تنہا مالک تھا اور اس طرح باپ اور بیٹے دونون الگ الگ اپنے علاقون کو بڑھا رہے تھے، ساہو جی برادرانہ جنگ کے بعد کرناٹک ہی مین رہا، (مفصل حالات کے لیے دیکھو ڈف، باب ۳ و ۴)

"چون درین ولا بمسامع اقبال رسید کہ گماشتہاے عدالت نصفت مرتبت کہ متکفل مہمات ولایت کوکن اند، در سرحد جنیر قلعۂ جدید احداث نمودہ اند، بنا براں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فوجدار جنیر۔ ۔ ۔ ۔ و سائر بندہاے بادشاہی کہ دراں حدود جاگیر دارند مامور گردیدہ اند کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قلعہ مذکور را منہدم و مسمار ساختہ اثرے بآں نگذارند" (آداب نمبر ۴۸۲)

یہان پر یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے، کہ جنیر ہی کا وہ علاقہ ہے، جہان سے شیواجی اپنی غارتگری شروع کرتا ہوا[1]، احمد نگر کے مضافات تک پہنچ جاتا ہے، اور ہمارا خیال ہے کہ گولکنڈہ کی جنگ مین اگرچہ عادل شاہ نے خود علانیہ مدد نہین کی تھی، لیکن شیواجی اور ساہو جی کے ذریعہ یقیناً اس نے مغلون کی توجہ کو تقسیم کرنے کی سازش کر رکھی تھی، اورنگ زیب کے ان خطوط سے جو اس نے معظم خان وغیرہ کو لکھے ہین، صاف پتہ چلتا ہے کہ اورنگزیب کو بیجاپور کی طرف سے کھٹکا لگا رہتا تھا، اور وہ اس بات کو بھی سمجھتا کہ قطب الملک نے صلح کرنے کے بعد جو معاندانہ روش اختیار کر رکھی ہے، اس مین بیجاپور کا بھی ہاتھ ہے، خود شاہجہان کو بھی ان تمام باتون کا علم تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ جوہنی اورنگزیب نے شاہجہان کو اس بات کی اطلاع دی، کہ عادل شاہ کا انتقال ہو گیا ہے، تو اس نے فوراً نہ صرف اورنگزیب کو اس کے علاقہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا، بلکہ اپنے وزیر اعظم اور دوسرے سرحدی صوبہ دارون کو بھی اس کی مدد کے لیے روانہ کر دیا،

عادل شاہ کی وفات

عادل شاہ نے ۲۶ر محرم ۱۰۶۷ھ (۴ر نومبر ۱۶۵۶ء) کو انتقال کیا، اورنگزیب نے ایک صوبہ دار کی حیثیت سے ایک طرف تو عادل شاہ کی بیوہ کے نام تعزیت کا خط لکھا،

[1] اس کی وجہ عام طور سے یہ بتائی جاتی ہے کہ اس ضلع کا دیش مکھیہ اسی خاندان کا آدمی ہوا کرتا تھا، اور شیواجی کی پیدائش بھی یہین ہوئی تھی، ڈف باب ۴ صفحہ ۱۰۲

اور دوسری طرف شاہجہان کو اس کے انتقال کی خبر دی۔ یہان پر ہمارے بعض مورخین اورنگزیب پر یہ الزام لگاتے ہین، کہ وہ بیجاپور پر حملہ کرنے کے لیے موقع کی تلاش مین تھا، حالانکہ اورنگزیب کے ہزارون خطوط مین کہین بھی اس کا شائبہ تک نہین ہے، ایک لائق بڑے مؤرخ نے بھی ان خطوط سے جو کرناٹک کے متعلق میر جملہ کو لکھے گئے ہین، اسی نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، وہ ایک وقتی چال تھی، جس کا اسی وقت استیصال کر دیا گیا تھا، لیکن اس کے ساتھ اس حقیقت سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا، کہ مغل حکومت ہر ممکن موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی حکومت کو وسیع کرنا چاہتی تھی، اور آج بھی یہ شہنشاہیت اور وسعت حکومت کا بھوت ہر حکومت پر سوار ہے،

اس کا جانشین عادل شاہ کی وفات کے بعد پہلا سوال اس کے جانشین کا تھا، اور اس معاملہ مین ضرور تھا کہ بیجاپوری حکومت مغل حکومت کا استمزاج حاصل کرتی، کیونکہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہین، بیجاپوری حکومت اگرچہ سالانہ کوئی پیشکش نہین دیتی تھی، پھر بھی اس بات پر مجبور تھی کہ وہ ہر معاملہ مین مغل حکومت کے احکام کی پوری پابندی کرے، اور کوئی کام حتیٰ کہ افسرون کو خطاب دینا یا نیا قلعہ بنوانا تک اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے، پھر جانشینی کا معاملہ کس طرح اس کی پسندیدگی کے بغیر طے ہو سکتا تھا، اس کے علاوہ اس معاملہ نے اس لیے اور بھی پیچیدہ صورت اختیار کر لی تھی کہ جس شخص کو اس کا جانشین بنایا جا رہا تھا، اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ عادل شاہ کا لڑکا نہین ہے، بلکہ وہ "پسر خواندہ مجہول النسب" ہے، اور ایسے شخص کا بلا اعلیٰ حکومت کی اجازت کے تخت پر بیٹھ جانا یقیناً سیاسی حیثیت سے خودسری کا مترادف تھا، مگر بیجاپوری امرا نے اس کا کوئی خیال نہین کیا، اور عادل شاہ کی وفات کے بعد ہی اس پسر خواندہ کو علی عادل شاہ ثانی کے نام سے

تخت پر بٹھادیا، شاہجہان کو جب اس کی اطلاع ہوئی، تو اس نے اس کارروائی کو اپنے اختیارات مین مداخلت سمجھکر اورنگ زیب کو نہایت سختی سے لکھا کہ وہ بیجاپور پر حملہ کردے، شاہجہان نے اس حملہ کا جو مقصد رکھا تھا اور جس سے اس کے دلی حالات کا پتہ چلتا ہے، اسے خود ہم کو اسی کی زبان سے سننا چاہیے، اورنگزیب میر جملہ کے ایک خط مین شاہجہان کے الفاظ نقل کرتا ہے:-

"اعلحضرت . . . . . . در منشورے کہ بعد ظہور صحت خبرِ وفات عادل خاں . . .

. . . . . بخط اشرف اعلیٰ بنام نامئ ما صادر شدہ صریح حکم فرمودہ اند کہ . . . . . .

بصوب سرحدِ بیجاپور توجہ نمودہ اگر تسخیر تمامئ آں مملکت دست بہم دہد، فھو المراد والا ہر قدر قلاع ومحال کہ از ولایتِ نظام الملک بہ عادل خاں متوفی تعلق داشت، بحوزۂ تصرف

لہ سر سرکار نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے، کہ شاہجہان کو عادل شاہ کے اندرونی معاملات مین دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہ تھا، لیکن جو حالات ہم نے عادل شاہ و شاہجہان کے تعلقات کے سلسلہ مین لکھے ہین وہ مظہر ہین، کہ شاہجہان کو اسکا حق حاصل تھا، اور آج بھی ریاستون مین گدی کے متعلق تمام معاملے ریزیڈنٹ یا گورنر جنرل ہی کے ایما سے طے ہوتے ہین، اس کے علاوہ سرکار کا خیال ہے کہ علی عادل شاہ اگرچہ عادل شاہ کے محل خاص سے نہ تھا، لیکن اسی کی کسی دوسری منکوحہ کی اولاد ضرور تھا جس کو اس کی محل خاص نے متبنی کر لیا تھا، لیکن یہ خیال بھی صحیح نہین ہے، اور نہ اس کے ثبوت مین کوئی تاریخی شہادت پیش کیجاسکتی ہے، اگر وہ کسی منکوحہ کا لڑکا ہوتا، تو کہین اس کی اصل مان کا ذکر آتا، پھر خود مغلون کے یہان بادشاہ کی مختلف حرمون کی جو اولاد ہوتی تھی، وہ اپنے کو مساوی سمجھتی تھی، ایسی حالت مین اس کے تبنی کرنے کی کیا ضرورت تھی، تیسرے اورنگزیب نے اپنے تمام خطوط مین اس کو "پسر خواندہ اور مجہول النسب" کے نام سے یاد کیا ہے، اور کوئی شخص دیدہ و دانستہ ایسے اہم معاملہ کے متعلق اسقدر مسلسل غلط بیانی نہین کر سکتا،

درآوردہ بازاے عنایت مملکت قدیمہ ابراہیم خاں یکے ور روپیہ نقود و جواہر و افیال بجہت سرکار بادشاہی پناہ بلند روپیہ نقد برائے سرکار عالی پیشکش گرفتہ بدستور ولایت گولکنڈہ در آنجا نیز خطبہ و سکہ را مقرر سازیم و بعد ازاں ہمت بہ تسخیر گولکنڈہ کہ بہ نسبت بہ بیجاپور آسان تر است، مصروف داشتہ شود" (آداب نمبر ۲۰۲)

یہان پر اتنی بات تو صاف ہو جاتی ہے، کہ شاہجہان، بیجاپور کی اصل حکومت پر دست درازی نہین کرنا چاہتا تھا، بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس نے ۲۰ سال پہلے بعض حالات کی بنا پر نظام شاہی حکومت کا جو حصہ عادل شاہ کو دیا تھا، اُسے حاصل کرلے، اور اسے گولکنڈہ کے برابر کردے تاکہ ان دونون کی باہمی چشمک کا بھی خاتمہ ہو جائے، گولکنڈہ پر حملہ کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا تھا، کہ قطب الملک نے وعدہ کے خلاف مغلون سے کرناٹکی علاقہ پر پیشقدمی شروع کردی تھی[1] یہ تمام حالات خطوط مین مفصل طور سے موجود ہین ہم طوالت کے خیال سے ان کو نظر انداز کرتے ہین، البتہ یہان پر اورنگزیب کے متعدد خطوط سے بعض کا وہ حصہ نقل کر دیتے ہین جس سے نئے حکمران کے ابتدائی حالات پر روشنی پڑتی ہے، اور جس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ وہ عادل شاہ کا لڑکا نہ تھا، چنانچہ اورنگزیب، خود قطب الملک کو جو عادل شاہ کا سالا

---

[1] اورنگزیب نے ایک خط مین گولکنڈہ کی اس کاروائی کا ان الفاظ مین ذکر کیا ہے:-

"قطب الملک کوتہ اندیش را ہرچند بموعظت و نصیحت از خواب غفلت بیدار ساختیم و قبح ورکاکت ناشایستہ اورا کہ دریں ایام کہ مرتکب آں گردیدہ بود، باو وانمودیم، اصلاپند پذیر نگشتہ ..... جمعیت خود را بصوب کرناتک فرستادہ و باغوائے زمیندار آنجا پرداختہ کار بجائے رسانید کہ دراں سرزمین غبار شورش برخاستہ ایں اخبار بمسامع جاہ و جلال رسید حکم اقدس بتخریب بنیان مملکت او صادر شد" (آداب نمبر ۲۰۲)

مگر اورنگزیب نے کچھ تو اس خیال سے کہ قطب الملک کو سر کرلینا آسان ہی اور کچھ اس لحاظ سے کہ حال ہی مین اس سے رشتہ داری قائم ہوئی تھی اور اس نے حتمی وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ہمیشہ اورنگزیب کے احکام کی تعمیل کریگا، اس کے خلاف کوئی کاروائی نہین کی۔

تھا، اس کے متعلق لکھتا ہے:۔

"چوں قبل ازیں بعرضِ اقدسِ اعلیٰ رسیدہ کہ از صلبِ عدالت و نصفت دستگاہ فرزندے نیست کہ جانشینِ آں مرحوم مغفور تواند شد، و آنچہ دریں ولا بسعیٔ خانِ محمد و گروہے دیگر در بیجاپور بظہور آمدہ منافیٔ آن است . . . . استفسار نمائیم کہ ایں نقشِ بے ثبات . . . . بدونِ حکمِ جہانمطاع عالم مطیع چگونہ صورت خواہد بست"

(آداب نمبر ۱۳۹)

بنام میر جملہ:۔

"عرضداشتِ محمد زمان حاجبِ بیجاپور رسیدہ و چوں مشتمل بود بر خبرِ وفات عادل خاں و جانشین شدنِ "پسرِ خواندۂ مجہول النسب" بسعی و اہتمام خانِ محمد آں را بعینہ بدرگاہ جہاں پناہ فرستادہ" (آداب نمبر ۱۹۸)

بنام خانِ جہان (شایستہ خان):۔

"پوشیدہ نماند کہ عادل خاں بست و ششم محرم الحرام از جہاں رفتہ و ہمشیرۂ قطب الملک باتفاقِ خانِ محمد و جمعے دیگر از کوتاہ بیناں "پسر خواندہ مجہول النسب" را جانشینِ او قرار دادہ" (آداب نمبر ۲۷۷)

جب اورنگزیب کو بادشاہ کا حکم ملا، تو اس کے ساتھ ہی اسے یہ ہدایت بھی ملی، کہ جب تک میر جملہ وہاں پہنچ نہ جائے، وہ اپنے دار السلطنت سے روانہ نہ ہو، اس حکم خاص کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے، کہ شاہجہان یہ چاہتا تھا، کہ پہلے حملہ کا انتظام مکمل اور پوری فوج کا حال معلوم ہو جائے، تو پیشقدمی کیجائے، لیکن قطب الملک سے جنگ کے سلسلہ میں اورنگزیب پر جو غلط الزام لگائے گئے تھے، اور جس کی وجہ سے ایک عرصہ تک باپ بیٹے کی خط و کتابت بھی

بند رہی تھی، اُسے دیکھکر یہ باور کرنے کے بھی کافی وجوہ ہین، کہ شاہجہان اس مرتبہ اس بات پر راضی نہ تھا، کہ وہ اورنگزیب کو آزادانہ طریقہ سے ہر کاروائی کے لیے چھوڑ دے، بلکہ میر جملہ کو اس کے ساتھ رکھ کر اپنے خیال مین اورنگزیب کی ایک ایک حرکت کی نگہبانی کرنا چاہتا تھا، مگر اورنگزیب کا دل پہلے سے ٹوٹ چکا تھا، دربار مین دارا کی مسلسل سازشون، بادشاہ کے بلا وجہ عتابون، اور دکن کے حکمرانون کی عدول حکمیون نے اسے انتہائی درجہ تک مایوس کردیا تھا، اس کی تمام قوتِ عمل، اس کا سارا ولولہ، اس کا تمامتر جوش، ختم ہو چکا تھا، لیکن اس مایوسی، اس ناامیدی، اس ناکامی، اس نامرادی، اور اس تاریکی مین بھی اس نے امید کا دامن نہ چھوڑا، صراط مستقیم سے باہر قدم نہین رکھا، فرض شناسی سے غافل نہین رہا، اور اپنے باپ اور اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل مین کبھی ایک لمحہ کی تاخیر، یا کوتاہی نہین کی، جب اس کو شاہجہان کا یہ حکم ملا، کہ وہ عادل شاہی سرحد پر حملہ آور ہوا، تو اس کا جی نہین چاہتا تھا، پھر بھی اس خیال سے کہ شاید اس کے ذریعہ وہ بادشاہ کو خوش کر سکے، اس مہم کی تیاری کے لیے آمادہ ہو گیا، وہ میر جملہ کو لکھتا ہے:۔

"اگرچہ ما اعتماد و اعتبارِ خود را کہ تمشیتِ خدمات بغیر بودنِ آں میسر نیست کرۃً بعد اخری آزمودہ ایم، و بتازگی نیز ہر چہ روے دادہ از آغاز تا انجام بر ایشاں ہویداست، لیکن برائے پاس نسبت مریدی و بندگی . . . . . . بقدر مقدور آنچہ بایستے در ہر باب بعمل آوردہ"

(آداب نمبر ۱۹۷)

اس خط سے زیادہ صاف الفاظ اس خط کے ہین، جو اورنگزیب نے شایستہ خان کو لکھا ہے:۔

"اگرچہ دل و دماغ تقدیم ایں قسم خدمات نماندہ و ظہور نتائج خدماتے کہ قبل ازیں بمحض فضلِ ایزدی تمشیت یافتہ خاطر را آنچناں مکدر ساختہ کہ دیگر ہوسِ کار رے

تواں کرد، لیکن از انجاکہ دریں وقت چنین منصوبہ روے دادہ، از فطرت خویش بتھاون و
تغافل راضی نشدہ، انچہ بایستے عرضداشت نمودہ، اگر تہیہ اسباب از قرار واقع بشود امید
بکرم الٰہی واثق است، کہ ایں مہم عمدہ نیز بوجہ شایستہ بانصرام رسیدہ سبب فرید حسرت
بداندیشاں گردد" (آداب نمبر ۲۷۸)

اورنگزیب کا یہی استقلال، اس کی یہی اطاعت گذاری اور اس کی یہی فرض شناسی ہے
جو اُسے ہمیشہ کامیابی تک پہنچاتی اور خود اس کے اشد ترین دشمنوں سے بھی خراجِ تحسین
و آفرین وصول کرتی ہے،

شاہجہان کو عادل خان کی موت کی اطلاع ۱۰ صفر (۲۶ نومبر) کو ملی، اور اس نے
بلاپس و پیش اورنگزیب کو یہ حکم دیدیا کہ وہ اس مہم کو "بنہجے کہ مناسب داند بانجام رساند" لیکن اسکے
ساتھ یہ بھی لکھا کہ جبتک میر جملہ اورنگزیب سے آکر مل نہ جاے، وہ حملہ کے لیے روانہ نہو، میر جملہ
کے علاوہ شایستہ خان کو یہ حکم ملا، کہ وہ اپنے صوبہ سے جاکر اورنگزیب کی عدم موجودگی مین دار السلطنت
دکن مین قیام کرے، اس کے علاوہ مہابت خان، نجابت خان، راجہ راے سنگھ، نصیری خان،
مرزا سلطان وغیرہ بہت سے امرا کے نام بھی فرمان صادر ہوے، کہ وہ اپنے اپنے دستون
کے ساتھ دکن کی طرف روانہ ہوجائین[1]، اس عرصہ مین بیجاپوری دربار کے امرا مین خود اختلاف
شروع ہوگیا، ایک طرف خان محمد وزیر کی جماعت تھی، جو صلح و آشتی کے اصول کو پسند کرکے
شاہجہان کو ہر قیمت پر راضی کرکے جنگ سے بچنا چاہتی تھی، اور دوسری طرف وہ جماعت
تھی، جو اپنی فوج کے بھروسہ پر مغلون کے مقابلہ پر آمادہ تھی، اور اول الذکر جماعت کو خائن
و نمکحرام کہتی تھی، ان دونون جماعتون کے اختلاف نے بیجاپور کی مدافعتی تدابیر کو بہت کچھ

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث، ص ۳-۱۹۲،

نقصان پہنچایا، اور اورنگزیب نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا،

میر جملہ ۲۳ صفر (۱ دسمبر) کو دہلی سے روانہ ہوا، اور ۱ ربیع الثانی (۱۶ جنوری ۱۶۵۷ء) کو اورنگ آباد پہنچا، اس عرصہ مین اورنگزیب بیکار بیٹھا نہین رہا، بلکہ ایک طرف تو اس نے سرحدی علاقہ کو مستحکم کرنا شروع کیا، دوسری طرف توپخانہ، رسد، وغیرہ کا وسیع پیمانہ پر انتظام ہوا، اور تیسری طرف اس نے اپنے افسرون کو جو بیجاپور کے سرحدی علاقہ پر مقیم تھے، یہ لکھا کہ اگر بیجاپور کے افسر اور سپاہی وہان کے حالات سے برگشتہ خاطر ہوکر یا مغلون کی فتحیابی پر یقین رکھکر مغلون کی ملازمت مین داخل ہونا چاہین، تو ان کو فورًا لے لیا جائے، اور ہر اس شخص کو جو سو سپاہیون کا افسر ہو دو ہزار روپیے پیشگی دئے جائین، کہ ان سے وہ سامانِ جنگ وغیرہ کی تیاری کرے، اسی سلسلہ مین اورنگزیب نے ملتفت خان کو لکھا، کہ

"ازاں جماعت ہر کس، کہ نزدِ او آمدہ باشد، یا بعد ازیں بیاید، ملاحظۂ جمعیت او کردہ برصد سوار مبلغ دو ہزار روپیہ از خزانۂ قلعہ احمد نگر گرفتہ در وجہ مساعدہ باو برساند" (آداب نمبر ۱۴۴)

اس سے اورنگزیب کا مقصد یہ تھا، کہ اگر اس نے بیجاپوری فوج کو ملا لیا، تو اسکا مقصد بلا کشت و خون حاصل ہوجائیگا، چنانچہ وہ اپنے اس مقصد کی اطلاع میر جملہ کو ان الفاظ مین دیتا ہے:

"براں عمدۂ دولتخواہاں پوشیدہ نماند کہ از استمالۂ سپاہِ بیجاپور، مطلوب رجوعِ آں مردم و تفرقۂ جمعیتِ غنیم است، ہمگی سعیٔ آں داشتہ ایم، کہ بہر طریق سپاہِ آنجا، بایں طرف بیاید، چہ دریں صورت سرانِ نامورِ مملکت نیز باندک دلاسا بلکہ خود بخود خواہند گردید" (آداب نمبر ۲۰۳)

اسی اثنا مین شیواجی نے جسنے بیجاپور کی جنگ کے پہلے ہی سے مغل سرحد پر لوٹ مار مچا رکھی تھی، اورنگزیب کے پاس ایک آدمی بھیجا، کہ اگر وہ اس کو کوکن کا وہ علاقہ جو عادل شاہ کے قبضہ مین ہے، دیدے، تو وہ اورنگزیب کے ساتھ اشتراکِ عمل پر تیار ہے، لیکن شیواجی کی

یہ پہلی درخواست نہ تھی، بلکہ گولکنڈہ کی جنگ کے خاتمہ کے بعد بھی یہ دیکھکر کہ اورنگزیب کی اطاعت کا اگر اظہار نہ کیا گیا، تو مغل فوج اسے کچل دیگی، اپنا ایک سفیر اورنگزیب کے پاس بھیجکر نہایت ہوشیاری سے اس بات مین کامیاب ہوگیا تھا، کہ وقتی طور پر مغلون کے حملہ کے خوف کو دفع کردے، اس سے پہلے بھی، اس وقت جبکہ مراد دکن کا گورنر تھا، اس نے اپنے اور اپنے باپ کی طرف سے اس قسم کی درخواست بھیجی تھی لہ لیکن مرہٹہ اصول کے موافق جب خطرہ دور ہوگیا، تو پھر علی حالہ اس نے بے راہ روی اختیار کرلی، اور اورنگزیب کے جواب مین چند شرطین لکھ کر بھیجین، لیکن وہ برابر ان شرائط کے قبول کرنے سے انکار کرتا رہا، تا آنکہ عادل شاہ کی وفات اور مغل حملہ کی اس کو اطلاع ملی، اب اُسے اس بات کا یقین تھا، کہ دونون قوتین اس کو اپنی طرف ملانے کی کوشش کرینگی، اور وہ یہ بھی جانتا تھا، کہ بیجاپوری اس کو زائد از زائد اس کے باپ کے علاقہ کا حقدار تسلیم کرلین گے، لیکن کوکن کا علاقہ ہرگز نہ دین گے، اس لیے اس نے اورنگزیب کے پاس اپنا سفیر روانہ کیا، اورنگزیب اسکی مرہٹہ چال کو خوب سمجھتا تھا، اس نے بھی اس کے جواب مین اپنی قدیم شرائط کا اعادہ کیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ایک طرف تو شیواجی

لہ مرہٹہ تاریخ سے واقف اصحاب خوب جانتے ہین کہ شیواجی نے کس طرح غداری، مکاری، فریب، اور بے ایمانی سے بیجاپوری علاقے کے قلعوں پر قبضہ کیا، کسطرح بیجاپوری خزانہ کو لوٹا، کس طرح قلعہ دارون کو قتل کیا، اور کس طرح اس حکومت کی جسکا نمک اسکا خاندان عرصہ سے کھاتا آرہا تھا اور اس وقت بھی کھارہا تھا، جڑ کھوکھلی کردی، اور کس طرح جب جب اسے خطرہ محسوس ہوا اس نے مغل دامن مین پناہ چاہی اور مراد کے وقت مین اس نے جو سفیر آگرہ بھیجا تھا اور مراد کے ذریعہ اس نے خود اپنے اور اپنے باپ کے لیے جو ملازمت حاصل کی تھی وہ اسوقت ملی تھی جبکہ ساہوجی کو عادل شاہ نے بیٹے کی بدعنوانیون کی سازش مین شرکت کی وجہ سے قید کر رکھا تھا، لیکن جب ساہوجی آزاد ہوگیا تو پھر نہ ملازمت تھی نہ اطاعت، بلکہ وہی لوٹ مار اور وہی غارتگری، سیواجی کے ان حالات کے لیے دیکھو ڈف باب ۳ و ۴،

کے باپ نے کرناٹک مین خلفشار مچایا اور دوسری طرف شیواجی نے جنیر اور احمد نگر کے مضافات تک تاخت وتاراج شروع کردی، ہماری سمجھ مین نہین آتا، کہ ہم شیواجی کی اس افسوسناک حرکت کو کس چیز سے تشبیہ دین، اور اس کو ایمانداری کی کونسی قسم کہین، اورنگزیب نے اس کی مدافعت مین جو کچھ کیا، اور اس کو شکست فاش دیکر جس مرحمت خسروانہ، وسعت نظر، رحمدلی اور عفو وحلم کا ثبوت دیا، اس کو ہم آیندہ لکھین گے،

بیدر اور کلیانی کی فتح | میر جملہ ۱۰ ربیع الثانی (۱۲ جنوری) کو اورنگ آباد پہنچا، اور ۱۲ ربیع الثانی (۱۸ جنوری[1]) ہی کو اورنگزیب اس کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا، اورنگزیب ۱۲ جمادی الاول (۲۸ فروری) کو بیدر[2] پہنچا، اور اس کے دوسرے ہی دن اس نے اس کا محاصرہ شروع کردیا، اس قلعہ کا محافظ سیدی مرجان تھا، یہ تیس سال سے اس کا نگہبان تھا، اس نے بھی مدافعت کے لیے مکمل بندوبست کرلیا، اس لیے کچھ تو اس کی قوت مدافعت اور کچھ قلعہ کے استحکام کی وجہ سے اسکے فتح کرنے مین دیر لگی، لیکن آخری حملہ کے دن (۲۳ جمادی الثانی مطابق ۲۹ مارچ) قلعہ کے بارودخانہ مین آگ لگجانے کیوجہ سے ایک طرف تو سیدی مرجان بری طرح زخمی ہوا، اور دوسری طرف مغلون کو شہر مین داخل ہونے کا موقع مل گیا، سیدی مرجان نے اپنے کو قریب المرگ اور مقابلہ کو ناممکن سمجھکر قلعہ کی کنجیان اپنے ساتون لڑکون کی معرفت اورنگزیب کے پاس بھیجدین، یہان اورنگزیب کو ۲۰ توپین، ۱۲ لاکھ روپیہ اور بہت سا سامان حرب ہاتھ لگا،

اس قلعہ کو فتح کرلینے کے بعد اورنگزیب کا دوسرا کام یہ تھا، کہ وہ آگے بڑھے، کیونکہ گلبرگہ

---

[1] صاحب عمل صالح کا بیان ہے، کہ میر جملہ ۱۲ ربیع الثانی کو اورنگزیب کے پاس پہنچا، اور اورنگزیب اسی دن اسکے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا، اس جنگ کے مفصل حالات کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۰۰-۶،

[2] بیدر کی تاریخ کے لیے دیکھو عمل صالح، گزیٹر ممالک محروسہ، اور خود اورنگزیب کے متعدد خطوط،

یا بیجاپور پہنچنے کے پہلے ضروری تھا، کہ راستہ مین کلیانی کا جو مضبوط قلعہ پڑتا ہے، اس کو فتح کیا جائے، مگر اس کے فتح کے لیے پہلی چیز یہ تھی، کہ کلیانی تک راستہ اور اس کے مضافات کا علاقہ بیجاپوری فوج سے صاف ہوجائے، اس لیے اورنگزیب نے مہابت خان وغیرہ کے ماتحت ایک فوج اس کام کے لیے روانہ کی، اور خود بیدر مین ٹھہر کر حملہ کی تیاری، سامانِ محاصرہ کی فراہمی، اور مسخر شدہ قلعہ کی درستی مین لگ گیا، ۸ رجب (۱۲ اپریل) کو مہابت خان کی فوج کو راستہ مین بیجاپوری فوجون سے دوچار ہونا پڑا، لیکن انھون نے تمام دن مردانہ وار لڑکر ان کو شکست دی، اور جب اورنگ زیب کو اس کی اطلاع ملی کہ اب کلیانی تک راستہ صاف ہے، تو وہ ۲۳ رجب (۲۷ اپریل) کو بیدر سے کلیانی کی طرف روانہ ہوا، اور ۲۹ رجب (۳ مئی) کو "بسرزمینِ کلیانی پیوستہ درہمان تاریخ برج و بارۂ آں را بنظر درآورد، بمحاصرہ پرداختند" اسی اثنا مین بیجاپوریون کی ایک بڑی فوج کلیانی کے پاس آکر جمع ہوگئی تھی، اور جب کبھی موقع دیکھتی تو مغلون پر حملہ آور ہوتی، رسد تک کا پہنچنا تقریباً ناممکن ہوگیا تھا، مگر اورنگزیب نے اس فوج کی کوئی پرواہ نہ کی، اور اگرچہ ایک مرتبہ مہابت خان اور راجپوت سردارون سے جو رسد لا رہے تھے، ایک سخت جنگ ہوئی بھی، لیکن چونکہ اس نے بیجاپوریون کو شکست دیدی تھی، اس لیے اورنگزیب نے اپنا کام علی حالہ جاری رکھا، اس چیز نے بیجاپوریون کے دل مین یہ خیال پیدا کردیا، کہ شاید مغلون کے پاس فوج کم ہے، اس لیے انھون نے مغلون کی فوج پر جو قلعہ کے چارون طرف پھیلی ہوئی تھی، بان اور بندوق سے حملہ کرنا شروع کیا، اورنگزیب نے جب دیکھا کہ شوخی حد سے بڑھ گئی ہے، تو اس نے طے کرلیا، کہ محاصرہ کے خاتمہ سے پہلے ان سے نپٹ لیا جائے، اسی خیال سے

"ازراہِ مصلحت فرستادنِ افواجِ نصرت امتزاج بصوب بھالکی بجہت آوردنِ رسد شہرت دادہ"

۱۴ر شعبان (۲۸ رمئی) کو وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا، تمام دن خان محمد افضل خان، وغیرہ کی ۳۰ ہزار فوج سے مقابلہ رہا، مگر بالآخر فتح اورنگزیب ہی کی ہوئی، اور اس کے بعد پھر بیجاپوریوں کو عرصہ تک مقابلہ کی ہمت نہ رہی، اورنگزیب اسی روز واپس آکر پھر محاصرہ مین مشغول ہوگیا، تقریبًا دو مہینون کے بعد اورنگزیب کو معلوم ہوا، کہ بیجاپوری اپنی منتشر قوت کو جمع کر رہے ہین، اس لیے اس نے ۲۰ر شوال (۲۲ر جولائی) کو اپنے بڑے بیٹے اور میر جملہ کو اس فوج کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا، ان لوگون نے فوج کو شکست دی، اور گلبرگہ پہنچکر دم لیا، اسی اثنا مین قلعہ کلیانی کا محاصرہ بھی ایک کامیاب اختتام تک پہنچ رہا تھا، چنانچہ ۲۹ر جولائی کو اورنگ زیب نے قلعہ پر حملہ کیا، اور اس کے بہادر سپاہیون نے فصیل پر قبضہ کرلیا، وہان پہنچکر معلوم ہوا، کہ قلعہ والون نے فصیل کے بعد ہی ایک دوسری ویسی ہی فصیل اور بنالی ہے، اور اس کا فتح کرنا مشکلات سے خالی نہین، مگر اورنگ زیب ہمت نہ ہارا، اور دو روز برابر فصیل ہی پر جما رہا، اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ار ذیقعد (یکم اگست) کو دلاور خان قلعہ دار کلیانی نے قلعہ کی کنجیان اورنگزیب کے پاس بھیجدین، اورنگزیب نے بھی دشمن کے افسر کو خلعت دیکر، اس کے تمام سپاہیون کو اسباب کے ساتھ بیجاپور جانے کی اجازت دیدی، یہان یہ بات قابل لحاظ ہے، کہ بیدر و کلیانی کی فتح کے وقت بجز عرصۂ جنگ کے کہین بھی ایک قطرۂ خون نہ گرا، اورنگزیب اپنی اس فتح اور کامیابی پر مسرور تھا، بیجاپور کا سارا علاقہ اس کے سامنے کھلا پڑا تھا، اس کی ابتدائی مشکلات کا خاتمہ ہوچکا تھا، اور وہ عنقریب خود بیجاپور کی طرف بڑھنے والا تھا، کہ اس کے پاس اچانک بادشاہ کا حکم پہنچا، کہ جنگ ختم کردو، اور اس کے ساتھ ہی دوسرے افسرون کو براہ راست یہ فرمان بھیجے گئے، کہ وہ فورًا دکن سے لوٹ آئین، چنانچہ مہابت خان اور تقریبًا تمام راجپوت فوجین اورنگزیب سے رسمی اجازت لیے بغیر، دہلی کی طرف روانہ ہوگئین، اور اورنگزیب

کے وقار اور اس کی خودداری، اس کے منصب اور اس کے مرتبہ پر یہ ایسی کاری ضرب تھی، کہ اس کا علاج ناممکن تھا، اور اگر ہم یہ دیکھیں، کہ یہ چال کیسے نازک موقع پر چلی گئی، تو اس کی نزاکت واہمیت کا احساس تیز تر ہوجاتا ہے، اسی ضرب شدید نے وہ ناسور پیدا کردیا، جو بعد میں برادرانہ جنگ کے خون کی صورت میں بہا،[1]

اس وقت تک ہم نے جو کچھ دکھایا ہے، وہ اورنگزیب کی فاتحانہ کارروائیاں تھیں، اب ہم اس سلسلہ میں دارا کی سازشوں اور شاہجہان کے غلط احکام کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں، اور بتانا چاہتے ہیں، کہ کس طرح ان لوگوں نے اورنگزیب کو اپنی خفیف الحرکتیوں اور معاندانہ کارروائیوں سے مجبور کردیا، کہ وہ اپنی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت میں جو کچھ بھی ہوسکے کرے، اور کس طرح ان چالوں نے خود بخود اس کشمکش کی آگ کو ہوا دے کر اس غیر فطرتی جنگ کے شعلہ کو بڑھا کر تمام ملک کو ایک بڑا آتشکدہ بنا دیا،

ہم اوپر بتا آئے ہیں، کہ دکن کی ریاستیں بجائے اس کے کہ اورنگزیب کے ذریعہ اپنے مقاصد حاصل کرتیں، دارا کو اورنگزیب کا دشمن اور شاہجہان کو دارا کا دوست سمجھ کر براہ راست دارا کے ذریعہ معاملات طے کرتی تھیں، دارا ایک خود پسند اور تعریف کا عاشق جیل و جارسا شہزادہ تھا،

---

[1] اورنگ زیب کے متعدد خطوط کے علاوہ صاحب ظفرنامہ عالمگیری کا یہ بیان اس الزام کی صداقت پر مہر لگاتا ہے:

"دریں اثنا دو قطعہ فرمان کہ حسب الالتماس داراشکوہ بنام مہابت خاں دراو ستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود، پرتو نزول انداخت، در مناشیر مطاعہ حسن اندراج یافتہ بود کہ مہابت خاں باسائر متعلیہ ورا و ستر سال باکل راجپوتیہ ..... اصلا برخصت شاہزادۂ والاگہر مقید نشدہ، روانہ درگاہ گیتی پناہ گردند ...... ازیں راہ وہن وسستی تمام بحال اردوے معلی شاہی راہ یافتہ استقلال وبناے ثبات وقرار جنود نصرت موعود متزلزل و مختل گردید"

جس نے اس کی تعریف و توصیف کردی، پھر اس کا کام بنگیا، اور دکن کے معاملہ مین تو اورنگزیب کی مخالفت مین بھی وہ ان ریاستون کی مدد کرتا تھا، چنانچہ گولکنڈہ اپنے سفیر ملا عبدالصمد کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل ہی کرتا رہا، اور اب بیجاپوری وزیر خان محمد نے بھی ایک سفیر دربار مین روانہ کیا، کیونکہ اس کو یقین تھا، کہ دارا ضرور اس کی حمایت کرے گا، اس قسم کی حمایت نہ دارا کیلیے کوئی نئی بات تھی، اور نہ بیجاپوریون کے لیے، اورنگزیب بھی اس حرکت سے اچھی طرح واقف تھا، چنانچہ اس نے دو سال پہلے ہی جہان آرا کو اس کی شکایت ان الفاظ مین لکھی تھی:-

"دریں ولا دادا بھائی جیو کہ مہربانیٔ سرشار خاص ایشاں کہ بریں مرید حضرت دارند بر ضمیر منیر پیر دستگیر ہویدا است، ملا شوقی ملازم خود را برائے رسانیدنِ بعض بشارات و قبولِ ملتمساتِ حاکم بیجاپور کہ باعثِ خیرگی و جرأتِ او و امثالِ اوست، بآنجا فرستادہ اند" (۲۷/۱۵۹)

اس خط سے صرف یہی نہین معلوم ہوتا، کہ دارا چپ چاپ یہ کام کرتا تھا، بلکہ اس کی چالون کا اور اورنگزیب سے اس کی دشمنی وعداوت کا شاہجہان کو بھی پورا علم تھا، ایسی حالت مین بھی شاہجہان کا ہمیشہ دارا ہی کے کہنے پر عمل کرنا معلوم نہین کہان تک پدرانہ انصاف کے مطابق ہے، خود دربار کے مورخ کا بیان ہے کہ

"چوں دریں وقت کارہا بروفقِ مرام موافقان برآمدہ، فتحِ حصون . . . . . روے نمود، و بیجاپوریاں شیوۂ تطوع و تعبد پیشہ کردہ بندہ وسر افگندہ شدند و جاہ نشین زادہ عادل خاں در ہیچ مادہ ایستادگی ننمودہ، ابراہیم بجتر خاں را . . . . . بخدمتِ بادشاہ والا قدر فرستادہ، بوسیلۂ عجز و الحاح امان طلبیدہ و مقرر شد کہ یک کرور پنجاہ لک روپیہ از جواہرِ گراں بہا و نقد و افیال بطریقِ پیشکش واصل ساختہ قلعہ پرینڈا را با لواحق

وقلاعِ ولایتِ کوکن ومحال ونکوتصرفِ بندہاے بادشاہی وگذارد، وبعد ازبرگشتن خان اسبابِ

سپردنِ حصون وولایتِ مذکور بنامِ درگاہ ارسال داشتہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بادشاہ۔۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پنجاہ لک روپیہ ازجملہ پیشکش معاف فرمودہ فرمان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بنامِ اوصادر فرمودند، وبہ پادشاہزادۂ عالی مکان فرمان دادندکہ باعساکر فیروزی مآثر مراجعت

باورنگ آباد نمودہ، قاضی نظاما را براے وصول پیشکش بفرستند ومعظم خاں حکم شدہ کہ درقلعہ

پرنیدا وقلاع ولایت کوکن ومحال ونکوتھانہ نشانیدہ بعد مراجعتِ قاضی نظاما باپیشکش

روانہ درگاہِ عالم پناہ گردد[1]"

اورنگ زیب کو جب یہ حکم ملا تو اُس کے پاس، اسکے سوا کیا چارۂ کار ہو سکتا تھا، کہ وہ بادشاہی

حکم کی تعمیل کرے، چنانچہ اُس نے سب سے پہلے عادل شاہ کو اس کی اطلاع دی، اور پھر قاضی

نظاما اور میر جملہ کو اپنی اپنی خدمت انجام دینے پر روانہ کردیا، اور خود تمام فوج کے ساتھ کلیانی ہی

مین مقیم رہا، اگر عادل شاہ تعمیل حکم مین کوتاہی کرے، تو اُسسے بزور شرائط قبول کرائی جائین،

مگر ابھی یہ معاملہ اپنی ابتدائی حالت ہی مین تھا، کہ ۷، رذی الحجہ (۶ر ستمبر) کو شاہجہان دفعۃً

سخت بیمار ہوگیا، اور مرض نے ایسی نازک صورت اختیار کرلی، کہ تمام ملک مین یہ افواہ مشہور

ہوگئی، کہ شاہجہان کا انتقال ہوگیا، اسی خبر کے ساتھ دارا کا حکم فوج کے افسرون کے نام موصول

ہوا، کہ وہ فوراً دکن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوجائین، ایسی حالت مین اورنگزیب کے لیے یہ

سخت مشکل ہوگیا، کہ وہ شرائطِ صلح کی تعمیل پر زور دے سکے، دوسری طرف جب بیجاپوریون کو

شاہجہان کے حکم صلح کی اطلاع ملی، تو وہ شرارت پر آمادہ ہوگئے، اور نگ زیب کے لیے یہ

بہت دشوار ہوگیا کہ وہ بادشاہ کے احکام ہی کی تعمیل کرا سکے، اس لیے سب سے پہلے اُس نے

---

[1] عمل صالح ص ۸،

جو کوشش کی، وہ یہ تھی، کہ جس صورت سے بھی ہو، دربار کی افواہون کو بیجاپوریون تک پہنچنے سے پہلے وہ اُن سے شرائط منوالے، لیکن اب بھلا وہ کب سننے والے تھے، اورنگ زیب عادل شاہ کو خط پر خط لکھ رہا تھا، لیکن اس کا کوئی اثر نہین ہوتا تھا، وہ حملہ کی دھمکی دیتا تھا، لیکن وہ بھی بیکار ثابت ہوتی تھی، دوسری طرف دربار کے حالات اور وہان کے واقعات نے اُسکو پریشان کر رکھا تھا، اگر شاہجہان کی وفات کی خبر صحیح ہے، اگر واقعی دارا تخت پر قابض ہو گیا ہے، تو پھر اس کا رویہ کیا ہونا چاہئے، اس کو اس کا خطرہ بھی لگا ہوا تھا، کہ اگر وہ بیجاپور سے شرائط منوانے ہی مین اپنا وقت صرف کرتا رہیگا، تو جو فوج یہان سے واپس جا رہی ہے، وہ ہندوستان مین جا کر اُس کے خلاف کام دیگی، دارا کی قوت مضبوط ہو جائے گی، اور جب بیجاپوریون کو اس کا حال معلوم ہوگا، تو وہ بھی شیر ہو کر ممکن ہے کہ اُس پر حملہ کر دین، اس لیے اُس نے اس معاملہ کو جلد سے جلد طے کرنا شروع کر دیا، اور مختلف شرائط کو مراحم خسروانہ کے بہانہ سے معاف کر کے اور پرینڈا وغیرہ کے قلعہ تک کو عادلشاہی کے پاس چھوڑ کر وہ ۲۶ محرم ۱۰۶۸ھ (۴ اکتوبر ۱۶۵۷ء) کو بیدر کی طرف واپس ہوا، اس کا اثر یہ ہوا، کہ بیجاپوریون نے مغلون کی فوج پر جہان سے موقع ملتا، حملہ شروع کر دیا، حتی کہ اُن کے ایک دستہ نے اس جماعت کو جو اورنگ زیب کے خطوط میر جملہ کے پاس لیجا رہی تھی، گرفتار کر کے وہ خطوط حاصل کر لیے، اور اس سے دربار کا اصل حال معلوم کر کے وہ اور بھی جری بن گئے، اورنگ زیب کے لیے اب اس کے سوا کیا چارۂ کار تھا، کہ وہ جس صورت سے بھی ہو عادل شاہ کے کہنے کے مطابق صلح کر لے، چنانچہ وہ معاملہ کو طے کرتا ہوا ۱۱ محرم (۹ اکتوبر) کو بیدر پہنچا، اور نو دن یہان رہ کر، اور اس قلعہ کو مضبوط کر کے ۲۰ محرم (۱۸ اکتوبر) کو اورنگ آباد کی طرف روانہ ہو گیا، دارا کے ہاتھون اس جنگ مین، اس کے بعد اورنگ زیب کو جو کچھ مصیبتین اٹھانی پڑی ہین، ان مزاحمتون کے باوجود جس طرح وہ ایک بڑی حد تک بیجاپور کو مطیع ہونے پر مجبور کر سکا،

اس کا حال ہم برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین لکھین گے، یہان پر ہم اس سلسلہ کی ایک اور کڑی کو بیان کردینا چاہتے ہین، جو آگے چلکر ایک تکلیف دہ زنجیر ثابت ہوئی، اس سے ہماری مراد شیواجی کے حملے ہین

شیواجی کے حملے

ہم اوپر بتا آئے ہین، کہ کس طرح مرہٹون کے عام اصول کے مطابق شیواجی بھی جب کبھی موقع پاتا، کبھی عادل شاہی علاقہ پر اور کبھی مغلون کے علاقہ پر حملہ آور ہوتا، اور کس طرح اُس نے پہلے جنگِ گولکنڈہ کے زمانہ مین لوٹ مار شروع کردی، اور پھر عادل شاہ سے جنگ کے آثار دیکھکر اورنگزیب سے صلح کرنے اور اپنے شرائط کو منوانے پر آمادہ ہوگیا، اورنگزیب کے پاس جب اس کا آدمی آیا، تو اورنگزیب نے اس کے سامنے چند شرطین پیش کین، کہ اگر شیواجی اُن کو تسلیم کرے، تو اس کی درخواست منظور کرلیجا سکتی ہے، لیکن معلوم یہ ہوتا ہے، کہ اُس نے ایک ہوشیار موقع شناس کی حیثیت سے اس سے پہلے ہی بیجاپوریون سے یہ طے کرلیا تھا کہ اگر وہ مغلون کے خلاف لڑے اور ان کو شکست ہوجاے، تو وہ اس کو کوکن والا علاقہ دیدینگے چنانچہ اُس نے اورنگزیب کے خط کا جواب دیئے بغیر جنیر کے علاقہ مین لوٹ مار شروع کردی اور ایک مرتبہ تو احمد نگر کے مضافات تک بڑھتا چلا آیا[1] جب اورنگزیب کو اسکی اطلاع ملی، تو اس نے اس کی تنبیہ اور شاہی علاقہ کی مدافعت کو اپنا فرض سمجھکر ملتفت خان کو لکھا، کہ وہ نہ صرف شاہی علاقہ کو شیواجی سے محفوظ رکھے، بلکہ دوسرے سردارون کو بھیجکر خود شیواجی کے علاقہ مین گھسکر اس کو اس بیجا جسارت کی سزا دے، اس سلسلہ مین اس نے کارطلب خان عبدالمنعم، ہوشدار خان، اور نصیری خان وغیرہ کو ملتفت خان کی مدد کے لیے بھیجا، یہان پہنچکر نصیری خان نے شیواجی کو سخت شکست دی، اور وہ جان بچا کر اپنے علاقہ مین چلا گیا، اب سات

[1] اس غارت گری مین شیواجی کے ساتھ دو اور مرہٹہ سردار ماناجی اور کشتیاجی شریک تھے، مگر مغل فوجون نے اُن کو شکست دیکر اپنے علاقہ کے باہر نکال دیا،

شروع ہوچکی تھی، اور اس کے علاقہ مین جانا دشوار تھا، پھر بھی مغلون کو جب کبھی موقع ملتا، اور کوئی مرہٹہ جماعت اُن کو نظر آتی، وہ بڑھکر اُس کو پسپا کر دیتے، شیواجی نے جب دیکھا کہ مقابلہ ناممکن ہے، اور بہت جلد اس کی آبائی ریاست کا خاتمہ ہوا جاتا ہے، تو اُس نے پھر اورنگزیب سے صلح کی درخواست دی، اورنگزیب اگر چاہتا تو اس کی درخواست کو رد کرکے، اس کو تباہ و برباد کرسکتا تھا لیکن اُس نے ایسا نہین کیا، بلکہ لکھا کہ

"انچہ در ہر باب بایستے فرمود قبل ازیں بسوناجی وکیل آں زبدۃ الاعیان فرمودہ بودیم یقین کہ مذکور نمودہ خاطرِ اورا مطمئن ساختہ باشد، بالفعل ہرچہ از قلاع و محال متعلقۂ بیجاپور در تصرف آں خلاصۃ الاشباہ است، بدستورِ قدیم باو مفوض داشتہ معاملہ بندر و ابل و مضافاتِ آں نیز حسب الالتماسِ آں زبدۃ الاقراں بعہدۂ او واگذاشتہ ایم،

بعد ازانکہ آثارِ دولتخواہی و حسن خدمت کہ ہنگامِ اظہارِ آں ہمین است، نوعے کہ شاید بظہور رسد، وآں خانہ زاد، باخلاص بدلالت بخت و دولت توفیق یافتہ از حصولِ عزِ ملازمت عالی بہرہ مند گردد . . . . باقی مطالب و مآرب نزدیک بکارِ اوصورت پذیرفتہ بیش ازانچہ بتصورِ او درآید مشمولِ مراحم و عنایاتِ علیہ خواہشد"

لیکن شیواجی نے اس رعایت کی بھی پرواہ نہ کی، اور بیجاپور کی لڑائی کے دوران مین جب کبھی موقع ملتا، لوٹ مار کرکے اپنے علاقہ کی طرف بھاگ جاتا، اس لیے اورنگ زیب کو جنیر سے لیکر بیرا اور دھرور تک ایک دفاعی خط کھینچکر شایستہ خان کی، اور سرکاری فوج کو بلادِ شاہی علاقہ کی حفاظت کیلیے رکھنا پڑا، مگر جب بیجاپور سے صلح ہوگئی، اور شیواجی کو خوف ہوا کہ کہین اب اورنگزیب میری طرف متوجہ نہ ہوجاے، تو ایک طرف تو اُسنے اسکے پاس اطاعت و فرمانبرداری اور رحم وکرم کی درخواست بھیجی اور دوسری طرف بیجاپور کے حکمران کو اس بات پر آمادہ کیا، کہ چونکہ اُس نے یہ تمام

مصیبت میں مدد کی درخواست کی تھی اور جب [illegible] نے [illegible] کر کے اورنگ زیب کی [illegible]

اب [illegible] وقت چاہتا تو بیجاپور کی شکست کی [illegible] لیکن اس نے یہ ضروری نہیں سمجھا [illegible]

نے عادل شاہ [illegible] کی درخواست کو [illegible] سمجھتا وہ شیوا جی کو لکھتا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شیوا جی کے مقابلہ میں اورنگ زیب کا جو رویہ تھا وہ یہ کہ وہ اس شخص کی طرف سے ظاہر کیا

جاتا ہے [illegible] نے اپنی فوج [illegible] حفاظت سمجھ رکھا ہے۔ اس کے ساتھ عادل شاہ

نے شیوا جی کی اطاعت کے متعلق جو درخواست کی تھی اس کا جواب بھی دیکھئے۔

[illegible] ...... [illegible]

[illegible] ...... [illegible]

[illegible] (آداب عالمگیری [illegible])

شیوا جی نے اس مہربانی اور عنایت خاص کی نوازش شاہانہ، اس رواداری اور حسن

سلوک کا جو جواب دیا وہ ہندوستان کی تاریخ ناخوش طریقے سے ہم کو بتاتی ہے[1]۔

---

[1] شیوا جی کے [illegible] کے لیے [illegible] کی مستند [illegible] بہترین ذریعہ ہے۔

باب ۵

برادرانہ جنگ اور تخت نشینی

اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کا یہ آخری باب ہے، لیکن یہین سے اس کی آزاد اور خود مختار حکومت کا بھی آغاز ہوتا ہے، یہی وہ زمانہ ہے، جبکہ شاہجہان کے چارون بیٹے حصولِ حکومت کے جذبہ سے متاثر ہو کر پہلے باپ سے اور پھر باہم دست و گریبان ہوتے ہین، یہی عہد ہے، جبکہ ہندوستان کی تمام سرزمین ایک مرتبہ پھر خون سے اپنی پیاس بجھاتی ہے، یہی وہ دور ہے، جبکہ اورنگزیب اپنی بہادری، شجاعت، استقلال، تدبر اور دوراندیشی سے تخت و تاج کا وارث بنتا ہے، اور یہی وہ وقت ہے جبکہ اورنگزیب کے دامنِ اوصاف پر غلط الزامات کے داغ پڑنا شروع ہو جاتے ہین، لیکن کیا واقعی یہ صرف برادرانہ جنگ تھی، کیا حقیقۃً یہ غیر فطری لڑائیان تھین، کیا دراصل ان کا مقصد صرف حصولِ قوت اور تخت و تاج تھا، بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، لیکن جو لوگ سرکاری و دفتری تاریخ تک اپنی نظر کو محدود نہین رکھتے، جو میدانِ جنگ سے باہر توپ و تفنگ کی آواز سے دور اور دربار کے نغمہ و سرود سے الگ رہ کر ملک کے اندرونی حصون کا، وہان کے عام باشندون کا، وہان کی مذہبی و معاشرتی تحریکون کا مطالعہ کرتے ہین، وہ خوب جانتے ہین، کہ یہ اورنگ زیب و دارا کی جنگ نہ تھی، یہ شجاع و شاہجہان کا تصادم نہ تھا، یہ مراد و عالمگیر کی مخالفت نہ تھی، بلکہ یہ کفر و اسلام کی جنگ تھی، ایمان و الحاد کا تصادم تھا، اور صحیح شریعت و راہبانہ طریقت کی لڑائی تھی، اس جنگ کا مقصد یہ نہ تھا، کہ دار الخلافت حکومت

کا مالک ہو کر رہیگا، یا اورنگزیب، بلکہ اس کی غایت یہ تھی، کہ اسلام ایک مرتبہ پھر ہندوستان مین سنبھالا لائے گا، یا اس الحاد کی جس کی بنا اکبر نے رکھی تھی، مہلک گرفت مین چلا جائے گا اس عہد کی مذہبی و معاشرتی تاریخ کا مطالعہ کرو تم کو صاف نظر آئے گا، کہ اس وقت ملک مین کون کونسی قوتین برسر عمل تھین، اور ملک کن حالات سے گذر رہا تھا،

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا، کہ دنیا کا کوئی مذہب بھی اس وقت تک بقا و دوام کا خلعت حاصل نہین کر سکتا جبتک کہ اس مین اپنے کو زمانہ کے حالات و مقتضیات کے موافق بنانے کی صلاحیت نہ ہو، ہندو مذہب کے متعلق اگرچہ عام طور سے یہ مشہور رہے، کہ وہ ایک تنگ خیال و محدود اصول کا مذہب ہے، لیکن یہ صحیح نہین ہے، ہندو مذہب کی تاریخ، ایک مذہب کی بہترین ارتقائی تاریخ ہے، تاریخ مذاہب کے طالب علم اچھی طرح جانتے ہین، کہ اس مذہب نے ہزارون سال سے کس طرح ہر دور اور ہر زمانہ مین اپنے کو بر وقت حالات کے اقتضا کے مطابق اسی شکل مین پیش کر کے نہ صرف اپنے پیروون کو باغی نہین ہونے دیا ہے، بلکہ حریف مذاہب کے حامیون کو بھی اس مین شریک کر لیا ہے،

آریہ جب ہندوستان مین آئے، تو ان کو فطرت پرست غیر آرین اقوام سے سابقہ پڑا، اس مین ناگ پرست بھی تھے، درخت پرست بھی، جمالیات کے پرستار بھی تھے، اور جلال کے فدائی بھی، مگر آریون کے یہان اس وقت صرف "برہما" تھا، مگر اس ملاپ نے ان کے برہما کو تین مظاہر مین منقسم کر دیا، برہما، شیو اور وشنو، لیکن برہما اب تک پرم آتما ہی تھا، اور برہمن اسکی حمایت مین اپنے لیے تمام دینی و دنیوی نعمتون کو مخصوص و محفوظ بنا رہے تھے، اور اسی غصب کی وجہ سے عوام کو مجبور ہو کر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا پڑی، اور یہ احتجاج بدھ اور جین مذہب کی شکل مین نمودار ہوا، قدیم و جدید مذاہب مین جنگ جاری

رہی، اور اگرچہ چھٹی صدی عیسوی تک بدھ وجین مذہب اپنی سیاسی و عام ہمہ گیری کو کھو چکے تھے، لیکن عملاً انھون نے ہندو مذہب مین وہ تبدیلی پیدا کر دی تھی، جو عوام کا مقصد تھا، اور اگرچہ شنکراچاریہ، برہمنی مذہب کا سب سے آخری بڑا مصلح سمجھا جاتا ہے، لیکن اسکی تعلیم بھی برہمنی قیود و شرائط سے ایک حد تک آزاد تھی، اور سنہ ۸۰۰ء عیسوی کے بعد سے اس وقت تک جتنے مذہبی مصلح و ہادی ہندوؤن مین پیدا ہوئے ہین، انھون نے تو برہمنی مذہب کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، اور اب برہمنون کے ایک محدود طبقہ کے علاوہ تمام قوم شیو اور وشنو کے مختلف مظاہر کی پیرو اور مقلد ہے،

اسی زمانہ سے اسلامی تعلیمات کا اثر بھی شروع ہو گیا تھا، اور اس کے زرین اصولون نے عام و خاص ہندوؤن کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا تھا، ہندوؤن کو خطرہ پیدا ہوا، کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا، تو ہندو آبادی پر اس کا بہت برا اثر پڑے گا، اشاعت اسلام کا کام صوفیون نے جو باہمہ و بے ہمہ کی زندہ مثال، وسیع المشرب، آزاد خیال، اور روادار ہوتے تھے، شروع کیا ہندوؤن نے بھی اسی رنگ کو اختیار کر لیا، رامانند، گرو نانک، سوامی چیتنیا اسی قسم کے گرو تھے، انھون نے نہ صرف ویدانتی توحید اور متصوفانہ فنا فی اللہ کے اصول کو عام کر دیا، بلکہ اپنی برادری مین داخل ہونے کے لیے ہندو مسلمان کی قید بھی اٹھا دی، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ان کے معتقدین ہی نہین بلکہ خلفا مین ہم کو مسلمان نظر آتے ہین، کبیر پنتھی، داؤد پنتھی، وغیرہ اس کی بعض زندہ مثالین ہین، جس وقت ہندو اپنے مذہب کو صوفیانہ رنگ مین رنگ رہے تھے، افغانون کا زمانہ تھا، اور انھون نے اس ذریعہ سے عام مسلمانون اور نو مسلمون تک کو اتنا متاثر کر دیا تھا، کہ خود مسلمانون مین اس قسم کے خیالات کی برادریان قائم ہو گئین تھین[1]، دبستان المذاہب نے اس قسم کے اسلامی

[1] ہندو مذہب کے مبلغین نے مسلمانون کو جس قدر متاثر کر رکھا تھا، اور جس طرح اسلامی تصوف کی ایک عام ہمہ اوستی

فرقون کی ایک فہرست دے کر ان کے حالات لکھے ہیں، مداریون کے متعلق جو خواجہ بدیع الزمان مدار رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو کہلاتے ہین، وہ لکھتا ہے:۔

"در ہند گروہے ہستند کہ ایشاں خود را مسلمان صوفی گیرند، و در بعضے قواعد و عقائد با صوفیہ شریک اند، .... گویند جمعے از عرفاے طریقت ہستند کہ پیغمبر را با ایشاں تفرقت نیست، بلکہ بنی خوشہ چین خرمن کمالِ ایشان است .... ایشاں در ہند بسیار اند و آنچہ مشہور تر اند نخست مداریاند مانند سناسیان او ہوت وشند و لیدہ مو باشند، و خاکستر (بھبھوت) بر بدن مالند و زنجیرہا در سر و گردن بپچند و علم سیاہ و عمامہ سیاہ باخود دارند، و نماز و روزہ ندانند، پیوستہ پیش آتش نشستند و بھنگ بسیار خورند، .... گویند کہ وقتے کہ پیغمبر بمعراج برآمد، .... و چوں بدرِ جنت آمد، در بہشت را تنگ تر از سوراخ سوزن یافت .... گفت با ایں جسد ازیں راہ چساں درآیم جبریل گفت بگو دم مدار، پیغمبر چناں کرد از اں در کہ مانند سوراخ سوزن بعد گذشتہ داخلِ بہشت شد[1] (نعوذ باللہ)

دوسرا فرقہ جلالیان کا ہے اس کا حال یہ تھا:۔

"ایشاں مریدانِ سید جلال الدین بخاری، و ایں طائفہ خود را شیعہ گیرند. ... ... جلالیان سب شیخین کنند و نماز نگذارند، و ریاضتے و شغلتے کہ صوفیہ راست ندانند و بھنگ بسیار خورند، و مشق مار و کژدم خوردن رسانند .... گویند ماہی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۴۶) شکل کو پیش کر کے اسلام کی توحید و تعلیم پر ضرب کاری لگا دی تھی، اور جس طرح وہ خود اسلامی باتین قبول کرتے جاتے تھے، اسکے لیے دیکھو ولسن ہندو مذہب، رائل ایشیاٹک سنہ ترہنٹر، تاریخ ہند، ص ۲۱۲-۱۸۶، دبستان المذاہب ص ۱۹۳-۱۰۵ وغیرہ، [1] دبستان المذاہب ص ۷۰-۱۶۹،

مرتضیٰ علیست و کثر دم خورند و گویند حھینگہ علیست۔ و مانند مداریاں برہنہ باشند۔ . . .

. . . . و پیرِ ایشاں ہر روز نو داماد است، چہ ہرجا نامِ دختری خوبرو از مریدانِ خود شنود

. . . . . بخانۂ ایشاں رفتہ دختر در ہماں خانہ تصرف کند و گاہ بخانہ خود آورد و نکاح ندانند[1]،

ایک تیسرے فرقہ کا یہ حال تھا:

"دیگر گروہے اند کہ ایشاں را بے قید و بے نوا گویند. . . . . چوں از کسے چیزے خواہند و را دشنام دہند و نفریں کنند. . . . . گویند حق روح است و جسد محمد و چار یار دو دست و دو پا و دم مدار یعنی مدار بر دم و نفس است و انواع مغیرات و مسکرات خورند و بوحدتِ وجود ایماں دارند[2]"

اب ایک ایسے گروہ کا حال دیکھیے جسمین ہندو مسلمان سب شریک ہین،

"دیگر کاکانِ کشمیر اند، تجرد شعارِ ایشان است و بوحدتِ وجود ایماں دارند. . . . . مرشدِ ایشاں ابراہیم کاکا بود. . . . . . از ہندو مسلمان ہر کرا در بودے نقل از کیش نفرمودے[3]"

مغلون کے عہد مین یہ لعنت بہت عام ہوگئی، اور اکبر نے تو اس قدر کاری ضرب لگائی کہ شاید کسی دشمنِ اسلام نے بھی نہ لگائی ہو گی، وہ خود آفتاب کی پرستش کرتا تھا، اور دوسرون سے اپنی پرستش کرانے مین بھی اُس کو عار نہ تھا، صبح کا درشن اُسی کی ایجاد تھی، جہانگیر نے اگرچہ آفتاب پرستی نہین کی، لیکن وہ ہندو جوگیون کا تمام عمر معتقد رہا، دبستان المذاہب مین اس قسم کے متعدد واقعات ملتے ہین، تزک مین بھی اُس نے بعض جوگیون کے حالات دیے ہین، انہی چیزون کا اثر تھا، کہ شاہجہان و جہانگیر کے زمانہ مین ہندو اور مسلمانون مین شادیان تک

---

[1] دبستان المذاہب صفحہ ۱۷۱۔ [2] ایضاً ص ۱۷۲۔ [3] ایضاً۔

ہوگئی تھین، اور امرا، و روسا، کو ہندو جوگیون کے سامنے سجدہ کرنے مین یا اُن سے استعانت مین عار نہ تھا، عبدالرحیم خانخانان کو دنیا ایک سخی امیر، ایک مشہور سپہ سالار، اور ایک ادب نواز انشا پرداز کے نام سے جانتی ہے، لیکن ایسے کتنے لوگ ہین، جو اس حقیقت سے آگاہ ہین، کہ وہ جوگیون کے سامنے جاکر سجدہ کرتا تھا، دبستان المذاہب کے الفاظ یہ ہین :-

"حضرت جنت مکانی شاہ نورالدین جہانگیر انار اللہ برہانہ، معتقد او (چترویہ) بودہ بپاس خاطر او را کما ینبغی میداشت و عبدالرحیم خان خانان پیش او سجدہ میکرد" (ص ۱۴۷)

نواب ظفر خان حسن بن خواجہ ابو الحسن کو لوگ ایک کامیاب گورنر اور بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے جانتے ہین، لیکن ایسے کتنے لوگ ہین، جو اس بات سے واقف ہین، کہ جب اسی ظفر خان کو شاہجہان تبت فتح کرنے پر مامور کرتا ہے، تو وہ شکتی پرست[1] فرقہ کے گرو گسائین ترلوچن سے استمداد کی درخواست کرتا ہے، اور گوسائین کے شرمناک احکام کی خوشی سے تعمیل کرتا ہے،

محسن فانی نے اس افسوسناک واقعہ کو ان الفاظ مین بیان کیا ہے :-

ظفر خاں . . . . . بتوسط محرمان حرم خودش کہ باگسائین کمال ربط داشتند آشنا شدہ التماس نمود، بر تبتیان فیروزی یابد، ترلوچن گفت تسخیر تبت تواں کرد، اگر بموجب فرمودہ عمل نمائی، ظفر خاں پذیرفت . . . . ترلوچن فرمود جمعے از لولیاں را تعین کن کہ پیوستہ از من جدا نشوند، چہ دریں کیش با لولی آمیزش ستودہ تر از زنان دیگر است . . . . واز شراب و مسکرات دیگر نرم ماتھی نباشد . . . .

---

[1] اس فرقہ کی بہترین عبادت کے متعلق دبستان کے یہ الفاظ ہین :-

"پنج چیز دریں عمل ناگزیر است، یکے ماہی، دوم شراب، سوم زن بیگانہ، چہارم گوشت، اگر گوشت آدمی باشد، بہتر است، پنجم منتر" (ص ۱۵۱)

ظفر خاں بد انچہ گوسائیں فرمود عمل نمود" صفحہ ۱۵۱ ،

جب عام مسلمانون نے امرا کو اس مین گرفتار دیکھا، تو پھر وہ ان کی تقلید کیون نہ کرتے، چنانچہ جوق کے جوق مسلمان ان جماعتون مین داخل ہونے لگے، دبستان المذاہب نے ان مسلمانون کا ذکر بھی کیا ہے، لیکن ہم طوالت کے خیال سے نظر انداز کر دیتے ہین،

ان جماعتون کی ابتدائی حالت کچھ بھی ہو، ان کے اخلاقی، وروحانی معنی کچھ بھی بتائے جائین، اور اسے اتحادِ مذاہب کی مساعئ جمیلہ ہی سے کیون نہ تعبیر کیا جائے، اس سے انکار نہین کیا جاسکتا، کہ جس وقت دبستان المذاہب لکھی گئی ہے، اُن کی وہی غیر اسلامی حالت تھی، جو مصنف نے اپنی آنکھون سے دیکھکر، اور ان کے پیرودن سے ملکر بیان کی ہے، ان جماعتون کے دوسب سے بڑے مرکز بنگال، بہار، اور کشمیر وپنجاب تھے، اور شاہجہان کے زمانہ مین تو یہ بات اتنی عام ہو گئی تھی، کہ عوام ومتوسطین سے گذر کر دربار کے بڑے بڑے لوگ بھی اس سے متاثر ہونے لگے تھے، حتیٰ کہ داراشکوہ بھی ان اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا، کشمیر اس حیثیت سے سب سے بڑا مرکز تھا، داراشکوہ کے پیر اور ان کے پیر سب کے سب کشمیر مین تھے اور اسی قسم کے عقائد کے مبلغ، اسلیے غریب داراشکوہ کا متاثر ہونا لازمی تھا، وہ اس قسم کی تعلیم سے جتنا متاثر ہوا، اس کا حال تو ہم اُس کے ذاتی عقائد کے سلسلہ مین لکھین گے، لیکن یہان پر اس کی صرف اون کارروائیون کا ذکر کرنا چاہتے ہین، جنکا اثر براہ راست عام ملک کے عقائد پر پڑ رہا تھا،

اُس نے نہ صرف ہندوون کی کتابون کا مطالعہ شروع کیا، نہ صرف اُن کے ترجمے کرائے اور خود کیا، نہ صرف یہ کہ نماز اور دوسرے احکام الٰہی سے اپنے کو آزاد سمجھا، بلکہ اُس نے مجمع البحرین لکھ کر یہ بتایا کہ توحید کے متعلق ہندو اور مسلم دونون کا زاویۂ نگاہ ایک ہے[1]، پھر اُس نے نہین

[1] مجمع البحرین مین لکھتا ہے :-

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۸ پر)

پر اکتفا نہین کیا، بلکہ ایک قدم آگے بڑھایا، اور اپنشد کا ترجمہ کرتے ہوے دیباچہ مین لکھا کہ

"ازین خلاصۂ کتاب قدیم کہ بیشک وشبہہ اولین کتب سماوی وسرچشمۂ بحر توحید است وقدیم

است کہ اند "لقرآن کریم فی کتاب مکنون لایمسہ الا المطہرون تنزیل من رب

العلمین (یعنی قرآن کریم در کتاب است کہ آں کتاب پنہان است، اور ادرک نمی کند، مگر دلے

کہ مطہر باشد واو نازل شدہ از پروردگار عالم) مشخص ومعلوم می شود، کہ این آیت درحق زبور و

توراۃ وانجیل نیست ...... چون این کتب کہ سر پوشیدنی است اصل این کتاب است

وآیہاے قرآن مجید بعینہ درآں یافتہ میشود، پس تحقیق کہ کتاب مکنون این کتاب قدیم باشد"[1]

ایک خط مین شاہ محب اللہ الہ آبادی کو لکھتا ہے،

"تحقیق دانند کہ نزد این فقیر وجدے کہ موافق نیفتد بقول خدا ورسول بسے بہتر است از انچہ

در کتابہا نوشتہ باشند" (۲/۲۱۱)

اُس نے اپنی اس وسیع المشربی کو اس قدر وسعت دیدی تھی، اور اس سے اغیار کے حوصلے

اتنے بڑھ گئے تھے، کہ ہر جگہ ناموسِ اسلام کو خطرہ محسوس ہو رہا تھا، چنانچہ بہار کے زنار دار قانون گو

چھبیلا رام[2] کے سب رسول اور دارا کے منشی چندر بہان کے شعر کا حال بہت مشہور ہے، مغل

حکومت کے ولیعہد کو اپنی حمایت مین دیکھکر ہندوون کے جتنے حوصلے بھی نہ بڑھتے کم تھے، اور وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۰) "انچہ برہمہ جا محیط ودرہمہ جا باشد آں راچدا کاس خوانند وچدا کاس اجن است، یعنی

حادث نیست وبرحدوث وفناے او ہیچ آیت قرآنی دبید کہ کتاب آسمانی است

دلالت نمی کند (صفحہ ۲۳)

[1] سرِ اکبر ورق الف وب،

[2] دیکھو صفحہ ۲۵ مقدمہ ہذا ومخزن الغرائب، اور نیٹل کالج میگزین، ترجمہ منشی چندربہان،

مسلمانون کو جن جن طریقون سے ممکن ہو سکا، اپنے ساتھ ملا کر اگر ہندو نہین تو کم از کم اسلام سے دور تر اور اسکی محبت سے بے تعلق ضرور کرنا چاہتے تھے،

علما اور حقیقت سے آگاہ صوفیہ نے اسے پہلے ہی سے دیکھ لیا تھا، کہ اتحادِ مذاہب کے نام سے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے وہ اسلام کی اصلی روح کو برباد کر رہا ہے، اکبر کے زمانے کی غیر درباری تاریخون کا مطالعہ کرو، تم کو مسلمانون کے اندرونی ہیجان کا صاف پتہ چلے گا، جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کو جنکا مقصد ہی مسلمانون کو الحاد و کفر کے دلدل سے بچانا تھا، صرف اسی وجہ سے قید کر دیا تھا، اور دارا کو بھی اس خاندان کی مصلحانہ تحریکون سے شدید ترین اختلاف اسی وجہ سے تھا حضرت مجدد کے صاحبزادہ و جانشین حضرت معصومؒ صرف اسی وجہ سے ہندوستان سے حجاز چلے گئے تھے، کہ دارا ان کو جسمانی گزند نہ پہنچائے[1]،

اورنگزیب ان حالات کو دیکھ رہا تھا صوبہ داری ملتان کے زمانہ مین اسے مجددی خاندان کی مصلحانہ کوششون کا علم ہی نہین ہو چکا تھا، بلکہ بعض تذکرہ نویسون کے بیان کے مطابق وہ حضرت معصومؒ کا مرید بھی ہو گیا تھا، تعلیم یافتہ مسلمانون کے دل ان حالات سے بیزار تھے، وہ دارا اور اسکی جماعت کی رفتار مین وہ لغزش دیکھ رہے تھے، جو مسلمانون کو کفر و الحاد کی چوکھٹ پر منھ کے بل جھکا رہی تھی اور ہر سچا مسلمان دل سے اس بات کی دعا کر رہا تھا، کہ خداوند تعالیٰ کسی صورت سے کوئی ایسا سامان پیدا کر دے، کہ یہ الحاد کی بڑھتی رو رک جائے، اس عام خیال کا بہترین ثبوت، مراد اورنگزیب اور شجاع کے وہ الفاظ ہین، جو وہ داراشکوہ کے لیے استعمال کرتے ہین، ان مین سے ہر ایک کو اس بات کا علم ہے، کہ اس وقت اگر کوئی چیز اسلامی آبادی کو ان کی طرف متوجہ کرا سکتی ہے تو وہ ان کی وہ دعوت ہے، جو ملک کو دارا کے ملحدانہ خیالات سے نجات دینے کے متعلق

[1] مناقب عالمگیری صفحہ ۶۵-۶۶ [2] خزینۃ الاصفیا، صفحہ ۶۴۰ ،

دینگے، اور ہر بھائی نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا[1]،

ہندوؤن کی معاندانہ روش یہ واقعات کا ایک رخ تھا، اب اس کا دوسرا رخ دیکھو، ہم کو بتایا جاتا ہے کہ ہندو ہمیشہ سے مسلمانون کے ساتھ رہے، اُن کو بھائی سمجھتے تھے، اُن سے برادرانہ تعلقات قائم تھے اور وہ ایک دوسرے کی خوشی وغم مین برابر شریک تھے، بے شک عام ہندو مسلمان رعایا کا جو سیاسیات کے خارزار سے الگ تھی یہی حال تھا، اور آج بھی جبکہ سنگھٹن کی مسلم کش قوتین برسر عمل ہین، ایسے ہزارون بندے موجود ہین، جو "خود زندہ رہو اور دوسرون کو زندہ رہنے دو" کو زندگی کا بہترین اصول سمجھتے ہین، لیکن اس تاریخی حقیقت سے بھی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ اس ملک کے حکمران طبقہ کا حریفانہ نہین، بلکہ معاندانہ رویہ ہمیشہ مسلمانون کے خلاف جاری رہا ہے، ہندوستان کی تاریخ پر مفصل طور سے بحث کرنے کا یہ وقت نہین ہے، لیکن ہم یہان اتنا ضرور بتا دینا چاہتے ہین، کہ اس عام معاندانہ جماعت نے ابتدا ہی سے مسلمانون کو شدر سے بھی بڑھکر ناپاک سمجھ کر ملیچھ کا لقب دے رکھا تھا، اور ان کے یہان "ترک" کا لفظ انتہائی ذلت کے معنی کا حامل تھا، مسلمانون سے چھوت اُسی نفرت کی ایک ادنیٰ مثال ہے، پٹھانون کی صدیون کا عہدِ حکومت ہندو بغاوتون، سازشون، اور سرکشیون کا مسلسل دور رہا ہے، اُنھون نے جب کبھی موقع پایا مسلمانون کو برباد اور فنا کرنے کی پوری کوشش کی، حتی کہ جب وہ مسلمانون کے مددگار اور دوست بنکر بھی، اُن کے ملکون مین جاتے تھے، تو اُن کا بہترین مشغلہ مسجدون کی بے حرمتی، اور کتاب اللہ کی توہین ہوتی تھی، چنانچہ جب بیجاپور کے حکمران علی عادل شاہ نے بیجانگر کے راجہ رام راج کو بلایا، اور وہ اپنی فوج کے ساتھ آیا، تو اُس فوج نے نظام شاہیون کے خلاف مدد کرنے سے پہلے یہ خوشگوار

[1] دارا کے لیے یہ الفاظ استعمال کئے گیے ہین۔ "ملحدِ بے دین" "دشمنِ دینِ مبین" "رنگے از مسلمانی نداشت" وغیرہ نیز دیکھو اورنگزیب کا خط (۱۴۰)

فرض انجام دیا، کہ مساجد و مصاحف مین آگ لگا دی، فرشتہ لکھتا ہے:۔

علی عادل شاہ .... رام راج را خواندہ باتفاق او بہ صوبہ احمد نگر نہضت نمود،

.... کفار بیجانگر کہ سالہاے دراز طالب چنین منصوبہ بودند، دست بیداد

درازکردہ مساجد و مصاحف سوختند[۱]

دوسری جگہ یہ واقعہ ذرا تفصیل سے اس طرح مذکور ہے:۔

چوں علی عادل شاہ .... رام راج را بمدد طلبید، چنانچہ عہد و شرط درمیان آورد کہ

کفار بیجانگر بواسطۂ عداوت دینی، اہالی اسلام را مضرت جانی رسانیدہ، دست برد و دستگیر نہ

نمایند، و مساجد را خراب نہ گردانند لیکن خلاف آں بظہور آمدہ، کفار نابکار در بلدۂ احمد نگر در

تخریب و تعذیب مسلمانان و ہتک و حرمت ایشاں دقیقہ نامرعی نہ گذاشتند، و چنانکہ گذشت

در مساجد فرود آمدہ بت پرستی میکردند، و ساز نواختہ سرود می گفتند[۲]

کرنل جےٹاڈ راجپوتون کے سب سے بڑے مداح مورخ ہین، اُن کی ضخیم تاریخ راجستان

کو پڑھئے تم کو صاف نظر آئے گا کہ کس طرح ہر راجپوت خاندان مسلمانون کو اپنا سب سے بڑا دشمن

سمجھتا تھا، اور ہر موقع پر اسلامی حکومت اور مسلمانون کو تباہ و برباد کرنے مین لگا رہتا، ہم اُس شخص

کو جو اس موضوع پر مفصل حالات و واقعات دیکھنا چاہتا ہے، اُس کے مطالعہ کی سفارش کرینگے

اب ہم مغل عہدِ حکومت کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

بابر سے لے کر مسلمانون کی حکومت کے خاتمہ تک ہم کو ایک حکمران کا بھی ایسا زمانہ نہین

ملتا، جبکہ ہندو مکمل طور سے با امن اور مطیع و فرمان بردار ہو گئے ہون، بابر نے جب ہندوستان

پر حملہ کیا تو راجپوتون کا فرض تھا، کہ وہ اپنے ملک کے بادشاہ کی حمایت کرتے، لیکن انھون نے اس

[۱،۲] تاریخ فرشتہ مطبوعہ نولکشور جلد دوم صفحہ ۳۶-۳۷،

خیال سے کہ بابر بھی تیمور کی طرح لوٹ مار کر کے واپس چلا جائے گا، اور وہ افغان حکومت کی لاش پر اپنی نئی حکومت قائم کر لین گے، پانی پت مین بابر کا ساتھ دیا، لیکن جب بابر آگرہ آکر جم گیا اور راجپوتوں کو معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان سے جانے کے بجائے یہین رہنا چاہتا ہے، تو اُنھون نے بابر کو زبردستی لڑکر نکال دینا چاہا، وہی رانا سنگا جو پانی پت مین بابر کا حلیف مجہول تھا، اب فتحپور سیکری مین اس کا حریف مؤثر تھا، راجپوتون کو شکست ہوئی، اس کے بعد بابر و ہمایون ہندوستان مین حکومت کرتے رہے لیکن ان دونون کی تاریخ کا ایک ورق بھی ہم کو یہ نہین بتاتا، کہ ایک راجپوت نے بھی کسی وقت ان کا ساتھ دیا ہو، ہمایون کی شکست اور شیر شاہ کی فتح کا سب سے بڑا یہی سبب تھا، اس کے بعد جب شیر شاہ کی حکومت قائم ہوئی تو بعض ہندو اُس مین نظر آنے لگے، مگر اُس کے مرنے کے بعد ہی پھر ہندوؤن نے سازشین شروع کین، تا آنکہ ہیمو نے خود اپنے کو مہاراج دھیراج بنا لیا، اکبر کے زمانہ مین بھی ہندوؤن کی مخالفت برابر قائم رہی، اور جن راجپوت خانوادون نے اطاعت کی، وہ اطاعت و وفاداری کے جذبہ سے نہین، بلکہ فوجی اور حربی قوت کے زور سے تھی، جہانگیر کے عہد مین یہی حالت رہی، اور شاہجہان کو بھی نہ صرف راجپوتون بلکہ سکھون اور بعض مرہٹون سے بھی دوچار ہونا پڑا، یہ جنگجو ہندو جماعت ہمیشہ اس فکر مین رہتی کہ جس طرح سے ہو، مذہب اور اس کے پیروون کو فنا کر دیا جائے، چنانچہ خود شاہجہان کے زمانہ مین یہ حالت تھی کہ جب شاہجہان گجرات (پنجاب) مین پہنچا تو،

"جمعی از سادات و مشائخِ آں قصبہ استغاثہ نمودند، کہ برخے از کفارِ نابکار حرائر و امائے مومنہ را در تصرف دارند، و چندے از بنائے مساجد بہ تعدی در عماراتِ خود آوردہ[1]"

راجپوتون نے مسلمانون کے ساتھ رشتہ قائم کر کے حصولِ حکومت و مقصد کا ایک اور راستہ

---

[1] بادشاہ نامہ عبد الحمید جلد اوّل حصہ دوم ص۵۷ ،

پیدا کرلیا تھا، چنانچہ جہانگیر پہلا شخص ہے جس کے زمانہ مین بت خانہ بنانے کی بیر سنگھ دیو نے اجازت مانگی، اس سے پہلے اکبر جیسا بادشاہ تھا، لیکن تاریخ اس کی ایک مثال بھی نہین پیش کرسکتی، کہ اس کے زمانہ مین ایک بھی نئی عمارت بنی ہو، جہانگیر کے زمانہ مین خیر با جازت ایک بتخانہ بنا، اور وہ بھی اس دولت سے جو ابو الفضل کو قتل کرکے حاصل کیگئی تھی، لیکن شاہجہان کے عہدِ حکومت ہی مین ہندؤن نے صرف بنارس مین ۷۶ نئے بتخانے بناڈالے، یہ چیز اُن کی خفیہ سازش اور ہمت کو ظاہر کرتی ہے، پھر جب داراشکوہ جیسا ولی عہد اُن کو مل گیا، اور اس کی ذات مین وہ ہندو مذہب و حکومت کا خواب دیکھنے لگے، تو اُنھون نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اور مسجدون کو توڑ کر بتخانہ بنانے لگے، اور اس مین جسونت سنگھ نے جو اپنی متعصبانہ کاروائیون کی وجہ سے غیر فانی شہرت حاصل کرچکا ہی، سب سے زیادہ حصہ لیا، اورنگزیب شاہجہان کو ایک خط مین لکھتا ہے:

"مقصود ایں مرید از نہضت بصوب اکبرآباد، ارادۂ بغی وخروج با بادشاہِ اسلام نبود وعالم السر والخفیات گواہ است، کہ ایں ناصواب غیر مشروع اصلاً قطعاً پیرامن ضمیر نگشتہ، بلکہ چوں در آوانِ بیماری اختیار از دستِ اعلیٰ حضرت رفتہ وبادشاہ زادۂ کلاں کہ رنگے از مسلمانی نداشت، قوت واستقلال تمام پیدا کردہ . . . . ورایتِ کفر والحاد در ممالک محروسہ می افراشت . . . . جنگ اوّل با کفار اشرار کہ مساجد را منہدم وخراب ساختہ بتخانہائے آں بنا نہادہ بودند روے دادہ ومحاربہ دیگر با ملاحدۂ نکوہیدہ کردار واقع شد" (۱۳۲ک)

اب ناظرین کی سمجھ مین آگیا ہوگا، کہ ہندوؤن نے دارا کا ساتھ کیون دیا تھا، کیا واقعی اُن کو دارا سے محبت تھی، کیا واقعی حکومت کی خیرخواہی مین وہ ایسا کرنا چاہتے تھے، کیا درحقیقت یہ ان کا جذبۂ وفاداری تھا؟ نہین، ان مین سے کچھ بھی نہین تھا، کیونکہ دارا کی موت کے بعد اُن کی عداوت اور زیادہ

لے بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد اوّل حصہ اول ص ۴۵۲،

ہوگئی، ان کی اسلام دشمنی مضاعف ہو گئی، اور جہان کہین اُن کو موقع ملتا وُہ اسلامی عمارتون کی بیخکنی اور مسلمانون کے قتل و غارتگری سے باز نہ آتے، پہلے اگر شمال و وسطِ ہند کے سورماؤن کا یہ حال تھا تو اورنگزیب کے بعد سے غدر، دہلی تک یہ چیز دکن مین مرہٹہ پیرون، اور پنجاب مین سکھ سنگھون کی شکل مین پیدا ہو گئی تھی، مرہٹون کے ہاتھ اسلامی حکومت اور مسلمان آبادی کی جس طرح مٹی پلید ہوئی، اُس کا حال دکن کے مرہٹہ علاقون مین صاف نظر آتا ہے، نفس برگی کا لفظ بہار و بنگال مین لڑکون کے ڈرانے کا بہترین ہوّا تھا، اور احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان مین آنے کا سب سے بڑا سبب مغلون کی کمزوری یا ہندوستان کی حکومت کا طمع نہ تھا، بلکہ مرہٹون کی یہی چیرہ دستیان تھین، چنانچہ اسی زمانہ مین اردو مین پانی پت کی تیسری جنگ کے حالات مین جو تاریخ لکھی گئی ہے، اس مین احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان آنے کے اسباب اس طرح بیان کئے گئے ہین:-

"اس گردشِ سپہر کا دیکھو یہ کاروبار　　کیا کیا کئے ہین رنگ زمانے نے اختیار

دکھن سے لا جماعتِ کفارِ نابکار　　کی بند ملک ہند کی آتے ہی ایکبار

بانگ و صلوٰۃ و گاؤکشی علم و اعتبار[1]"

اسی طرح حضرت اسمٰعیل شہید کی جنگ یا مولانا امیر علی کی شہادت اُس معاندانہ جذبہ کو ظاہر کرتی ہے، جو ہندو قوم مین مسلمانون کے خلاف ہمیشہ پیدا رہا، غدر کے بعد اگرچہ اسلحہ کی ضبطی اور حکومت کے حسن انتظام نے اس قسم کے ناگوار واقعات کی مسلسل تکرار بند کر دی ہے، لیکن پھر بھی ہندو مسلم فسادات کی آئے دن کی خبرین آتی رہتی ہین، اور اب آہنی اسلحہ کے بدلے معاشرتی مقاطعہ اور قلمی آلات استعمال کئے جا رہے ہین، موجودہ سنگٹھن تحریک اسی ہزار سالہ تحریک کی بیسوین صدی والی متمدن شکل ہے،

---

[1] فہرست مخطوطات اردو دفترِ وزیر ہند صفحہ ۱۰ نسخہ ۲۵۳،

ان حالات کے لکھنے سے ہمارا ہرگز یہ مقصد نہین ہے، کہ ہم ہندوستان کی ان دو قومون مین منافرت یا عداوت کی خلیج پیدا کرین، کیونکہ ہمارا خود یہ یقین کامل ہے، کہ جب تک دونون قومین بے اعتباری، نفرت، عداوت، اور غیریت کے جذبات سے اپنے دلون کو واقعی صاف نہ کرینگی، اور جب تک اکثریت، اقلیت کو اپنی مربیانہ نوازشات سے ممنونِ احسان و مطمئن نہ کریگی، یہ اتحاد نہین ہوسکتا، ہمارا بدبخت ملک ہمیشہ خانہ جنگیون کا شکار رہے گا، اور ہندوستان جنت نشان کی جگہ دوزخ بنیان بنا رہے گا،

ان باتون کے پیش کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اس عام ہندو مسلم ذہنیت کو پیش کردین، جو شاہجہان کے وقت موجود تھی، جو اورنگ زیب کے زمانہ مین موجود رہی، اور اب تک موجود ہے، ہندوستان کے سچے رہنماؤن کا کام اس ذہنیت کو دور کرنا ہے،

دراصل یہ حالات تھے جنکے ماتحت، دونون قومون، دونون جماعتون، اور دونون گروہون کے اشخاص ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہونے کے لیے تیار رہتے تھے، اور جونہی اُن کو اس کا موقع ملا تمام ہندوستان مین ایک آگ سی لگ گئی، ہندوؤن نے اُسی زمانہ مین عوام کو اورنگزیب کی طرف سے بدظن کرنے کے لیے جو غلط الزامات قائم کئے، ان کو جس بری طرح مشہور کیا، اُسی کی یہ صدائے بازگشت ہے، جو ہم کو ایک خاص گرامفون کے ذریعہ یہ سنا رہی ہے، ع

کہ "عالمگیر ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا"

ورنہ اگر غور سے دیکھو تو عالمگیر کے اس جرم کے سوا کہ اُس نے ہندوؤن کے محبوب شہزادہ دارا شکوہ کو ہندوستان کا بادشاہ ہونے نہین دیا، ہندوون کے ساتھ اُس نے کوئی ایسا سلوک نہین کیا، جو اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان کے زمانہ مین نہ ہوا ہو،

خاندانی تعلقات | اس وقت تک ہم نے جو کچھ لکھا، اس کا مقصد اُس کے سوا کچھ نہین تھا، کہ برادرانہ جنگ

کی

کے وقت ملک کی جو مذہبی و ذہنی حالت تھی، اور جو قوتین مصروفِ عمل تھین، اُن کا ایک سرسری علم ہو جاے، اب ہم شاہی خاندان کے مختلف ارکان کے طریقۂ عمل، ان کی افتادِ طبیعت، ان کی معاندانہ کارروائیون کو بتا کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین، کہ کس طرح یہ آگ آہستہ آہستہ ہر سینہ مین سلگ رہی تھی، کس طرح یہ ناسور اندر ہی اندر کام کر رہا تھا، اور کس طرح یہ حوادث خاموشی کے ساتھ ایک عظیم الشان، مہلک طوفان کا سامان کر رہے تھے، اور کس طرح ایک ذرہ سی حرکت سے یہ کوہِ آتش فشان آگ برساتا ہوا اچھلا، کس طرح یہ ناسور خون ٹپکاتا ہوا بہا، اور کس طرح اس طوفان نے ملک پر موت و ہلاکت کی بارش کی،

شاہجہان شاہجہان کی عظمت، اس کی بزرگی، اُس کی برتری، اس کی مذہبی پابندی، اور اس کی علوم نوازی سے کون انکار کر سکتا ہے، ہندوستان کے اسلامی سلاطین مین شاید ایک بھی ایسا نہ ہو جس کا جمالیاتی پہلو، اپنا اتنا دیرپا اثر نہ صرف صفحاتِ تاریخ بلکہ روے زمین پر چھوڑ گیا ہو، شاہجہان کی تعمیری عظمت، اور اس کے وزیر علامی سعد اللہ خان کی حکمت و تدبر نے اس کے عہدِ حکومت کو اس طرح گھیر رکھا ہے، اور ان کی روشنی اس قدر تیزی سے پڑ رہی ہے، کہ اس کی چمک مین کسی دوسری چیز پر آنکھ ٹھیک سے نہین جمتی، تاج کا مرمری گنبد، لال قلعہ کی سرخ دیوارین دیوانِ عام و دیوانِ خاص کی زرین نقش آرائیان، جامع مسجد کی شوکت و وجاہت، تختِ طاؤس کی ضیاپاشی، اور کوہِ نور کی نورافشانی ہم کو شاہجہان کی دوسری کارروائیون کی طرف سے بالکل بیخبر کر دیتی ہے، وہ سرتاپا حسن و شعریت نظر آتا ہے، اور اگر اس کی تاریخ کا سرسری مطالعہ کیا جاے تو اس بات کی ظاہرا تائید بھی ہوتی ہے، مگر جو لوگ اس کی افتادِ طبیعت کو سمجھنا چاہتے ہین، اُن کو صاف نظر آتا ہے کہ شاہجہان مین ایک بہت بڑا عیب بھی ہے، اور وہ اس کی خودی، اور اسی وجہ سے اس کی ضد ہے، اس کا یہ پختہ خیال تھا، کہ وہ جو بات سوچتا ہے، وہ کبھی بھی غلط

نہین ہو سکتی، اس کو اس کا یقین کامل تھا، کہ رزم و بزم کی تمام کارروائیون مین، ملکی و حربی مسائل مین، مذہبی و معاشرتی احکام مین، اُسی کی راے صائب، اُسی کا مشورہ درست، اور اسی لیے اُسی کا حکم قابل قبول ہے، اورنگزیب ہی کا معاملہ لے لیجیے، کیا ایک مرتبہ بھی شاہجہان نے اپنے حکم پر نظر ثانی کرنے کی تکلیف گوارا کی، قندھار کی مہم پر اورنگزیب اور علامی سعد اللہ کو بھیجا جاتا ہے، لیکن فوج کی نقل و حرکت، اُس کا طریقۂ مدافعت، اُس کے حملہ وغیرہ کے احکام، سیکڑون میل بیٹھکر صادر کئے جاتے ہین، ملتان و دکن کا گورنر اورنگزیب ہے، لیکن چونکہ سمجھ لیا گیا ہے، کہ وہ نالائق ہے، اسلیے اُسکی ہر درخواست کا جواب بالکل الٹا ملتا ہے، شاہجہان اورنگزیب کے دشمنون کے بہکانے کی وجہ سے ایک مرتبہ کسی نہ کسی طرح اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے، کہ اورنگزیب بھائیون اور بہنون کے خلاف ہے، پھر کوئی طاقت، کوئی صفائی، اور کوئی کارروائی اس کی راے کو بدلوا نہین سکتی، شاہجہان کی یہی ضد، یہی خود رائی، اور اس کی یہی کورانہ جانب داری تھی، جس نے ایک طرف تو دارا و جہان آرا کو اس کی محبوب ترین اولاد بنا دیا تھا، کہ نہ صرف اُن کو مراحم خسروانہ سے مالامال کیا جاتا تھا، نہ صرف مناصب و انعامات کی اُن پر ہر وقت بارش ہوتی رہتی تھی، نہ صرف یہ کہ دارا کے لڑکے اور ملازمین، اپنے چچا کے ہم منصب و ہم مرتبہ کر دیئے گئے تھے، نہ صرف یہ کہ دارا کے ملازمین کو بھی شاہی خطابات ملنے لگے تھے، بلکہ خود حکومت کے کاروبار مین اس کو اتنا اقتدار و اختیار حاصل ہو گیا تھا، کہ وہ جس کے ساتھ جو رحم یا ستم کرنا چاہتا، اُس مین اس کا کوئی مزاحم نہ تھا، ہندوستان کے بہترین صوبے، کابل، ملتان، لاہور، الہ آباد وغیرہ اگرچہ دارا کو دیدیے گئے تھے، لیکن اس کو اس بات کی اجازت تھی، کہ وہ وہان جاے بغیر اپنے ملازمین کے ذریعہ اُن کا انتظام کرے، اس کے جو نتائج تھے، ان کی طرف سے شاہجہان آنکھ بند کیے ہوے تھا، دارا کو "شاہ بلند اقبال" کا خطاب بھی ملا تھا، اور دربار مین مغل روایات کے خلاف، تخت کے

قریب ایک سونے کی کرسی پر اُسے بیٹھنے، امرا کی کورنشون کو قبول اور تمام سرکاری کاغذات
کا مطالعہ کرنے کا بھی حق دیدیا گیا تھا، شاہجہان کی یہی ایک کمزوری تھی جس نے اس کو عدل و
انصاف کے جادہ سے ہٹا دیا تھا، اور دارا کے دوسرے بھائیون کو عموماً اور اورنگ زیب کو
خصوصاً شاہجہان سے اگر کوئی شکایت تھی تو وہ یہی تھی، کہ وہ اپنے لڑکون کو ایک نظر سے نہین دیکھتا

دارا شکوہ	دارا شکوہ، شاہجہان کا سب سے بڑا لڑکا تھا، اس لیے سب سے زیادہ پیارا تھا،[1] مان

باپ کے لاڈ پیار، درباریون کی خوشامد، غلط تعریف، اور خود شاہجہان کی انتہائی محبت نے اوسے
خود سر، خود رائے، اور ستایش پسند بنا دیا تھا، وہ سمجھنے لگا تھا کہ تمام حکومت مین اُس سے زیادہ صائب
الرائے، ہوشمند، وسیع المشرب، اور صاحب اقتدار کوئی نہین ہے، اس لیے جب اس کے دوسرے
بھائی، سن شعور کو پہنچے، اور اپنے درجہ، مرتبہ، اور کامون کی وجہ سے لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرنے
لگے، تو اسے یہ بات نہایت ناگوار معلوم ہوئی، اور چونکہ اورنگزیب ان سب مین سب سے زیادہ بااثر،
سب سے زیادہ عقلمند، سب سے زیادہ دوراندیش، اور سب سے زیادہ کامیاب تھا، اسلیے
دارا کو اس سے خواہ مخواہ عداوت پیدا ہو گئی، جون جون اورنگزیب ترقی کرتا اور لوگون کے دلون
مین جگہ بناتا جاتا، دارا کی دشمنی، اس کی سازشین، اس کے خلاف بڑھتی جاتین، اور اسی عداوت
کا نتیجہ برادرانہ جنگ تھی، مگر یہ مختصر بیان شاید ہمارا ایک طرفہ اور جانبدارانہ بیان سمجھا جائے گا،
اس لیے ہم دارا کی افتادِ طبیعت کے متعلق بعض ثبوت پیش کرتے ہین،

دارا کی افتادِ طبیعت	دارا کو لاڈ پیار اور شاہجہان کی غیر محدود کورانہ محبت نے اس بات کا عادی کر دیا،

[1] دارا سے اس انتہائی محبت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ممتاز محل کی پہلی دو اولاد لڑکیان تھین، شاہجہان کو لڑکے کی خواہش تھی اور وہ اس غرض کے لیے اکثر و بیشتر اجمیری دربار مین حاضر ہوا کرتا تھا، یہین اسکی دعا قبول ہوئی، دارا ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ (۲۰ مارچ ۱۶۱۵ء) کو اجمیر ہی مین پیدا ہوا، مقدمہ مجمع البحرین ص۱

تھا، کہ جو کچھ اس کی زبان سے نکل جائے، کوئی شخص اس کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے اور اگر کسی نے اس قسم کی کوئی جرأت کی بھی تو وہ سرِ دربار اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا تھا، خود علامی سعد اللہ خان کو ایک مرتبہ اس قسم کی تذلیل سے دوچار ہونا پڑا ہے، اورنگزیب نے اپنے لڑکے کو ملازمون کے ساتھ حسنِ سلوک کی نصیحت کرتے ہوئے ان الفاظ مین اس کا تذکرہ کیا ہے:

"فرزندِ عالیجاہ روزے بہار امل دیوان سرکار برادرِ ناھربان فردے از نظرِ اعلیٰ حضرت گذرانید، کہ دہ لک روپیہ بابت طلب تفاوتِ ایامِ مابین، از سرکارِ والاطلب است، بہ تنخواہ آن فرمان شود، آنحضرت فرد حوالہ سعد اللہ خان فرمودند کہ از روے سررشتہ و دفتر دیوانی تحقیق نمودہ، بعرض رساند، خان مذکور سے فی الفور التماس نمود کہ چنین زرہا از خزانہ تنخواہ نمی شود، تا فی الحال در مطالبہ و تصرف حساب نقدی محسوب میگردد، دارا شکوہ بعد برخاست دربار بادیوانِ اعلیٰ کلمات تند گفت، چوں از روے فرد مرسلہ مشرفِ غسلخانہ بمسامعِ علیا رسیدہ ہماں وقت شقہ بیرادرِ ناھرباں نوشتند و ایں فرد ہم بقلم آوردند۔ فرد

"باصاف دل مجادلہ با خویش دشمنیست

ہر کس کشد بر آئینہ خنجر بخود کشد"

"دریافت صدق بطلان خاصہ ابناے ملوکست، بہار امل کفایت خانہ شما و سعد اللہ خان صیانتِ مالِ مامی خواہد، ہرگاہ ایں فرد از دفترِ شما درست شدہ بود، بایستے تحقیق نمود، کہ تنخواہِ آں از سعد اللہ خاں ممکن الحصول است یا نہ، ملول ساختن بندہاے بادشاہی خصوص سعد اللہ خان بسیار بدست، و بدست آوردن دلِ ایں مردم خوب مصالحِ کار آں صاحب شعور واسطہ افزایش مال و خویش نامی صاحب معاملہ اند"

آخر روز چند تھان محمودی زردوزی یکرنگ و سہ ہزار دینار نقد بسعد اللہ خاں انعام

فرمودند[1]"

شاہجہان کو خود اس بات کا علم تھا، اور وہ وقتاً فوقتاً داراشکوہ کو تنہائی میں سمجھاتا بھی رہتا، اورنگزیب اپنے ایک خط میں لکھتا ہے:-

"فرزند عالیجاہ! روزے اعلیٰحضرت درخلوت بداراشکوہ ارشاد نمودند کہ در حقِ امرائے پادشاہی، کج خلق و بدگمان نباشد وہمہ را شمولِ عواطف والطاف دارد، و عرض غرض آمیز سخن سازاں درحقِ ایں جماعت نشنود، کہ ایں حرف وقتے بکار خواہد آمد[1]"

حمید الدین خاں نیمچہ نے اسی کو ذرا مفصل طریقہ سے لکھکر اورنگزیب و دارا کے طریقۂ عمل کو بتاتے ہوئے لکھا ہے، کہ جب شاہجہان نے دیکھا کہ داراشکوہ اس کی نصیحت نہیں سنتا، اور امراء کو برابر ناخوش کرتا رہتا ہے، اور اس کے مقابلے میں اورنگزیب سے سب کے تعلقات اچھے ہیں، تو اس نے بجائے اس کے کہ دارا کو سمجھاتا، اورنگزیب ہی کو یہ سمجھانا شروع کیا کہ تم شہزادہ ہوکر ہر شخص سے جو مساویانہ طریقہ سے ملتے ہو، یہ غلط ہے، احکام کے الفاظ یہ ہیں:-

"داراشکوہ با بعضے امراء طریقِ عداوت و با بعضے امراء بطور تجبر . . . . . . سلوک میکرد، حضرت عالمگیر با ہرکدام ربطے خاص داشتند . . . . . . ہرکدام ازیں . . . . . . از کمالِ محبت در حفظ الغیب انچہ لازمۂ دوستی بود بعمل آوردند، اعلیٰحضرت . . . . . . را در خاطر بسیار گراں می آمد . . . . . . بداراشکوہ نصیحت از قبائحِ افعال و اقوالِ او می فرمودند، چوں دیدند کہ داراشکوہ را پند فائدہ نہ کند . . . . . . خواستند کہ محمد اورنگزیب در سلوکِ خود با امراء تفاوت کنند کہ آنہا دست از حفظ الغیب بردارند، برشقہ بدستخط خاص نوشتہ فرستادند کہ "بابا سلطان و فرزندانِ ایشان را باید کہ بلند ہمت باشند و عالی فطرتی را کار فرمایند، شنیدہ شد

---

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ نمبر ۳ ص ۲ الیضاً ص ۱۴،

کہ شما ہا ہر کدام از نوکراں سلوک می کنند کہ نہایت پستی را بخود راہ می دہند . . . . . .
ازیں پست فطرتی بغیر از مذمت فائدہ حاصل نہ خواہد شد"
اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:۔
"آنچہ از راہِ فضل وکرم در بابِ غلامِ مستہام مرقوم قلم عنایت رقم بود کالوحی من السماء نازل گردید
پیرو مرشد برحق سلامت "تعز من تشاء وتذل من تشاء" محض بتقدیر قادرِ عباد و خالقِ ارض
وبلاد است، بندہ بموجب حدیث صحیح کہ راوی آن انس بن مالک باشد من اذل نفسہ اعزاللہ
عمل نماید، وانکسارِ قلوب را از تب ذنوب وافحش عیوب می شمارد"[1]
انہی حالات کو دیکھکر بعض وقت خود شاہجہان مایوسی مین کہہ اٹھتا تھا،
"مارا بعضے اوقات اندیشہ می آید کہ ہمین پور عدو نیکوکاران واقع شدہ، ومراد بخش بیکار بشرب
دلبستگی دارد و محمد شجاع جز سیر چشمی صفتے ندارد مگر عزم و شعورِ اورنگزیب اقتضا می کند متحمل ایں امر
خطیر تواند شد"[2]
اس احساس کے باوجود بھی شاہجہان کا دارا ہی کی حمایت کرنا کہان تک جائز، اور کہان
تک انصاف پر مبنی تھا، اس کا فیصلہ ناظرین خود کر سکتے ہین' اورنگزیب کا دارا کے متعلق جو خیال
تھا، اس کو اس نے کبھی بھی ایک منٹ کے لیے کسی سے نہین چھپایا، چنانچہ خود شاہجہان کو ایک
خط مین لکھتا ہے:
"ایں مرید ہیچ گاہ باظہار محاسن افعالِ خویش نہ پرداختہ . . . . از آں زماں
کہ بسن تمیز رسیدہ، در استرضائے خاطرِ ملکوت ناظر دقیقہ از دقائقِ جد وجہد فرو نگذاشتہ، بآنکہ
بتقریب بادشاہزادۂ کلاں کہ ہنرے جز خوش آمد ظاہری وچرب زبانی و خندۂ بسیار نداشت

[1] احکام عالمگیری ص۔ [2] ایضاً ص ۔ ورقعات عالمگیری مطبوعہ ۔

"در خدمتِ ولی نعمت دلش بازبان موافق نبود" (۱۲۵)

دارا کے مزاج کا یہی حال تھا، لیکن چونکہ شاہجہان کی نگاہ مین اس کا ہر عیب ہنر نظر آتا تھا، اسلیے کوئی امیر اسکی شکایت کر کے خواہ مخواہ اس کو اپنا دشمن بنانا نہین چاہتا تھا، لیکن کسی ایک کے دل مین بھی نہ اُس کی عزت تھی، نہ اُس کی وفاداری کا جذبہ، دوسرے شاہجہان نے انتہائی پدرانہ محبت کے جذبہ سے متاثر ہو کر اُسے اُس کے صوبون مین جانے نہ دیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوشامدیون کی جماعت مین گھر کر وہ ایک بیکار سا آدمی رہگیا، نہ اُس کو ملک کی حالت کا اندازہ تھا، نہ فوج سے اُسکو کوئی واسطہ تھا اور نہ امرا اور سردارون ہی سے اُس کے تعلقات خوشگوار تھے، قندھار کے تیسرے محاصرے کے سلسلہ مین اس نے جو مضحکانہ حرکتین کی ہین، جس طرح مغل حکومت کے لاکھون روپون اور ہزارون عزیز جانون کو اپنی غیر مدبرانہ مرضی کے بھینٹ چڑھایا ہے، وہ اس بات کو صاف ظاہر کر رہی ہین، کہ وہ کوئی بلند اخلاق کا آدمی نہین، نہ اُس مین مردانہ ہمت ہے، جو موت کے سامنے بھی انسان کو ہنساتی رہتی ہے، اُس غریب نے آج تک ایک بات بھی اپنی مرضی کے خلاف ہوتے نہین دیکھی تھی، اُسے انسانی فطرتون کے تضاد کا کوئی علم نہ تھا، وہ مصائب و آلام سے یکسر ناآشنا تھا، وہ راحت کی گود مین پلا، آرام طلبی کے آغوش مین بڑھا، اور اطمینان کے پہلو مین بیٹھا، اپنے بے سر و پا خیالات کی تبلیغ مین مگن تھا،

داراشکوہ کا علمی درجہ داراشکوہ کے مذہبی خیالات بیان کرنے سے پہلے ہم اُس کے علمی تبحر، اس کی بلند انشا پردازی، اُس کی شاعری، اور اس کے حسنِ خط کے متعلق کچھ کہدینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس نے اپنی خداداد قابلیت، اور صلاحیت کو کس طرح غلط راستہ پر لگا کر اپنے کو اسلام کی جگہ الحاد کا حامی بنا دیا،

داراشکوہ کی تعلیم کے لیے اس وقت کے بہترین اساتذہ بلائے گئے تھے، ان مین مولٰنا

عبداللطیف سلطانپوری، اور ملا میرک شیخ ہروی کا عبدالحمید نے تذکرہ کیا ہے، خطاطی کے لیے عبدالرشید دیلمی جیسا استاد نصیب ہوا[1] شعر و شاعری کا ذوق مغلیہ شہزادون کو وراثت ہی مین ملا تھا، اس لیے داراشکوہ نے خواہ وہ جہانگیر کے پاس بطور ضمانت رہا ہو، خواہ باپ کی خدمت مین ہو، اپنے عہد کی بہترین تعلیم حاصل کی، تصوف سے بھی اُسے خاصہ ذوق تھا، اور اس کی بے راہ روی کا ایک سبب تلاش حق کے لیے قید و بند سے کامل آزادی مین مضمر ہے، اس کی تصانیف کی ترتیب ہم کو صاف طور سے بتاتی ہے، کہ وہ کس طرح آہستہ آہستہ اس آزاد روی کی طرف، جسے اسلام نے جائز نہین رکھا ہے، جارہا تھا۔

اُس کی سب سے پہلی تصنیف سفینۃ الاولیا ہے، اس کتاب کو اُس نے اُس وقت لکھا ہے جبکہ وہ ۲۵ سال کا نوجوان تھا، یہ کتاب ۲۷ رمضان ۱۰۴۹ھ کو ختم ہوئی، اس مین ۴۱۱ بزرگان دین کے مختصر حالات ہین، اور دو فصلون پر منقسم ہے، اس مین اس نے اپنے نام کے ساتھ حنفی و قادری کے الفاظ بھی بڑھا دیے ہین، اس کے تین سال بعد ۲۸ برس کی عمر مین ۱۰۵۲ھ مین اس نے سکینۃ الاولیا لکھی، یہ کتاب اُس کے پیر ملا شاہ بدخشانی کے مرشد حضرت میاں میر کے حالات مین ہے، ان کو داراشکوہ باری تعالیٰ کہا کرتا تھا[2] اسی وقت سے اس کو الہام یا ندائے غیبی کا تجربہ ہونا بھی شروع ہوجاتا ہے، چنانچہ اس کتاب کے دیباچہ مین وہ لکھتا ہے کہ اس نے ایک ندا سنی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

---

[1] پروفیسر محفوظ الحق ایم اے نے مسلم ریویو کلکتہ جلد نمبر ۳ مین دارا کی فن خطاطی پر ایک پر از معلومات مضمون لکھا ہے، اور اس کی لکھی ہوئی کتاب کا ذکر کیا ہے، اسکی لکھی ہوئی ایک شرح دیوان حافظ، کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد مین بھی ہے، دیکھو فہرست جلد اول ص ۷۲۸-۹،

[2] حسنات العارفین مین لکھتا ہے:-

"چوں ایشاں در کوہ ہائے نواحیٔ قصبہ باری عزلت گزیدہ بودند، من ایشاں را حضرت باری تعالیٰ می گفتم" ص ۳،

اسے ایک ایسی چیز ملے گی، جو آج تک کسی بادشاہ کو نہین ملی، اور اسکی تعبیر یہ ہے، کہ اسی سال ۲۹ ذی الحجہ ۱۰۴۹ھ کو اس نے ملا شاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر اُس نے رسالہ حق نما لکھا، اس مین واصل الی الحق ہونے کے مختلف مدارج دیئے ہین، اور لکھا ہے کہ اس رسالہ کو صرف ایسے شخص کو پڑھنا چاہیے جس کی ہدایت کے لیے ایک مرشد موجود ہو، پھر لکھتا ہے کہ جو اہل اللہ اور عارف اس رسالہ کو پڑھین گے وہ اس بات پر متحیر ہون گے، کہ اللہ تعالی نے کشفِ رموز و حقائق کے کیسے کیسے ابواب مجھپر کھولدیے ہین، اور ایک شاہزادہ ہونے کے باوجود اور کسی ریاضت و عبادت کے بغیر، عرفان کا دروازہ کس طرح مجھ پر باز ہے[1]،

یہ رسالہ جو ۴ فصلون پر منقسم ہے، ۱۰۵۶ھ مین ختم ہوا، اس رسالہ مین ایک جگہ لکھتا ہے:-

"شبے بخواب دیدم ہاتفے آواز داد چہار بار تکرار کرد کہ انچہ ہیچ یکے از سلاطینِ روے زمین دست نداده اللہ تعالی بتوارزانی داشتہ" صـ ۱۰۷ "

اسی زمانہ مین اس نے علانیہ ایسے جملے اور الفاظ عام گفتگو مین استعمال کرنے شروع کیے جو شریعت کی نظر مین قابلِ الزام تھے، اس پر جب بعض لوگون نے چہ میگوئیان شروع کین، تو دارا نے حسنات العارفین (شطحیات) کے نام سے ایک رسالہ لکھا جسمین رسول اللہ صلعم، اصحاب کبار رض کے بعض موضوع اقوال اور مختلف بزرگون کی حالتِ جذب وغیرہ کے اس قسم کے جملے جمع کیے ہین، جنسے ظاہرًا منصوری دعوی کی تائید ہوتی ہے، یہ کتاب ۱۰۶۲ھ مین ختم ہوئی، اس کتاب کا مطالعہ یہ بتانے

---

[1] حق نما کے اصل الفاظ یہ ہین:-

"این نیازمندِ درگاہ صمدی محمد دارا شکوہ حنفی قادری ازان طائفہ است کہ جاذبہ فضل بےحدشان بے سبب ریاضت و مجاہدت بتاثیر نظر کامل آنہا بسوے خود کشیدہ...... این فقیر مراتب تجرید و تفرید و دقائق عرفان و توحید را چنانچہ حقِ معرفت است، ایک بیک دانستہ و دریافتہ" صـ ۲

کے لیے کافی ہے، کہ داراشکوہ کم ازکم لوگون پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا، کہ اب وہ اُس درجہ مرتبہ کو پہنچ چکا جہان کہ کفر و اسلام، الحاد و ایمان، نور و نار، خیر و شر، ظلمت و ضیا، عبد و معبود کا سوال باقی نہین رہتا، لیکن ہمارا خیال ہے، کہ اُس نے یہ کتاب لکھکر خود اپنا پردہ فاش کردیا، کیونکہ کسی خاص کیفیت و حالت کے ماتحت بعض وقت بعض بزرگون کی زبان سے جو جملے نکل گئے ہین، ان کی سچائی یا صداقت پر انھون نے کبھی بحث نہین کی ہے، اور نہ ان کو اس کی پرواہ رہی ہے، کہ اس جملے سے کون شخص کیا معنی پہناتا ہے، یا اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے، کیا دنیاے تصوف کا واقف کار ہم کو اس قسم کی ایک بھی مثال دیسکتا ہے، منصور سولی چڑھ گیا، لیکن اُس نے اپنے الفاظ واپس نہین لیے، سرمد نے عریانی کو باقی رکھنے کے لیے جسم کا چولہ بھی اتار ڈالا، مگر اپنے اصول سے باہر قدم نہ رکھا، حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقائد ہی کے لیے شہید ہوئے، مگر ان مین سے ایک نے بھی اپنی مدافعت اور صفائی مین ایک لفظ زبان سے نہین نکالا، مگر دارا پر جہان ایک آدھ آدمی نے اعتراض کیا، وہ فوراً جواب دینے اور اپنے کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے تصنیف مین مشغول ہوگیا، اور اس خیال کو تقویت دینے اور ہندوون کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کیلیے اُس نے اپنی وہ کتاب لکھی، جو مجمع البحرین کے نام سے مشہور ہے، یہ ۱۰۶۵؁ کی تصنیف ہے، یہ دارا کی آخری ذہنی تصنیف ہے، کہ اس کے بعد جو کچھ اس نے لکھا وہ اپنشد اور ریو کے بیان کے مطابق بھاگوت گیتا کا ترجمہ ہے، اس کتاب مین دارا نے یہ دکھایا ہے کہ اسلامی تصوف اور ویدانتک فلسفہ اپنے اصول، اپنی تعلیمات، اور اپنے خیالات کے لحاظ سے ایک ہین، اور جو شخص حق کو حاصل کرنا چاہے، وہ ان مین سے جس راستہ کو بھی اختیار کرے، اُس سے منزل مقصود تک پہنچ جائیگا، اسے خود خطرہ تھا کہ مسلمان اس کی اس تصنیف کو پسند نہ کرین گے، اسلیے اس نے دیباچہ ہی مین لکھدیا، کہ اس نے یہ کتاب رازِ درون خانہ سے واقف "اہل بیت" کے لیے لکھی ہے، "وہ مرا بعوام ہر دو

قوم کارے نیست"، اسی وقت سے حنفی و قادری کی نسبت بھی غائب ہو جاتی ہے[1]،

اس کے بعد اسے ویدہی مین قرآن نظر آنے لگا، اور توراۃ، زبور، و انجیل کے مطالعہ کے بعد وہ جس نتیجہ پر پہنچا، وہ یہ ہے کہ ان کو قرآنی تعلیمات توحید سے کوئی لگاؤ نہین ہے، اس سلسلہ مین اس کے عقائد مین جو تبدیلی واقع ہوئی، اس کا ذکر آگے آتا ہے[2]، اس کے علاوہ، وہ خود ہی ایسی کتابین نہین لکھتا، بلکہ اپنے ملازمین سے بھی لکھواتا ہے، ان مین سب سے زیادہ مشہور وہ رسالہ ہے، جو اس کے منشی چندر بھان نے مکالمۂ داراشکوہ و بابا لعل کے نام سے ترتیب دیا ہے، اس مکالمہ کی روح اس خیال کی تائید ہے کہ حق و صداقت کسی ایک خاص مذہب کی ملکیت نہین ہے، دوسری کتاب جوگ بششت ہے، جوگ بششت کے ترجمہ کرانے کا جو عرفانی و الہامی سبب کتاب مین بتایا گیا ہے، اس کے مقابلہ مین ہم کو یہ خیال ظاہر ترجمہ کا زیادہ موید معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس کتاب مین مہاراج رام چندر جی کے بادشاہ وقت ہونے کے باوجود، اوتار ہونے کو دکھایا گیا اسلیے دارا اس ترجمہ کے ذریعہ یہ بات باور کرانا چاہتا ہے کہ اگرچہ وہ ظاہرا ولیعہد شاہجہان ہے، لیکن بباطن وہ بھی رام چندر جی کی طرح واصل الی الحق بزرگ ہے، خود کتاب کے ترجمہ کے جو اسباب بیان کیے گیے ہین، وہ ہماری اس بدگمانی کے مؤید ہین،

---

[1] اس کے الفاظ یہ ہین:-

میگوید فقیر بے اندوہ محمد داراشکوہ کہ بعد از دریافت حقیقۃ الحقائق و تحقیق رموز دقائق مذہب حق صوفیہ دفائز گشتن باین عطیۂ عظمیٰ در صدد آں شد کہ درک کنہ مشرب موحدان ہند و محققان این قوم قدیم نماید با بعضے از کاملان ایشاں کہ بہنایت ریاضت و ادراک و فہمیدگی و غایت تصوف و خدایابی و سنجیدگی رسیدہ بودند، مکرر صحبتہا داشتہ و گفت و گو نمودہ جز اختلاف لفظی در یافت و شناخت تفاوتے ندیدہ، ازیں جہت سخنان فریقین را باہم تطبیق دادہ، و بعضے سخناں کہ طالبان حق را دانستن آں ناگزیر و سودمند است فراہم آوردہ ...." ص ۲۳

[2] اسکی دوسری تصانیف جنکا فہرست نگاروں نے تذکرہ کیا ہے یا جس کو بعض دوسرے مضمون نگاروں نے لکھا ہے، یہ ہین، (۱) رسالہ معارف (۲) نادر النکات (۳) مثنوی (۴) ترک (۵) دیوان داراشکوہ کے واسطے جو کتابین لکھی گئین ان مین قابل ذکر یہ ہین،

(۱) طب داراشکوہ (۲) ترجمۂ اقوال واسطی (۳) قصص الانبیاء، (۴) تاریخ شمشیر خانی،

دارا کے حکم سے ۱۰۶۶ھ میں سنسکرت سے اس کا ترجمہ کیا گیا، اس کی جو وجہ بتائی گئی ہے خود دارا کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ

"اس کتاب کے انتخاب کا ترجمہ جو شیخ صوفی کے ساتھ منسوب ہے، ہم نے (دارا) مطالعہ کیا، تو رات کو خواب میں دیکھا کہ دو بزرگ قبول صورت ایک اونچے پر اور دوسرے کسی قدر اس سے نیچے کھڑے معلوم ہوے، جو اونچے پر کھڑے تھے بشسٹ تھے اور دوسرے رام چندر .... (میں) بے اختیار بشسٹ کی خدمت میں حاضر ہوا ..... بشسٹ نے نہایت مہربانی سے ہاتھ میری پیٹھ پر رکھا اور فرمایا کہ اے رام چندر یہ سچا طالب ہے، اور سچی طلب میں تیرا بھائی ہے، اس سے بغلگیر ہو، رام چندر بکمال محبت کے ساتھ مجھ سے ملے، اس کے بعد بشسٹ نے رام چندر کے ہاتھ میں مٹھائی دی تا کہ مجھے کھلا دے، میں نے وہ شیرینی کھائی، اس خواب کے دیکھنے پر ترجمہ کی خواہش از سر نو زیادہ ہوئی، اور دربار عالی کے حاضرین میں سے ایک شخص مقرر اس خدمت پر ہوا اور ہندوستان کے پنڈتوں سے ..... اس کتاب کے لکھنے میں اہتمام و انصرام کرایا"[1]

یہ یقین دارا شکوہ کی مذہبی کارروائیاں جنھوں نے اس کے دل و دماغ پر اتنا اثر ڈالا کہ اسکے عقائد متزلزل ہو گئے، اب ہم اس کے عقائد کے متعلق ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں،[2]

---

[1] جوگ بشسٹ کا اصل فارسی نسخہ ہم کو نہ مل سکا، البتہ اسکا اردو ترجمہ جو مولوی ابو الحسن صاحب نے کیا ہے اور جو مطبع نولکشور کی طرف سے منہاج السالکین کے نام سے شائع ہوا ہے ہمارا ماخذ ہے، ص ۳ و ۴،

[2] دارا شکوہ کی شاعری پر لکھنے کا یہ موقع نہیں ہے، اس پر ضمیمی جلد میں مفصل بحث ہو گی، مگر یہاں پر صرف اتنا کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اس کا دیوان ناپید ہے، اور اگرچہ عرصہ ہوا انگلستان میں دارا شکوہ کے ایک دیوان کا تذکرہ آیا تھا، لیکن اس کے متعلق جو وعدہ کیا گیا تھا، وہ آج تک پورا نہیں ہوا، البتہ دانش کے صرف ایک شعر پر اس نے جس طرح ایک لاکھ روپیہ انعام دیدیا تھا، وہ اس کی شعر پرستی کی کافی دلیل ہے، رضی کا مشہور شعر ہے

داراکے مذہبی عقائد | لیکن ان سب سے بڑھکر اس کے مذہبی خیالات تھے، اس کی تباہی و بربادی میں اس چیز نے سب سے زیادہ حصہ لیا[1]، اور یہی چیز تھی جس نے اس کے بھائیون کے ہاتھون کو مضبوط اور عوام کی ہمدردی کو اس سے چھین لیا تھا، دارا مذہبی خیالات کے اعتبار سے اس جماعت کا صیحح نمونہ تھا، جو ہندوون کو اپنانے کے لیے اسلامی توحید، اور ویدانت کے ہمہ اوست کو ایک سمجھتی تھی، اگر معاملہ یہین تک رہتا تو کوئی ہرج نہ تھا، لیکن چونکہ ہندوون نے اس مقصد کے حصول یعنی فنا فی اللہ کے درجہ تک پہنچنے کے لیے کوئی خاص راہ، اور کوئی خاص شریعت مقرر نہین کر رکھی تھی، اور جس شخص کو جو طریقہ اچھا معلوم ہوتا، اس کو وہ مذہبی حیثیت سے اختیار کر لیتا، اس لیے دارا نے بھی تصوف کو توڑ موڑ کر اس اعلیٰ ترین درجہ تک پہنچنے کے لئے شریعت کی راہ ہی پر چلنے کی قید اڑا کر مسلمانون کو بھی اس بات کی دعوت دینا شروع کی کہ واصل الی الحق یا فنا فی اللہ ہونے کے لیے مذہب کی ظاہری پابندی کوئی ضروری چیز نہین ہے، حالانکہ اس حقیقت سے کسی شخص کو انکار نہین ہو سکتا، کہ اسلام مین جتنے صوفیاے کرام گذرے ہین وہ سب کے سب مذہب کے انتہائی پابند ہوتے تھے، اور ان سے کوئی فعل بھی ایسا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۰) تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار | قطرہ تا مے تواند شد چرا گوہر شود

دارا کا بھی اس زمین مین ایک شعر مشہور ہے، جسمین وہی صوفیانہ تعلی موجود ہے،

سلطنت سہل است خود را آشناے فقر کن | قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

مگر دارا شکوہ نے اپنے کو کس طرح سلطنت سے علٰحدہ ہو کر آشناے فقر کر لیا تھا، اُس کا حال آگے آے گا

اس کی متعدد تصانیف اور مختلف تذکرون مین بھی اس کی غزلین اور رباعیان ملتی ہین، پروفیسر محفوظ الحق نے مجمع البحرین کے مقدمہ مین دارا کے علمی مرتبہ وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے،

[1] سیر المتاخرین جلد اول صفحہ ۳۳۹-۴۰،

سرزد نہ ہوجاتا، جس سے اہل شریعت کو اُن کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت ہوتی، دارا نے نماز روزہ سب چھوڑ دیا، اس کے پاس جتنے قیمتی پتھر تھے، ان پر "پربھو" کندہ کرادیا، اور کشمیر میں جو ہندوؤں کے بعض ویدانتی صوفیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، اپنے تصوف کو شروع کیا،[1] خوشامدی درباریوں اور دنیا پرست صوفیوں نے اسے یقین دلانا شروع کیا، کہ وہ اس راہِ حق کی تمام منزلیں چشم زدن میں ختم کر چکا، اور وہ فنافی اللہ کے درجہ میں پہنچ گیا ہے، چنانچہ ترک احکامِ شریعت کی جو وجہ وہ پیش کرتا تھا، وہ یہ تھی کہ جب میں فنافی اللہ ہوچکا، تو پھر اپنی ہی عبادت کیوں کروں، ہندوؤں کے علاوہ اس زمانہ کے عیسائیوں اور مسیحیوں سے اس کے اتنے گہرے تعلقات تھے کہ وہ لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ دارا مسیحی ہے، اور ان کا یہی خیال تھا جس نے تمام یورپین سیاحوں کو یہ لکھنے کی ہمت دلائی کہ داراشکوہ مسیحی مرا ہے، اور جس وقت وہ مرا ہے اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

"محمد مرا می کشد و ابن اللہ مریم مرا می بخشد"[2]

عالمگیر نامہ نے مفصل طور سے اس کے مذہبی عقائد کو اس طرح بیان کیا ہے:۔

"در اواخرِ حال۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باظہار مراتب اباحت و الحاد کہ در طبعِ او مرکوز بود، و آنرا تصوف نام می نہاد، اکتفا نہ نمودہ، بدینِ ہندوان و کیش و آئینِ آں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مائل شدہ بود، و ہموارہ با برہمنان و جوگیان و سناسیان صحبت می داشت و آں گروہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ را مرشدانِ کامل و عارفانِ بحق واصل می پنداشت، و کتاب آنہارا کہ بہ بید موسوم

---

[1] حسنات العارفین، ص ۲۲-۲۶ میں اُسنے حضرت میاں میر، حضرت ملاشاہ، حضرت شاہ دلربا، میر سلیمان مصری سے ملاقاتوں، ان سے تبادلۂ خیالات اور انکے اقوال و اعمال نقل کیے ہیں، وہ یہ دکھانے کے لیے کافی ہیں کہ یہ صوفیائے کرام کس طرح ہمہ اوست کے مسئلہ کو آزادانہ طریقہ سے استعمال کرتے ہیں، ہم اس شخص کو جو تصوف کی تباہی کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے، اس کتاب کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں، یہ رسالہ چھپ بھی گیا ہے، [2] مفصل حالات کیلئے دیکھو ہمارا مضمون "کیا داراشکوہ مسیحی مرا" معارف جلد نمبر ۲۱ ص ۲۹۴-۲۹۸

است کتابِ آسمانی وخطابِ ربانی میدانست ومصحفِ قدیم کتاب کریم میخواندواز کمالِ اعتقاد

باطل،...... بجاے اسماے حسناے الٰہی اسمے ہندوی کہ ہنود آں را "پربھو" می نامند

واسمِ اعظم میدانند بخطِ ہندوی بر نگینہاے الماس ویاقوت وزمرد وغیرآں از جواہرے کہ می بود نقش کردہ، بآں تبرک می جست وچوں معتقدِ آن بود کہ تکلیفِ عبادات ناقصاں راست و

عارفِ کامل راعبادت درکار نیست، وکریمہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین رامشرب ملاحدہ

فراگرفتہ دلیلِ ایں معنی می ساخت بنابریں عقیدۂ فاسدہ نماز وروزہ وسائرِ تکالیف شرعیہ را

خیرباد گفتہ بود[1]"

کہا جاسکتا ہے، کہ یہ بیان اورنگزیب کے درباری مورخ کا ہے اس لیے ہم خود اُس کی تصانیف اور خطوط سے اس کا ثبوت بہم پہنچاتے ہین، وید کے متعلق اُس کا جو خیال ہے، وہ ہم ابھی ابھی اُسی کی زبان سے نقل کر آئے ہین، اب خود اپنی بزرگی کے متعلق اس کا خیال، اُس کی زبان سے سنیے،

رسالۂ حق نما کے دیباچہ مین لکھتا ہے:-

---

[1] حسنات العارفین مین اسی طرح قرآن مجید کی دوسری آیتون کے متصوفانہ معنی بھی دارانے بتائے ہین، مثلاً دارا کے پیر حضرت ملاشاہ نے یاایھا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ کے یہ معنی وتفسیر بیان کی ہے:-

اے کسانیکہ ایمان حقیقی آوردہ اید نزدیک نماز نشوید در وقتیکہ در حالتِ سکر ومستی امقید، سکر حالت بلند تر ست از نماز گزاردن...... اگر مستی مجازیست قرب نماز ممنوع ست تا نماز ملوث نشود، دریں صورت عزت نماز ست واگر سکر حقیقی ست باز ہم قرب نماز ممنوع است، دریں صورت عزت سکر ست..... مصلی نماند نماز کہ خواند، ص ۳۲

دارا شکوہ اپنے کو فانی اللہ سمجھتا اسلیے عبادات کی پابندی سے بھی آزاد جانتا، اسی طرح خود ملاشاہ کے پیر حضرت میان میر نے ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم کے متعلق بتایا ہے کہ: "درحق خاصان است ختم است بر دلہاے ایشاں کہ در دل ایشاں غیر نیاید وچشم ایشان غیر نبیند وگوش ایشاں غیر نشنود ومر ایشاں را لذت وحلاوت بسیار است ازان کفر ص ۳۰۵"،

[1] عالمگیر نامہ ص ۳۴ - ۱۰۳۴

"شب جمعہ ہشتم رجب المرجب ۱۰۵۵ھ دریں فقیر نداد ندکہ بہترین سلاسل اولیاے خدائی سلسلۂ علیہ وطریقۂ سنیہ قادریہ ہست" ص۴

اب ہمہ اوست کے متعلق اس کے خیالات ملاحظہ فرمایے، اپنے ایک خط میں شاہ دلربا کو لکھتا ہے:۔

"در تعریف نامہ چہ تواند نوشت کہ ذاتِ صاحب نامہ منزہ است از وصف و تعریف، اگرچہ تعریف کنندہ ہم غیر نیست عیاذاً باللہ لفظِ غیر ہم غیر او نیست، عارف و معروف، شاہد و مشہود، محب و محبوب، طالبْ و مطلوب جز یک ذات نیست، ہرکہ جز یک ذات است، معدومِ محض است، . . . . الحمد للہ کہ از برکتِ صحبتِ ایں طائفہ شریفہ مکرمہ معظمہ از دلِ ایں فقیر اسلامِ مجازی برخاست و کفرِ حقیقی روے نمود، . . . . ، اکنوں کہ قدرِ کفرِ حقیقی دانستم، زنار پوش و بت پرست بلکہ خود پرست و دیر نشیں گشتم"۔ (۱/۲ ص ب)

وہ دوسروں کو بھی فنا کی جو تعلیم دیتا ہے، وہ یہ ہے، یہ خط دبستان المذاہب کے مصنف فانی کے نام ہے،

"فانی بنوشتن و گفتن کسے نشود، بلکہ فانی آں بود کہ از رسم و اسم ظاہر و باطن قیاس و لباس رستہ باشد، اگرچہ باعتقادِ خود فانی شدہ اند، و از ظاہر صورت فانی، بوے فنا می آید، اماں چوں در باطن اثرے نشدہ، و ہستیٔ موہومی باقی ماندہ، صورت فانی بنظر می آید، و در لباسِ فنا بتحقیق معنی ظاہر می شود، ص۵

ترا باید کہ جان و تن نماند اگر ہر دو بماند من بماند
ز تو تا ہست موے ماندہ بر جا بزاں یک موے باقی ماند بر پا

تو تا یکبار جاں را در نبازی . . . .

محبت شیخ محسن فانی باقی باد[1]"

اسی طرح سرمد کو لکھتا ہے:-

"پیر و مرشد من، ہر روز قصد ملازمت دارد، میسر نمی شود، اگر من منم ارادۂ من معطل چرا و اگر من نیستم چہ تقصیر مرا، قتل امام حسین اگرچہ مشیت ایزدیست، پس یزید درمیان کیست، و اگر غیر مشیت است، پس معنی یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید، چیست، نبی مختار بجنگ کفار میرفت شکست در اسلام می افتاد، علماے ظاہری میگویند، کہ تعلیم صبر است، منتہی را تعلیم چہ در کار ہے[2]

ہم کو یہ تسلیم ہے، کہ اصحاب طریقت ان جملوں کے نہایت ہی دقیق معنی پہنا کر ان کو کسی نہ کسی طرح اسلام کی عین تعلیم ثابت کرین گے لیکن اگر مشیت ایزدی کوئی چیز ہے، اور اگر اس کا ظہور یقینی ہے، تو ہم کو یہ کہنے کا موقع دیا جاے، کہ جس طرح منصور کو اس کی "تنک ظرفی" کی سزا دیگئی، اسی طرح اللہ تعالےٰ نے داراشکوہ کی زبان بھی بند کرکے خاموش طریقہ سے اس مشیت ایزدی کا اعلان کر دیا، کہ دنیا کو اس قسم کی تعلیم و تبلیغ کی ضرورت نہین ہے، ورنہ اگر اس کی یہ خواہش ہوتی تو نہ منصور کے لیے سولی ہوتی، اور نہ دارا کے لیے قتل کا فتوی،

لیکن سوال یہ ہے، کہ مانا کہ دارا نے جو کچھ کہا یا جو کچھ کیا، وہ طریقت کے ایک خاص انتہائی

---

[1] یہ خط مجمع الافکار کتبخانۂ شرقیہ پٹنہ ورق ۱۵۵ الف مین ہی اور ہم کو رقعات کے چھپ جانے کے بعد حاصل ہوا، اس لیے یہاں درج کر دیا گیا،

[2] یہ خط رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے سلسلۂ جدیدہ کی جلد ۲۰ شمارہ ۳ سنہ ۱۹۲۴ء مین شائع ہوا تھا، سرمد نے ایک شعر مین جس بلاغت کے ساتھ اس کا جواب دیا ہے وہ یہ ہے:-

"اے عزیز!

مانچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم

الا حدیث دوست کہ تکرار میکنیم"

درجہ مین جائز ہے، مگر اس کے ساتھ اس کا جو اثر عام، ناسمجھ، زود اعتقاد ضعیف ایمان والون پر پڑ رہا تھا، اس کا کیا علاج تھا، آج بھی ہندوستان مین، کتنے مسلمان ہین، جو ایک مجذوب کی خدمت کو نماز وروزہ سے زیادہ ضروری اور اہم سمجھتے ہین، ہمارا تو ایمان ہے، کہ طریقت کا جو صحیح ترین راستہ ہے، اُس مین شریعت کی پابندی اولین شرط ہے، ہم کو کوئی ایک بڑے بزرگ کا بھی ایک ایسا واقعہ بتادے جو ناموسِ شریعت کے خلاف ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیار، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری، حضرت گنج شکر، حضرت باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مین سے ایک کے بھی قول وفعل، کردار وگفتار، تحریر وتقریر کسی مین بھی اس کی مثال نظر نہین آتی، تزکیہ نفس ریاضت، نفس کشی، وغیرہ دوسری چیزین ہین اور عریانی، یاوہ گوئی، اور لفظی گورکھ دھندا ایک الگ شے، شریعت ظاہر کو دیکھتی ہے، حکومت کا قانون اعمال اور ان کے اثرات کا لحاظ کرتا ہے، اگر دنیا مین اس غلط قسم کی طریقت ہو جاے، تو پھر دنیا ایک دن کے لیے بھی رہنے کی جگہ نہ رہے، واقعہ یہ ہے، کہ اس ہمہ اوستی تصوف کو عجمی شعرار، فلسفیون اور انشا پردازون نے اتنا پھیلایا ہے، اور اس کی اصلاحات، اس کے اصول کو اس کثرت سے داخل کر دیا ہے، کہ ہم صدیون سے اس سے متاثر ہوتے چلے آتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس طریقہ کے اس زہریلے اثر کو جو شریعت کی جڑ کو سکھا رہا ہے، بدقسمتی سے محسوس نہین کر رہے ہین، چند سال سے زیادہ کا عرصہ نہین گذرا کہ خود ہندوستان مین حضرت مولٰنا فضل رحمٰن، حضرت شاہ بدر الدین، حضرت شاہ مولانا محمد علی سب سے بڑے صوفی گنے جاتے تھے، ان کی تعلیم صحیح طریقت کی تعلیم تھی، ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہین کہ وہ تمام مسلمانون کو ویسا ہی صوفی بنادے، کہ اسلام کی فلاح وبہبودی اور اس کے مشن کی تکمیل اسی مین مضمر ہے،

اس فقر دوست، فنا فی اللہ موحد کے مذہبی عقائد اور دینی حالات دیکھ چکے، آؤ

بھائیون سے تعلقات

اب دیکھین کہ دنیاوی معاملات مین اس کا کیا رنگ ہے، کیا واقعی وہ دنیا سے علیحدہ، اُس کی دلچسپیون سے الگ، اُس کی مقناطیسی کشش سے اپنے دامن کو جدا رکھتا تھا، کیا درحقیقت وہ تارک الدنیا اور فنا فی اللہ تھا، اور کیا اس مرتبہ پر پہنچکر صوفیہ کے عقیدہ کے مطابق اس مین دوست دشمن کی تمیز باقی نہین رہی تھی، افسوس کہ اس مین سے ایک بات بھی اُسمین نہ تھی، ایک فرمانبردار بیٹا، ایک محبت والا شوہر، اور شفیق باپ ضرور تھا، لیکن بھائیون کے مقابلہ مین اُس کی تمام خوبیان، برائیان اُس کی تمام محبت عداوت، اور اس کی تمام دوستی دشمنی کی جگہ لے لیتی ہے، اور یہ کہنا شاید بیجا نہو گا کہ اُس نے اس وقت تک شاہجہان کی جو اطاعت کی، بیماری مین اُسکی جو خدمت کی، اور جس طرح اپنے کو باپ کے قدمون سے لگائے رکھا، وہ بھی تمامتر خودغرضی پر مبنی تھا، اور شاہجہان کی علالت سے لے کر فتح آگرہ تک جب کبھی بھی شاہجہان نے کوئی ایسی بات کہی، جو دارا کے مفاد کے منافی معلوم ہوئی تو اس نے باپ کے حکم کی صریح عدول حکمی کی، اس کا مفصل حال آگے آتا ہے،

جیسا کہ ہم کہہ آئے ہین، داراشکوہ کے تعلقات بھائیون سے اچھے نہ تھے، مگر اس عداوت کے بھی مدارج تھے، وہ جس بھائی کو جتنا خطرناک سمجھتا اتنی ہی اسکی دشمنی اس کے مقابلہ مین ہوتی تھی مرادبخش ایک بہادر، سادہ دل، رندمشرب، نوجوان تھا، اُس کو سازش سے زیادہ اپنی تلوار پر بھروسہ تھا، اور سمجھتا تھا، کہ اس کو اپنا لیسنا یا مغلوب کر لینا آسان ہے، پھر بھی دونون صاف دل نہ تھے اور یہی وجہ تھی، کہ جونہی شاہجہان کی موت کی غلط افواہ ملک مین پھیلی، وہ دارا سے لڑنے پر تیار ہوگیا، بلخ سے واپسی پر اس پر جو عتاب نازل ہوا، یا دوسرے مقامات کی گورنری سے جلد جلد ہٹائے جانے مین جو اس کی تذلیل ہوئی، اُسے وہ دارا کی سازشون کا نتیجہ سمجھتا ہے، اسی طرح شجاع کو اُس کے

بنگالہ کے بست سالہ قیام نے جس حد تک آرام طلب اور عیاش بنا دیا تھا، اس سے دارا کو اسکی طرف سے کوئی بہت بڑا خطرہ نہ تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ جب شجاع بنگال سے بڑھا ہے تو دارا نے اپنے صوبہ بہار مین اس کی مدافعت کا کوئی سامان نہین کیا، اور جب شجاع بنارس تک آگیا، تو اس کی فوج نے نہایت آسانی سے اس بری طرح شجاع کو شکست دی، کہ وہ مونگیر کے ادھر نہ رکا، دوسرے ان دونون بھائیون نے کوئی ایسی نمایان خدمت انجام نہین دی تھی، جس کی وجہ سے عوام تک مین ان کا تذکرہ ہوتا، لیکن اس کے برخلاف اورنگزیب کی بہادری، اس کی سیاست دانی اسکے تدبر، اس کی مذہب پرستی، اور اس کے وسعت اخلاق نے اسے امیر و غریب، رئیس و فقیر، عالم و جاہل، صوفی و رند سب کا ہیرو بنا دیا تھا، ہاتھی کی لڑائی کے بعد سے برادرانہ جنگ کی ابتدا تک حکومت کا کوئی ایسا نمایان کام نہ تھا جس مین اورنگزیب کی ممتاز ہستی مصروف عمل نہ ہو، بلخ و بدخشان کی فتح، قندھار کے محاصرے، دکن کی لڑائیان، صوبون کا بہترین انتظام، ایسی چیزین تھین جنھون نے اس کے نام کو ہر گھر مین روشناس کر دیا تھا، ان سب سے بڑھکر یہ کہ اس کی مذہب پرستی، دارا کے الحاد کے مقابلہ مین اس کو عزیز تر بنا رہی تھی: دارا نے امرا، کو اپنے مشتعل مزاج کی وجہ سے اپنا بدخواہ نہین تو خیر خواہ بھی نہین رہنے دیا تھا اس لیے دارا اگر کسی کو اپنا حریف و مقابل سمجھتا تھا، تو وہ اورنگ زیب اور صرف اورنگزیب تھا، اور یہی وجہ تھی، کہ ابتدا ہی سے اس نے اورنگزیب کو بدنام، ذلیل، رسوا اور معتوب کرنے کی مسلسل کوششین شروع کر رکھی تھین، اس سلسلہ مین اس سے جو خفیف حرکتین سرزد ہوئی ہین، وہ تنک ظرف سے تنک ظرف شخص سے بھی صادر نہین ہو سکتی تھین، لیکن قبل اس کے کہ ہم ان سازشون کا حال لکھین ہم اس عہد کے مورخین کے قلم سے اس عداوت کی جو دارا کو اپنے بھائیون سے تھی، تصدیق کرانا چاہتے ہین، ان مین قدیم ترین اور دارا و شاہجہان کا سب سے بڑا حامی صالح کنبوہ ہے، اس کی تاریخ

درحقیقت شاہجہان کی درباری تاریخ ہے، اس کا بیان ہے:-

"از ہمگنان کلاں تر بادشاہ زادہ محمد داراشکوہ بود، بعد از رخصت انصراف دیگراں باقطاع ممالک از فرط محبت معنوی و خواہش باطنی کہ (شاہجہان) بآں والا گوہر داشتہ پیوستہ جلیس مجلس انس و انیس محفل قدس ساختہ یک لحظہ دوری آں سلطنت مآب از جناب خلافت تجویز نمی فرمودند، و ہموارہ نظر لطف اثر بہ تربیت و ترقی آں منظور نظر عنایت خاص داشتہ در ہر صورت توجہ بدیں معنی می گماشتند و در جمیع امور و ہمہ حال او را بحسن سلوک و نیکوئی با برادراں و مراعات مراسم موافقت و مرافقت اخوان و از بدی عاقبت ترک وفا و وفاق و سوء و خاتمت اظہار نفاق تخویف و تحذیر نمودہ، ہر چند خواستند، کہ فی مابین ہموارہ طریقہ برادری کہ التزام آں ہنجار مستقیم میان اخوان صداقت آئین رسمیت مقرری مسلوک داشتہ نوعے تاکید و اہتمام در اتمام مراعات آں نمایند کہ سلسلۃ الذہب اخوت و صداقت از ہر دو طرف بوثاق خلو و علائق دوام متانت پذیرد، اما چوں بمقتضائے قضا با مر دیگر تعلق پذیرفتہ اثرے براں مراتب مترتب نشد و ایں ہمہ سعی اشرف و نصائح ارجمند فائدہ نداد و بجائے نرسیدہ، بلکہ صورتے چند از رنگ آمیزیہائے نفاق فتنہ پرستان و مکر دستان ناراستان .... کار بجائے رسید کہ فیما بین ابواب پرخاش و ستیز مفتوح و راہ صلح و صلاح مسدود شدہ، رنجش تمام بخاطر ہا راہ یافت، بمرتبہ کہ ہر کدام در مقام تلافی و تدارک ایں امر ناراضی .... در طریقہ وجوب انتقام نہانی تردد می نمودند، و بے اختیار از جا در آمدہ و از خویشتن داری برآمدہ منتظر وقت و قابو بودند۔"[1]

دارا کا حامی اس سے کم، اور اس سے زیادہ کس بہتر طریقہ سے دارا کی افتادِ طبیعت شاہجہان کی مساعی اور اس کے نتائج کے متعلق کچھ کہہ سکتا تھا، اب شجاع کے ایک نمک خوار غلام کی زبان سے

[1] عمل صالح صفحہ ۳-۱۲،

اس داستان کو سنو:-

"بادشاہ جہان ۔ ۔ ۔ ۔ سلطان دارا شکوہ را ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پیوستہ بسعادتِ حضور خویش مشرف می داشت و مہر پدری را با محبت عاشقی منضم ساختہ عاشقانہ باآں دری آسمانِ جلال سلوک می نمود، و جمیع مہماتِ مالی و ملکی برائے رزیں و خردِ دوربین آں شاہزادۂ گراں تمکین تمشیت می پذیرفت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وآں شہزادہ از روئے حبِّ مملکت در سوءِ سلطنت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ با برادرانِ والاشان طریقۂ موافقت و یگانگی بزد، چنانچہ کار از یں غفلتہا رسید بجائے کہ رسید[1]"

یہ تو معصوم کا عام بیان تھا، اب صرف شجاع کے تعلقات کے متعلق سنو، وہ لکھتا ہے، کہ

"چوں شاہزادۂ گیتی مطاع سلطان شاہ شجاع مثل برادرانِ والاقدر دیگر از سلوک نامرضی سلطان داراشکوہ دل سوزاں داشت یکباری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بر سریرِ سلطنت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جلوس نمودہ[2]"

اورنگزیب کے معاملہ میں، ہم اس کے درباری مورخ کا بیان پیش نہیں کرینگے، بلکہ اس کی جگہ ایک عام مورخ کا بیان درج کریں گے جو ان واقعات کا عینی شاہد ہے، وہ لکھتا ہے:-

"چوں آفتاب عنایت اقدس و توجہ ظاہر و باطن بادشاہ نکتہ رس حضرت صاحبقرانِ ثانی بر ساحت حال ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ داراشکوہ باقصی غایت یافتہ آنجناب رابمنصبِ والاسے و ولایت ولیعہد اختصاص بخشید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آنجناب بنائے بر غرور و استکبار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خود را ارثاً واستحقاقاً والی و ولی عہد وسعت آباد ہندوستان و پیش دستِ قلم و حضرت صاحبقراں تصور بل تصدیق نمودہ، باستیصال نہال وجود اخوان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمت مقصود گردانیدہ

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص [ب] [2] ایضاً ص [۲۲ب]

علی الدوام سررشتۂ ایں شمار وحساب ایں کار با خود می داشت وظاہر و باطن در اتیاد بنارۂ ایں

کارِ نامبارک توجہ اتم می گماشت، آنحضرت و دیگر شاہزادہائے عالی تبار بسر ایں معنی .....

گشتہ ...... بفکرِ حفظِ نفس و پاسِ ناموس و ضبطِ سررشتۂ کار خویش برافتادند و از آسیب وگزند

آنچناں خصمِ قوی .... ایمن نبود .... بحراست خود می کوشیدند[1]

اورنگ زیب کے بعد سے اس وقت تک جتنی تاریخین لکھی گئی ہین، ان مین دارا کی اس دشمنی

کو ہر مورخ نے صاف الفاظ مین تسلیم کیا ہے، ہم صرف طوالت کے خیال سے اس کو نظر انداز کر دیتے

ہین، ان ملکی مورخین کے علاوہ بیرونی تاجرون اور سیاحون نے جو حالات لکھے ہین، وہ بھی اسی

کی تصدیق کرتے ہین، چنانچہ برنیر، ٹورنیر، منوچی وغیرہ بھی اس مین ہم آہنگ ہین،

اب سوال یہ ہے کہ دارا نے اپنے بھائیون کیساتھ کیا دشمنی کی، اس کا پتہ سرکاری وغیر

سرکاری تاریخون مین عام طور سے نہین چلسکتا، اور اگر اس عہد کے شجاع و دارا و مراد کے خطوط بھی

اسی طرح مل جاتے جس طرح اورنگزیب کے مکاتیب مل گئے ہین، تو ان واقعات مین سے

بعض کا علم ہوتا، مگر افسوس کہ ان کے چند خطوط کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہین ہے، البتہ اورنگزیب

کے خطوط مین بعض ایسے واقعات ملتے ہین، دوسرے یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ تینون بھائی آپس مین خط

وکتابت کرتے ہین، لیکن کسی ایک کا بھی کوئی خط دارا کے نام نہین ہے، اورنگزیب کے متعلق دارا کی سازشون کا جو حال

اسکے خطوط سے معلوم ہوتا ہے، اس کو مختصراً یہان بیان کر دینا چاہتے ہین تاکہ معلوم ہوجاے کہ وہ کس طرح

مسلسل طریقہ سے اورنگزیب کو نقصان پہنچانے مین مصروف تھا،

اورنگزیب سے عداوت ہم نے اورنگزیب کے معتوب ہونے کے سلسلہ مین بتایا ہے، کہ کس طرح اسی

وقت سے ان دونون بھائیون کے تعلقات کشیدہ ہو رہے تھے، اور اگر اورنگزیب کے خطوط

[1] ظفر نامہ عالمگیری صفحہ ۴ ہ ۲ ہ دیکھو ص ۱۶۱-۱۵۶،

اُسی عہد سے سلسل ملتے تو ہم کو بہت سے اور واقعات بھی مل جاتے لیکن چونکہ خطوط صوبہ داریٔ ملتان کے زمانہ سے شروع ہوتے ہین، اس لیے پہلے دس سال کے حالات کے متعلق ہم کو کسی قسم کا کوئی علم نہین ہے، اور یہان پر ہم صرف اسی دہ سالہ عہد کی سازشون کے مختصر ذکر پر اکتفا کرتے ہین،

اورنگ زیب جب ملتان کا صوبہ دار بنایا گیا، تو اُس کے علاقہ کی سرحد پر بعض ایسے قبائل آباد تھے جن کے سردارون نے ترخانیون کے عہد سے اس وقت تک مغلون کی اطاعت قبول نہین کی تھی، اور ان مین سے بعض نے داراشکوہ کو اپنا حامی بنا کر ہمیشہ اپنی آزادی و خودداری کو قائم رکھا تھا، انہی مین قبیلہ ہوت کا سردار اسمٰعیل تھا جب اورنگزیب اس صوبہ کا گورنر بنایا گیا، تو شاہجہان نے اس کو حکم دیا، کہ وہ تمام ایسے قبائل کو مطیع بنائے، مگر داراشکوہ نے صرف اس غرض سے کہ اورنگزیب اس مین کامیاب نہ ہو، اسماعیل کو خط لکھا کہ وہ اورنگزیب کا حکم نہ مانے، اور جب اورنگزیب نے اُسے بلا بھیجا، تو بجائے اس کے کہ اسمٰعیل اس کے پاس جاتا، اُس نے خودسری سے کام لیکر اپنے ہمسایہ سردار مبارک بلوچ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا، اورنگزیب کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے شاہجہان کو اسکے متعلق ان الفاظ مین داراکی کارروائی کی اطلاع دی:-

"دربابِ اسمٰعیل ہوت معروض داشتہ بود، کہ او از قدیم تعلق بصوبۂ ملتان دارد، و چندگاہ است کہ خود را بصاحبِ صوبہ پنجاب بازبستہ و حکم اشرف عزِ صدور یافتہ بود، کہ الحال ہم بدستورِ سابق متعلق صوبۂ ملتان باشد، و دراں ہنگام کہ ایں مرید بنواحیٔ ملتان رسیدہ . . . .

نزد او نیز کس فرستادہ و او نوشتۂ دادا بھائی را دست آویز ساختہ رجوع نمودہ" (۱؎)

شاہجہان نے اس کو پھر حکم دیا کہ وہ ان قبائل کو سر کرے اور اس کام کے لیے اس نے اپنے رضاعی بھائی ملک حسین کو مقرر کیا، اور اس نے تقریبًا تمام قبائل کو سر کر لیا، اب دارا نے دیکھا کہ اُسکی سازش ناکام ثابت ہو رہی ہے، اس لیے اس نے شاہجہان سے ملک حسین کی شکایت شروع

کر دی، کہ وہ قبائل پر بہت ظلم کر رہا ہے، اس لیے اس کو وہاں سے بلا لیا جائے، شاہجہان نے اورنگزیب سے اس کی باز پرس کی، اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:۔

"آنچہ از تعدی ملک حسین بعرض اقدس رسیدہ محض افترا است، دریں یک سال کہ صوبہ مسطور تعلق بایں مرید داشت مومی الیہ غیر از متمردان و دزداں معترض حال احدے از رعایا نگشتہ و دریں مدت ہرگز چیزے ازیں مقولہ برایں مرید ظاہر نشدہ .... غالبًا اہل غرض حقیقت را بتفاوت معروض داشتہ اند" (۳/۸)

صوبہ کے انتظام کیساتھ دوسرا کام قندھار کے محاصرہ کا تھا، دارا نے ابتدا ہی سے اس بات کی کوشش جاری کر رکھی تھی، کہ کسی صورت سے بھی اورنگزیب کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے، اور اس مقصد کے لیے اس نے ہر وقت اورنگزیب کی ہر رائے کے خلاف شاہجہان کو مشورہ دیا، شاہجہان خود ملتان کے راستہ سے قندھار تک جانا چاہتا تھا لیکن داراشکوہ نے ایسا نہ ہونے دیا، شاہ شجاع کو اورنگزیب کے ساتھ محاصرہ میں شرکت کے لیے بلایا گیا تھا لیکن داراشکوہ نے یہ کہکر ان دونوں کے تعلقات اچھے نہیں ہیں، اسکو بھی قندھار جانے سے روک دیا، اور اس طرح ان دونوں بھائیوں میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی، چنانچہ شاہجہان نے اسی خیال کے ماتحت اورنگزیب کو لکھا کہ:۔

"آں مرید با محمد شجاع بہادر سلوک پسندیدہ نمودہ از خود راضی دارد، و دقیقہ از دقائق اخلاق نامرعی نگذارد" (۱۰/۱۵)

اورنگزیب اس بلا سبب شکایت کی وجہ سمجھ گیا، اور اس نے بھی اسی انداز میں اس کا جواب دیا:

"قبلۂ جہان و جہانیاں سلامت! بر عالمیاں ظاہر است کہ کار بندگان اعلحضرت خدا ساز است و بمحض تائید الٰہی بے سعی مخلوقے از پیش میرود، ہر کس ہر چہ میکند برائے خود میکند اما بحمد اللہ تعالیٰ

کہ ایں مرید ہمیں ارشادِ پیر و مرشد حقیقی نفعِ خویش را از ضرر باز دانستہ پیش رفت کار صاحب قبلہ و میر و ولی نعمت خود را اہم مطالب می داند، و جز ایں مقصودے ندارد امید وار است کہ ایشاں را نوعے از طرز سلوک راضی و خورسند سازد، کہ بعد مراجعت از فتح قندھار صورت حسنِ اتفاق در پیشگاہ باطن فیض مواطنِ اقدس ظاہر و ہویدا گشتہ، موجبِ مزید مجرائی ایں مرید شود" (ایضاً)

لیکن دارا کی ریشہ دوانی جاری رہی اور شاہجہان کو اورنگزیب کا بیان مطمئن نہ کر سکا شجاع بھی کابل کے قریب پہنچ چکا تھا، اس لیے شاہجہان نے جس خوبصورت طنز آمیز لہجہ میں اورنگزیب کو اس کی اطلاع دی ہے، وہ نہ صرف دربار کی حالت ہی کے لیے بہت دلچسپ ہے، بلکہ ادبی حیثیت سے بھی بہت بلیغ ہے، وہ لکھتا ہے:۔

"برادرِ کلان آں مرید را چند فرمان نوشتہ بودیم کہ چون بسبب بیماری کہ دراز کشیدہ خود را بوقت نتوانست رسانید، برگشتہ بہ بنگال برود، غیرتِ فرزندئی ما، آں فرزند را نگذاشت کہ برگرد بایلغار روانہ ملازمت ما شدہ، شاید کہ در ساعتِ نزولِ موکب معلّٰی بکابل خود را بملازمت برساند، و فردائے آں رخصت شدہ، در غزنی بلشکرِ ظفر قرین ملحق گردد" (ایضاً ۱۹)

اورنگزیب کی سیاست دانی اور ادبی ذوق کی داد دینا پڑتا ہے، کہ اس نے اس طنز کا اتنا بہتر جواب دیا، کہ شاید اس سے بہتر نہیں ہو سکتا تھا:۔

"قبلہ و کعبۂ ایں مرید سلامت! آنچہ از غیرت و قوتِ نفس بادشاہزادۂ جہانیاں بخاطرِ ملکوت ناظر پرتو انداختہ بیان واقع است، آرے مریدان جانسپار را در راہِ عقیدت و بندگی چنیں ثابت قدم باید بود الحمدللہ کہ بتوجہ باطنِ قدس مواطنِ اعلیحضرت صحتِ کامل نصیب ایشاں شدہ، بایلغار عازم دریافت پائے بوسِ اقدس کہ معراجِ ہمت سعادتمندان است، گرویدہ اند، امید کہ عنقریب فیضِ ملازمت باسعادت حاصل نمودہ بہ لشکرِ نصرت اثر ملحق شوند، تا باتفاق در پیش رفت خدمت مرشد

ولی نعمت خود لوازم سعی وکوشش بظہور آید" (۴/۱۹)

مگر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا، چنانچہ شاہجہان نے شجاع کو کابل پہنچنے کے بعد غزنی مین جاکر فوج سے مل کر مہم قندھار مین شریک ہونے سے روک دیا، اور وہ مہینوں تک بادشاہ کے ساتھ کابل ہی مین رہا، یہان اسے داراشکوہ کی ریشہ دوانیون کے مطالعہ کا اچھا موقع ملا، دارا نے مہم قندہار کو اس خیال سے کہ اگر کہین قندھار فتح ہو گیا، تو اورنگزیب کی عزت مین چار چاند لگ جائین گے، جلد از جلد ختم کرنے پر شاہجہان کو آمادہ کر کے فوج کی واپسی کا حکم سعد اللہ خان کے نام روانہ کر دیا، اور اورنگزیب کو اس ناکامیابی کا الزام لگا کر اسے اس قدر معتوب اور ذلیل کیا کہ شاید تاریخ اسکی کوئی دوسری مثال پیش نہین کر سکتی، حالانکہ جیسا کہ محاصرۂ قندھار کے سلسلہ مین ہم بتا چکے ہین کہ غریب اورنگزیب کی اس مہم مین ایک معمولی ماتحت جنرل سے زیادہ حیثیت نہ تھی، لیکن پھر بھی شاہجہان کہتا ہے:۔

(۱) "بسیار عجب نمود کہ با چنین سرانجام قلعہ بدست نیامد" (۳/۳۵)

(۲) "ما از سر قندھار گذشتنی نیستیم، بہر طریق کہ دانیم سرانجام گرفتن آن خواہیم فرمود" (ایضاً)

(۳) "اگر میدانستیم کہ قلعۂ قندھار را میتوانند گرفت، لشکر را طلب نمی فرمودیم" (۱/۴۴)

(۴) از ہر کس کارے می آید و عقلا گفتہ اند کہ آزمودہ را نباید آزمود" (۵/۴۴)

(۵) "اگر آن مرید ولایت دکن را ہم آباد اں تواں کرد بسیار خوب است" (ایضاً)

شاہجہان کے پدرانہ ترکش کے یہ چند تیر تھے، اورنگزیب نے جس صفائی، جس ہمت، اور جس فرزندانہ اطاعت وسادگی کے ساتھ اپنی بے قصوری اور اپنی صفائی پیش و ثابت کی ہے، وہ طوالت کے خیال سے نہین دیجاتی، اورنگزیب کو کہا جاتا ہے، کہ

"آن مرید ہمیں کہ بملازمت برسد مارخصت دکن میفرمائیم" (۳/۳۵)

اور اس دھمکی کو اس طرح عملی جامہ پہنایا جاتا ہے، کہ اورنگزیب ۱۲ ر رمضان سنہ ۱۰۶۲ (۱۷ ر اگست ۱۶۵۲)

کو بادشاہ کی خدمت میں ایک طویل جنگ اور افغانستان کی دشوار گذار گھاٹیوں سے بعجلت تمام حاضر ہوتا ہے، اور ایک عشرہ کے اندر ۲۲ رمضان (۷ اگست) کو دکن روانہ کر دیا جاتا ہے رمضان تک کا خیال نہیں کیا جاتا، اس کے ساتھ ہی اسے دکن میں جو جاگیر دی جاتی ہے، وہ اس قدر کم حاصل ہے، کہ اورنگزیب حیران ہے، کہ وہ اسے اپنی بدقسمتی کے سوا کیا سمجھے نہیں پر تمام آفتیں ختم نہیں ہو جاتیں اسے اس کی بھی اجازت نہیں ہوتی، کہ اپنے سابقہ صوبہ ملتان سے جا کر اپنے بال بچوں کو لا سکے، بلکہ شاہجہان، جہان آرا بیگم کے ذریعہ سے اورنگزیب کو حکم دیتا ہے، کہ وہ اپنے بچوں کو لکھ دے کہ:-

"از ملتان بلاہور بیایند" (۱۳۴/ب)

اب دارا اور اس کے ایجنٹوں کی کارگذاریاں بھی ملاحظہ فرمائیے، اورنگزیب کے ملازمون کے ملتان سے روانہ ہونے کے بعد دارا کا نائب (کیونکہ یہ صوبہ اب دارا کو مل گیا ہے) شاہجہان کو یہ اطلاع دیتا ہے، کہ اورنگزیب کے آدمیوں نے ملتان کا محل لوٹ لیا، اسے برباد کر دیا، اور اس کے دروازے اور پتھر تک بیچ ڈالے، اس کی تحقیقات ہوتی ہے، حقیقت حال سامنے آتی ہے لیکن رپورٹ شاہجہان کے سامنے پیش نہیں کی جاتی، اور وہ اسی غلط خبر کے ماتحت جہان آرا بیگم سے کہتا ہے، کہ وہ اورنگزیب کو لکھے کہ

"چون از عرضہ داشت دادا بھائی جیو کہ از ملتان بدرگاہ والا فرستادہ بودند کیفیت عمارات آنجا کہ مردم ایں خیر اندیش خراب نمودہ چوب و دروازۂ آں را سوختہ و فروختہ اند بعرض مقدس رسید، بر زبان ارشاد بیان مرشد جہانیاں گذشت کہ ایں قسم کارے از مردم آں مرید خوب نبود، ہمہ ملک وہمہ جا از ماست ہر کہ مصدر ایں تقصیر شدہ باشد اورا تنبیہ نمایند" (۱۴۴/ا)

اب اورنگزیب کا جواب سنیے :-

"مہربانِ من! بر اعلحضرت ہویدا خواہد بود، کہ ایں مرید بدیں طریق کمتر آشنا است، و مردمے کہ دارا نیز و ہیچ صوبہ مرتکب چنیں حرکتے کہ قبحِ آں بر ہمہ کس آشکارا است، نشدہ اند، در ملتان خود چہ گنجایش دارد؟

باوجود آنکہ قبل ازیں وقتے کہ ایں معنی را از واقعۂ ملتان فرستادہ شیخ موسی معروضِ بارگاہِ خلافت شدہ حسب الحکم سید علی فرد واقعہ را پیش ایں مرید آوردہ موجبِ خرابیٔ عمارات آنجا بعد از تحقیق و رسیدنِ عرائض متصدیانِ ملتان کہ با ایشاں از روے توبیخ و سرزنش نوشتہ شدہ بود، نوعے کہ بہست محمد صفی داخلِ واقعہ نمودہ، عجیب است کہ صورتِ حال بعرضِ اقدس نرسیدہ، حقیقت راستِ نوشتہاے وقائع نویس ملتان آشکار نشدہ باشد، ہر گاہ در حضورِ گماشتہاے دادا بھائی جیو و شیخ موسی مردم شہر از غفلت و بے خبریٔ آنہا پس از برآمدنِ مردم ایں مخلص عمارتہا را درہم شکستہ مصالح را تاراج کردہ باشند، و ثانی الحال شیخ مسطور دروازہا و حجرہا و چوبہاے عمارت از خانہاے سکنۂ آنجا برآوردہ، آنہا را صاحبِ تقصیر ساختہ جرمانہا گرفتہ باشد، مردم ایں مرید را چہ گناہ، اگر تقصیرے بر آنہا لازم می گشت، ہماں وقت بسزاے کردارِ خویش می رسیدند" (ایضاً)

دارا کی آتشِ عداوت اب بھی سرد نہین ہوتی، اورنگزیب جب لاہور پہنچتا ہے، تو اسے ایک عجیب سین نظر آتا ہے، چنانچہ وہ اپنی بہن کو ان الفاظ مین اس کے متعلق لکھتا ہے:

"صاحبِ من! از گماشتۂ دادا بھائی کہ در لاہور می باشد طرفہ اداے مشاہدہ رفت، ظاہرا بقصدِ استقبالِ ایشاں از شہر برآمدہ بود و روزے کہ ایں نیاز مند درگاہِ بے نیاز در حوالیٔ لاہور نزول کردہ از جاے خود سوار شدہ و نزدیک بارو گذشتہ باز رو بشہر نہادہ معلوم

نشد کہ باعثِ این حرکت خنک بیجا بود، غالباً باشارتِ صاحب خود مرتکب چنین اداہای
بے موقع گردیدہ باشند،

مطلب از اظہار آن است کہ صاحب مہربان بمراتب التفات نشان بے پردہ باشند

اللہ بس ماسواہ ہوس" (۱۳/۱۴۵)

آخر کے چند الفاظ اورنگزیب کی اس انتہائی مایوسی اور روحانی تکلیف کو ظاہر کرتے ہین، جو اسے دارا سے پیہم پہنچ رہی تھی، یہ سلسلہ آخر وقت تک جاری رہا، لیکن چونکہ یہان پر ہم کو اس سے مطلب نہین ہے، اور دارا کے رویہ کو سمجھنے کے لیے اتنی ہی باتین بہت ہین، اسلیے اب ہم اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

اورنگزیب، شجاع اور مراد کا معاہدہ

ہم اوپر بتا آئے ہین، کہ دارا نے کس طرح شجاع کو اورنگزیب سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن چونکہ وہ خود زخم خوردہ تھا، اسلیے بجاے اس کے کہ اس کی اس کا کوئی اثر ہو، بالکل اُلٹا نتیجہ نکلا اور دارا اپنے ارادہ مین ناکام رہا، اسکا بین ثبوت وہ ابتدائی معاہدہ ہے، جو پہلے شجاع اور اورنگزیب مین ہوا، اور پھر بعد مین مراد کو بھی اسمین شریک کر لیا گیا،

شجاع کو اورنگزیب کی روانگی کابل سے پہلے ہی رخصت کر دیا گیا تھا، اور کوشش یہ ہو رہی تھی کہ دونون بھائیون کو ملنے نہ دیا جاے، چنانچہ اورنگزیب کو دریاے اٹک کے اسی طرف روک دیا گیا، اور جب شجاع آگے نکل گیا، تو اورنگزیب روانہ ہوا، لیکن شجاع ابھی آگرہ ہی مین تھا، کہ اورنگزیب وہان پہنچ گیا، اسکی جو کیفیت اورنگزیب نے جہان آرا بیگم یا شاہجہان کو لکھی ہے، اس مین حقیقت کی تلاش فضول ہے، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے، کہ یہ دونون دارا کے حمایتی تھے، اس لیے اب ہم اس عہد کی تاریخون کی طرف متوجہ ہوتے ہین، عاقل خان اورنگزیب کا ملازم خاص تھا، اور اس نے اس ملاقات کا مفصل حال ان الفاظ مین لکھا ہے:-

چون ظلال اقبال بر مستقر الخلافه اکبرآباد مبسوط گردانیدند تا شش روز دراں شهر دل فروز توقف فرموده

فیما بین طرح محبت وصفا انداختند، وسه روز حضرت جهان پناهی در منزل شاه شجاع وسه روز در

دولت خانهٔ والا بسر برده به تمهید بساط عیش ونشاط وترتیب مسرت وانبساط پرداختند ومرآیای

تودد وولا را بصقالهٔ یک جهتی ویکدمی روشنی وصفا بخشیده بجهت مزید استحکام بنای محبت واتحاد

وتشیید مبانی خلت ووداد، باوجود یگانگی معنوی پیوند صوری را درمیان آورده صبیهٔ شاه شجاع

به سهی سرو جویبار سلطنت وجهانداری سلطان محمد ومخدرهٔ سرادقات خسروی را به سلطان زین العابدین

خلف الصدق شاه شجاع نامزد ساختند،

آنگاه خلوت کدهٔ صدق وصفا بسان طلعت آئینه مصفا داشته واز کدورت ظاهر وباطن پرداخته

راز درون بیرون انداختند وبعنوان مشاورت سررشتهٔ سخن فرو کردند، وبجهت تمشیت مهم

خویش ومال کار رای برده باهم گفتند که برادر بزرگ بسان گرگ تشنهٔ خون اخوان است،

وباآنکه ظل ظلیل حضرت صاحبقران بر فرق جهانیان مبسوط است، از کید وگزندش ایمن نیستیم

معاذ الله ازاں روز که روزگار عنان سلطنت وزمام دولت بقبضهٔ اقتدارش وکف اختیارش

دهد، دیگر توقع امن وآسایش وعافیت وآرام ازمار وسے می تابد، وحلاوت وشادمانی مفقود و

لذت زندگانی نابود میگردد، وباو در مقام مقاومت پا فشردن وگوی مقصود ازمیان بردن

محض محال،

دریں صورت شایستهٔ عالم مصلحت وپسندیدهٔ جهان عقل وکیاست آن است که ما هر

سه برادر طریقهٔ انیقهٔ اتحاد واتفاق را پذیرا گشته بیامن موالفت وبرکات معاضدت هدگر آتش

شر او را منطفی سازیم، وصورت کلفت وقدرتش بشکنیم،

دریں باب عهد وپیمان را بایمان موکد گردانیده بنای موافقت ومصادقت را به قسم

وسوگند استحکام بخشیدہ آنحضرت لوائے توجہ بمستقر دولت خود مرتفع ساخت وشاہ شجاع روئے توجہ بجانب بنگالہ نہادہ"[1]

چونکہ مذکورۂ بالا معاہدہ تین بھائیون مین تھا، اس لیے اورنگزیب نے راستہ ہی مین بمقام دوراہہ مراد سے ملاقات کی، اور اسے بھی شرائط معاہدہ سے آگاہ کر دیا، چنانچہ مراد بخش اپنے ایک خط مین جو اس نے جہان آرا بیگم کو لکھا ہے، ان الفاظ مین اس کا ذکر کیا ہے:

"در منزلِ دوراہہ کہ انتظار آمدن برادرِ والا گہر بھائی اورنگزیب می کشید بورود نشان مرحمت عنوان .... بہجت تمام وانبساط کلی اندوخت ...."

دوم شہر صفر ختم بالخیر والظفر بھائی جیو بآں منزل تشریف آوردند، وسہ کردہ باستقبال رفتہ ایشاں را دریافت، سیوم وچہارم ماہ مذکور مقام کردہ از روے اتحاد و یگانگی صحبت داشتہ شد، چوں خلوص اخلاص ووفور عقیدتے کہ ہر دو طرف بہ خدمت آں صاحب مہربان والاقدر متحقق است، فیما بین جہت جامع بود، ہنگامۂ محبت وصداقت گرمی تمام پذیرفت ...."

امید کہ بناے ایں دوستی ویگانگی بہار روز بروز استحکام تازہ پذیرد" ($\frac{1}{222}$)

دکن مین پہنچنے کے وقت سے، برادرانہ جنگ کے لیے روانہ ہونے تک شاہجہان اور اورنگزیب مین جو افسوسناک اختلافات ہوتے رہے، اور جس طرح اورنگزیب کو ہر موقع پر ذلیل ورسوا کیا گیا، اس کا حال گذشتہ ابواب مین مفصل طور سے بیان کیا جا چکا ہے، یہان پر ہم صرف بیجاپور اور گولکنڈہ سے دارا کے خفیہ تعلقات کے متعلق، اشارہ کر دینے پر اکتفا کر دیتے ہین، تاکہ یہ معلوم ہو جائے، کہ کس طرح دارا ان دونون ریاستون کی حمایت کر کے ایک طرف تو اپنی اہمیت، اور اپنے اثر ورسوخ کو بڑھا، اور دوسری طرف یہ ثابت کر گے کہ اورنگزیب کی کوئی بات دربار مین نہین سنی جاتی، اس کے

[1] ظفرنامۂ عالمگیری ص۰،

اثر و اقتدار کو ختم کر رہا تھا، اور یہی وجہ تھی، کہ ان ریاستون نے بھی اگرچہ ظاہرا اپنے تعلقات تو اورنگزیب سے قائم کر رکھے تھے، مگر باطناً ان کی تمام کاروائی دارا ہی کے ذریعہ انجام پاتی تھی، چنانچہ اورنگزیب کو جب اس بات کی اطلاع ملی، کہ قطب الملک ایک طرف تو معاہدہ کی وجہ سے اورنگزیب کو ہر کام کیلئے خط لکھتا ہے، لیکن دوسری طرف اپنے معروضات کی پذیرائی کے لیے دارا کا دامن پکڑے ہوئے ہے تو اس نے خود قطب الملک سے اس کی اس منافقت کی ان الفاظ مین شکایت کی کہ

"ملا عبد الصمد ملازم سرکار آں خلاصۂ خاندان عز و علا، نوشتہ مشتمل بر التماس عنایت ولایت کرناٹک بہ وساطت، بادشاہزادہ کلاں از نظر انور اعلحضرت ظل الٰہی گذرانیدہ وحکم .... گیتی مطاع بہ نفاذ پیوستہ کہ تشخیص ایں مقدمہ بیش از ملازمت نمودن خان رفیع مکان معظم خاں صورت نخواہد یافت، .... ومعہذا ملا عبد الصمد تا حال خود در افرش دربار بادشاہزادۂ کلاں وخانہ متصدیان ایشان ساختہ اصلا بہ وکیل سرکار نامدار رجوع نیاوردہ" (آداب نمبر ۱۲۵)

گولکنڈہ کی جنگ[1] کے بعد جب معظم خان دربار مین پہنچا، تو اس نے دیکھا کہ وہان تو اورنگزیب کے خلاف سازش کا ایک جال بچھا ہوا ہے، اور روزانہ طرح طرح کے الزام اس پر تراشے جاتے ہین اس نے اپنے علم کے مطابق ان کی تردید کی، اور جب اورنگزیب کو اسکی اطلاع ہوئی، تو اس نے میر جملہ کو لکھا:

"انچہ دریں مدت بمقتضاے صفاے طویت از ایشاں بظہور رسیدہ ومی رسد موافق اعتقاد است .... ویقین دانستہ ایم کہ ہمگی آں عمدہ خوانین مصروف باس

[1] ہم گذشتہ باب مین یہ دکھا چکے ہین، کہ کس طرح گولکنڈہ کے وکیل نے دارا کے ذریعہ شاہجہان سے وہ حکم لکھوا دیا تھا، جس مین اس کو حکم دیا گیا تھا، کہ وہ ایک منٹ توقف کیے بغیر محاصرہ ترک کر کے لوٹ جاے اور کس طرح اس ذلت آمیز حکم کو فوج کے اندر مشتہر کر کے اورنگزیب کی انتہائی تذلیل کی معاندانہ کوشش کیگئی تھی،

حق شناسی است" (آداب نمبر ۱۸۵)

بیجاپور کی جنگ مین جن حالات کے اندر اور جس نازک وقت مین دارا نے فوجوں کی واپسی کا حکم دیا ہے، وہ اس کی سازشی فطرت کی بین دلیل ہے، درباری مورخ کا بیان ہے:

"اگرچہ شاہ بلند اقبال بحسب ظاہر اظہار دولت خواہی نمود، امّا باطناً در پے نادولت خواہی خود بودہ، وصوابدید مصالح دولت را بے سپر کردہ چشم از مراتب آگہی پوشیدہ . . . . .
. . . ہر چند اعلیٰ حضرت بقبول ایں معنی مبادرت نمودہ، در باب فرستادن فرامین استادگی تمام فرمودند، ولیکن از فرطِ غلبہ و وفورِ تصرف آں بلند قدر در مزاج مبارک امتناع از پیش نرفت، وخواہ نخواہ مناشیر والا متضمن ایں مضمون ناصواب مصحوب چندے یساولاں شرف صدور یافت، درعین وقت کار کہ آں شاہ والا جاہ مشغول بہ تنبیہ وتادیب اہلِ بیجاپور از روے تسلط غلبہ تمام لشکر بیشتر اورا در مضیق احاطہ داشتند، یساولان مذکور رسیدہ خلل در بنا ے ثبات واستقرارِ مردم افگندند، ایں حرکت ناہنجار باعثِ کدورتِ ضمیر اشرف الور شد، پایۂ شورش عظیم گشت، چنانچہ جمعے از امرا مثل مہابت خاں وراو ستر سال وغیرہ بے رخصت واطلاعِ عالی متوجہ اکبر آباد گشتند"[1]

خود اورنگزیب نے بھی اس نازک حالت کا جسمین دارا کے حکم نے اُسے گرفتار کر دیا تھا اور جس کی وجہ سے تمام ہندو افسر وغیرہ بلا اجازت واپس ہوگئے تھے، شاہجہان سے گلہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے:-

"درعین وقتِ کار کہ حسب الحکم لشکر بہ بیجاپوریاں کشیدہ، بصد ہزار سعی کار برآنہا تنگ ساختہ . . . . ونزدیک بود کہ پیشکشے گرامند بگیرد، یا ہمہ را مستاصل مطلق

---

[1] عمل صالح صفحہ ۱۶،

ساختہ بے جان و بے پا کند، سزاولانِ شدید بطلبِ شکر فرستادہ، نہانی نوکرانِ خود را بقصدِ تسلی

قلب و استمالتِ خاطر بجا پوریاں تعین نمود، وقوع ایں معنی وخبر ہاے مختلف کوفتِ

اشرف موجبِ خیرہ چشمی عظیم گشتہ، وہن وفتور تمام در مبانی ثباتِ قلب دلاوراں لشکر

راہ یافت وبنابریں مصلحت کہ عین مفسدہ بود اکثر مردم سر خویش گرفتہ بہرطرف متفرق شدند" (۳۴ / ۱۱۹)

ابھی اورنگزیب اپنی ذاتی فوج اور میر جملہ کے دستہ کے ذریعہ اس انتشار کو روکنے کی کوشش ہی

کر رہا تھا، کہ شاہجہان کی سخت علالت نے بالکل نقشہ ہی بدلدیا، شاہجہان کئی دنون تک اس قابل

بھی نہ ہو سکا، کہ وہ درشن کی کھڑکی تک جا سکے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ تمام ملک مین یہ خبر مشتہر ہو گئی،

کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا، اور جب بادشاہ نے اپنی صورت مشتاقانِ زیارت کو دکھائی، تو بھی لوگون

کو اس کا یقین نہ آیا، اور انھون نے یہ سمجھا کہ بادشاہ کے ہم شکل خواجہ سرا کے ذریعہ یہ کھیل کھیلا جا رہا ہے[1]،

ان حالات مین دارا کا کیا فرض تھا، اگر واقعی اس کا دل بھائیون کی طرف سے صاف ہوتا

تو سب کو اصل حالات کی اطلاع دیتا، لیکن اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا، کہ امراء، اور دوسرے

مقربین کی محل مین آمد و رفت بند کر دی، تمام شہزادون کے وکیلون سے پہلے تو مچلکہ لیا، کہ وہ اس

علالت کی خبر نہین لکھین گے، اور پھر ان کو قید کر دیا، اس کے ساتھ ہی اس نے شاہراہون اور

اہم گھاٹون پر پہرا بٹھال دیا، کہ کوئی شخص کوئی تحریر نہ لیجا سکے، اس کا نتیجہ وہ عام اضطراب، ہیجان

اور انتشار تھا، جو اُس وقت پیدا ہوا اور اسی کے ساتھ شجاع و مراد نے (اورنگزیب نے نہین) اپنی

---

[1] معصوم نے اس افواہ کو ان الفاظ مین لکھا ہے:۔

"دارا شکوہ یکے از چیلہاے بادشاہی را کہ شباہت تمام بصورت معنی سرشت بادشاہی

دارد، بعد از چندے از دریچہ یا غرفہ بمردم می نماید وآں صورت ہمینی سلام مردمان می گیرد، بادشاہے

درمیاں نیست" صفحہ ۳۲ الف و ب،

باوشاہت کا اعلان کردیا،

دارا نے اب دوسری چال شروع کی، اور وہ یہ کہ جس صورت سے ہو، اورنگزیب اور مراد کو لڑادو، اور اس لیے اس نے شاہجہان کی طرف سے یہ فرمان صادر کیا، کہ مراد کو برار کا صوبہ جو اورنگزیب کے ماتحت ہے، دیا گیا ہے، اور وہ وہان چلا جاے، دوسری طرف اس نے اپنے بھائیون کی پیشقدمی روکنے کے لیے دو فوجین تیار کین، مگر یہ دیکھکر عبرت ہوتی ہے، کہ اس موقع پر ایک بھی بڑا سپہ سالار ان کی قیادت کو قبول نہین کرتا، بہت ممکن ہے، کہ مخالف جماعت کی بلند مرتبگی اس کا ایک سبب ہو، لیکن درحقیقت جو چیز اس مین صاف نظر آرہی ہے، وہ یہ ہے، کہ کسی امیر کو دارا پر بھروسہ تھا، اور نہ اس کے لیے کسی قسم کی ہمدردی، البتہ دو راجپوت راجاؤن نے اپنی خدمات پیش کین، ان مین سے ایک یعنی مرزا راجہ جے سنگھ شہزادہ سلیمان شکوہ کے ساتھ شجاع کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا، اور دوسرا مہاراجہ جسونت سنگھ مراد اور اورنگزیب کو روکنے کے لیے،

یہ تھین دارا کی وہ برادرانہ عنایتین، جنھون نے اورنگزیب کو اپنی مدافعت پر مجبور کیا، لیکن قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کے رویہ کے متعلق کچھ کہین، ہم چاہتے ہین، کہ اس ڈرامے کے چار اور اہم شخصیتون کے حالات مختصر طریقہ سے بتا دین، تاکہ ان کے مقابلہ مین اورنگزیب کے طرز عمل پر بہتر روشنی پڑ سکے، ان مین اورنگزیب کی دو بہنین، جہان آرا بیگم اور روشن آرا بیگم، اور اس کے دو بھائی شہزادہ محمد شجاع، اور شہزادہ مراد بخش ہین،

جہان آرا بیگم ممتاز محل کے بطن سے جو چودہ اولاد ہوئی، اس مین اگرچہ ترتیب کے لحاظ سے جہان آرا[1] دوسری تھی، لیکن عملی دنیا مین حصہ لینے والی اولاد مین سب سے بڑی تھی، حوری خانم اور حافظہ

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو معین الآثار آگرہ از نواب عبد اللطیف، جہان آرا از مولوی محبوب الرحمان و جہان آرا از ضیاء الدین احمد برنی، ماڈرن ریویو اگست ۲۹ء، وغیرہ وغیرہ،

ستی النسار کی تعلیم اور نورجہانی وممتاز محلی حرم کی تربیت نے ایک طرف تو اسے علمی حیثیت سے بہت بلند اور دوسری طرف عملی حیثیت سے اسکو اپنے ہم عصرون مین ممتاز کر دیا تھا، ممتاز محل کی موت کے بعد سے اس نے شاہجہان کے آرام اور محل کے انتظامات کا تمام بار اپنے سر لے لیا تھا، اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے، کہ اس نے جس فدایانہ طریقہ سے باپ کے لیے جان و مال نثار کیا، جس طرح مان کی موت سے لیکر اس وقت تک کہ شاہجہان کا جنازہ محل سے نکلا باپ کی خدمت کی، جس طرح تختِ طاؤس پر بیٹھنے یا گوشۂ قلعہ مین عبادت کرنے والے شاہجہان کے لیے وہ نورِ نظر، راحتِ قلب رہی، وہ ایسا بے مثل کارنامہ ہے، کہ تاریخ اس کی مثال مشکل سے پیش کر سکتی ہے، تصوف کے ذوق نے اُس سے ۲۶ سال ہی کی عمر (۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء) مین مونس الارواح[1] جیسی کتاب لکھا کر اُسے دنیا کی تمام کشتون سے بے نیاز کر دیا تھا، اور اگر ہم سلطنت کے کامون یا بھائیون کے جھگڑون مین اُسکو دیکھتے ہین، تو صرف دو حیثیتون مین، یا تو وہ صلح کی دیوی ہوتی ہے، یا پھر اپنے باپ کی خوشنودی، اس کی بات کی پیچ، اور اُسکے حکم کی تائید کے جذبہ مین سرشار نظر آتی ہے، اور اسی لیے دوسرے لوگون کو اپنا دشمن بنالیتی ہے، چونکہ شاہجہان کی یہ خواہش تھی، کہ دارا شکوہ ہی، اس کی جگہ بادشاہ ہو، اس لیے جہان آرا اصولاً مجبور تھی، کہ اپنے باپ کی تائید کرے، اور اس سلسلہ مین اپنے بھائیون کے طعن و تشنیع کو برداشت کرے، یہی وجہ ہے، کہ بعض لوگ اس کو اورنگزیب کا دشمن سمجھتے ہین، ہمارا اپنا خیال یہ ہے، کہ جہان آرا پریم اور محبت کی دیوی تھی، برائی اسکو چھو بھی نہین گئی تھی، البتہ بعض اوقات اپنی نیکی کی وجہ سے دارا کی سازشون مین پھنس جاتی تھی، لیکن جونہی اس کو اسکا علم ہوتا تھا، وہ فوراً اس کی تلافی کر دیتی تھی حتیٰ کہ خود اورنگزیب کو دارا کے لگائے ہوئے چرکون

[1] مونس الارواح کا وہ نسخہ جو جہان آرا کیلئے لکھوایا گیا تھا، اس وقت دار المصنفین کی ملکیت ہے،

کو دکھانا ہوتا تھا، تو پیاری بہن ہی کے سامنے وہ زخمون کو وا کرتا تھا، جس وقت وہ دارا کی چالون سے پریشان ہو جاتا تھا، تو اس کو اپنی پیاری بہن ہی کی آغوشِ محبت مین پناہ ملتی تھی، اور جس گھڑی شاہجہان کے غلط عتاب کی بجلی اُس پر گرتی تھی، تو یہ اسی پیاری بہن کا دامن ہوتا تھا، جہان اسے سکون و تسلی، اور امن نصیب ہوتا تھا، اورنگزیب کے خطوط پڑھو تم کو اس مخلصانہ محبت کا رنگ اس مین صاف چمکتا نظر آئے گا، خود سر مراد بھی یہین آکر برادرانہ محبت سے سرشار ہو جاتا ہے، جس وقت شاہجہان بیمار ہوا، اس وقت وہ باپ کے ساتھ تھی، اس نے دارا کو بہت سمجھایا، لیکن فضول، مجبور ہو کر اس نے دوسرے بھائیون کی طرف توجہ کی، لیکن اس کا خط اس وقت پہنچا جبکہ دھرمات کی لڑائی ختم ہو چکی تھی، اور تیر کمان سے نکل چکا تھا، پھر بھی بھائیون نے جو جواب دیا، اس سے صاف پتہ چلتا ہے، کہ اب بھی ان کے دلون مین اسکی کیا وقعت تھی[1]، اس کے بعد جب اورنگزیب و مراد، دارا کو شکست دے کر آگرہ پہنچے تو اس وقت بھی جہان آرا نے خود آکر اورنگزیب کو سمجھایا، اور اگر شاہجہان اپنی معاندانہ کارروائیون کو بند کر دیتا، تو یقیناً جہان آرا اپنے مقصد مین کامیاب ہو جاتی، مگر ایسا نہ ہوا اور اس ملاقات کے بعد سے جو وہ آگرہ کے قلعہ مین باپ کے پاس گئی، تو پھر وہان سے پہلے شاہجہان کا اور اس کے بعد جہان آرا کا جنازہ ہی نکلا، اگرچہ جہان آرا اورنگزیب کو راضی کر سکتی تھی، لیکن پھر بھی وہ اورنگزیب کی لیاقت و صلاحیت کی قائل اور قدردان تھی، اور اس نے سب سے پہلا اور سب سے مشکل جو کام انجام دیا، وہ یہ تھا، کہ رفتہ رفتہ باپ اور بیٹے کے تعلقات کو خوشگوار کرنا شروع کیا، اور اس مین یہانتک کامیابی حاصل کر لی، کہ شاہجہان نے نہ صرف ہر قسم کا ملال دل سے نکال دیا، بلکہ جب تک زندہ رہا، ہر معاملہ مین اورنگزیب کو مشورہ دیتا رہا، اور اورنگزیب نے بھی ہمیشہ اسی کی اطاعت کی، چنانچہ اس وقت جبکہ دارا اجمیر کی لڑائی کی تیاری مین مصروف تھا، جہان آرا نے شاہجہان

---

[1] دیکھو خطوط نمبر ۱۴/۱۱۹ و نمبر ۱/۱۹۷،

کو رفتہ رفتہ دارا کی کارستانیوں سے واقف کرنا شروع کر دیا تھا، اور شاہجہان اپنے ان الزامات کو جو اس نے اس غلط فہمی کے ماتحت اورنگزیب پر لگائے تھے واپس لینے لگا تھا اورنگزیب ایک خط میں خود شاہجہان کو لکھتا ہے :-

"از مظنہ ہائے فاسد بادشاہزادۂ کلاں انچہ بیگم صاحب جیو ظاہر ساختہ اند، ہنوز گل اوّل است، بعد ازاں کہ خبث طینت و اعتقاد باطلش مفصلاً بعرض برسد معلوم خواہد شد کہ از چہ قماش آدمی بودہ، و دفع او چہ قسم عطیۂ الٰہی است" (۱۲۴)

روشن آرا بیگم روشن آرا اگرچہ داراشکوہ و شجاع سے چھوٹی تھی، لیکن اورنگزیب سے بڑی تھی، اور جیسا کہ قاعدہ ہے، اپنے ہم سن بھائی اورنگ زیب سے زیادہ مانوس تھی، اسی محبت کا نتیجہ تھا، کہ وہ اورنگ زیب کے مفاد کی حفاظت کرتی رہتی، اور بہت ممکن ہے کہ اورنگزیب کے خلاف جو سازشین ہوتی رہتی ہون، ان کی اطلاع بھی دیتی ہو، لیکن کسی تاریخ یا کسی خط سے اس کا ثبوت نہین ملتا، البتہ اورنگزیب کے دو خطوط سے یہ پتہ چلتا ہے، کہ ان دونون بھائی بہنون مین سب سے زیادہ محبت تھی، اور اورنگ زیب نے اس کی قدر کی، اور آخر وقت تک اس کو نباہ دیا،

شہزادہ محمد شجاع بہادر شہزادہ محمد شجاع بہادر شاہجہان کا دوسرا لڑکا تھا، وہ عہد جہانگیر مین ۱۴ جمادی الاوّل ۱۰۲۵ ہجری کو اجمیر مین پیدا ہوا، اور ہمیشہ اپنے باپ کے سایۂ عاطفت مین پرورش پاتا رہا، شاہجہان نے تخت نشین ہونے کے بعد ہی اسے حکومت کے کامون مین لگانا شروع کر دیا تھا، چنانچہ پہلے اُسے دکن کی مہم پر روانہ کیا گیا، پھر قندھار کی طرف بھیجا گیا، اور اس کے بعد ۲۰ شوال ۱۰۴۹ ہجری کو بنگال کا گورنر بنا دیا گیا، اس کے تین سال بعد ہی ۱۵ ذی الحجہ کو اڑیسہ بھی دیدیا گیا، اور وہ ۲۰ سال تک بنگال جیسے شاداب ملک پر نہایت اطمینان سے

حکومت کرتا رہا، پایہ تخت سے دوری نے اُسے مطمئن ہی نہین، بلکہ کاہل، آرام طلب اور بڑی حد تک اپنے فرائض سے غافل بھی کر دیا تھا، اس کے ساتھ ہی بادشاہ ہمیشہ اسے محبت کی نظر سے دیکھتا، اور وقتاً فوقتاً تحائف بھیجتا تھا، اس بست سالہ صوبہ داری کے زمانہ مین وہ دو مرتبہ بنگال سے آیا، اس کی بڑی بہن جہان آرا بیگم بھی اس کو بہت مانتی تھی، چنانچہ اسکی (شجاع کی) شادی کے تمام اخراجات اسی (جہان آرا بیگم) نے برداشت کئے تھے، طالب نے شادی کی تاریخ مین ایک قطعہ بھی لکھا تھا، اور اس مصرع سے تاریخ نکالی تھی، ع

مہد بلقیس بسر منزل جمشید آمد[1]

۱۰۴۲ھ

اورنگ زیب کے ساتھ بھی اس کے تعلقات بہت اچھے تھے، اور اسی خوشگواری کا نتیجہ تھا، کہ دارا شکوہ نے ان دونون بھائیون کو ایک دوسرے سے لڑا دینے کی سعی غیر مشکور کی تھی،

شہزادہ مراد بخش | یہ شہزادہ سب سے چھوٹا، لیکن سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ زود اعتقاد، اور سب سے زیادہ خود رائے تھا، ہم گذشتہ صفحات مین اسکی افتادِ طبیعت کا حال لکھ چکے ہین، اور بتا چکے ہین کہ کس طرح ہر کام مین وہ اپنی مشتعل و غیر مستقل طبیعت کی وجہ سے ناکام رہا، سعدی کے بیان کردہ اصول

"گاہے بسلامے برنجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند"

کا صحیح نمونہ تھا، مگر افسوس کہ ان خوبیون کے ساتھ وہ سخت شرابی اور عیاش بھی تھا، دارا سے اس کو بھی انتہائی عداوت تھی، اور یہی وجہ تھی، کہ اُسے جونہی شاہجہان کی علالت کی خبر معلوم ہوئی ایک طرف تو اس نے اپنے مشیر خاص علی نقی کو جس کے متعلق اسے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ دارا کا حامی ہے، قتل کر دیا، اور دوسری طرف ایک فوج سورت پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کر دی کہ اس طرح نہ صرف ایک اہم ترین شہر اس کے ہاتھ لگتا تھا، بلکہ وہ وہان کے تاجرون سے کافی رقم

---

[1] بادشاہ نامہ عبد الحمید جلد اوّل حصہ اول صفحہ ۴۶۰،

بھی وصول کرسکتا تھا، قلعہ کا محاصرہ جاری ہی تھا، کہ اس نے اورنگزیب کی نصیحت کے باوجود بادشاہ
ہونے کا اعلان کردیا، اور اسی زمانہ مین گذشتہ صلحنامہ کے مبہم الفاظ کو واضح کرنے کے لیے اس
نے اورنگزیب سے ایک جدید معاہدہ کرنا چاہا، اور یہ معاہدہ اس کی خواہش کے موافق لکھا گیا،
یہ معاہدہ اس الزام کی صاف تردید ہے، کہ اورنگ زیب نے مراد کو یہ دھوکا دیا تھا، کہ وہ مراد کو بادشاہ
بناکر ہندوستان سے چلا جائے گا، بلکہ اس کے برخلاف حکومت اور مال غنیمت کی تقسیم ہم کو
یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے، کہ اورنگزیب ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے، بہرحال اُسنے
اپنے کو بادشاہ بناکر، اور اورنگزیب سے معاہدہ کرکے فوج جمع کرنا شروع کی، اور پھر اس فوج
کو لے کر ۲۰ رجمادی الثانی ۱۰۶۸ھ (۲۰ر فروری ۱۶۵۸ء) کو احمد آباد سے روانہ ہوا، اور ۱۲ر رجب
(۱۴ر اپریل) کو دونون بھائی اجین کے پاس مل گئے، مراد، شجاع اور اورنگزیب مین برادرانہ
جنگ کے سلسلہ مین جو خط وکتابت ہوئی ہے، اور جس سے ہر بھائی کے ارادہ اور طریق کار پر
صاف روشنی پڑتی ہے، اس کو ہم اورنگزیب کے حالات مین آیندہ مفصل طور سے بیان کرینگے[۱]،

شہزادہ اورنگزیب | اورنگزیب کے متعلق مفصل طور سے یہان لکھنا تحصیل حاصل ہے، کہ گذشتہ تمام
ابواب اس کی افتاد طبیعت، اور اس کے کارنامون کے آئینہ دار ہین، یہان ہم صرف ان حالات
کا مختصر تذکرہ کرنا چاہتے ہین، جو اب تک بیان نہین ہوے، اور جنسے اس بات پر روشنی پڑتی
ہے، کہ اورنگزیب ہمیشہ کس طرح ایک فرمان بردار اور اطاعت گذار لڑکا رہا ہے، اور اس کی
جنگ مین شرکت باپ کے خلاف نہین، بلکہ دارا کی مہلک سازشون سے اپنی حفاظت کے
لیے تھی، اس کی اس چہل سالہ زندگی مین ہم کو ایک بھی ایسا واقعہ نہین ملتا، جس کو ہم اورنگزیب
کی عدول حکمی کہہ سکین، اورنگزیب جب تک شاہجہان کے ساتھ رہا، اس نے کوئی نہ کوئی خدمت

[۱] اس موضوع پر ہم نے روزنامۂ انقلاب مین دو مفصل مضمون لکھے ہین،

اپنے ذمہ رکھی، چنانچہ معصوم نے اپنے دوچشم دید واقعات لکھے ہین، ایک مین اس نے بیان کیا ہے، کہ وہ بادشاہ کے پان کا انتظام کرتا تھا، اور دوسرے مین بتایا ہے، کہ اورنگزیب شاہجہان کو پنکھا جھلا کرتا تھا، اس کے الفاظ یہ ہین :-

(۱) "روزے مسودِ این اوراق بسبب کارے در دار الخلافہ اکبرآباد داخلِ غسلخانۂ بادشاہی گشت۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔ دید کہ جوانے زیبا روے و لباس بادشاہانہ پوشیدہ درپیش بادشاہ مروحہ جنبان است۔۔۔۔۔۔ چوں سلطان اورنگزیب شاہ را۔۔۔۔۔ قبل ازیں ہشت نہ سال کہ ہنوز عذار فیض آثار بسبزۂ خط آشنا نگشتہ دیدہ بود، الحال کہ بایں محاسن و مکارم ویداول مرحلہ نشناخت از رفیقے ۔۔۔۔۔ پرسیدم۔۔۔۔۔۔۔ در جواب گفت کہ ایں جوان سلطان اورنگزیب است۔

(۲) روزے دیگر کہ مسودِ ایں اوراق در رکابِ صاحب و قبلۂ خود (شجاع) بشکارگاہِ سموگدھ۔۔۔۔۔۔۔ رفتہ بود، چوں صاحب عالمیان دربارۂ شکار بادشاہی در آمدند۔۔۔۔۔۔۔ بجانب منازلِ خویش معاودت نمودیم، درراہ دیدیم کہ سلطان عالی مکان اورنگزیب شاہ براسپ قپچاق سوار تاختہ میرود، و چیزے بکمر بندِ خود بستہ می برد۔۔۔۔۔۔۔۔ پرسیدیم کہ ایں چیست کہ سلطان بکمر بندِ خود بستہ برد؟ گفتند کہ خدمتِ خوراندن پان بایشاں تعلق دارد[۱]"

یہ تو بادشاہ کی موجودگی کا حال تھا، جہان بادشاہ موجود نہ ہوتا تھا، وہان بھی ہر قسم کے شاہی آداب کا لحاظ رکھتا تھا، چنانچہ جب ملتان سے دکن جانے لگا ہے، اور راستہ مین شاہی شکارگاہ کے پاس سے گذرا ہے، اور اسے اطلاع ملی ہے، کہ یہان خاص قسم کا شکار ہے، اور اس کے دل مین اس کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا ہے، تو صرف اس خیال سے وہان نہین گیا، کہ بادشاہی شکارگاہ مین

---

[۱] تاریخ شاہ شجاعی صفحہ ۱۷ب - الف ۲۳،

بلا اجازت داخل ہونا خلافِ آداب تھا، اس واقعہ کے متعلق وہ شاہجہان کو لکھتا ہے:۔

"روزے کہ ایں مرید بہ وصول پور رسید شنید کہ در شکارگاہ ندار باری در کھیر کھیت ...... نیلہ ابلق کلانی است، چوں مسافت قریب بود میخواست کہ خود بدیدنِ آں برود، لیکن بے تحصیلِ حکم بہ شکارگاہِ خاصہ درآمدن از آداب دور دانستہ، ملک حسین را باقرا ولانِ خود فرستاد کہ دیدہ بیایند" ($\frac{14}{46}$)

صرف یہی ایک خط نہین بلکہ اورنگزیب کے تمام خطوط اس بات کو ظاہر کرتے ہین، کہ اسکے دل مین کبھی بھی ایک لمحہ کے لیے شاہجہان کے خلاف، کسی قسم کی کارروائی کرنے کا خیال نہین آیا، اس وقت بھی جبکہ شاہجہان بلاوجہ اس کی سرزنش کرتا، یا غلط الزامات اس پر عائد کرتا تھا، تو وہ انتہائی ضبط سے کام لیتا، اور اگر اس کے قلم سے کچھ نکلتا تو صرف یہ کہ

"عدل سلطاں گر نہ پرسد حالِ مظلومانِ عشق
گوشہ گیراں راز آسائش طمع باید برید" ($\frac{4}{119}$)

یا پھر کہتا تو صرف اس قدر کہ

"گر تو اے گل گوش بر آوازِ بلبل می کنی
کار مشکل میشود بر بے زبانانِ چمن" ($\frac{2}{144}$)

اورنگزیب اسی طرح اپنی زندگی کے دن گذار رہا تھا، اور انھی مشکلات مین انتہائی خلوص ومحبت سے کامیابی حاصل کر کے بادشاہ کو خوش کرنے کی کوشش مین مصروف تھا، کہ ٹھیک اس وقت جبکہ وہ بیجاپوریون کو ہر شرط پر صلح کرانے پر مجبور کر چکا تھا، ۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ (۶ دسمبر ۱۶۵۷ء) کو شاہجہان حبس البول کی شکایت مین مبتلا ہو گیا،

اسی زمانہ مین دارا نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین لے کر اپنے بھائیون کے خلاف وہ

معاندانہ اور غیر برادرانہ کارروائی شروع کردی، جو برادرانہ جنگ کا سبب بنی، لیکن قبل اس کے کہ اسباب جنگ اور اس کے حالات پر مفصل طور سے بحث کرین، ہم یہان پر اورنگزیب کے ان تعلقات پر جو اس مین اس کے بھائیون اور بہنون مین اس وقت موجود تھے مختصراً بیان کردینا چاہتے ہین، تاکہ حالات و واقعات کے اثرات و نتائج آسانی سے ذہن نشین ہوسکین،

جہان آرا اور روشن آرا | یون تو اس وقت اورنگزیب کی تین بہنین (جہان آرا، روشن آرا، اور گوہر آرا) موجود تھین، لیکن تاریخی و سیاسی حیثیت سے اوّل الذکر دو کو خاص اہمیت حاصل ہے، جہان آرا کے متعلق ہم اوپر لکھ آئے ہین، کہ اس کے تعلقات تمام بھائیون سے بہت اچھے تھے، اور بعض اوقات وہ صرف دارا کی سازشون مین پھنسکر اگرچہ اورنگزیب کی دشمن معلوم ہوتی ہے، لیکن واقعہ یہ نہین ہے، اور اورنگزیب کے خطوط خود اسکی شہادت دیتے ہین، شاہجہان کو خود اس کا علم تھا، اور وہ اسی لیے اکثر جہان آرا ہی کو اس بات پر مجبور کرتا تھا، کہ وہ اورنگزیب کے خلاف غلط شکایات کے متعلق اپنے بھائی سے بازپرس کرے، اور اورنگزیب بھی اسے اپنا سچا ہمدرد سمجھ کر اپنا دل اس کے سامنے نکال کر رکھ دیتا تھا، معلوم ہوتا ہے، کہ دکن کی صوبہ داری کے سلسلہ مین دارا نے جو چال چلی تھی، اس مین جہان آرا کو بھی اس نے شریک کرلیا تھا، اور اسی وجہ سے اورنگزیب و جہان آرا مین بھی کچھ کشیدگی پیدا ہوگئی تھی، لیکن جس وقت شہزادہ محمد سلطان شاہجہان کے پاس گیا ہے، یہ غلط فہمی ایک بڑی حد تک دور ہوچکی تھی، پھر بھی ایسے واقعات کے بعد جو ضبط و احتیاط ہونا چاہیئے، اس کا رنگ اورنگزیب کے خط مین صاف نظر آتا ہے، چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو اس سلسلہ مین جو ہدایات لکھی ہین وہ اس کا بہترین ثبوت ہین، وہ لکھتا ہے:-

"از آنجا کہ نواب تقدس نقاب بیگم صاحب جیو درین ایام عنایت تمامی ظاہر می سازند، و راہ ارسال مفاوضات مفتوح شدہ و عنایت نامہ کہ درین ولا فرستادہ اند، مشتمل است

برلطف و مہربانی بے اندازہ بنابراں امرِ عالی بصدد رپیوستہ کہ آں گرامی تبار فرخندہ اطوار در خدمت ایشان بادب بودہ نوعے سلوک نمایند کہ موجب رضامندی و خوشنودی شود، و اظہار عقیدت واخلاص بوجہ اتم لازم دانستہ بسیار پسندیدہ دریں مقام ورآیند" (۶/۱۷۶)

اس وقت سے دونوں کے تعلقات بہت صاف ہوتے گئے، حتی کہ خود اورنگزیب کے ایک خط سے جو اس نے میر جملہ کو لکھا ہے معلوم ہوتا ہے، کہ جس وقت میر جملہ شاہجہان کے دربار میں پہنچا ہے، بھائی بہن کے تعلقات بہت زیادہ بہتر تھے، اور اورنگزیب سمجھتا تھا، کہ جہان آرا در اصل اس کی حامی و طرفدار ہے، چنانچہ وہ میر جملہ کو لکھتا ہے:-

"قبل ازیں بخدمت تقدس احتجاب علیہ عالیہ عرضداشت نمودہ بودیم کہ عنایت والتفات بہ احوال آں عمدۃ الخوانین .... دریغ نفرمودہ، درہیچ باب جانب حمایت واعانت ایشاں را فرونگذارند، دریں ولا عنایت نامہ کہ درجواب آں بخط شریف خود نگاشتہ بودند، رسید ومندرج بود، کہ دریں باب کوتاہی نخواہد رفت لیکن آں دستور وانی خبرت باکسے آشنائی نمی کنند، حتی درخدمت مانیز گاہے اظہار اخلاص ننمودہ اند، براں خلاصہ مخلصان کارواں پوشیدہ نماند، کہ چوں پاس ایں مراتب لازم است، ونواب تقدس احتجاب التفاتے خاصہ بایں جانب دارند، وتوجہ ایشاں باطراف دیگر محض یعنی بر مصلحت است، ورنہ دلی نیست" (آداب نمبر ۱۸۵)

اس کے ساتھ ہی اورنگزیب وجہان آرا کے درمیان اس کے بعد سے جو مسلسل خط وکتابت اور تحفوں کی آمد و رفت جاری رہی ہے، وہ اس دعویٰ کو مضبوط کرتی ہے شاہجہان کی گوشہ نشینی کے بعد جہان آرا کا اورنگزیب کے ساتھ جو تعلق رہا، اور جس طرح اورنگزیب نے نواب بیگم صاحب جیو کے تمام اختیارات، حقوق اور مراعات کو علی حالہ باقی رکھا، وہ اس

کا مزید ثبوت ہین،

روشن آرا بیگم، اورنگزیب سے چھوٹی تھی، لیکن ان دونون مین ہم سنی کی وجہ سے کافی محبت تھی، اور اورنگزیب کو بھی اس پر بھروسا تھا، مگر روشن آرا اور جہان آرا کے تعلقات اچھے نہ تھے، اور یہی وجہ تھی، کہ جب اورنگزیب کو یہ خیال ہوا کہ شاہجہان شہزادہ محمد سلطان کو اپنے ساتھ اگرہ لیجائے گا، اور وہان جہان آرا اور روشن آرا دونون موجود ہونگی تو اس نے اپنے لڑکے کو جو ہدایت کی ہے، وہ ان تینون کے تعلقات کو واضح طور سے بتانے کو کافی ہے، اس کی ہدایت یہ ہے :-

"چوں ظن غالب آن است کہ اعلحضرت قرۃ العین سلطنت را تا دار الخلافہ ہمراہ ببرند، و دریں صورت البتہ ملازمت نواب روشن آرا بیگم جیو دست خواہد داد، وصحبت ایں دو بزرگ باہم قسمے نشستہ احتیاط باید کرد، کہ ہیچ طرف از طرز اختلاط و گرمی آں نامدار مکدر نشود، واز آنجا کہ برائے مصلحت جانب نواب بیگم صاحب را رعایت نمودن بہمہ باب اہم است، در خدمت عمہ محترمہ دیگر عذر خواہی خواہند نمود" ($\frac{۶}{۱۶۶}$)

اس سلسلہ مین یہ بتانا شاید بے محل نہ ہو گا، کہ اورنگزیب اپنی سوتیلی ماؤن سے بھی اچھے تعلقات رکھتا تھا، اور ان کو اکثر تحفے بھیجا کرتا تھا، اسی لیے جب شہزادہ محمد سلطان بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا، تو اورنگزیب نے اس کے پاس چند سوغات بھیجے، اور لکھا کہ وہ ہدایت کے مطابق ان چیزون کو :-

"بخدمت نواب علیہ عالیہ محل فتحپوری و اکبر آبادی برسانند" ($\frac{۶}{۱۶۶}$)

شاہ شجاع و شہزادہ مراد، ان دونون بھائیون سے بھی اورنگزیب کے تعلقات بہت اچھے تھے، مگر ہمارا خیال ہے کہ اس خوشگواری مین برادرانہ محبت سے زیادہ دارا کی عداوت کو

زیادہ دخل تھا، اور شجاع و مراد سے جو زبانی معاہدہ، اور شجاع کے خاندان اور اورنگزیب کے خاندان سے جو ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے وعدے ہوے تھے ان مین دارا کی مخالفت ایک بہت بڑا عنصر تھا، مگر شجاع نے تو ابتدائے کار ہی سے اس معاہدہ کی کوئی پروانہ کی، اور خود مراد بھی باپ اور امرا کے کہنے مین آکر نقضِ عہد پر آمادہ ہوگیا، اسی وجہ سے بعد مین ان بھائیون مین اختلافات پیدا ہوے،

شہزادہ داراشکوہ

مگر جیسا کہ اس وقت تک ہم دیکھ چکے ہین، دارا اور اورنگزیب مین ابتدا ہی سے اختلاف موجود تھا، بلکہ یہ اختلاف عداوت تک پہنچ چکا تھا، اس اختلاف مین دو چیزین سب سے زیادہ نمایان تھین، اور وہ دونون بھائیون کا اختلافِ طبائع تھا، اورنگزیب ابتدا سے مذہب کا پابند اور ہر قسم کے غیر شرعی اعمال وافعال ہی نہین بلکہ اقوال سے بھی محترز رہتا تھا حتی کہ اسے یہ بھی پسند نہ تھا، کہ اس قسم کے مبہم و ذو معنیین الفاظ جیسے ابوالفضل وغیرہ اکبر کی خوشامد مین لکھا کرتے تھے، لکھے جائین، چنانچہ جب اس کے لڑکے نے اکبر نامۂ ابوالفضل پڑھنے کے بعد اس قسم کے جملے اورنگ زیب کو لکھے، تو اس نے اُسے نہایت سختی سے اس پر ٹوکا، اس کا منشی ابوالفتح اس کے حکم سے شہزادہ کو لکھتا ہے:-

"چوں درآں سامی صحیفہ بخلافِ سنت وضابطہ بجاے "بسم اللہ اللہ اکبر جل جلالہ"
نوشتہ شدہ بود . . . . بنابراں بر زبانِ الہام بیان . . . . .
. . . گذشت، کہ مقصود از خواندنِ اکبر نامۂ شیخ ابوالفضل تتبعِ عبارات آں کتاب است
نہ اتباعِ مذہب مصنف کہ از روے بدعت، اسلوبِ مسنون را تغیر دادہ" ($\frac{5}{175}$)

اسی شہزادہ محمد کی پگڑی کے متعلق کھلے دربار مین جو گفتگو ہوئی تھی، اور جس طرح اورنگزیب کے مذہبی عقائد کا مضحکہ اڑایا گیا تھا، اس کا ذکر گذشتہ باب مین کیا جا چکا ہے، اس کے

مقابلہ مین دارا شکوہ اس قسم کے لفظی گورکھ دھندون پر جان دیتا، اپنے کو ہر قسم کی مذہبی پابندی سے آزاد سمجھتا، اورنگزیب کو "نمازی" "فقیر" "ریاکار" اور نہ معلوم کن کن الفاظ اور خطابات سے یاد کرتا تھا، اورنگزیب ان باتون کو سنتا، لیکن صبر کرتا،

اختلاف کی دوسری وجہ دارا کی وہ عداوت تھی جو اسے سیاسی حیثیت سے تھی جیسا کہ ہم کہہ آئے ہین اورنگزیب سے تھی، دارا کو اگر سلطنت کے معاملہ مین کسی سے خوف تھا، تو صرف اورنگزیب سے اس لیے وہ ہر ممکن کوشش سے اس کے اثر، اس کے اقتدار اور اس کے رعب کو شدید ترین ضرب پہنچانا چاہتا تھا، وہ ہمہ تن اس سازش مین مصروف تھا، کہ اورنگزیب کی سفارشون کے خلاف شاہجہان سے احکام نافذ کرا کے لوگون پر یہ ثابت کر دے، کہ اورنگزیب ایک عضوِ معطل، اور ایک بے اثر ہستی ہے، اور ملک مین کسی کی بات رہتی ہے، اگر کسی کی سفارش مقبول ہوتی ہے، اگر کسی کی درخواست مسموع ہوتی ہے، اور اگر کسی کی شفاعت اثر رکھتی ہے، تو وہ صرف شاہِ بلند اقبال دارا ہے، اور اس کی اسی سازش کا نتیجہ ہے، کہ دکن کی گورنری کے زمانہ مین باپ بیٹے کے اختلافات اس قدر سخت ہو گیے تھے، اور افسرون، اور دیسی ریاستون نے اورنگزیب کی جگہ دارا کو اپنا قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات بنا لیا تھا، اس عہد کے آخری دو واقعات کو لے لو، گولکنڈہ کی جنگ کا حال تم پڑھ آئے ہو، لیکن تم کو معلوم ہے کہ یہ کون شخص تھا، جس نے شاہجہان سے نہ صرف اس بات کی جھوٹ شکایت کی، کہ اورنگزیب نے قطب الملک سے بہت سے ایسے تحفے لیے جنکی کسی کو خبر نہین ہے، بلکہ اُس پر یہ بھی الزام لگایا، کہ اس نے عادلشاہ سے بھی اس قسم کی رشوت لی ہے، اورنگزیب کو اپنے وکیل دربار کے ذریعہ اس کی اطلاع ملتی ہے، اور وہ میر جملہ کو اس کے متعلق لکھتا ہے:-

"نیز مومی الیہ (وکیل دربار) داخل عریضۂ خود ساختہ بود، کہ بادشاہزادۂ کلاں بعرض اقدس

رسانیدہ اند، کہ وکلاے سرکارِ عالی، از عادل خاں ہم چیز ہاے گرفتہ اند، و پیشکش ہمہ

سال براے خود قرار دادہ و آں رفیع مکاں در جواب معروض داشتہ اند، کہ ایں مقدمہ

خلاف واقع است"

اس سلسلہ مین اورنگزیب جس قدر ذلیل و بدنام کیا گیا، اس کا وہی نتیجہ ہوا، جو دارا چاہتا تھا، یعنی دکنی حکمرانون نے یہ دیکھکر کہ اورنگزیب کا کوئی اثر نہین ہے، براہِ راست داراشکوہ سے تعلقات پیدا کر کے اپنے مطالب کے حصول کی کوشش شروع کر دی، وہی قطب الملک جس نے اورنگزیب کی اطاعت کی قسم کھائی تھی، اس سے معاہدہ کیا تھا، اور اس سے اس بات کا وعدہ کیا تھا، کہ کبھی بھی کوئی کام براہِ راست نہ کرے گا، اپنے وکیل کے ذریعہ دارا کے آستانہ پر مصروفِ جبین سائی تھا، دارا تو اسی موقع کی تلاش مین تھا، اس نے قطب الملک کے وکیل کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ وہ جو چاہتا ہے، وہ ہو جاے گا، اور اس چیز نے قطب الملک کو اورنگزیب کی طرف سے بڑی حد تک بے نیاز کر دیا، اورنگزیب اسی حالت کو میر جملہ کو، جو اب وزیر اعظم ہے لکھتا ہے،

"در باز داشتنِ او (قطب الملک) از اداہاے شورش افزا، تاکید و تہدید دراں باب

بقدرِ امکان سعی مبذول شدہ و میشود، لیکن از آنجا کہ معاندانِ دین و دولت در اغواے

او تقصیر ندارند، و مقدماتے کہ موجبِ مزید غرور و نخوتِ بیخبرانِ ناعاقبت اندیش است،

باو می نویسند، باستظہارِ آنہا، توفیق عمل بر اوامر پیشگاہ عالی کمتر یافتہ در حصولِ

مامول خویش بیشتر تلاش می کند،" (آداب نمبر ۱۹۱)

دارا کی اس قسم کی سازشون کا جو نتیجہ خود دکن مین ہو رہا تھا، اس کی طرف ہم گذشتہ باب مین اشارہ کر چکے ہین، لیکن ایک مرتبہ پھر اورنگزیب کے ایک خط کے الفاظ لکھکر اوسکی انتہائی حسرت و یاس کی یاد تازہ کر دینا چاہتے ہین:۔

"از آنجا کہ ایں دنیا داراں از استماعِ خبرِ عدم استقلال و اعتبارِ ما و اطلاع بر بے توجہیٔ اعلیحضرت و تعرضاتے کہ از پیشگاہِ خلافت می رسد، و مردم یکے راہزار ساختہ بآنہا میرسانند، از نوشتہ و گفتۂ ما حساب نگرفتہ، خود را از رجوع بایں جانب مستغنی میدانند" (آداب نمبر ۱۹۱)

اس جنگِ گولکنڈہ کے بعد سے باپ بیٹے کے تعلقات بھی ایک زمانہ تک کشیدہ رہے، اور بیجاپور کی جنگ مین اگرچہ اورنگزیب شاہجہان کے حکم سے صرف اس کی خوشنودی حاصل کرنیکے لیے شریک ہوا تھا، لیکن اسے ہر وقت خطرہ لگا ہوا تھا، کہ دارا عین فتح و کامیابی کے وقت پھر نہ اس کے بنے بنائے، کام کو بگاڑ دے، اور اس کا یہ خطرہ درست ثابت ہوا، کیونکہ جونہی داراشکوہ کو اس کا موقع ملا، اس نے نہ صرف یہ کہ جنگ کو ختم کرنے کا حکم بھجوادیا، بلکہ جو سرکاری امرا و افسر اپنی اپنی فوج کے ساتھ اورنگزیب کی مدد کر رہے تھے، ان کو فوراً واپس بلا کر اورنگ زیب کو ایک ایسی نازک حالت مین چھوڑ دیا گیا، کہ اگر وہ تدبیر، دوراندیشی، جرات اور ایک بڑی حد تک درگذر سے کام نہ لیتا، تو شاید اس کی فوج صحیح سلامت واپس بھی نہین ہو سکتی تھی،

شاہجہان کو بھائیون کے اس اختلاف کا علم تھا، وہ یہ بھی جانتا تھا، کہ دارا کا دل ان بھائیون کی طرف سے صاف نہین ہے، اُسے اس بات کا بھی خطرہ تھا کہ اُسکی آنکھ بند ہوتے ہی تخت و تاج کے لیے ایک بڑی جنگ ہو گی، اور اسی غرض سے اس تصادم کو روکنے کے لیے اس نے اپنے تینون چھوٹے لڑکون کو نہ صرف دارا ہی سے بلکہ ایک دوسرے سے بھی الگ الگ دور دراز صوبون مین مقرر کر دیا تھا، اور دارا کو آہستہ آہستہ شاہی اختیارات سے کر اس فکر مین لگا ہوا تھا، کہ اسی طرح اس کو ہندوستان کا بادشاہ بنا، اور اپنی زندگی ہی مین سب سے اس کی اطاعت قبول کرا کے خانہ جنگی کا دروازہ بند کر دے، کہ دفعتہً ، ر ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ (۱۶ ستمبر ۱۶۵۷ء)

کو وہ حبس البول کے مرض مین مبتلا ہو گیا، اور اس کی حالت اتنی ردی ہو گئی، کہ وہ اس قابل بھی نہ رہا، کہ پلنگ سے اُٹھ سکے، دربار و درشن موقوف ہو گیے، ایک ہفتہ تک یہی حالت رہی، اس کے بعد افاقہ شروع ہوا، لیکن اسی زمانہ مین یہ خبر مشہور ہو گئی کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا ہے، اور دارا اپنی مصلحت سے اس کو پوشیدہ رکھے ہوے ہے، اس خبر کا شہزادون تک پہنچنا تھا، کہ ہر ایک نے حصول حکومت کا خواب دیکھنا شروع کر دیا، شجاع اور مراد تو بلا کسی توقف کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے آگرہ کی طرف بڑھنے کے لیے فوجی انتظامات بھی کرنے لگے، اس افواہ کی تردید مین دارا نے جو کاروائیان کین، اس کے بالکل الٹے معنی پہنا ے گئے، اور واقعہ بھی یہی ہے، کہ اس نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا، وہ نہایت ہی غلط اور سیاسی حیثیت سے خطرات سے پر تھا، سب سے پہلے اس نے امرار اور دربار و محل کے لوگون کو بادشاہ کی خوابگاہ مین داخل ہونے سے منع کر دیا، اور اس چیز نے موت کی افواہ کو زیادہ یقینی بنا دیا، ۱۵ ذی الحجہ (۱۴ ستمبر) کو بادشاہ نے خوابگاہ کے دریچہ سے بعض امرار کو اپنی صورت دکھائی، لیکن اس کے بعد پھر ایک مہینہ تک کسی کو شاہجہان کی کوئی خبر نہ ملی، اور دارا شکوہ نے اسی زمانہ مین شاہجہان کے نام سے وہ احکامات جاری کر دیئے، جنکے متعلق خود شہزادون کا یہ خیال تھا، کہ شاہجہان اپنی زندگی مین ایسے احکامات جاری نہین کر سکتا تھا، ۱۶ محرم ۱۰۶۸ھ (۱۴ اکتوبر ۱۶۵۷ء) کو بادشاہ نے دریچۂ درشن مین آکر اپنا درشن دیا، اور اس کے بعد، ۲ محرم ۱۰۶۸ھ (۱۸ اکتوبر) کو دارا کے ساتھ براہِ دریا آگرہ کے لیے روانہ ہو گیا، اور ۱۹ صفر (۱۶ نومبر) کو آگرہ پہنچ گیا، یہان پہلے وہ دارا کے محل مین مقیم رہا، اور پھر ۱۲ ربیع الثانی (۲۷ دسمبر) کو شاہی محل مین داخل ہوا، اور اس کا یہ داخلہ ایسا تھا، کہ پھر اس کے بعد اُسے اُس سے زندہ نکلنا نصیب نہ ہوا، ان چار مہینون مین درباری مورخ کے بیان کے مطابق دارا نے جس محبت، جس جوش، اور جس فدائیت کیساتھ

باپ کی خدمت کی، اس کا شاہجہان پر بہت اثر پڑا، اور ۱۵ ذی الحجہ کو جونہی شاہجہان کو صحت کے آثار نظر آئے، اس نے اس صلہ مین ۲ ½ لاکھ روپیہ انعام دیا، اور پھر ۲۴ ربیع الاول (۲۰ دسمبر) کو ایک کرور روپیہ اور ۲۴ لاکھ کے جواہرات دیئے، اور اس کا منصب پہلے ۴۰، پھر ۵۰، اور بالآخر ۶۰ ہزاری کر دیا، اسی زمانہ مین اس نے درباری مورخ کے بیان کے مطابق بعض خاص امراء کو بلاکر یہ وصیت کی، کہ اس کے بعد دارا تخت حکومت کا مالک ہوگا، باپ کی بیماری کے ایک ہفتہ بعد ہی اس نے یہ وصیت سنکر، اپنے کو سیاہ وسفید کا مالک سمجھ لیا، اور پھر شاہجہان ہی کے نام سے وہ فرامین صادر کیے، جنھون نے بھائیون کو اس کا زیادہ مخالف بنا دیا،

ہم اوپر بتا آئے ہین، کہ شجاع مراد اور اورنگزیب مین اس قسم کا ایک معاہدہ ہوگیا تھا، کہ اگر ان تینون مین کسی کو دارا نقصان پہنچانا شروع کرے، تو باقی دو بھی دارا کے خلاف ہر قسم کی کارروائی کرین گے، اور اب جبکہ شاہجہان کے انتقال اور دارا کے عنان حکومت کو اپنے ہاتھ مین لینے کی خبر ان کو پہنچی، تو انھون نے اس معاہدہ کے مطابق فوراً ایک دوسرے سے استصواب شروع کیا، لیکن قبل اس کے کہ تینون بھائی ایک خاص بات پر متحد ہوتے، مراد اور شجاع نے اپنی اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا، اور اس کے بعد، اس بات کی تیاری شروع کر دی، کہ آگرہ چل کر، دارا سے حکومت چھین لین، ان دونون بھائیون نے اورنگزیب کو بھی اشتراکِ عمل کی دعوت دی، مگر اورنگزیب ان کی طرح پر امن اور سرسبز وشاداب صوبہ مین چین نہین کر رہا تھا، اور نہ عاقبت بینی، مآل اندیشی، اور حقیقت فہمی نے اس کا ساتھ ہی چھوڑا تھا، اس کے سامنے تمام خبرین تھین، اس کے پیش نظر سب حالات تھے، اور وہ خود عملاً ایک ایسی جنگ مین مصروف تھا، جس سے کنارہ کشی، اس کی دوسالہ کامیابی کو خاک مین ملاتی تھی، علاوہ ازین دارا نے اگرچہ اپنے فرمان کے ذریعہ ابتداءً اورنگزیب کی حالت

بہت نازک کردی تھی، مگراسی چیز نے اسے یکسو بھی کر دیا، اوراس نے ایک طرف جس صورت سے بھی ہو، ڈراکر، ترغیب وتحریص یا تخویف وتنبیہ کے ذریعہ بیجاپور سے صلح کی ٹھان لی، اور دوسری طرف شاہجہان کی موت کی افواہ کے سچ ہونے کی صورت مین پاس معاہدہ، اوراپنی حفاظت کے لیے جو سامان بھی کرنا چاہیئے تھا، کرنا شروع کردیا، اس کی اس دوگونہ پریشانیون کا زمانہ اس کے لیے انتہائی آزمایش کا زمانہ تھا، اور ہم کو دیکھنا چاہیئے، کہ اس نے کس طرح اپنی دور اندیشی، تدبر، اور موقع شناسی سے کام لے کر، حالات پر کامیاب طریقہ سے قبضہ پالیا، مگر قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کی ذاتی کارروائیون کو بیان کرین، چاہتے ہین کہ اس کے دوسرے بھائیون نے جو کچھ کیا، اوراس مین اس نے جہان تک حصہ لیا، اس کو مختصر طور سے بیان کردین،

شہزادہ شجاع شجاع تقریباً ۲۰ سال سے بنگال واڑیسہ کا گورنر تھا، مرکزی حکومت سے دوری نے اسے ایک بڑی حد تک آزاد راے اور آزاد کار بنا دیا تھا، دوسرے اس نے شاہجہان سے چند سال پہلے صوبہ بہار مین اپنے اوراپنے بچون کی صحت کے لیے ایک گڈھی کی جو درخواست کی تھی، وہ بھی مسموع نہین ہوئی تھی، اوراُسے وہ اپنی حق تلفی وتذلیل سمجھتا تھا، اس لیے جونہی اس کو اس بات کی خبر ملی، کہ شاہجہان کا انتقال ہوگیا ہے، اور دارا نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین لے لیے ہین، بھائیون سے اس نے جو معاہدہ کیا تھا، اس کا پاس کیے، اوران سے مشورہ لیے بغیر بادشاہ بن بیٹھا، اور فوج جمع کر کے آگرہ کی طرف روانہ ہوگیا،

اب ہم مختصراً اورنگزیب کے اس طرزِ عمل کو بیان کرتے ہین، جو معاہدہ کے مطابق اس نے اختیار کیا، اس سلسلہ مین شجاع کی خاموشی وبے پرواہی کے باوجود اورنگ زیب نے پیش قدمی کی، اور پہلے دو خط براہ اکبرآباد روانہ کئے، لیکن جب وہ نہ ملے تو اس نے مراد بخش اور اپنے آدمیون کو اڑیسہ کے راستہ سے نہ صرف اپنا خط لیکر بھیجا، بلکہ اس کیساتھ

اس نے وہ جواب بھی ملفوف کر دیا، جو مرادؔ کے خط کے جواب مین اسنے لکھا تھا، اور اس خط مین یہ بھی تجویز پیش کی کہ

"این مخلصِ بے ریا را بزودی از پیش نہادِ خاطرِ مقدس و قصد و عزیمتے کہ در آئینۂ ضمیر منیر پرتو صواب انداختہ باشد، آگاہ فرمایند کہ نظر بآں نمودہ بسر انجام لوازم امرے کہ فرصت و تاخیر در تمشیت آں خلاف مصلحت و منافی معہود است، بپردازد،

صاحب من! اگر دریں وقت یک یک آدمِ فہمیدہ از جانبین بعنوانِ سفارت و وکالت مقرر شود و نوشتہا خواہ بداک چوکی از اینجا بسرحد اودیسہ مردم خیر اندیش و از آنجا تا راج محل متقدیاں سرکار برادر نامدار سرانجام نمایند، یا بقاصداں و سواراں کہ جلد بیایند و بروند در پیش رفت مطلب بغایت دخیل است، و بر تقدیرے کہ ایں معنی صورت تجویز بیابد، از فرستادہائے ایں نیاز مند سیادت مآب میر شاہ را در خدمتِ کثیر الموہبت نگاہ دارند، و جواب ایں عریضہ را مصحوب یکے از ہمراہانِ او با ملازمِ سرکار عالی کہ اینجا خواہد بود بفرستند" ($\frac{1}{162}$)

شجاع کو جب مرادؔ اور اورنگزیب کے خطوط ملے، تو وہ ان دونون بھائیون کی طرف سے مطمئن اور ان کی امداد پر یقین کر کے سلطنت کے خواب دیکھنے لگا، یہان یہ حقیقت غور طلب ہے کہ مرادؔ اور شجاع دونون معاہدہ کی زیادہ پرواہ نہ کر کے، اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کرتے ہین، اور وہ بھی اپنے صوبون کی حکومت کا نہین، بلکہ تمام ہندوستان کی؛ اس کے برخلاف اورنگ زیب نہ صرف یہ کہ ایسا نہین کرتا، بلکہ اس عجلت سے انکو منع کرتا ہے، چنانچہ خود شجاع کے ملازم محمد معصوم نے جو تاریخ شاہ شجاعی لکھی ہے، اسکے الفاظ یہ ہین:۔

"چوں شاہزادۂ گیتی مطاع سلطان شاہ شجاع مثل برادرانِ والا قدرِ دیگر، از

ساوک نام رضیٔ سلطان دارا شکوہ دلِ سوزاں داشت یکبارگی در بلدۂ راج محل بر سریر سلطنت وتختِ مملکت جلوس نمودہ خودرا ابوالفوز نصیر الدین محمد صاحب قران ثالث سکندر ثانی شاہ شجاع بہادر غازی بلقب ساختند، وبالشکرہائے ممالک مشرقیہ باہبت و عظمت بسیار بعزم گرفتنِ دہلی از بنگالہ بصوبۂ دارالخلافہ عنان گسل گردید[1]

اورنگزیب کا عمل اس کی خبر دارا، مراد، اورنگزیب تینوں کو ملی، دارا نے تو مقابلہ کے لیے اپنے بڑے لڑکے سلیمان شکوہ کے ساتھ مرزا راجہ جے سنگھ کو ایک فوج دے کر بنارس کی طرف روانہ کیا، اور مراد، اورنگزیب نے معاہدہ کے مطابق "دشمن را دو دلہ" کرنے کے لیے برہانپور و احمد آباد سے کوچ کیا، اس موقع پر اورنگزیب نے جو خط شجاع کو لکھا وہ یہ ہے:-

"از آنجا کہ تا حال صورتِ عزم وارادۂ آں مشفق مہربان معلوم نگشت وجوابِ عرائض نرسیدہ ومجدداً از نوشتجاتِ وکیلِ دربار سمت وضوح گرفت کہ چوں مذکور مونگیر درمیان است، ملحد زادہ خودرا با جے سنگھ وستر سال ودیگر مردم بصوب الہ آباد وپٹنہ تعین می نماید... ...... مصلحت چیست، امید کہ ہرچہ زودتر جواب ایں مراتب راعنایت فرمودہ قلمی نمایند واز وجہ قصد وما فی الضمیرِ منیر آگہی بخشند، تا بیش از فوتِ فرصت وگذشتن وقت آنچہ صلاح باشد، بعمل آید" (۳/۱۶۴)

شجاع کا فرار اورنگزیب ومراد جس وقت روانہ ہوتے ہیں، اس وقت شجاع صوبہ بہار پر قابض ہو چکا ہے، اس کے بعد یہ دونوں بھائی اِس طرف سے اور شجاع اُس طرف سے بڑھتا آتا ہے، تاآنکہ شجاع بنارس کے اس پار بہادر پور میں پہنچ جاتا ہے، شجاع کی نسبت سالہ پرامن حکومت نے اسے جس طرح آرام پسند، اور اس کیساتھ مستعدی، جوش،

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص ۳۲ ب،

اور ولولہ سے محروم کر دیا تھا، اس کا حال خود اس کے دیرینہ ملازم کی زبان سے سنیئے:۔

"چوں از طرفِ لشکر سلطان عبدو حر شاہ شجاع بہادر لوازمِ پاسداری و طلایہ و مراسمِ حزم و احتیاط بنوعے کہ باید و مردم کار آگاہ کار دیدہ را شاید بوقوع نمی رسید و اکثر اوقات بغفلت و عدم آگاہی سپری می شد، وایں حقیقت ہا معلوم سلطان سلیمان شکوہ می گشت[1]"

اس کا جو لازمی نتیجہ تھا، وہ ہوا، اور شجاع کو ہزیمت کھا کر بھاگنا پڑا۔

"روزے بامداد پگاہ کہ سپاہِ سلطان شاہ شجاع بہادر کہ مدت بست و پنج (بست؟) سال در ملکِ بنگالہ بخواب تا دو پہر روز و فراغت دائمی معتاد شدہ بودند، دراں صبح میاں "پتہ خانہ" یعنی چارپائی بخواب نوشتنِ بامداد در حیل مشغول بودند، یکبارگی سپاہ رزم خواہِ حریف در رسیدہ برسرِ اردو در ریختند[2]"

شجاع اس بدحواسی سے بھاگا، اور اس کے دل میں اتنا خوف بیٹھ گیا تھا، کہ اگر وہ غلطی سے یہ بھی سن لیتا، کہ سلیمان شکوہ کے لوگ آ رہے ہیں، تو وہ بھاگ کھڑا ہوتا، وہ سہسرام، پٹنہ وغیرہ سے اسی طرح بھاگا ہے، اس کی فوج تو اس سے بدتر حالت میں تھی، چنانچہ شجاع کا مورخ لکھتا ہے:۔

"بحسب اقتضائے تقدیر یزدانی و مشیتِ سبحانی آں چناں قرار و تمکین و اصطبار ازیں مردم منفک شدہ بود کہ باوجودیکہ مجموع لشکر دہ پانزدہ ہزار جبہ پوش برگستوان دار بر اسپانِ عراقی وغیرہ سوار می رفتند، و در راہ ناگہاں دہ گوار گون برہنہ چوبدستے بدست از عقب رسیدہ ہمہ را بآہستگی و ہمواری از اسپاں پیادہ ساختہ آنچہ از نقد و جنس

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص ۳۴ب [2] ایضاً ۳۴ب والف ۳۵،

می دیدند، واکردہ می گرفتند، وآں مرزایاں . . . . را برہنہ کردہ می گذاشتند، بلکہ... زنان خوب رخت گواراں، مردم لشکر را طلب می کردند، کہ آب می دہیم وایں متعطشان تفسیدہ جگر بعشقِ آب پیش می رفتند، گریبانِ آنہا را گرفتہ پیش می کشیدند، وانچہ می داشتند واکردہ بگرفتند...... وکسے قدرتِ دم زدن نبود[1]"

شاید بنگالی فوج کی یہی بہادری تھی، جو آج تک اس صوبہ کے باشندون کی پیشانی پر کلنگ کا داغ بنی ہوئی ہے،

دارا کا خط سلیمان شکوہ کے نام | سلیمان شکوہ کو شجاع کے تعاقب مین کوئی دقت نہین ہوئی، شجاع مونگیر پہنچکر مدافعت کی تدبیر ہی سوچ رہا تھا، کہ اس کے بھائیون کی پیش قدمی نے اُسے خود ہی ہلاکت سے بچا دیا، اور اسی زمانہ مین دارا شکوہ کا خط سلیمان شکوہ کے پاس آیا، کہ

"در ملکِ گجرات، محمد مراد بخش کمرِ مخالفت بر بستہ ولشکرِ عظیم فراہم آوردہ وبخیالِ باطل سر بر آرائے خلافت گردیدہ عزم دارد کہ خود را بمسارعت ہر چہ تمامتر در ینجا رسیدہ سر بشورش وفتنہ پردازد، بنابراں آں قرۃ العین سلطنت باسرع اوقات کارِ محمد شجاع بہر گونہ باتمام رسانیدہ خود را بزودی در ینجا رساند، کہ ہنگام آمدن آں مخالف را تنبیہ وتادیب رسانیدہ آید" (ایضاً ۱۴۱)

اس خط کے مطابق سلیمان شکوہ نے شجاع سے منہ مانگی شرائط طے کرلین، اور اس طویل سفر کی زحمت کے علاوہ اُسے کوئی دوسری کسی قسم کی تکلیف نہین ہوئی،

اورنگزیب کی امداد | اورنگ زیب نے جب سنا کہ بہادر پور مین شجاع کو شکست ہوئی ہے، تو اس نے فوراً اپنی تمام کوششون کو مضاعف کردیا، تا کہ جس صورت سے ہو، دارا کو اپنی

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص الف د ب ۳۹ و الف ۴۰،

طرف متوجہ کرے، چنانچہ اورنگزیب نے اپنے آخری خط مین جو شجاع کو کھجوا کی جنگ سے چند ہی دن پہلے لکھا تھا، اس واقعہ کو صاف طور سے بیان کیا ہے:۔

"چون خبرِ وحشت اثرِ ہزیمت وپس شدنِ امرای شمابمن رسیدہ از جہت مکافاتِ آن از برہان پور کہ از آگرہ مفاصلہ ہفت صد کردہ دارد، علمِ ہمت برپا کردہ....... بایلغار قطعِ منازل وطے مراحل ساختہ تا نواحی آگرہ رسیدیم....... فتح نصیبِ اولیاے دولت شدہ" ($\frac{5}{166}$)

اس فتح کے بعد اورنگزیب نے شجاع کے ساتھ کیا سلوک کیا اور شجاع نے اس کا کیا بدلہ دیا، اوسے ہم اورنگزیب کے حالات کے سلسلہ مین آیندہ لکھین گے،

شہزادہ مرادبخش | مراد کے متعلق ہم بتا آئے ہین کہ چونکہ وہ بہت سادہ دل تھا، اس لیے اس کے دل مین کوئی بات نہین رہتی تھی، اور اسی کے ساتھ وہ اتنا زود اعتماد تھا کہ اُس سے جو شخص جو کچھ کہتا، اس کو سچ سمجھکر فوراً اس کے مطابق کام کر بیٹھتا، اس کے مشیر خاص علی نقی کا خود اس کے ہاتھ سے قتل اسی قسم کی زود اعتمادی کا نتیجہ تھا، دوسرے اگرچہ اورنگزیب سے اس سے شجاع کی بہ نسبت بہت زیادہ قرب تھا، پھر بھی وہ دوہری کارروائی کرتا رہا، ایک طرف تو اورنگزیب سے مشورہ طلب کرتا، اس کی ہدایات کا اپنے کو محتاج بتاتا، اس کے احکام کی تعمیل کو اپنا فرض ظاہر کرتا، اور دوسری طرف وہ تمام کام کر جاتا جنکو اورنگزیب ناپسند ہی نہین بلکہ منع کرتا تھا، چنانچہ اس نے علی نقی کو قتل کرنے کے بعد ہی ایک فوج سورت بھیجدی، اور خود بہت جلد ۲۳ صفر (۱۲ نومبر) کو بادشاہ بنکر ۱۵ روز بعد ہی ۹ ربیع الاول (۵ دسمبر) کو دربار عام مین اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان عام کر دیا، اپنا لقب مروج الدین مقرر کر دیا، اور سکہ وخطبہ بھی جاری ہو گیا، مگر اس آزادروی کیساتھ وہ یہ بھی خوب سمجھتا تھا، کہ وہ اکیلا کچھ نہین کر سکتا، اس لیے اس کی یہ ہمت

تو نہ ہوئی، کہ تنہا دارا کے مقابلہ مین چل کھڑا ہو لیکن، اس کے ساتھ ہی اس نے اورنگزیب پر خطوط کی بارش شروع کر دی، اور بعض وقت یہان تک دھمکی دی، کہ اگر اورنگزیب اس کا ساتھ نہ دیگا تو وہ اکیلا ہی چل کھڑا ہوگا، اس کے ساتھ ہی اس کو دو کام اور تھے، ایک تو اس فوج کی جو سورت فتح کرنے گئی تھی، واپسی کا انتظار اور دوسرا کام اپنے بال بچون کے لیے کسی محفوظ مقام کا انتخاب اس کے لیے پہلے جونا گڈھ چنا گیا، لیکن بعد کو چانپانیر منتخب ہوا، مراد یہ انتظامات مکمل کر کے اور اورنگزیب کی روانگی کی اطلاع پاکر احمد آباد سے روانہ ہوا، اور اجین کے قریب دیپالپور کے پاس اورنگزیب سے مل گیا،[1]

اس عرصہ مین اورنگزیب و مراد کے کیا تعلقات تھے، مراد نے اورنگزیب کو کیا لکھا، اورنگزیب نے اسے کیا جواب دیا، اور ان دونون بھائیون مین کیا مفاہمت ہوئی، اس کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین، تاکہ متعصب مورخون کے اس اعتراض کا کہ اورنگزیب نے مراد کو یہ دھوکا دیا کہ وہ حکومت کا جویا، اور سلطنت کا خواہان نہین ہے، بلکہ وہ ملحد دارا سے حکومت لیکر مراد کے سپرد کر دیگا، اور وہ خود ہندوستان ہی کو چھوڑ کر عرب چلا جائے گا، صحیح جواب بھی ہو جائے جس وقت اورنگزیب کو دربار کی اضطراب انگیز اطلاع ملی، اس نے گذشتہ معاہدہ کا پاس کرتے ہوئے شجاع کی طرح مراد کے پاس بھی اپنا خط اور سفیر روانہ کیا، اور دوسرے ہی خط مین اس نے یقین دلایا کہ "مراد ہمان است، کہ فیما بین معہود گشتہ" اس کے ساتھ یہ اطلاع دیتے ہوئے کہ اس نے معاہدہ کے مطابق شجاع سے بھی استصواب کیا ہے، اپنے وکیل کی بھیجی ہوئی خبر بھی اس طرح مراد کو لکھدی:۔

"از عرضداشتِ وکیل . . . . بسمت ظہور گرفت، کہ استقلالِ مخالف

---

[1] شجاع و مراد کی تخت نشینی کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۱۴۰،

در رتق و فتقِ مہمات و تغیرِ متصدیانِ پیشگاہ معلا و تفویضِ خدمات بملازمانِ خود بجدے کہ نباید،
انجامیدہ و ہمگی سعی مصروفِ فراہم آوردنِ خزائن و اجتماعِ عساکر ساختہ و غالباً خبرے کہ وقوعِ
آں مظنون بود بہ یقین پیوستہ۔" (۲/۱۶۸)

اس کے بعد مراد نے یہ خواہش ظاہر کی، کہ آگرہ و دوراہہ مین جو گفتگو تھی وہ مجمل تھی، اس لیے قبل اس کے کہ ہم تینون بھائی مشترکہ طور سے کوئی کارروائی کرین، بہتر یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ایک مفصل و واضح عہدنامہ ہوجائے، اور صوبے تقسیم کرلیے جائین، لیکن اس وقت چونکہ شجاع سے اس کے متعلق کوئی گفتگو ممکن نہ تھی، اور ان لوگون کو اس بات کا علم تھا، کہ شجاع بنگالہ واڑیسہ کے علاوہ بہار کا خواہان ہے، اس لیے انھون نے الہ آباد و بنارس تک کا علاقہ چھوڑکر باقی مملکت کی باہم تقسیم کرلی، اورنگزیب نے اس معاہدہ کو لکھاکر مراد کے پاس بھیجدیا، ہم نے اصل کتاب مین اس معاہدہ اور اس کے علاوہ اس کی ضمنی دفعات کو جس کا عاقل خان نے تذکرہ کیا ہے، درج کردیا ہے، (دیکھو خط نمبر ۱۷۰/۴) اس کی موجودگی مین اورنگزیب کے متعلق مذکورۂ بالا الزام بالکل باقی نہین رہتا[۱]، افسوس کہ اورنگزیب کے وہ تمام خطوط جو اس نے مراد کو لکھے تھے، نہین ملے،

[۱] اس عہدنامہ کے متعلق دیکھو میرا مضمون "دو تاریخی دستاویز" معارف ج ۱۲ ن ۳، روزنامۂ انقلاب لاہور مورخہ ۲۳ اپریل و ۱۰ مئی ۱۹۲۸ء، اس معاہدہ کے ساتھ اس نے جو خط لکھا ہے، اس مین بھی مراد کو اپنی دوستی کا اس طرح اعتبار دلاتا ہے کہ:-

"اندیشۂ دوی و جدای از اصلا در پیرامنِ خاطرِ عزیزِ خویش راہ ندہند، انشاء اللہ تعالیٰ دقیقہ از دقائقِ اتحاد فرو نخواہد گشت" (۳/۱۶۹)

مراد جس طرح اپنے خطوط مین سابقہ زبانی معاہدہ کا مسلسل ذکر کرتا اور اسکی فوری تعمیل کے لیے اورنگزیب کو دعوت دیتا ہے، اس کے لیے اس کے خطوط بنام اورنگزیب پڑھو،

البتہ ان خطوط سے جنمین اس نے مراد کے خطوط کا تذکرہ کیا ہے، یا خود مراد کے جوابی خطوط مین جو باتین تذکرۃً آگئی ہین، اُن سے اورنگزیب کے رویہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، مثلاً اورنگزیب نے ابتدا ہی سے اپنا یہ دستور مقرر کر لیا تھا، کہ وہ کسی افواہ کی تصدیق کیے بغیر اُس کو سچ نہ سمجھ لے اور اسی لیے جب شاہجہان کی موت کی خبر اس کو پہنچی تو مہینوں تک وہ اس کی تصدیق کی فکر مین رہا، مراد اور شجاع کو بھی حزم و احتیاط اور انتظار کی صلاح دی، چنانچہ جب مراد نے سورت کی طرف فوج روانہ کر کے اورنگزیب کو اپنی اس عاجلانہ حرکت کی اطلاع دی تو اُس نے لکھا

"خبرِ وقوعۂ ناگزیر تا حال نرسیدہ و روز بروز آثارِ صحت ظاہر می شود، از جاے خویش حرکت کردن و باظہارِ بعض مراتب پرداختن مناسب نمی نماید، بلکہ آں گرامی برادر نیز بایستے پیش ازیں استفسار تحقیقِ اخبار غبارِ شورش نمی انگیختند و لشکر را بصوبِ سورت نمی فرستادند و قلعہ آنجا را محاصرہ نمی نمودند، اکنون کہ کار بجاے کہ نبایست برسد رسید بزودی استخلاصِ آں حصن خاطر جمع سازند تا جمعیتے کہ فراہم آوردہ اند، در رکابِ ایشاں باشد" ($\frac{2}{162}$)

اسی خط مین شجاع و مراد دونون کو پہلے معاہدہ کی پابندی کا یقین اس طرح دلاتا ہے:

قرار داد ہمان است کہ بود، انشاء اللہ تعالیٰ فتورے بدان راہ نخواہد یافت، اگر مخالفِ بے دین قصدِ آں طرف کند، ایں نیاز مند بے توقف برہان پور رسیدہ متوجہ پیش خواہد شد، و از آں جانب صاحب مشفق مہربان (شجاع) عزیمتِ سمتِ پٹنہ خواہند فرمود تا "قدوۃ الملاحدہ" با تمامی جمعیت بتفرقہ قرین خود نتواند بیک طرف پرداخت و ہمچنیں اگر بجوانبِ دیگر روئے ادبار آورد بایں عنوان ارکانِ ثبات و قرارِ او متزلزل باید ساخت" ($\frac{2}{162}$)

لیکن مراد اپنی طبیعت سے مجبور تھا، وہ جب کسی چیز کا ارادہ کر لیتا تھا، تو پھر اُس کے لئے توقف ایک مصیبت ہو جاتی تھی، چنانچہ وہ اورنگزیب کی ہر احتیاطی ہدایت پر اپنی بیزاری

کا اظہار کرکے اورنگزیب کو فوری کارروائی پر مجبور کرتا ہے، ایک خط مین لکھتا ہے:-

"دیریست کہ مشاہدۂ وضعِ جدید دربار و بے انتظامیٔ معاملاتِ آں، در وقوعِ واقعۂ ناگزیر تردّدے نماندہ، اما بتازگی از نوشتجاتِ مہاجنان و از تقاریرِ کسانِ معتمدِ مخلص کہ آنہا را بجہتِ اطلاع بر حقیقت فرستادہ بود بیقین گردانید" (۴/۲۴۴)

اسی خط مین آگے چلکر لکھتا ہے:-

"مخلص از راہِ آگہی درپئے استعداد و سرانجام است کہ ہرگاہ مشخص بشود کہ او کس را باین صوبہ فرستادہ بیشتر رفتہ ہرچہ باید کرد بکند، اگر آں صاحب مہربان نیز ازاں طرف متوجہ شوند بہتر، والا مخلص ہیچ وجہ دریں باب توقف بخود قرار نمی تواند داد" (ایضاً)

اس کے علاوہ دارا ان بھائیون کے خلاف جو کارروائیان کر رہا تھا، ان کے متعلق بھی مراد کے خطوط مین مفصل حالات ملتے ہین، دارا نے کوشش کی تھی کہ شجاع سے مونگیر، مراد سے مالوہ، اور برار اورنگزیب سے واپس لیلے، مراد لکھتا ہے:-

"ازانجملہ آنکہ تغیرِ منگیر از بھائی جیو، و برار ازاں صاحب، و محالِ مالوہ ازیں مخلص شہرت دادہ میخواہد خود بگیرد وایں احکام را بنامِ نامیٔ حضرت اعلیٰ بستہ نوشتہائے حسب الحکم از نواب علیہ و جعفر خان نویسانیدہ جابجا فرستادہ یا بعد ازیں بفرستد" (ایضاً)

دارا نے اتنا ہی نہین کیا، بلکہ شاہجہان کی طرزِ تحریر کی نقل اتار کر اُسی کے نام سے فرامین بھیجنے شروع کردیئے، اور بھائیون کے وکلاء کو نظربند کردیا، کہ وہ کسی قسم کی کوئی اطلاع اپنی طرف سے نہ دے سکین، اور اگر وہ کوئی خط بھیجین بھی تو وہ، وہ خط موجودِ دربار کا سرکاری منشی ان کو لکھائے، مراد اس طرح اس کی اور اورنگزیب کو اطلاع دیتا ہے:-

"وکلائے برادراں بمعنی نظربند اند، کہ ملجد جمع را گ[illegible]تند کہ در سفر و حضر بر درِ خانۂ آنہا باشند

ومقرر نمودہ کہ اخبار وسوانح انجار امطابق گفتہ میر صالح برادر روشن قلم منشی بمانویسد وملحد
خود تقلید خط اقدس رابمرتبہ کمال رسانیدہ برفرامین دستخط خود میکند از انجملہ فرمانے است
کہ دریں ولا بمجلس رسیدہ" ($\frac{2}{242}$)

مراد کو بھی عام لوگون کی طرح اس بات کا یقین تھا، کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا ہے، اور ۱۴ ستمبر اور پھر اس کے ایک ماہ بعد ۱۴ اکتوبر کو جس شخص نے اپنا درشن دیا تھا، وہ خواجہ سرا تھا، چنانچہ وہ ایک خط مین اپنی پیشقدمی کے اسباب بیان کرتے ہوے خود شاہجہان کو لکھتا ہے، کہ:-

"چوں دریں مدت شہرت چناں یافتہ کہ تخت سلطنت ووسادۂ دولت از جلوس فیض مانوس جہاں خالیست ومدتیست کہ سلطان داراشکوہ یکے را کہ بصورت قدسی طینت بادشاہ جہاں شباہتے بنام دارد، گاہے از دریچہ یا غرفہ برآوردہ بمردم می نماید، وآں صورت بے معنی سلام مردم می گیرد . . . . اوروے فرط بے اختیاری عنان گسل بایں طرف آمدیم" ($\frac{3}{223}$)

یہ تھین داراکی کارروائیان، جنھون نے ان بھائیون کو ایسے نازک موقع پر متحد کر دیا تھا، اور یہ تھین "شاہ بلند اقبال" کی سازشین جنھون نے ہر بھائی کو اس سے بددل بنا رکھا تھا، مگر قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کے طریقہ عمل پر بحث کرین، مراد کی ایک اور کارروائی کی طرف بھی ناظرین کی توجہ مبذول کرا دینا چاہتے ہین، تاکہ اُس کی نظر بندی کے معاملہ کو سمجھنے کیلئے سہولت ہو،

مراد اور درباری امراء | مراد اگرچہ بہت صاف دل تھا، اور ہمیشہ تلوار کی زبان سے فیصلہ سنانے کا

تھا، لیکن پھر بھی اس نے اس جنگ سے پہلے ہی مختلف امراء کو اپنا ہمراز و شریکِ کار بنانے کی کوشش شروع کی تھی، اور ان امراء نے بھی اسکی افتادِ طبیعت کو سمجھتے ہوئے اس سے زبانی طور سے اس کا وعدہ کر لیا تھا، چنانچہ خود مہاراجہ جسونت سنگھ سے بھی اس نے اس قسم کا وعدہ لیا تھا اور جب وہ دارا کی طرف سے مراد کو روکنے کیلئے آیا تو اس شہزادہ نے سمجھا کہ وہ اس بہانہ سے اُس سے ملنے آرہا ہے، چنانچہ ایک خط میں اس کو لکھتا ہے:۔

"دوست حقیقی مخلص یکرنگ من مہاراجہ جسونت سنگھ .... بداند کہ بمقتضائے
عہد و قول کہ درمیانِ ما و آں مہاراجہ .... مقرر گشتہ یقین حاصل است
کہ دریں وقت شریک و رفیقِ ما خواہند بود و بآں عہد وفا خواہند کرد۔ بلکہ ہمیں ارادہ بہر
بہانہ خود را از دربیروں کشیدہ باین حدود آمدہ اند کہ پیش ما بیایند" (۱/۲۵۶)

اسی طرح کے خطوط اس نے خانخاناں، مخلص خان، افتخار خان، نصیری خان، وغیرہ کو بھی لکھے، اس کے خطوط کا مطالعہ اور اس کے بعد کی کارروائیاں اس بات کو صاف صاف بتاتی ہیں، کہ وہ اپنے دل میں یہ سمجھے ہوئے تھا، کہ وہ اورنگزیب کے سامنے جو کچھ اظہارِ عجز و اطاعت کر رہا ہے، وہ وقتی اور مجبوری کی وجہ سے ہے، کہ وہ اکیلا کچھ نہ کر سکتا تھا، اور اوسے جونہی موقع ملیگا، وہ فوراً اورنگزیب کو بھی شکست دے کر تمام ہندوستان کا بادشاہ بنجائے گا، مگر ایسا نہیں ہوا، اور وہ جو جال اورنگزیب کے لیے بچھا رہا تھا، اس میں خود گرفتار ہوگیا،

اورنگزیب کی حالت گذشتہ باب میں ہم بتا آئے ہیں، کہ کس طرح ٹھیک اُس وقت جبکہ اورنگزیب بیجاپوریوں کو منہ مانگی صلح کرنے پر مجبور کر چکا تھا، دارا نے شاہجہان سے فرمان بھجوا کر اس کی فاتحانہ پیش قدمی کو روک دیا تھا، کس طرح وہ ابھی شرائطِ صلح طے، اور ان کی تعمیل کرانے ہی کی

فکر مین تھا، کہ دارا نے تمام سرکاری فوج کو واپسی کا حکم دے کر اُس کی جنگی حالت کو نازک بنا دیا تھا، کس طرح ٹھیک اسی زمانہ مین شاہجہان کی علالت اور دارا کے تغلب نے اُسے بے بس و پا کر دیا تھا، اور کس طرح ایک مشکل اور ناقابلِ حل گتھی اُس کے سامنے تھی، ایک طرف تو وہ اپنی آنکھون سے دیکھ رہا تھا، کہ دارا نے یہ چال چلکر اُس کے ثمراتِ فتح کو اس کے ہاتھ سے چھین لینے کی کوشش کی ہے، دوسری طرف اُسے اپنی فوج کی اچانک کمی مین اس بات کا خطرہ نظر آرہا تھا، کہ بیجاپوری اس کی حالت سے فائدہ اٹھا کر اُس کی فوج پر حملہ اور شرائطِ صلح کی تکمیل سے انکار نہ کر دین، اس کے ساتھ اس کے سامنے ایک اور اہم سوال تھا، اگر وہ بیجاپوریون سے شرائط منوانے مین اپنا وقت صرف کرتا ہے، تو وہ دارا کو اس بات کا موقع دیتا ہے، کہ وہ اپنی قوت کو مستحکم اور ذرائع کو وسیع تر کر کے اورنگزیب کو بالکل ایک بے اثر عنصر بنا دے اور اگر وہ اپنی مدافعت مین دارا سے نجات حاصل کرنے اور شاہجہان کو اس کی قید سے چھڑانے کا سامان کرتا ہے، تو نہ صرف یہ کہ بیجاپوریون سے جو کچھ فوائد حاصل ہونے والے ہین، اُن سے اس کو دست کش ہونا پڑتا ہے، بلکہ اُسے اس بات کا بھی خوف ہے، کہ جونہی اصل حقیقت آشکارا ہو جائے گی، نہ صرف بیجاپوری نڈر ہو جائین گے، بلکہ قطب الملک، کرناٹک کی طرف پیشقدمی شروع کر دے گا، اور شیواجی اپنی عادت کے مطابق مغل علاقہ کی تاخت پر اتر آئے گا، غرض یہ متضاد صورتین تھین جنمین اورنگزیب گھرا ہوا تھا، اُسے بیجاپوریون سے شرائط منوانی تھین، اُسے قطب الملک اور شیواجی سے پرامن رہنے کا وعدہ لینا تھا، اُسے اپنے گذشتہ معاہدہ کے لحاظ سے اپنے بھائیون سے اشتراکِ عمل کرنا تھا، اُسے اپنی مدافعت اور شاہجہان کی آزادی کے لیے دارا سے برسرِ پیکار ہونا تھا، اور اُسے وہ سب کچھ کرنا تھا، جو ایسے موقع پر ایک مدبر، دوراندیش اور مشکلات سے گھرے ہوئے شخص کو کرنا چاہیے تھا، ان

صفحات مین ہم اسی اجمال کی تفصیل بیان کرین گے،

جس وقت اورنگزیب کو شاہجہان کے حکم صلح اور دارا کی فوج کی واپسی کے فرمان نے پریشان کر رکھا تھا، شاہجہان کی خبر علالت ہی نہین بلکہ افواہِ مرگ اور دارا کی معاندانہ، غیر دانشمندانہ اور غیر مدبرانہ کارروائیون نے اُس کے سامنے مشکلات کی ایک دیوار قائم کردی، اُس کے سامنے دو اہم ترین چیزین تھین، دونون کو تکمیل کے درجہ تک پہنچانے ہی مین اوسکی کامیابی مضمر تھی، اس کے ساتھ یہ بھی صاف معلوم ہوتا تھا، کہ ایک کا حصول دوسرے سے محروم کردے گا، یہ اورنگزیب ہی تھا جس نے اپنے تدبر، اپنی حکمت علی، اپنے طریقۂ کار اور اپنی انتہائی دوراندیشی سے دونون چیزون کو حاصل کرلیا،

اورنگزیب اس زمانہ مین جس دماغی ابتلا مین گرفتار تھا، اس کا ثبوت اس کے خطوط سے ملتا ہے، اُسکے پاس اسوقت میر جملہ کے سوا کوئی دوسرا مخلص دوست نہ تھا، اس لیے وہ ہر معاملہ مین اُس سے مشورہ کرتا ہے، اُسی کو بیجاپوریون سے شرائطِ صلح منوانے کے لیے بھیجتا ہی، اُسی کی راے دریافت کرنے کے لیے اپنے معتمدون اور ایماندار نوکرون کو روانہ کرتا ہے، اور اُسی کو اپنے درددل کی داستان سناتا ہے، مگر قبل اس کے کہ ہم اس کی کارروائیون کو بیان کرین، ہم اس بات کو واضح کردینا چاہتے ہین، کہ اورنگ زیب نے برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین جو کچھ کیا، وہ ہرگز شاہجہان کے خلاف نہ تھا، بلکہ اس نے اپنی مدافعت کی طرف پہلا قدم اُس وقت بڑھایا، جب کہ اس کو یقین ہوگیا، کہ اگر شاہجہان مر نہین چکا ہے، تو کم از کم اس کے ہاتھ سے حکومت ضرور نکل کر دارا کے قبضۂ اختیار مین جاچکی ہے، ہم یہان پر اس کے متعدد خطوط کے اقتباسات اپنے دعویٰ کے ثبوت مین پیش کرتے ہین، وہ شاہجہان کو لکھتا ہی:-

«قبلۂ دین و دنیا سلامت! چون مکرر استماع یافت کہ ذاتِ ملکی صفات از تغیر بدنی نہایت

نقاہت و ضعف بہم رسانیدہ و ہمین برادر متصدیٔ امورِ سلطنت شدہ او امرِ احکامِ بادشاہی بدونِ عرضِ اقدس، بطورِ خود سرانجام دادہ، و ہیچ امرے باختیارِ والا نگذاشتہ حتی کہ خطابِ خانی و منصبِ کلاں بہ نوکرانِ خود میدہند؛ در اکثر صوبجات و چکلہا پیشکاران دیوانیان و فوجداران و وقائع نگاران و دیگر اہلِ خدمت از جانبِ خود تعیین کردہ اند، و براے نامبود (براے نام؟) راے رایان را در کچہری می نشانند، و الا تمام رتق و فتقِ معاملاتِ خالصہ و دیگر امور مالی و ملکی بعہدۂ اہتمام معین الدین خاں کہ الحال خطاب وزیر خاں یافتہ مقرر کردہ اند، و تعین ساختنِ افواج بر سر برادرِ والاقدر محمد شجاع بے صلاح آں قبلۂ جہان و جہانیان بوقوع آمدہ، ہرگاہ حال چنیں باشد، مریدانِ خاص و فرزندانِ باخلاص را لازم است، کہ خار از میان برداشتہ بدریافتِ ملازمتِ قبلہ و کعبۂ حقیقی سعادتِ دارین حاصل کنند، و دریں وقت بخدمت فیض موہبت مستعد گردیدہ بموجبِ حکم قدسی در تمشیت و انتظامِ ممالکِ محروسہ کہ از بدپروازیٔ ہمین برادر درہم خوردہ سعی و اجتہادے بکار برند، و ہر کہ از بندہاے بادشاہی بمقتضاے حرام نمکی مصدرِ شوخی و بے اعتدالی گردیدہ سزاے لائق در کنارِ او نہند،

لہذا ایں فدویٔ عقیدت سرشت بعزمِ سرانجامِ مطالب معروضہ فی الصدر راز مکانِ اقامتِ خود کوچ نمود" ($\frac{3}{118}$)

ایک اور خط میں لکھتا ہے:۔

بعرضِ اشرف حضرت ظلِ سبحانی خلیفۃ الرحمانی میرساند کہ چوں اختیارِ رواداریٔ ملکی و مالیٔ آنحضرت نماندہ و مواد استقلال و تصرف شاہزادہ کلاں در حلِ عقدِ امورِ جہانبانی از اں گذشتہ کہ بشرح و بیان راست آید، لاجرم بوسیلۂ مزید عزت و اعتبار

وعلتِ دوامِ تسلط و اقتدار همواره درمقامِ ایذار و آزارِ نیازمند بود و مدار کار بر پیشِ رفتِ

خواہشِ طبعِ خویش نہادہ، آنچہ متضمنِ فسادِ بلاد و عدمِ صلاحِ عباد بود بعمل می آورد، و

راهِ منافع از هر سو بر روے خیر اندیش مسدود ساختہ خواست کہ بایں طریق ابوابِ

مداخلِ خزانۂ دکن کہ قلت ازاں علت خرابی و پراگندگی لشکر است، بر روے روزگارِ

ایں رضا جوے فراز نمود " (۱۴/۱۱۹)

اورنگزیب کے آخری خطوط جو شاہجہان کے نام سے ہین، اس کے اس ارادہ کی تشریح سے بھرے ہوئے ہین، ان کے علاوہ اس نے میر جملہ کو جو خطوط لکھے ہین، ان مین بھی صاف صاف کہدیا ہے کہ وہ بادشاہ کے زندہ و صاحبِ اقتدار ہونے کی حالت مین اس قسم کی کوئی کارروائی نہین کرنا چاہتا، بلکہ وہ اپنی مدافعت اور اپنے حقوق کی حفاظت مین جو کچھ کرنا چاہتا ہے، اُس وقت کرے گا، جب کہ اس کو یقین ہو جائے، کہ شاہجہان دنیا مین عملی حیثیت سے موجود نہین ہے، چنانچہ ایک خط مین لکھتا ہے:۔

"پوشیدہ نماند کہ ایں ارادہا. . . . . وقتے از قوت بفعل میتواند آمد کہ وقوعِ

قضیۂ ناگزیر مشخص شود و ایں خبرِ ناخوش برسد وگرنہ چہ احتمال دارد کہ درحینِ حیاتِ اعلحضرت

و پیش از ظہورِ قصد و مافی الضمیرِ رفقاے دیگر برچنیں امرے اقدام نمودہ آید" (آداب نمبر ۲۱۱)

اس کے بعد اس کو اطلاع ملی، کہ اگرچہ شاہجہان مرا نہین ہے، لیکن پھر بھی وہ عملی حیثیت سے بے کار ہے، اور اس کا مرض اس قدر سخت ہے، کہ اس سے شاید نجات نہ پا سکے، چنانچہ وہ اسی میر جملہ کو ان حالات کی اطلاع اس طرح دیتا ہے:۔

(۱) "خبرِ تازہ کہ . . . . از دربارِ جہاں مدار رسیدہ . . . .

اختیار با صاحبِ معاملہ نماندہ، صورتِ معاملات آنجا رنگِ دیگر گرفتہ و احتمال کہ طاقت

کبری روے دادہ باشد، واز راہِ تدبیر....... اخفارا مصلحت دانستہ روزے چند

پنہاں می داشتہ باشند" (آداب)

(۲) اگر امرے حادث نشدہ، اظہارِ ایں مراتب چرا است، و موجبِ ایں ہمہ جرأت چیست

.... ہر گاہ کار اینجا رسیدہ باشد، حال از دو بیروں نیست یا سانحۂ ناگزیرے رو دادہ

یا مرض از مداوا گذشتہ عنانِ اختیار از دست رفتہ است و در ہر صورت سعی باید نمود" (آداب)

اس قسم کی خبرون کے بعد بھی اورنگزیب نے سررشتۂ اطاعت کو ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور اس نے جو کارروائی بھی کی، اس کے لیے اس نے پہلے سے یہ طے کر لیا، کہ اگر بادشاہ اچھا ہو گیا، تو وہ اس کے کیا معنی پہنائے گا، چنانچہ جب اس نے فوج جمع کرنے کا کام شروع کیا، تو یہ سوچ لیا کہ اگر شاہجہان اس سے بازپرس کریگا، تو وہ کہدیگا، کہ یہ فوج بیجاپوریون کے مقابلہ کے لیے جمع کیگئی تھی، یا جب وہ بیدر سے اورنگ آباد کی طرف لوٹا ہے، تو اس نے اس کے متعلق یہ عذر سوچ لیا تھا کہ وہ اپنی حرم کی وفات کو اس کا بہانہ بنائے گا، اور اسی لیے اس نے جو راستہ اختیار کیا، وہ ایسا تھا، جو برہان پور بھی جاتا تھا، اور دولت آباد بھی، تاکہ اگر اس کو بادشاہ کی صحت کی صحیح اطلاع مل جائے تو وہ سیدھا دولت آباد کو چلا جائے، ورنہ برہان پور کی طرف روانہ ہو، یہ تمام حالات مفصل طور سے ان خطوط میں جو اس نے میر جملہ کو لکھے یا ابوالفتح سے لکھائے ہین، موجود ہین، اس کے علاوہ اس نے آخری وقت تک دکنی ریاستون سے جو خط و کتابت کی ہے، اس مین اس نے کہین بھی اپنے کو آزاد و مطلق العنان ظاہر نہین کیا ہے، بلکہ ہمیشہ یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے، کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے شاہجہان کے حکم کے ماتحت کر رہا ہے، اور یہ اس کی حقیقی نیت کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے، اس کے مقابلہ مین اس کے باقی دو بھائیون کے حالات ہمارے سامنے ہین، اور یہ اورنگزیب کے طریقۂ کار کو واضح کرنے کے لیے

کافی ہین،

اب اورنگزیب کے سامنے تین کام تھے، بیجاپوریون سے شرائطِ صلح منوانا، اپنی مدافعت اور برادرانہ معاہدہ کی پاسداری، اورنگزیب نے ان تینون کامون کو جس مدبرانہ طریقہ سے انجام دیا، ان کو اجمالاً گذشتہ صفحات مین لکھ آئے ہین، اب ذرا تفصیل کیساتھ ان کو بیان کرنا چاہتے ہین

بیجاپور سے صلح

ہم دیکھ چکے ہین، کس طرح دارا نے صلح کے احکام اور فوج کی واپسی کے فرمان بھیجکر اورنگزیب کی حالت کو نازک کر دیا تھا، اور کس طرح شاہجہان کی علالت، پھر موت کی افواہ، اور غیر مآل اندیشانہ کارروائیون نے اس حالت کو آخری درجہ تک پہنچا دیا تھا، اور کس طرح بیجاپوریون نے ان واقعات کی خبر پاکر تعمیلِ شرائط مین نہ صرف تساہل بلکہ معاندانہ رویہ اختیار کر لیا تھا، اورنگزیب ایسی حالت مین جو کچھ کر سکتا تھا، وہ یہ کہ پہلے وہ پوری کوشش کے ساتھ شرائط کی تکمیل کرائے، یا پھر مراحمِ خسروانہ کے نام سے بیجاپوریون کے حسب خواہش معاملہ کو طے کر کے، اپنا ظاہرا وقار ہی قائم رکھے، چنانچہ اس نے اسی طریقہ کو اختیار کیا، پہلے اس نے ۲۹ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ (۲۸ ستمبر ۱۶۵۷ء) کو میر جملہ کو شرائطِ صلح کے مطابق پرینڈہ کے قلعہ پر قبضہ اور قاضی نظاما کو تاوانِ جنگ کی رقم وصول کرنے کے لیے روانہ کیا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ بیجاپوری اصل معاملہ سے واقف ہو چکے ہین اور اب اُن سے تعمیل شرائطِ صلح کرانا محال ہے، تو اُس نے چاہا کہ جس صورت سے بھی ہو، صلح کر لیجائے، مگر اس امید پر کہ شاید اوس کی دھمکی سے کوئی مفید کام انجام پا جائے، اُس نے علی عادل شاہ ثانی، اس کی منھ بولی مان اور دوسرے لوگون کو لکھا کہ اگر وہ شرائط کی تعمیل مین تاخیر کرین گے، تو وہ بادشاہ کے حکم سے دوبارہ حملہ کر دے گا، لیکن اوس کے ساتھ ہی وہ اپنی کمزوری سے بھی اچھی طرح واقف تھا، اوس کے سامنے دربار

کے حالات اور بھائیون کی کارروائیاں بھی تھین، اس لیے اُس نے میر جملہ کو پہلے خط لکھا کہ

"قلعہ دارِ پرندہ را بہر طریق دانند راضی بتسلیم قلعہ بکنند" (آداب نمبر ۲۰۶)

اور قلعہ دار کی استمالت کے لیے ایک فرمان بھی بھیجا گیا لیکن اس سے کوئی فائدہ نہین ہوا، اس کے بعد اورنگزیب نے میر جملہ کے کہنے سے اپنے بیٹے محمد سلطان کو فوج کے ساتھ بھیجا لیکن اس کا بھی کوئی اثر نہین ہوا، دوسری طرف شاہجہان کے متعلق جو خبرین آرہی تھین، وہ اس کے پیمانۂ صبر کو لبریز کر رہی تھین، اور وہ بار بار میر جملہ کو لکھ رہا تھا کہ

"اخبارِ دربار انتشار یافتہ ہر قدر زود تر سرانجام مہم بشود، اولیٰ و انسب است"

اس کے بعد شہزادہ محمد سلطان کی واپسی پر اس نے شہزادۂ معظم کو میر جملہ کے پاس بھیجا لیکن یہ تمام ترکیبین بےکار ثابت ہوئین، اورنگزیب سمجھ رہا تھا، کہ اب نہ تو پرندہ کا قلعہ ہی مل سکتا ہے، اور نہ قاضی نظاما تاوانِ جنگ کی رقم ہی وصول کر سکتا ہے، اور اگر اس نے اس پر اصرار کیا، تو ممکن ہے، کہ وہ دارا کے مقابلہ کے بھی قابل نہ رہے اسلیے اس نے ایک طرف تو یہ طے کیا، کہ اب جبکہ بیجاپوریون کو اصل حقیقت سے واقفیت حاصل ہو چکی ہے، کیون نہ ہر بات صاف صاف کہکر گذشتہ شرائط کو چھوڑکر جدید طریقہ سے براہ راست معاہدہ کیا جائے اور دوسری طرف اس نے فوج جمع کرنا شروع کیا، پہلے معاملہ کے متعلق اس نے جو ہدایات میر جملہ کو لکھی ہین، وہ یہ ہین:-

"معاملۂ بیجاپور را بدین عنوان مشخص باید کرد، کہ آوازۂ توجہ نواب شاہزادۂ جوان بخت و نہضت موکبِ عالی بصوبِ پرندہ و آں حدود دامثالِ این مقدمات را دست آویز ساختہ . . . . مقرر نمایند، کہ آں ہمہ

ستیز وکاوش کہ در بابِ پیش کش وتسلیم پرندہ و ولایت متعلقۂ نظام الملک باشد محض بجہت مثالِ احکامِ بارگاہِ معلّی بود، واکنوں کہ قضایاے آنجا صورتِ دیگر گرفتہ مامیاں آمدہ از خدمت عالی التماس مینمائیم کہ شمارا چنانچہ باوجود تاکید وقدغن کہ در بابِ اخلاص قلاع از درگاہ صادر می گشت، بقبول مصالحہ سرفراز ساختہ اند وپیشکش و ولایت را نیز بخشیدہ بدیں عنایات بے اندازہ اختصاص کرامت فرمائید وتکلیف اداے مبلغ وتفویضِ قلاع ملکے کہ داخلِ مصالحہ شدہ بود، نمودہ از روے تفضل معاف دارند، مشروط بآنکہ آنہا نیز قدر ایں بندہ نوازی ودستگیری کہ در متخیلۂ آنہا نمی گذشت دانستہ، بر عہد وپیماں مستقیم باشند واز سرِ دعوی ظفرآباد وکلیانی ومضافاتِ آں درگذشتہ درہیچ وقتے از اوقات اندیشۂ تعرض بداں نہ نمایند، وباغواے کسے از راہ، بر طریق نزاع ونفاق نپردازند واز صمیمِ قلب غاشیۂ دولت خواہی وخیراندیشی را آرایشِ دوشِ خود ساختہ ارتکابِ خلاف عہود ومواثیق کہ بمیاں آمدہ جائز ندارند، بمقتضاے حق شناسی بازاے ایں مراحم واشفاقِ نمایاں ہرچہ خواہند ومناسب دانند از نقد وجواہر وافیال بخدمتِ والا برسمِ نیاز بفرستند۔"

لیکن میر جملہ کا خیال تھا، کہ وہ بیجاپوریوں سے شرائطِ صلح منوانے مین کامیاب ہو گا، اس لیے اس خط کے پہنچنے کے بعد بھی وہ عرصہ تک اپنی کوشش مین لگا رہا، تا آنکہ ستمبر میں اس کے پاس شاہجہان کی طرف سے واپسی کا آخری فرمان پہنچ گیا، اس وقت صرف اسی وعدہ پر کہ بیجاپوری، اورنگزیب کی عدم موجودگی کی حالت مین اپنے حدود سے آگے نہ بڑھین گے، تمام شرائطِ صلح معاف کر کے وہ واپس ہوا، اورنگزیب نے اس سلسلہ مین جو خطوط عادل شاہ، قطب الملک، میر جملہ وغیرہ کو لکھے ہین، وہ اس زمانہ کی کیفیت اور

مختلف مدارج پر صاف روشنی ڈالتے ہین، لیکن ہم طوالت کے خیال سے اون کو درج نہین کرتے،

گولکنڈہ وغیرہ | اسی سلسلہ مین شاید یہ بتا دینا بیجا نہ ہوگا، کہ ضرورتِ وقت کا لحاظ کرتے ہوے اورنگزیب نے عبد اللہ قطب الملک سے بھی مصالحانہ گفتگو شروع کر دی تھی، گولکنڈہ کی جنگ کے بعد سے قطب الملک نے جو منافقانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا، اور جس طرح دارا کی حمایت حاصل کرکے اورنگزیب کی غلط شکایات سے شاہجہان کو اس کی طرف سے بدظن کر دیا تھا، اس کا حال ہم لکھ آئے ہین، لیکن اب حالات کا اقتضا یہ تھا، کہ ایسی حالت مین جب کہ اورنگزیب دکن سے ہزارون میل دور اپنی قسمت آزمائی کے لیے جا رہا ہے، کم از کم اس کے دکنی علاقہ مین تو کامل امن و سکون رہے، کہ اگر ضرورت ہو تو واپس آکر یہان اس کو پناہ تو مل جائے، اس سلسلہ مین بھی وہ شجاع و مراد کے مقابلہ مین بدقسمت تھا، کہ ان کے صوبون کے چارون طرف سرکاری ہی علاقے تھے اور اورنگزیب کو ایک طرف بیجاپوریون کا خطرہ تھا، دوسری طرف قطب الملک کا خوف تھا، اور تیسری طرف مرہٹون کا ڈر، بیجاپوریون کو اس نے جس طرح رام کیا، اس کا حال ابھی ہم لکھ آئے ہین، قطب الملک کو اورنگزیب نے لکھا کہ اگرچہ اس کی معاندانہ کارروائیان اس قابل تو نہین ہین، کہ اس سے کسی قسم کی رعایت کیجاے، لیکن چونکہ اب اس نے خود پیشقدمی کی ہے، اس لیے وہ ایک مرتبہ پھر اُسے مراحمِ خسروانہ سے سرفراز کرتا ہے، لیکن شرط یہ ہے، کہ وہ جادۂ استقامت سے منحرف نہ ہو، اور وعدہ کے مطابق کرناٹک کے مغل علاقہ سے اپنی فوج واپس بلا لے،

اسی کے ساتھ اس نے دیوگڈہ، چاندہ وغیرہ کے راجاؤن کو بھی استمداد و استمالت کے خطوط لکھے، اور اس طرح اپنے علاقہ کے سرحدی معاملات کو طے کرکے جنگ کی تیاری

کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا،

اورنگزیب کی تیاری | ستمبر سے لے کر ابتدائے جنوری ۱۶۵۸ء تک اورنگزیب بیکار خطوط کتابت اور سرحدی معاملات کے طے کرنے ہی مین مشغول نہ رہا، بلکہ اس نے اس کے ساتھ ہی جنگی تیاری بھی شروع کر دی، لیکن اسمین اس نے اس قدر احتیاط برتی، کہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے، اگرچہ اس کو کامل یقین تھا، کہ شاہجہان ایک ایسے مرض مین مبتلا ہے، جس سے جانبر ہونا ناممکن ہے، اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا، کہ دارا سیاہ وسفید کا مالک ہو چکا ہے، پھر بھی وہ ہر کام کو اس طرح کرتا تھا، کہ اگر شاہجہان اچھا ہو جاے، اور اس سے اس کی کارروائی کے متعلق بازپرس کرے، تو وہ تشفی بخش جواب دیسکے، اس کا یہ طرزِ عمل ہمارے اس دعوی کو کہ اس نے جو کچھ کیا، وہ دارا کی برادر کش کارستانیون سے تنگ آکر دارا ہی کے خلاف کیا، قوی تر بنا تا ہے، اس سلسلہ مین اس نے اپنے مشیر خاص میر جملہ کو جو خطوط لکھے ہین، وہ اس طرزِ عمل کے آئینہ دار ہین، ایک خط مین فوج جمع کرنے کے سلسلہ مین وہ لکھتا ہے، کہ اگر بادشاہ نے اچھے ہو کر اس کے متعلق سوال کیا تو وہ یہ جواب دیگا، کہ اس نے اس وجہ سے فوج جمع کی تھی کہ

"اگر اعلیحضرت بصحت وعافیت وسلامت وسعادت توجہ اقدس بسرانجامِ ایں کار (فتح بیجاپور) داشتہ حکم فرمایند کہ بیجاپوریاں رابحالِ شاں نگذاشتہ باید بآنہا پرداخت ......

بازخواست تقصیرے کہ نمودہ اند...... شایستہ می تواں کرد" (آداب نمبر ۲۰۹)

ایک دوسرے خط مین وہ اسی بات کو اس سے زیادہ واضح طور پر اس طرح ظاہر کرتا ہے،

"چوں کمالِ استقلالِ آں طرف (دارا) وانچہ از نوشتجاتِ وکیل ہویدا گشتہ دلیلِ آن است کہ رہائی ازیں مرض از دائرۂ امکانِ مداوی بیرون است، وامیدِ زندگی منقطع شدہ....

.... واختیار واقتدارے کہ

از لوازمِ نشأ حیات تواند بود، نماندہ، ظن غالب آن است کہ کار از کار گذشتہ باشد . . . . در صورتیکہ با وجود مشاہدۂ این امور در تہیۂ اسباب و اظہارِ داعیہ کوتاہی رود، مردم بچہ امید قرارِ ہمراہی میتوانند داد، بعد از انکہ این جماعتِ نامشخص کہ دریں جا اند، تساہل و تکاسلِ این جانب را ملاحظہ نمودہ، کام و ناکام بدر روند، و بر اہلِ دربار نیز ظاہر شود، کہ کیفیتِ حال چیست، دیگر رجوعِ دنیا طلبانِ جاہ جو ممکن نیست، بنا براں برائے خورشید ضیا چنیں اقتضا فرمودہ کہ اگر از معاملاتِ بیجاپور بزودی فراغ حاصل شود، اصوب خواہد بود، تا پیش از انکہ پردہ از روے کار بر افتد . . . . موکبِ اقبال قرین داخلِ برہانپور گردد" (آداب نمبر ۲۱۱)

اورنگزیب کی واپسی انہی باتون کو پیش نظر رکھکر اور شاہجہان کے حکم واپسی پر بھروسہ کر کے اورنگزیب خود ۶ر محرم سنہ ۱۰۶۸ھ (۴ر اکتوبر) کو کلیانی سے روانہ ہوا، اور ۱۱ر محرم (۹ر اکتوبر) کو بیدر پہنچا، یہان پہنچکر اس نے پہلا جو کام کیا وہ یہ تھا کہ تسخیر کے وقت قلعہ کو جو صدمات پہنچے تھے، ان کی مرمت کرائی، اسی عرصہ مین اسکو ۱۹ر محرم (۱۷ر اکتوبر) کا آگرہ کا ایک خط ملا، کہ بادشاہ اب ایک عضوِ معطل ہے، اس لیے یہان ٹھہرنا بیکار سمجھ کر اس نے قلعہ کو اپنے ایک افسر میر جعفر کے حوالہ اور اس کی حفاظت کے لیے ایک فوج مقرر کر کے دوسرے ہی دن ۲۰ر محرم (۱۸ر اکتوبر) کو بیدر چھوڑ دیا، مگر ابھی ایک ہی دن گذرا تھا، کہ اُسے ۲۱ر محرم (۱۹ر اکتوبر) کو اطلاع ملی کہ دسش محرم (۸ر اکتوبر) کو اوس کی سب سے زیادہ عزیز و خاص محل دلرس بانو کا جو مرزا شاہ نواز خان کی بیٹی تھی، طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا، اس وقت اورنگزیب کو جو روحانی صدمہ ہوا، اور اس کا انتشار جس طرح مضاعف ہو گیا، اس کا حال اس خط سے جو اس کے منشی نے میر جملہ کو لکھا ہے، ظاہر ہے، لیکن ایسی حالت

مین بھی اورنگزیب نے بلند ہمتی اور فراخ حوصلگی سے کام لیکر اپنے سفر کو جاری رکھا[1]،
لیکن اب اس کے سامنے پھر یہی سوال تھا، کہ آیا وہ سیدھا برہان پور چلا جاے یا دربار کی اطلاعات کے متعلق کچھ اور توقف کرے، اس لیے اس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جو آگے چل کر دو شاخون مین منقسم ہو جاتا تھا، ایک سڑک تو اورنگ آباد چلی جاتی تھی، اور دوسری برہان پور، اس مرکزی جگہ کا نام پاتھری تھا، اور نگزیب نے اس راستہ کو جس خیال سے اختیار کیا تھا، اس کا حال خود اس کے منشی کی زبانی سنیے:۔

"خبرِ کدورت اثر کاشفت ثمر قضیۂ ناگزیر (وفاتِ حرمِ اورنگزیب)....... بسامعِ والا رسیدہ ہوش ربا و ملال افزا گردید، و درچنیں اوقات کہ دل و دماغ متوجہ تبییضِ امور نمی باشد بنابراں بکمترین اشارہ فرمودند کہ........ بمفصلاً قلمی نماید....... اگرچہ از سنوحِ ایں نائبہ خاطرِ مبارک بنہایت متاثر شدہ و از احوالِ اہل حرم محترم علی الخصوص پردگیانِ حریم سلطنت و شاہزادہاے قدسی منزلت خبر گرفتن و باستمالہ و دلاسا و دلجوئی ایشاں پرداختن لازم است، لیکن باوجود ایں حالت بمقتضاے علوہمت و فراخ حوصلگی قرار دادہ کہ تا پاتھری کہ راہِ برہان پور از آنجا جدا میشود، و بے آنکہ درطے مراحل بسرعت بکار رود، تشریف برند، و دریں اثنا اگر خبرِ مشخص از دربار برسد........ بصوبِ برہان پور نہضت فرمایند و بر تقدیرے کہ حالِ دربار برہماں منوال ظاہر شود،......

[1] واضح ہو کہ شاہجہاں نے اورنگزیب کو حکم دیا تھا، کہ وہ اس وقت تک کہ بیجاپوری شرائط صلح کی تعمیل نہ کرین، بیدر ہی مین مقیم رہے، اور اگرچہ وہ دربار کی خبرون سے متوحش ہو کر چل پڑا تھا، پھر بھی اسکو اس کا خطرہ لگا تھا، کہ اگر بادشاہ نے اچھے ہو کر اس سے باز پرس کی تو کیا جواب دے گا، لیکن بیوی کی خبر موت نے اس کے لیے ایک معقول عذر پیدا کر دیا،

بدولت آباد کشیدہ و مہماتِ آنجا بقدر انتظامی دادہ منتظرِ وصولِ خبرِ مشخص باشند، ع

تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیروں" (آداب)

پاتھری پہنچکر وہ دربار کی خبرِ مشخص کے لیے کئی دن ٹھہر گیا، اس عرصہ مین اس نے چاہا کہ اپنے بڑے بیٹے محمد سلطان کو برہان پور بھیجدے، تاکہ جو شاہی افسر آگرہ جا رہے ہین، انکو روک لیا جاسے، لیکن میر جملہ کی طلب پر شہزادہ کو اس کے پاس بھیجدیا گیا، البتہ ۳۰ محرم (۲۸ اکتوبر) کو اورنگ زیب نے اپنے رضاعی بھائی ملک حسین کو یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ

"بہاندیہ رسیدہ، بضبطِ تمام معابر گذرہاے دریاے نربدہ قیام نماید، و نوعے کہ باید بمراسم آں پرداختہ اگر تواند از مردم کار آمدنی جمعیتے شایستہ نگاہ دارد" (آداب)

اس جگہ اُسے خبرِ مشخص نہ ملی، بلکہ اس کی جگہ اسے اپنے وکیل کے علاوہ خود متصدیٔ آگرہ کا خط ملا جسمین اورنگزیب کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا گیا تھا، اور اس سے اورنگزیب نے یہ نتیجہ نکالا کہ

"اگر امرے حادث نشدہ، اظہارِ این مراتب چرا است و موجبِ ایں ہمہ جرأت چیست....

...... ہرگاہ کار باینجا رسیدہ باشد، حال از دو بیروں نیست، یا سانحۂ ناگزیر روے دادہ یا مرض از مداوا گذشتہ عنانِ اختیار از دست رفتہ است و در ہر دو صورت سعی باید نمود" (آداب)

اب بھی اورنگزیب نے حزم و احتیاط کو نہ چھوڑا، اور بجاے اس کے کہ سیدھا برہانپور کی طرف روانہ ہوتا، اورنگ آباد چلا آیا،

اورنگزیب ۱۴ صفر (۱۱ اکتوبر) کو اورنگ آباد پہنچا، لیکن چونکہ اس کی بیوی کا چہلم قریب تھا، اسی لیے شہر کے باہر ہی مقیم رہا، تا آنکہ چہلم کے دن ۱۹ صفر (۱۶ نومبر) کو وہ شہر مین داخل ہوا،

یہان پہنچکر اس نے ایک طرف میر جملہ کو صلح کر کے فوراً واپس آنے کی تاکید کی، دوسری طرف برادرانہ معاہدہ کا پاس کرتے ہوے، بھائیون سے تبادلۂ خیال کیا، اور تیسری طرف فوج کی فراہمی، افسرون کی طلب اور درباری امرا، کو رام کرنے کی جانب متوجہ ہوا،

میر جملہ کی نظر بندی ہم ابھی ابھی بتا آئے ہین، کہ اورنگزیب کس طرح جلد از جلد بیجاپور سے نئی صلح کر کے اس کام کو ختم کرنا چاہتا تھا، اور کس طرح میر جملہ بضد تھا، کہ بیجاپوریون سے اصلی شرائط ہی منوائی جائین، اورنگزیب نے کچھ دنون تک میر جملہ کو اپنے دل کا حوصلہ نکال لینے دیا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ وہان وقت برباد کر رہا ہے، تو اپنے بڑے لڑکے کو وہان سے بلا لیا، اور اس کی جگہ پر اپنے دوسرے لڑکے محمد معظم کو بھیجدیا، میر جملہ آخر دسمبر تک اپنی بات پر اڑا رہا، لیکن اسی زمانہ مین اس کے پاس شاہجہان کا ایک اور فرمان پہنچا، کہ وہ فوراً آگرہ چلا آسے، اب میر جملہ بھی مجبور تھا، اور آخر ابتدائے جنوری مین اُسے بھی اورنگ آباد کی طرف لوٹ آنا پڑا،

اورنگزیب کی مشکلات کی روز افزون تعداد مین یہ ایک نیا اضافہ تھا، اس وقت دکن مین اس کے پاس سوائے میر جملہ کے کوئی نہ تھا اور اس نے اسی کو اپنا مشیر و خیر خواہ سمجھ کر اپنا محرم راز بھی بنا لیا تھا میر جملہ کی واپسی کے نہ صرف یہ معنی تھے کہ اورنگزیب بے مشیر و مددگار ہو جائے، بلکہ اسے یہ بھی خطرہ تھا، کہ اگر میر جملہ دکن سے چلا گیا، تو بہت ممکن ہے کہ اس کی بہت سی باتین دارا اور شاہجہان کو معلوم ہو جائین، اور وہ ایک تجربہ کار توپخانہ اور فوج سے محروم ہو جائے، میر جملہ کے اصرار نے اورنگزیب کو پریشان کر رکھا تھا، چنانچہ اس نے میر جملہ کو جو آخری خط اپنے منشی کی معرفت بھجوایا ہے، وہ اصلی حالات پر روشنی ڈالتا ہے، اس کے ضروری حصے یہ ہین:-

"نواب کامیاب سلامت! قبلہ و کعبۂ عالمیان (اورنگزیب) میفرمایند کہ مارا یقین حاصل شدہ کہ آں عمدۃ الخوانین را از آمدن بہ ہندوستان غرض جز ایں نبودہ و نیست کہ مراتب شوکت

وقدرت مابیفزاید، درمطلبے کہ ہمہ خیراندیشان و دولتخواہان متوجہ آن است، فائز گردیدہ، کامروا شویم

چنانچہ بکرات ومرات از زبان ایشان بگوش سعادت نیوش خود شنیدہ ایم کہ زندگی را محض بواسطۂ

آن میخواہیم کہ صاحب جہانیان را بر سریر سلطنت بہ بینیم، وتا این مقصد اقصیٰ از مکمن غیب بمنصۂ شہود

جلوہ گر شود، بجان ومال مضائقہ روا نداریم، والحق آنچہ دریں چندگاہ چہ در بارہ وچہ بعد ازاں

مشاہدہ نمودہ شد، برہانیست ساطع ودلیلیست قاطع بر ثبوت این دعویٰ وصدق این

مدعی، پس دریں ایام کہ ہنگام حصول آرزو وتمنائے ایشان است، باید کہ نوعے باظہار آثار یکجہتی

ویکتادلی بپردازند کہ باوجود ایشان در سرانجام اسباب این کار بدیگرے محتاج نشویم، از جمعے کہ محض

نسبت پاس خاطر صلاح اندیش آن رفیع مکان از ما منحرف گردیدہ اند، بے نیاز ومستغنی باشیم

...... پس بحضور ما بیایند کہ بصلاح ایشان در انتظام مہام جہانبانی شروع نمودہ بہ تہنیۂ مصالح

مشغول گردیم، وتا آن زمان نیز نظر باوضاع اطراف وجوانب کردہ، آنچہ ......

...... دریں باب اقتضا نماید پے ہم بنویسند کہ مطابق آن بعمل آوردہ منتظر

وصول مسرت حصول ایشان باشیم" (آداب)

لیکن جب میر جملہ اورنگ آباد پہنچا، تو اس نے یہ بھی گوارا نہ کیا، کہ وہ اورنگزیب سے ملاقات ہی کرلے، بلکہ اس نے صاف صاف کہدیا کہ مجھے واپسی کے لیے شاہی حکم ملا ہے، اور مین کسی صورت سے بھی یہان نہین رک سکتا، اب اورنگزیب مجبور تھا، کہ جس صورت سے بھی ہو سکے، اس خطرناک دوست کو روکے، کیونکہ میر جملہ کا دکن سے چلا جانا، اورنگزیب کے لیے مہلک تھا، وہ اس کے ایک ایک ارادہ، ایک ایک راز، اور ایک ایک نقشہ سے واقف تھا، اس نے اگر اس وقت تک اورنگزیب کا ساتھ دیا تھا، تو صرف اسلیے کہ اس کا علاقہ کرناٹک قطب الملک کی حریص نگاہون سے اسی وقت تک بچ سکتا تھا، جبتک کہ اورنگزیب اس کا حامی تھا، اور

میر جملہ وادرنگزیب کی تمام خط وکتابت اس دعوی کا ثبوت ہی، دوسرے اورنگزیب کو یہ بھی معلوم تھا، کہ اس نے اپنے خاندان کی حفاظت کے لیے کس طرح اپنے ولی نعمت قطب الملک کا ساتھ چھوڑا تھا، اور اب وہ اسی کے لیے اورنگزیب کا ساتھ بھی چھوڑ سکتا تھا، کیونکہ اوسے معلوم ہو چکا تھا، کہ دارا نے صرف اسی شبہہ کی بنا پر کہ میر جملہ اورنگزیب کا حامی ہے، اس کے بیٹے کو جو دربار مین اپنے باپ کی نیابت کے فرائض انجام دیتا تھا، نہ صرف اس کے منصب سے الگ کر دیا تھا، بلکہ اسے قید بھی کر دیا تھا، اور میر جملہ کو ہر وقت اس بات کا خطرہ لگا رہتا تھا، کہ کہین اس کے ارکان خاندان کو دارا کوئی جسمانی گزند نہ پہنچا دے، ایسی حالت مین اس کے دل ودماغ کا آدمی جو ترکیب سوچ سکتا تھا، وہ یہی تھی کہ وہ کسی صورت سے اپنے کو اورنگزیب کے ہاتھون گرفتار کرا دے، تاکہ ایک طرف تو اس کا خاندان دارا کی انتقامی کارروائیون کا شکار نہ ہو، اور اگر دارا فتح یاب ہو جاے تو وہ اپنی معصومی اور بے گناہی ثابت کرکے اپنے کو اس کا خیرخواہ ثابت کر دے، اور دوسری طرف اگر اورنگزیب فتحمند ہو جاے، تو بھی اس کو کوئی خطرہ نہ رہے، کہ اورنگزیب فطرۃً حلیم اور درگذر کرنے والا واقع ہوا ہے، اور وہ ایک ایسے کارآمد آدمی کو کبھی بھی ناخوش کرکے اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیگا، ان حالات مین بعض مستند مورخین کا یہ خیال، کہ میر جملہ کی گرفتاری دراصل اورنگزیب کے ساتھ باہمی سازش کا نتیجہ تھی، ایک غیر تاریخی حقیقت معلوم ہوتی ہے، اور اورنگزیب کا وہ خط جو اس نے دارا کو شکست دینے کے بعد میر جملہ کو اس کی آزادی کے متعلق لکھا ہے، اس کا مسکت ثبوت ہے، اس خط مین وہ صاف صاف لکھتا ہے کہ

"نگاہ داشتن آں عمدۂ مخلصاں در انجا از رہگذر ظہور نادولتخواہی و بے اخلاص او نبود، چوں آں زبدۂ خیر اندیشاں در اجتہاد خطا کردہ وپاس وقت نداشتہ میخواست بدرگاہ برود این معنی از مصلحت دور می نمود، ہرچند بوجوہ خرد پسند مضار ایں کار را خاطر نشان او

ساختیم، اصلا مفید نیفتاده، ہیچ تادیل راے او بران قرار نگرفت، بنا بران ضرورۃً تجویز انچہ مرکوز ضمیر منیر بود فرمودۂ متوجہ صید مقصود گردیدہ بودیم، اکنون کہ ..... بمکنون خاطر ..... بمنصۂ شہود جلوہ گر گشتہ .... آں خلاصۂ مخلصاں را در حجاب داشتن از مروت جبلی و عاطفت فطری بعید دانستہ نخواہیم کہ بے مصلحت چناں بندۂ کارداں معطل باشد و از روے ذرہ پروری تمامی جنس کہ از اموال او در برہانپور است عنایت فرمودہ ... . و یک لک روپیہ نقد .... براے سرانجام بعض ضروریات مرحمت نمودہ، بشاہزادہ محمد معظم بالقابہ حکم کردیم کہ .... ہرگاہ روانۂ حضور پرنور گردد، آں عمدۂ خیر اندیشاں را نیز ہمراہ بیاورد و دقیقہ از دقایق احترام او فرو نگذارد (آداب ۲۱۴)

اب اورنگزیب نے اپنے بڑے بیٹے کو اُس کے پاس یہ پیغام لیکر بھیجا کہ وہ اس سے کچھ زبانی گفتگو کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد میر جملہ آگرہ جا سکتا ہے، لیکن جونہی میر جملہ اورنگزیب کے کمرہ مین داخل ہوا، گرفتار کر لیا گیا، اس کا مال خزانہ مین امانۃً رکھا دیا گیا، اور اس کی فوج اورنگزیب کی جماعت مین شریک ہوگئی،

بھائیون سے خط وکتابت

اسی عرصہ مین وہ معاہدہ کے مطابق بھائیون سے جو خط وکتابت کرتا ہے اس کا حال ہم مفصل طور سے اوپر لکھ آئے ہین، اور بتا چکے ہین، کہ اورنگزیب کس طرح نہ صرف یہ کہ اپنے کو بلا سبب بادشاہ بنا کر بادشاہ کے خلاف اعلان جنگ نہین کرتا، بلکہ اپنے دوسرے بھائیون کو بھی اس سے روکتا ہے، اس نے اپنے سفراء شجاع و مراد کے پاس بھیجدیئے تھے، اور شجاع سے کم لیکن مراد سے مسلسل خط وکتابت شروع ہوگئی تھی، اسی زمانہ مین اس کو یہ بھی معلوم ہوا، کہ دارا ان دونون بھائیون کے صوبون کا تبادلہ کرکے ان دونون مین نفاق پیدا کرنے کی سعیٔ نامشکور مین مصروف ہے، اور یہ بھی خبر ملی، کہ اس نے

ایک فوج شجاع کے مقابلہ کیلئے بنارس کی طرف اور دوسری مراد اور اورنگزیب کا راستہ روکنے کے لئے مالوہ کی طرف روانہ کی ہے، ان حالات نے اورنگزیب کو مجبور کر دیا، کہ وہ جلد از جلد اپنے لائحۂ عمل کو عملی جامہ پہنا دے، کہ اگر اس نے تاخیر کی تو خطرہ ہے، کہ دشمن قوی ہو جائے، اس لیے برادرانہ مراسلت اور فوج کی تیاری کیساتھ بعض امراء کو بھی اپنے ارادہ کے متعلق خط لکھا، اور جب اوس نے دیکھا، کہ اس کے پاس تقریباً تیس ہزار فوج ہو گئی ہے، تو پہلے اُس نے یکم جمادی الاول ۱۰۶۸ھ (۲۰ جنوری ۱۶۵۸ء) کو اپنے بڑے لڑکے محمد سلطان کے ماتحت اپنا مقدمۃ الجیش برہانپور کی طرف روانہ کیا، اور پھر خود ۱۲ جمادی الاول (۵ فروری) کو اورنگ آباد سے کوچ کر کے ۲۵ جمادی الاول (۱۸ فروری) کو برہانپور پہنچ گیا،

اورنگزیب کی روانگی: یہاں پہنچکر اس نے ایک مرتبہ پھر دربار کے صحیح حالات معلوم کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کو جو خبریں بھی موصول ہوئیں وہ اس کے خوف و انتشار کو بڑھانے والی ہی تھیں، حتی کہ ایک دن اس کا وکیلِ دربار بھی اس کے پاس آگرہ سے برہان پور آگیا، اور اس نے بتایا کہ شاہجہان ایک عضوِ معطل ہے، اور سیاہ و سفید کا مالک دارا ہے، اس کے باوجود اورنگزیب نے خود شاہجہان کو خط لکھا، اور اس میں صحیح حالات دریافت کیے، لیکن اوسے کوئی جواب موصول نہیں ہوا، مراد بھی خط لکھ کر اسے مجبور کر رہا تھا، کہ وہ فوراً روانہ ہو جائے، ورنہ وہ اکیلا ہی قسمت آزمائی کے لیے چل کھڑا ہو گا، اس لیے برہان پور میں تقریباً ایک مہینہ تک انتظار کرنے کے بعد اورنگزیب ۲۵ جمادی الثانی (۲۰ مارچ) کو برہان پور سے روانہ ہوا، روانگی کے وقت اس نے ایک اور دانشمندانہ کام کیا، جس سے اوس کی دور اندیشی و عاقبت بینی کا پتہ چلتا ہے، اس کا سسر شاہ نواز خان اس سے برگشتہ خاطر اور دارا کا حامی تھا، اسکو اس نے برہان پور ہی میں نظر بند کرا دیا، جب شاہجہان کو

اس کی اطلاع ملی، کہ اورنگزیب نے میر جملہ اور شاہ نواز خان کو نظر بند کر دیا ہے، تو اس نے اورنگزیب کو ایک خط لکھا کہ[1]

"آں فرزند ار جمند آں دو سید بے گناہ را .... بتحریک و اغوائے یاوہ سرا بتاراج نقد و جنس آنہا پرداختہ در قلعۂ دولت آباد (؟) محبوس ساختہ .... دریں حالت کہ صورت عذرے ہم درمیاں بود گنجایش آں داشت کہ ...... بکمال مہربانی رخصت می داد ...... اکنوں ہم اگر عفو را بر انتقام سبقت دادہ .... برائے توسل عفو و صلح، اگر ایں فرمان را وسیلۂ کار و موجب رضامندی طبع اشرف کہ وسیلۂ رستگاری ہر دو سر است، خواہد بود" ($\frac{1}{188}$)

اورنگزیب کو اول تو اسی بات کا یقین نہ تھا، کہ یہ خط شاہجہان نے لکھا ہی، پھر بھی صرف اس بات کا لحاظ کرتے ہوے، کہ کم از کم شاہجہان کے نام سے تو ہے، اُس نے سرسری جواب دیدیا کہ :۔

"چوں ایں مرید از اوضاع و اطوار معظم خاں استشمام رائحۂ بے اخلاصی و روگردانی نمود لاجرم او را مقید گردانید" ($\frac{2}{11}$)

برہان پور سے روانہ ہوتے وقت اورنگزیب کو شاہجہان کا ایک دوسرا خط ملا جس نے اس کو لکھا تھا، کہ وہ جہانتک پہنچا ہے، وہاں سے واپس ہو جاے، اس کے ساتھ اس مین ایک خاص قسم کی دھمکی بھی تھی، چنانچہ وہ لکھتا ہے :۔

"دریں ولا چنیں بسامع حقائق مجامع رسید کہ آں فرزند بجاں پیوند لشکر عظیم فراہم آوردہ

---

[1] ہم نے ان صفحون مین صرف ضروری اقتباسات دینے پر قناعت کی ہی لیکن واقعہ کو مکمل سمجھنے کیلئے ہم ناظرین سے درخواست کرین گے، کہ وہ خطوط کو اصلی شکل مین ملاحظہ کرین تو اس سلسلہ مین انکو عجیب و غریب معلومات حاصل ہونگے،

روانۂ ایں صوب شدہ اند، ایں معنی باعثِ استغراقِ خاطر و ملالِ طبعِ اقدس گشت، کہ بایں ہمہ اضطراب و ناشکیب آمدنِ آں فرزند با فواجِ گراں از چہ راہ است، اگر مطلب او دریافتِ ملازمت بود، بایستے اوّل عرضداشت میکردند، . . . . و اگر داعیہ بقسمِ دیگر است بعنایتِ ما چاق و تندرست ایم و در پیکرِ استخوانی تا حال ہیچ وجہ تفاوتے راہ نیافتہ و در کامرانی و کامروائی سلطنت اشتغال میداریم، صلاح بصواب آن است، کہ آں فرزندِ دلبند بمجرد ورودِ مثالِ کرامت تمثال از ہر جا کہ رسیدہ باشند، عطفِ عنان نمودہ، باورنگ آباد مراجعت نمایند" (۲/۱۸۹)

بہت ممکن تھا کہ اگر اس خط کا ابتدائی حصہ اورنگزیب کی نظر سے گذرتا، تو وہ اس کو شاہجہان کا خط سمجھتا، لیکن اس کے آخری حصہ مین جو دھمکی دی گئی تھی، اور اُسے جن الفاظ مین بیان کیا گیا تھا، وہ معمولی سے معمولی شخص کو بھی باور نہین کراسکتا، کہ یہ شاہجہان کا خط ہوسکتا ہے، اس کی ایک ایک سطر سے دارا کی ذہنیت وافتادِ طبیعت صاف جھلک رہی تھی، دوسرے اورنگزیب کو بھی اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ شاہجہان اور دارا کو اس کی جنگی تیاری اور روانگی کا حال معلوم ہوچکا ہے ایسی حالت مین واپسی کے معنی یہ تھے، کہ اورنگزیب اپنے کو نہ صرف آزادی سے محروم کردے، بلکہ اپنی جان بھی کھو بیٹھے، اس کے ساتھ ہی، وہ اگرچہ اب جس صورت سے بھی ہو حصولِ مقصد پر آمادہ تھا، لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی یہ نہین چاہتا تھا، کہ اس کی کارروائی براہِ راست شاہجہان کے مقابلہ مین ثابت ہو، چنانچہ اس نے جو خط اس کے جواب مین لکھا: اس مین صاف صاف بتادیا ہے، کہ اُس کی پیشقدمی شاہجہان کے مقابلہ مین نہین ہے، بلکہ وہ اس لیے آرہا ہے کہ اپنے مظلوم و مقید باپ کو دارا کی قید سے نجات دلائے، ہم اس خط کو ابھی ابھی نقل کر آئے ہین، اسلیے دوبارہ نقل نہین کرتے،

یہ جواب دیکر اورنگزیب نربدہ کی طرف روانہ ہوا، اور اگرچہ اس نے ملک حسین کو

ہانڈیہ کے گھاٹ کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا، لیکن خود اس راستہ کے بجاے اکبرپور کے پاس
دریا عبور کرکے شمالی ہندوستان مین داخل ہوگیا، مراد بھی ۲ رجمادی الاول (۲۵ فروری)
کو احمدآباد سے روانہ ہوچکا تھا، اس نے پہلے سیدھا راستہ اختیار کیا تھا، لیکن جب اسے معلوم
ہوا کہ اس طرف جانے سے اُسے بہت جلد جسونت سنگھ سے دوچار ہونا پڑیگا، تو اس نے بھی
اپنا راستہ بدل دیا، اور ۱۱ رجب (۱۴ اپریل) کو دوحد پہنچا، اور جسونت سنگھ سے بچنے کے لیے اکبر تبہ
پھر تھوڑی دور تک واپس ہوگیا، تا آنکہ خود اس کے الفاظ مین:-

"روز پنجشنبہ بست ویکم شہر رجب المرجب (۲۴ اپریل) در دیبالپور با برادر والاقدر یکجا شدہ

ملاقات نمودیم" (۲۳۵)

دونون بھائیون اور دونون فوجون کے ملاپ نے ان کی قوت کو مستحکم بنادیا، اور
دوسرے دن دونون بھائی اجین کی طرف روانہ ہوئے، جہان شہر سے سات کوس پر دھرمات
پور کے گانون کے پاس دارا کی فوج اس کے مقابلہ کے لیے موجود تھی،

دھرمات پور کی لڑائی اوپر ہم لکھ آئے ہین کہ کس طرح دارا نے مراد و اورنگزیب کو روکنے کیلئے
مہاراجہ جسونت سنگھ اور قاسم خان کے ماتحت ایک بڑی فوج روانہ کی تھی، اور ضمناً ہم نے یہ
بھی بتادیا تھا کہ ہندو راجاؤن نے جو دارا کا ساتھ دیا تھا، وہ کسی جذبۂ وفاداری کی وجہ سے نہین
تھا، بلکہ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ وہ اس کی حمایت مین ہندو دھرم اور راج کا خواب دیکھتے
تھے، مصنف عالمگیرنامہ نے بھی ہمارے اس بیان کی تصدیق کی ہے، اور وہ جسونت سنگھ
کے متعلق لکھتا ہے،

"راجہ جسونت سنگھ........باوجین........آمدہ بود، چون طبیع کج گراے
آن بے بہرۂ جوہرِ دولت (دارا) بدین و آئینِ ہنود و احیاے مراسمِ کفر و جحود مائل می دید

واز ین جہت میل عظیم بسلطنت او داشت، بنا بر خوش آمد و رعایت جانب او مصدر بے ادبانہ وحرکات ناہموار گشتہ، بخیال محال بیدار دور از کار خود را سد راہ موکب جاہ و جلال می شمرد[1]

جسونت سنگھ کو جب پہلے پہل مراد کی مالوہ کی طرف روانگی کا حال معلوم ہوا، تو بانس برلہ کی طرف سے ہوتا ہوا کاچرودہ کے قریب جاکر مقیم ہوگیا، اس وقت مراد مین اور اس مین صرف ۱۸ کوس کا فرق تھا، مراد کو جب اس کا حال معلوم ہوا، تو اورنگزیب کی ہدایت کے مطابق وہ دہان سے چپکے سے نربدہ کی طرف لوٹ پڑا، کہ دونون بھائیون کی فوجین روز بروز قریب تر ہوتی جائین، اورنگزیب نے اپنی کارروائیون کو اس خوبصورتی سے پوشیدہ رکھا تھا، کہ جسونت سنگھ کو یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ اورنگزیب کب دکن سے روانہ ہوا، کب اس نے نربدہ کو عبور کیا، اور اس وقت وہ کہان ہے، پہلے پہل اورنگزیب کے متعلق اسکو جو اطلاع ملی، وہ اسوقت ملی جب کہ راجہ شیو رام گور کا مانڈو سے اس کو خط ملا، اس کے ساتھ دارا کے ان سپاہیون نے جو قلعہ دہار مین تھے، اور جو اورنگزیب کی آمد پر شہر و قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوے تھے اسکی تصدیق کی، اس خبر سے پریشان ہوکر جسونت سنگھ اپنی فوج کے ساتھ اوجین کی طرف واپس ہوگیا، اور پھر وہان سے سات کوس کے فاصلہ پر دھرمات مین آکر مقابلہ کا انتظام کرنے لگا،

اورنگزیب فطرۃً جنگ پسند واقع نہین ہوا تھا، اور برادرانہ جنگ کا ایک ایک واقعہ اس کا ثبوت ہے، چنانچہ اس نے قبل اسکے کہ دونون فوجین برسرکار ہون اور دھرمات پور پہنچنے سے ۲ روز پہلے کب راے کو مہاراجہ جسونت سنگھ کے پاس یہ پیغام لیکر بھیجا کہ

[1] عالمگیر نامہ ص ۴۹،

اورنگ زیب کے روزنامچۂ سفر کے لئے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۵۰ و ۵۹،

"چوں مارا ارادۂ جنگ نیست و عزم ملازمت حضرت اعلیٰ پیش نہاد خاطر والا است، اگر اورا لبخت و دولت رہبری نماید بعزم ملازمت ہمایوں مستعد گشتہ تقبیل رکاب اقبال را مایۂ افتخار و شرف روزگار خود سازد، یا از سرِ راہ برخاستہ بجودھ پور کہ وطنِ اوست برود"[1]

لیکن جسونت سنگھ کا خیال تھا کہ اس کی محض استقامت و فوجی نمائش ہی دونوں شہزادوں کو واپس کر دینے کے لیے کافی ہوگی، اس لیے اس نے صاف انکار کر دیا، اب اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، کہ وہ فوجی قوت استعمال کرے، چنانچہ اپنے بھائی سے مل کر وہ دھرمات کے پاس نالہ چور نرایینہ کے قریب آ کر رکا، اور جمعہ کے دن ۲۱ رجب (۱۵ اپریل) کو اپنی فوج کو لڑائی کے لیے تیار ہونے کا حکم دیدیا، جسونت سنگھ نے یہ دیکھکر کہ اس کی چال کامیاب ثابت نہیں ہوئی، دوسری ترکیب اختیار کی اور کہلا بھیجا کہ

"مراد لعیۂ رزم و پے کار نیست، و یارائے جرأت و جسارت با موکب نصرت شعار نہ، بلکہ ارادۂ ملازمت دارم و جز بندگی و اخلاص طریقے نمی سپارم، اگر خدیو جہاں بمقتضائے فضل و کرم بریں بندہ بخشودہ فسخ عزیمت نبرد نمایند، آمدہ تقبیل بساطِ عبودیت را سرمایۂ دولت میشمارم"[2]

اگرچہ اورنگزیب اس پیغام کا مطلب سمجھتا تھا، لیکن اس نے اتمام حجت کے لیے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ

"چوں بفرخی و فیروزمندی سوار شدہ ایم، توقف و درنگ معنی ندارد، اگر گفتارِ او بصدق و راستی مقرون و خالی از شائبۂ حیلہ و افسون است از لشکر جدا شدہ تنہا پیش نجابت خاں بیاید کہ خان مذکور او را بخدمت بادشاہزادۂ عالی تبار محمد سلطان بر دو ایشاں او را

---

[1] عالمگیری نامہ ص ۵۰ و ص ۴۹ مفصل حالات کیلئے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۵۰-۴۷، عمل صالح ص ۱۰۸-۱۰۷ و ظفر نامۂ عالمگیری ٹلسٹا وغیرہ [2] ایضاً،

بملازمتِ اشرف آورند و استعفائے جرائمش نمایند"

لیکن اس کے جواب مین لڑائی کا بگل بجا، اور لڑائی شروع ہوگئی، لڑائی کا مفصل حال اورنگزیب و مراد کی شجاعت، راجپوتون کی بہادری اور دوسرے افسرون کی قربانی کے واقعات عالمگیر نامہ مین مندرج ہین، اور ہم اس لڑائی اور دوسری لڑائیون کی تفصیل سے گریز کرکے صرف نتائج سے بحث کرینگے، اس لڑائی کا نتیجہ اورنگزیب کی فتح کی صورت مین ظاہر ہوا، اور جسونت سنگھ شکست کھاکر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا، اس نے دارا وغیرہ سے جو وعدے کئے تھے، انکی شرم اور شکست کی ندامت نے اُسے اس بات کی ہمت نہ دلائی، کہ وہ آگرہ جاے، اسلیے وہ سیدھا اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوگیا، جسونت سنگھ کی یہ شکست اس دائمی عداوت کا جو اُسے اورنگزیب سے ہوگئی تھی، ایک بڑا سبب تھی، اس موقع پر جسونت سنگھ کی بہادر رانی اور انکی بہن نے جو رویہ اختیار کیا تھا، وہ راجپوت روایات کے عین مطابق اور سنہرے حرفون مین لکھنے کے قابل ہے،

دوسرے دن اورنگزیب شہر مین داخل ہوا، افسرون کو خطابات و انعامات عطا فرمائے اور معاہدہ کے مطابق مراد بخش کو :-

"بانعام پانزدہ ہزار اشرفی و مرحمت پہار زنجیر فیل کوہ پیکر و دیگر عطایا و مواہب عزّ اختصاص بخشیدند"

اسی زمانہ مین اس نے مقام جنگ پر ایک مسجد، ایک سراے اور ایک مینار بطور یادگار بنوا کر اس کا نام فتح آباد رکھا، آج یہی جگہ ایک قصبہ کی صورت مین موجود ہے، اسی دن اس کے پاس جہان آرا کا وہ خط جو اس نے اپنے بخشی محمد فاروق کی معرفت شاہجہان کی ایما سے بھیجا تھا، ملا، اس مین اورنگزیب کو نصیحت کیگئی تھی کہ

"دریں وقت۔۔۔۔۔۔ بگفتۂ نافرمودگانِ روزگار۔۔۔۔۔۔ درصددِ حرزِ جان و مال و ناموسِ سپاہی و رعیت کہ ہمگی مسلمانان۔۔۔۔۔۔ اند درآمدن و از ملاحظۂ صواب دیدِ ہنگام و اَیامِ اغماضِ عین نمودہ، تجہیزِ جیوش و جنود و تسویۂ صفوفِ مصاف با برادرِ کلان و ولی عہد بادشاہِ جہاں کہ در ظاہر و باطن مبارزت بقبلۂ کونین است پیش نہادِ ہمت ساختن، از آئینِ حق پرستی و خداشناسی و رسم و راہِ سعادت کیشی و دور اندیشی بسیار بعید است، باید کہ آں برادرِ کامگار خود را بوادیٔ صدق ارادت و حسنِ اعتقاد نزدیک ساختہ و سرتا سرِ احکام را ازتہِ دل و جاں بقبول تلقی نمودہ، در اظہارِ لوازمِ اخلاص و شرائطِ خلوص و یکرنگی ایستادگی نمایند، و از سوے و خیانت بمقابلۂ ولی نعمت و بقتل رسیدنِ مسلماناں در ایامِ فیض نظامِ رمضان الذی انزل فیہ القرآن، احتراز واجب دانند و در ہر مقام کہ رسیدہ باشند، توقف ورزیدہ بر مکنونِ ضمیر و مرکوزِ خاطر آگاہ سازند، کہ مطابقِ خواہشِ شریف حقیقت بعرضِ اشرف رسانیدہ جمیع امور ساختہ و پرداختہ آید" ($\frac{1}{197}$)

اس کا جواب اورنگزیب نے شاہجہان کو دیا کہ وہ اس سے ہرگز لڑنا نہیں چاہتا بلکہ وہ دشمنِ دین و ایمان اور عزت و ناموس دارا کی گرفت سے اُسے بچانا اور اپنے کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے، اسی سلسلہ میں اس نے دارا کی بعض عداوتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جسونت سنگھ سے لڑائی کا حال اس طرح لکھا کہ

"راجہ جسونت سنگھ از ورود و صدورِ ایں مرید خبر یافتہ بتحریکِ کمال بے سعادتی ہنگامِ کوچ سرِ راہِ عبورِ خیلِ اقبال گرفت، ناچار طریقِ تنبیہ و گوشمالیِ آں کوتہ اندیش فراپیش گرفتہ آں سست رائے راکہ خارِ مانعِ سرِ راہ شدہ بود، شکستِ سخت دادہ از راہ برخیزانیدہ شد، بر رائے عالم آرا ظاہر است کہ اگر سوائے دریافتِ سعادتِ ملازمت ارادۂ دیگر

می بود بدست آوردن او و ہمراہانش . . . . . . چہ قدر کار بود" ($\frac{۴}{۱۱۹}$)

اور اسی کے ساتھ اس خیال سے کہ آیندہ کوئی جنگ نہ ہو، اور اورنگزیب آگرہ پہنچ جائے، اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ کچھ دنون کے لیے دارا کو پنجاب کی طرف بھیجدے، کہ جب تک وہ آگرہ مین رہے گا، شاہجہان اس سے مرعوب ہو کر کچھ نہ کر سکیگا، اور چونکہ اس کو یہ اطلاع بھی مل چکی تھی، کہ دارا دھولپور تک مقابلہ کے لیے بڑھ آیا ہے، اس لیے اس نے لکھا کہ

"اکنون شنیدہ میشود کہ شاہ بلند اقبال لواے خصومت برافراختہ بارادۂ مقابلہ بدھولپور رسیدہ اند . . . . صرفہ درین است کہ معاملہ را بطرح انداختہ چندے بصوب پنجاب کہ در یتولِ ایشان مقرر است شتافتہ خدمت حضورِ اقدس باختیار ایں مرشد پرست واگذارند بعد ازاں بہر چہ راے عالم آراے اقتضا کند بعمل خواہد آمد" (ایضاً)

اورنگزیب نے صرف شاہجہان ہی کو یہ خط نہین لکھا بلکہ اس کے سنئے وزیر اعظم جعفر خان کو بھی اسی قسم کا مراسلہ روانہ کیا[1]، اس کے ضروری حصے یہ ہین:-

"چوں بعد وصول ہفت کروہی اجین مہاراجہ جسونت سنگھ و قاسم خاں نظر بصلاح دولت ابد مدت ننمودہ . . . . در دو کروہی لشکر ظفر اثر بنگاہ قرار دادند و فوجہا را آراستہ محاربہ و مجادلہ را آمادہ گردیدند، دفع آنہا را واجب دانستہ . . . . . . فتح عظیم روے نمود . . . . لیکن از آنجا کہ بعد وصول موکب عالی بحوالی دار الخلافہ اکبر آباد تحمل کرہ . . . . دادا بھائی جیو اضطراب بے فائدہ بخود راہ دادہ، شورش افزا شوند، و بدیں تقریب جمعے دیگر نیز از بندہاے عمدہ ضایع گردیدہ، ایں معنی موجب ملال طبع اقدس شود، ضرورۃً ببارگاہ معلّٰی عرضہ داشتہ ایم:

[1] دارا سے بھی اسی قسم کا ایک خط اورنگزیب نے لکھوایا تھا، دیکھو . . . .

کہ اگر دریں وقت دارا بھائی را بصوبِ لاہور رخصت فرمایند بصلاحِ دولت و مقتضائے مصلحت اقرب وانسب خواہد بود۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لائق چنان است کہ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ برطبقِ معروضِ ما خاطر نشانِ اعلےٰ حضرت نمودہ ہمگی سعی مصروفِ آں سازند کہ ایں مقدمہ صورت یافتہ موجبِ آرائشِ بلاد و آسائشِ عباد شود" (آداب نمبر ۴۳۵)

مگر ان خطوط کے بعد اورنگزیب کو دوسرے ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوا، وہ یہ کہ شکست کی خبر پاکر دارا خود تیاری مین مصروف ہے، اسلیے دشمن کو مزید موقع نہ دینے کیلئے وہ بہت جلد آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

دارا کی تیاری

ہم نے دارا کی افتادِ طبیعت کے سلسلہ مین بتایا تھا، کہ وہ انتہا سے زیادہ خود غرض و خود رائے واقع ہوا تھا، اور اس نے اس وقت تک شاہجہان کی جو اطاعت بھی کی تھی، وہ اس لیے کہ اسی مین وہ اپنی کامیابی سمجھتا تھا، لیکن آیندہ واقعات ہم کو یہ بتائین گے کہ جب شاہجہان نے دارا کو خون ریزی سے روکنا اور خود بیچ مین پڑکر بھائیون مین صلح کرانا چاہا، تو اُس نے کس طرح اس کی رائے کو ٹھکرا دیا،

شاہجہان کا خیال تھا کہ میرزا راجہ کی طرح جسونت سنگھ وغیرہ بھی مراد اور اورنگزیب کی فوج کی پیشقدمی کو روکنے مین کامیاب ہونگے، اور اس بھروسہ پر اطبا کے مشورہ سے وہ ۱۰؍ رجب (۱۱؍ اپریل) کو دہلی جانے کے لیے روانہ ہو گیا، وہ بلوچپور پہنچ چکا تھا، کہ ۲۴؍ شعبان (۲۵؍ اپریل) کو اسے جسونت سنگھ کی شکست کی اطلاع ملی، اور اس نے ارادہ کر لیا، کہ وہ دہلی جا کر ہی اس کے متعلق کوئی کارروائی کرے گا، لیکن دارا نے اُنکی اس خواہش کو مسترد کر دیا، اور اُسے مجبوراً دہلی کے بجائے آگرہ واپس لے آیا، یہان پہنچکر شاہجہان نے ایک مرتبہ پھر کوشش کی کہ دارا بھائیون سے نہ لڑے، لیکن دارا نے اوس کا یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا، اور فوج کی تیاری مین مشغول ہو گیا، قریب کے صوبون کے تمام افسر اپنی جماعتون

کے ساتھ آگرہ بلا لیے گیے، نئی فوج کی بھرتی شروع ہو گئی، اور شاہجہان کی ممانعت کے باوجود ۱۷ر شعبان (۹ر مئی) کو اس نے اپنے مقدمۃ الجیش کو دھولپور روانہ کرادیا، کہ وہ اورنگزیب کو دریاے چنبل سے عبور نہ کرنے دے، شاہجہان بے دست وپا شاہجہان اور ہان دارا کے ہاتھون مین گرفتار شاہجہان نے آخری مرتبہ پھر کوشش کی، کہ وہ خود جاکر اپنے لڑکون کو لڑنے سے باز رکھے، اور اسی خیال سے اس نے اپنے شاہی خیمہ تک شہر سے روانہ کرادیئے، لیکن دارا کا خیال تھا، کہ وہ مراد و اورنگزیب کو شکست دے کر بادشاہ بنجاے گا، اور اگر شاہجہان گیا تو اُسے اپنے چھوٹے بھائیون سے انتقام لینے کا موقع نہ ملے گا، اس لیے اوسنے شاہجہان کو جانے سے سختی کے ساتھ ممانعت کردی، اور خود ۲۵ر شعبان (۱۸ر مئی) کو اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوا، اس وقت شاہجہان کے دل کی جو حالت تھی، اس کو مورخین نے نہایت دردناک اور مؤثر الفاظ مین بیان کیا ہے، وہ دیکھ رہا تھا، کہ اس کے جگر گوشے ایک دوسرے کا خون پینے کے لیے تیار ہین، اور وہ کچھ بھی نہین کرسکتا، وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا، کہ وہ دارا کے ہاتھون مین تقریبًا قید ہے، لیکن پھر بھی اس کی مدد کے لیے مجبور تھا، اور اُسے اپنے خزانون کے دروازے اس کے لیے کھولدینے پڑے،

۲۹ر شعبان (۲۲ر مئی) کو دارا دھولپور پہنچا، اور اس نے مقامی زمینداروں کی مدد سے تمام اہم گھاٹون پر توپین لگادین، کہ اورنگزیب کسی صورت سے بھی اس پار نہ آسکے، مگر غریب دارا جو تمام عمر خوشامدی درباریون کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا عادی تھا جنگ کے نشیب و فراز سے کیا واقف ہوسکتا تھا، اور اُسے اس کی کیا خبر ہوسکتی تھی، کہ دکن کا فاتح ایک ایسا راستہ اختیار کرے گا جس کے متعلق اُسے گمان بھی نہین ہوسکتا تھا، دارا اپنی متنوع و متضاد فطرت ساٹھ ہزار فوج لیے گھاٹون پر پڑا جمانے مین مشغول ہی تھا

کہ اُسے اطلاع ملی، کہ اورنگزیب نے دھولپور سے ۴۰ میل پرے ہی دریا کو ایک لامعلوم مقام پر عبور کر لیا ہے، اور اس کی فوج بلا روک ٹوک سیدھی آگرہ کی طرف بڑھ رہی ہے، اس بدحواسی میں دارا نے اپنی بھاری توپوں کو وہیں چھوڑ کر اورنگزیب کی طرف رخ کیا، اور اس طرح اورنگزیب نے صرف اپنی ایک حربی حرکت سے اپنے حریف کو بڑی حد تک کمزور کر دیا،

اورنگزیب نے آنے کے لیے ابتداً جو راستہ اختیار کیا تھا، وہ یقیناً وہی تھا، جو گوالیار اور دھولپور ہو کر آگرہ تک جاتا ہے، لیکن جب وہ گوالیار پہنچا، اور اُسے دارا کی تیاریوں کا حال معلوم ہوا، تو اس نے کسی محفوظ مقام کی تلاش شروع کی، ایک مقامی زمیندار نے بتایا، کہ قریب ہی ایک ایسی جگہ ہے، جہاں دریا پایاب ہے، مزید بران وہاں پر کوئی شاہ راہ بھی نہیں ہے، اورنگزیب نے اس دریافت سے فوری فائدہ اٹھایا، اور پہلے اپنے مقدمۃ الجیش کو اس طرف روانہ کیا، اور اس کے دو دن بعد ہی پہلی رمضان (۲۳ مئی) کو سخت مشکلات کے باوجود خود بھی اپنی تمام فوج کے ساتھ چنبل پار کر گیا، اب دارا کی فوج خطرناک حالت میں تھی، اور اورنگزیب نہایت آسانی سے حملہ کر سکتا تھا، اس لیے دارا نے اپنی فوج عجلت سے جمع کر کے آگرہ کی طرف رخ کیا، اور شہر سے آٹھ میل کے فاصلہ پر سموگڈھ کے پاس آکر ٹھہر گیا، اورنگزیب رمضان کی تکلیف اور راجپوتانہ کی گرمی سے چور، ۶ رمضان (۲۸ مئی) کو وہاں پر پہنچا، دارا خبر پا کر اس کی طرف پوری تیاری سے بڑھا اور اگر وہ اسی وقت اپنی تازہ دم فوج کے ساتھ اورنگزیب کی پریشان حال، غیر مرتب، جماعت پر حملہ کر دیتا تو آج تاریخ کا نقشہ بدلا ہوا نظر آتا، لیکن ایک نمایش کے بعد وہ خاموش ہو گیا، اور اورنگزیب کی فوج کو وہ دن اور تمام رات آرام کے لیے مل گئی، اور دوسرے دن دارا کو اپنی ناعاقبت بینی، اور غیر حربی حرکت کا خمیازہ پوری طور سے ادا کرنا پڑا،

سموگڈھ کی لڑائی | دوسرے دن، رمضان (۲۹ مئی) کو صبح ہی سے دونون طرف سے تیاری شروع ہو گئی، اگرچہ دارا کی فوج، اورنگزیب و مراد کی مشترکہ فوج سے تعداد، سامانِ حرب، اور اسلحہ کے اعتبار سے کہین زیادہ برتر تھی، لیکن اس کے تنوع اور فقدانِ تربیت و تنظیم نے اسکی اہمیت بہت کم کر دی تھی، ہر جماعت اپنے سردار ہی کو سپہ سالار سمجھتی، اور ہر سردار اپنی جگہ پر خود کو لڑائی کا واحد قائد جانتا، یہی وجہ تھی، کہ دارا کی فوج مین کوئی خاص باقاعدگی نہ تھی، دوسری طرف اورنگزیب کی فوج اور اس کے تجربہ کار افسر ایک مرتب و منظم جماعت کے عنصر تھے، جنکو ابتدا ہی سے اس بات کا خوگر بنا دیا گیا تھا، کہ ان کا کام صرف سننا اور اطاعت کرنا ہے، اور اسی چیز نے اورنگزیب کو دارا پر فتح دلائی،

ہندوستان کا واٹرلو | سر جدوناتھ سرکار نے اپنی تاریخ مین اس لڑائی کو واٹرلو کی مشہور جنگ سے تشبیہ دی ہے، کہ اورنگزیب نے اس مین وہی طریقہ اختیار کیا تھا، جو جنرل ولنگٹن نے اوس مشہور نپولینی لڑائی مین اختیار کیا تھا، دارا کا خیال تھا، کہ زارِ روس کی طرح اس کے پاس اتنی فوج ہے، کہ دشمن اسکو مارتے مارتے بھی تھک جائے گا، اور اس کی افواج بحرِ مواج کے تھپیڑون سے اورنگزیب شکست اٹھا کر ختم ہو جائیگا، مگر اورنگزیب اپنی اس تعداد کی کمزوری سے واقف تھا، اسلیے یہان جارحانہ پیش قدمی کے بجائے اس نے مدافعانہ طریقہ اختیار کیا، جب اس نے دیکھا، کہ دارا کی تمام قوت ختم ہو چکی ہے، تو وہ ایک بار اپنی تمام قوت سے اس کی فوج پر ٹوٹ پڑا، اور اس فتح کو جو دارا کے لیے یقینی نظر آ رہی تھی اس سے چھین لیا،

یہ جنگ اگرچہ ایک دن رہی، لیکن اس مین ایک طرف بہادر راجپوتون نے اور دوسری طرف مراد اور اورنگزیب نے جو حیات پرور اور شجاعت زا کارنامے دکھائے، وہ شاید دنیا کی کسی ایک لڑائی مین جمع نہین کیے جا سکتے تھے، راجپوت بہادرون کے دَل جس

سرفروشانہ طریقہ سے بڑھ بڑھ کر پروانہ وار گر رہے تھے، اس سے میدانِ جنگ کا ایک بڑا حصہ لالہ زار ہو گیا تھا، راجپوت راجہ ایک مرتبہ مراد تک اور دوسری مرتبہ اورنگزیب کے ہاتھی تک پہنچ چکے تھے، مراد زخموں سے چور ہو رہا تھا، اس کے سر سے پانوں تک خون کی نہریں جاری تھیں، اس کا ہودہ تیروں سے چھلنی ہو رہا تھا، لیکن اس کا ہاتھ نہ رکتا تھا، اس نے اپنے ہاتھی کے پیروں میں زنجیریں ڈلوادی تھیں، کہ وہ حرکت نہ کرسکے، اس کا فیل بان بھی مارا جا چکا تھا، لیکن اس کی ہمت اپنی جگہ پر ہاتھی کی طرح مستقیم تھی، راجہ رام سنگھ راٹھور اپنی جماعت کو لیتا ہوا بڑھا، لڑتا ہوا مراد تک پہنچا، اور اپنے گھوڑے کو مراد کے ہاتھی پر دو پاؤں پر کھڑا کر کے یہ کہتے ہوئے کہ "تو دارا سے تخت لینے چلا ہے"، نیزہ سے شہزادہ پر حملہ آور ہوا، اسکا نشانہ خالی گیا، اور مراد نے تیر سے اس کا کام تمام کر دیا، دوسرے راجپوت سرداروں نے خود اورنگزیب کے ہاتھی کو گھیر لیا، ایک بہادر راٹھور سور ما راجہ روپ سنگھ نے اپنے گھوڑے سے کود کر اس بات کی کوشش کی، کہ وہ اورنگزیب کے ہودے کی رسی کاٹ دے، لیکن قبل اس کے کہ وہ اس میں کامیاب ہو، اوس کا رشتۂ حیات منقطع ہو چکا تھا، رستم خان کا حملہ بھی غضب کا حملہ تھا، لیکن اس کی موت نے اس زور کو بھی ختم کر دیا،

اب اورنگزیب کی باری تھی، اس نے اپنی فوج و توپخانہ کے ساتھ حملہ کر دیا، تیروں اور گولیوں کی بارش میں دارا گھبرا اٹھا، بچنے کے لیے ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا، دارا کی یہ وہ غیر دانشمندانہ حرکت تھی، جس نے پورس کو سکندر کے خلاف شکست دلائی تھی، ہودے کو خالی دیکھکر فوج سمجھی کہ دارا کام آیا، پھر کیا تھا، ایک عام انتشار پیدا ہو گیا، اور جس شخص کو جدھر راستہ ملا، نکل بھاگا، اب دارا کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہو رہی تھیں، اور شکست کو یقینی سمجھ کر وہ بھی چند سپاہیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا، دارا کا بھاگنا تھا کہ

اورنگزیب نے فتح کا طبل بجوا دیا، اب میدان دارا کے زندہ سپاہیون سے صاف تھا، دارا تقریباً نو بجے رات کو اپنے چند سپاہیون کے ساتھ آگرہ پہنچا، اور اپنے محل مین داخل ہو کر دروازے بند کر لیے، اُس کی یہ آمد اس کی شکست کی افواہ کی تصدیق تھی، شاہی محل مین کہرام مچ گیا، شاہجہان نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ

"چوں مجاری حال بمشیت ایزدِ متعال بایں منوال رسیدہ، بہتر آن است کہ یکبارگی درون قلعہ آمدہ، مارا بہ بیند، کہ بعضے سخنان زبانی باآں فرزندِ مہر پیوند گفتنی است، بعد ازاں کلمات، ہر جا کہ نصیبِ آں فرزند باشد خواہد رفت وآنچہ دربارۂ آں فرزند خامۂ تقدیر رقم نمودہ بیگماں ہر جا کہ باشد پیش خواہد آمد"

لیکن دارا دل مین خوب سمجھتا تھا، کہ اس نے جو کچھ کیا وہ شاہجہان کی مرضی کے خلاف کیا اور اس کی شکست نے اس غلطی کو زیادہ واضح کر دیا تھا، اس لیے شاہجہان کے پاس جانے کی ہمت نہ ہوئی، اور اس نے جواب مین کہلا بھیجا کہ

"مرا دیگر روے آں نیست کہ بسعادتِ ملازمت مشرف شوم، بکدام رو دیچہ حال خود را بخدمت رسانم ونیز ملاحظۂ آں دارم کہ اگر بیش ازیں تعویق کنم، افواجِ دشمن گرد وپیش را فرو گیرد، وایں جان دونیم گشتہ بلکہ بلب رسیدہ است چنگلِ گرگِ اجل بہ آں بازی کند، الحال چناں می بینم کہ دیدار ہا بقیامت افتادہ است، ترک دیدنِ روے تموم نمودہ اجازت دہند، کہ بطرفے بدر روم وچندے ازآنہا کہ متعلقۂ ناموس اند بر عماری چند انداختہ، ہمراہ برم . . . . ازاں قبلۂ حقیقی وکعبۂ تحقیقی ستدعی اَنم کہ ایں سراسیمۂ بے خانماں را کہ اکنوں راہ دراز درپیش دارد، گاہے بفاتحۂ خیر یاد کردہ باشند"

اس جواب کو پاکر شاہجہان نے جو کچھ دارا کی اس وقت مالی مدد ہو سکتی ہے، کی، اور ابھی رات کا تہائی حصہ باقی ہی تھا، کہ دارا اپنے حرم خاص اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ دہلی روانہ ہوگیا کہ وہان پہنچکر از سر نو لڑائی کے لیے تیاری کرے،

اورنگزیب نے جب دیکھا کہ دشمن کی فوج بھاگ رہی ہے، اور اس کی فوج فاتحانہ اس کے تعاقب مین ہے، تو سب سے پہلا کام جو اس نے میدان جنگ مین کیا، وہ یہ تھا کہ وہین زمین پر اس نے شکرانہ کی دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد چونکہ اس وقت تک اس کا خیمہ نہین آیا تھا، دارا کے خیمہ مین جاکر ٹھہرا، زخمی مراد بھی وہین تھا، بھائی کو زخمون سے چور دیکھکر اس کا جی بھر آیا، پُر اشک آنکھون سے اس کے خون آلودہ سر کو اپنے گود مین رکھ لیا، اور اطبا نے زخم دھوکر مرہم پٹی شروع کردیا[1]، جب مرہم پٹی ہوچکی، اور اورنگزیب کا خیمہ نصب کیا جاچکا، تو وہ اپنے خیمہ مین چلا گیا،

سفرِ آگرہ دوسرے دن اس نے روانگی سے پہلے اپنے افسرون پر انعامات کی بارش کی، دارا کی فوج اور سرکاری افسرون مین سے جو لوگ آکر شامل ہو گئے تھے، ان کو اپنی ملازمت مین لے لیا، اور یہان سے چل کر ۱۰ رمضان (۱۰ جون) کو آگرہ کے قریب پہنچا، اور باغ نور محل مین مقیم ہوا، یہان بھی بہت سے شاہی افسرون اور سرکاری دفتر کے لوگون نے آکر شرفِ ملازمت حاصل کیا،

آگرہ کی فتح یہان پہنچکر اورنگزیب نے سب سے پہلے جو کام کیا، وہ یہ تھا، میر جملہ اور شاہنواز خان کو نظربندی کے قیود سے آزاد کرنے کے فرامین بھیجے کہ اب ان سے کوئی خطرہ باقی

---

[1] سموگڈہ کی لڑائی کے مفصل حالات کے لیے دیکھو، سرکار اورنگزیب حصہ دوم باب ۲ص ۲۰۳ عالمگیر نامہ ص ۱۱۰ ۷، عمل صالح ۲۱-۲۵، ظفرنامہ عالمگیری ص ۱۵-۲۲، تاریخ شجاعی ص الف ۵۶-ب ۵۷، وغیرہ وغیرہ،

نہین رہا تھا، اوّل الذکر کو پہلے خاندیس کا گورنر بنایا، لیکن ضرورت سے مجبور ہو کر بعد مین اسپنے پاس بلا لیا، اور مؤخر الذکر کو گجرات کا گورنر بنا دیا کہ مراد کی عدم موجودگی مین وہان امن قائم رہ سکے،

سموگڈہ کی لڑائی کے بعد شاہجہان کے پاس اتنی فوج نہ تھی، کہ وہ اورنگزیب کا مقابلہ کر سکتا، اس لیے اس نے اب دشمن کی جگہ دوست بنکر اورنگزیب کو مغلوب کرنا چاہا، چنانچہ جس دن اورنگزیب آگرہ پہنچا، اسی دن شاہجہان نے اسپنے خانسامان و معتمد خاص فاضل خان اور صدر الصدور مولٰنا ہدایت اللہ کو تحائف اور ایک خط کے ساتھ اورنگزیب کے پاس بھیجا، اس خط مین اشتیاقِ ملاقات کا ذکر تھا، اورنگزیب نے اس کے جواب مین لکھا کہ وہ اوّلین فرصت مین حاضر ہو کر شرف ملازمت اختیار کرے گا، ان لوگون کے جانے کے بعد اورنگزیب کو بعض خاص ذرائع سے، جس مین روشن آرا، اور شایستہ خان کا نام خاص طور سے لیا جاتا ہے، معلوم ہوا، کہ یہ دعوت صرف اس لیے ہے، کہ اوسے قلعہ مین بلا کر قید یا قتل کر دیا جاے، چنانچہ جب دوسرے دن فاضل خان، بہت سے جواہرات اور "عالمگیر" نامی تلوار لے کر آیا، تو اس نے یہان کا رنگ ہی بدلا ہوا پایا، اور اس کی اطلاع اس نے بادشاہ کو دی، اسی اثنا مین مراد کی خودسر اور لالچی فوج نے شہر کے اندر گھس کر لوٹ مار شروع کر دی تھی، اور ہر شخص کے جان و مال کو خطرہ محسوس ہو رہا تھا، جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے شہر مین امن قائم رکھنے کے لیے اسپنے بڑے بیٹے کو شہر کے انتظام کے لیے بھیجدیا، اور شہر پر اورنگزیب کا قبضہ ہو گیا، مگر قلعہ ابھی تک اسی طرح شاہجہان کے قبضہ مین تھا، اب شاہجہان نے ایک مرتبہ پھر فاضل خان، اور خلیل اللہ کو اورنگزیب کے پاس بھیجا، فاضل خان، شاہجہان کا معتمد خاص تھا، اسلیے

اس سے اصل حقیقت کا دریافت کرنا محال تھا، اس لیے اورنگزیب نے خلیل اللہ کو تنہائی
مین بلاکر دریافتِ حال کیا، اور اس نے اورنگزیب کے شکوک کی تائید کی، اورنگزیب نے
خلیل اللہ کو اپنے پاس روک لیا، فاضل خان، نامراد واپس گیا، اور اس نے اطلاع دیدی
کہ مرض علاج سے گذر چکا ہے، اب شاہجہان کو یہ خطرہ محسوس ہوا، کہ ایسی حالت مین جبکہ
اس کے افسر ایک ایک کرکے روزانہ اس سے الگ ہو رہے ہین، کہین کوئی شخص اسے
بھی اورنگزیب کے حوالہ نکردے، اس خیال کے ساتھ ہی اس نے قلعہ کا دروازہ بندکردیا،
جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے اسی روز رات کو اپنی فوج قلعہ کی فصیلون
کے گرد پھیلادی، مگر وہ خونریزی کا حامی نہ تھا، اس لیے اس نے محاصرہ کو جلد از جلد ختم
کرنے کی صورت پیدا کرلی، اور وہ یہ تھی کہ اگر اس دروازہ پر جو جمنا کی طرف ہے، اور جس
کے ذریعہ قلعہ مین پانی آتا ہے، قبضہ کرلیا جاے، تو محاصرہ ختم ہو جاے گا، اور اسی خیال سے
اپنی فوج کے ایک دستہ کو وہان تک پہنچا دیا، شاہجہان نے دو روز تک اس تکلیف
کا مقابلہ کیا، لیکن تیسرے دن ایک خط لیکر فاضل خان کو بھیجا، اس خط مین زمانہ کا شکوہ
تھا، خدا ورسول کا واسطہ تھا، اور کبر وغرور سے الگ رہنے کی نصیحت تھی، اورنگزیب
نے اس کے جواب مین صاف صاف لکھدیا کہ محاصرہ کیا چیز ہے، وہ خود پادشاہ کے
پاس آنے کو تیار ہے، لیکن

"بمقتضاے طبیعتِ بشری مغلوبِ واہمہ، ہراس گشتہ، جرأت نماندہ کہ باطمینانِ قلب
وجمعیتِ باطن، عازمِ احرازِ سعادتِ حضورِ پرنور تواند شد .... اگر
آئینِ مرید نوازی رامرعی فرمودہ، حکمِ والا بشرفِ نفاذ رسانند کہ بعضے از مردمِ ایں مرید
نخست بقلعہ باریافتہ، بجاے جمعے از ملازمانِ سرکارِ عالم مدار کہ بمحافظتِ دروب و

مداخلت مامور اند، قرار گیرند، واز پیشگاہِ عنایت خسروانی بحراستِ ابوابِ قلعہ امتیاز واختصاص یابند، این فدوی جاں سپار بجمعِ خاطر و سکونِ باطن و اطمینانِ دل بحضورِ اقدس رسیدہ، سعادتِ زمیں بوسِ اشرف حاصل نماید، و زبانِ عقیدت بیان بعذرِ تقصیرات بکشاید، غایت مرید نوازی خواہد بود" ($\frac{٦}{١٢١}$)

لیکن اس کے بعد بھی شاہجہان نے تامل کیا، پھر وہ خط لکھا جو تیر و نشتر سے بھرا ہوا تھا، اور جیسا کہ مشہور ہے، اورنگزیب نے اس پر صرف اس قدر لکھکر کہ "کردہ خویش آید پیش، زبانا جدا و ب" اتمامِ حجت کر دی، اب شاہجہان مجبور تھا، اور ۱۷ رمضان (۸ جون) کو اس نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا، اس کی فوج نے اطاعت قبول کر لی، اور محمد سلطان نے قلعہ کے اندر جاکر پہلے بادشاہ سے ملاقات کی اور پھر تمام اہم مقامات، سرکاری خزانون، اور توشہ خانون پر قبضہ کر لیا، اس کے دو دن بعد ۱۹ رمضان (۱۰ جون) کو جہاں آرا بیگم، اورنگزیب سے ملنے آئی اور اس نے حکومت کی تقسیم کی تجویز پیش کی، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا، اورنگزیب خوب سمجھتا تھا، کہ شاہجہان کی یہ تمام کارروائیان صرف اسلیے ہین کہ دارا کو دہلی مین اطمینان سے تیاری کا موقع ملے، دوسرے اسے دارا کی طرف سے بھی اعتماد نہ تھا، اس لیے اُس نے اس تجویز کو ماننے سے انکار کر دیا، آیندہ کے واقعات اس بات کا ثبوت ہین، کہ اورنگزیب کا خیال غلط نہ تھا، لیکن اس کے ساتھ اورنگزیب اپنی بڑی بہن کی ہر بات کو رد بھی نہ کر سکتا تھا، چنانچہ جہاں آرا کی اس درخواست کو کہ وہ چلکر کم از کم ایک مرتبہ بادشاہ سے مل لے اوس نے مان لیا،

دوسرے دن وہ وعدے کے مطابق بادشاہ سے ملنے کے لیے روانہ ہوا، وہ قلعہ کے دروازہ کے پاس پہنچا ہی تھا، کہ اس کے بعض معتمد افسر، دوڑتے ہوے اُسکے پاس پہنچے،

اور انھون نے بیان کیا، کہ اونھین شاہجہان کے ارادہ کے متعلق ایسے حالات معلوم ہوگئے ہین جن کی بنا پر اس کا قلعہ کے اندر جانا کسی صورت سے بھی مناسب نہین ہی، کیونکہ شاہجہان نے طے کیا ہے، کہ جونہی اورنگزیب اس کے سامنے جاے، محل کی مسلح ترکنین اس پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کردین، ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ناہر دل چیلا نے شاہجہان کا ایک خط اُس کے ہاتھ مین لاکر رکھدیا، یہ خط دارا کے نام کا تھا، اور اس مین لکھا تھا کہ:-

"دارا شکوہ در شاہجہان آباد، ثبات قدم ورزد، کمیٔ خزانہ ولشکر درآنجا نیست، زنہار ازانجا بیشتر نگذرد کہ ما بدولت ہم را درینجا فیصل میفرمائیم" (۱/۱۸۶)

اس خط کے ملنے کے بعد اورنگ زیب کے پاس اس کے سوا کیا چارۂ کار ہو سکتا تھا، کہ وہ لوٹ آئے، چنانچہ وہ واپس آگیا، اور واپسی مین دارا کے محل مین جو خالی پڑا تھا، ٹھہرا،

شاہجہان کی نظربندی، اورنگزیب کے فرد جرم مین ایک دفعہ ضعیف باپ کو نظربند کرنے کی بھی ہی، لیکن ہم کو تاریخ کی روشنی مین دیکھنا چاہیئے، کہ اورنگزیب کی یہ کارروائی واقعات کی روشنی مین صحیح تھی، یا غلط، اور کیا واقعی اس نے اپنے بڈھے باپ شاہجہان کو اُسی طرح نظربند کیا تھا، جس طرح کہ کہا جاتا ہی،

ہم دکھا چکے ہین، کہ شاہجہان کس طرح ابتدا ہی سے دارا کی حمایت کر رہا تھا، کس طرح اُس نے ہمیشہ دارا کے کہنے سے اورنگزیب کو ذلیل و رسوا کیا تھا، کس طرح اب بھی جبکہ دارا اُسکی علانیہ عدول حکمی کر رہا تھا، اُس نے اسی کا ساتھ دیکر اورنگزیب کی جان تک لینے کا ارادہ کر لیا تھا، ایسی حالت مین اورنگزیب کا کیا فرض تھا، کیا وہ چپ چاپ اپنی مدافعت مین ہاتھ اٹھائے بغیر اپنے کو دارا کی انتقامی خواہشات کے سامنے قربان ہونے کے لیے پیش کر دیتا، شاید کوئی سنجیدہ شخص بھی اس کی حمایت نہین کرے گا، ہمارا خیال ہے اور ہمارے پاس اسکی تائید مین ناقابل

تردید ثبوت موجود ہین، کہ شاہجہان اب بھی اگر اپنے رویہ مین تبدیلی اختیار کرتا، اور دارا و شجاع کو اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لیے چھوڑ دیتا، تو اورنگزیب اُس کو نہ صرف نظربندی سے آزاد کر دیتا، بلکہ بہت ممکن ہی، کہ شاہجہان کی زندگی بھر اُسی کے نام ہی سے حکومت کرتا لیکن شاہجہان، دارا کی محبت مین اندھا ہو رہا تھا، اُسے یہ بھی خیال نہ رہا تھا کہ اورنگزیب اور اس کے دوسرے دو بھائی بھی اوسکی محبوب ترین حرم ممتاز محل کی اولاد اور اس کے جگر گوشے ہین، جس طرح دارا ہے، اور وہ بھی اسکی پدرانہ محبت اور بزرگانہ شفقت و عنایت کے اُسی طرح مستحق ہین، جتنا دارا، مگر افسوس کہ شاہجہان نے ایسا نہین کیا،

اورنگزیب نے باپ کے احترام کو جس حد تک قائم رکھا، اور جس درجہ تک اُس نے شاہجہان کے مقابل براہِ راست اپنے کو پیش کرنے سے گریز کیا، اسکی مثال مغل تاریخ کے صفحات مین نہین ملسکتی، یہ خود شاہجہان تھا، جو باپ کے خلاف علانیہ برسرِ جنگ ہو گیا تھا، یہ جہانگیر تھا جس نے اپنے باپ کے مقابلہ مین اعلانِ جنگ کر دیا تھا، لیکن اورنگزیب نے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ ظاہر ہونے نہ دیا، کہ اسکی یہ جنگ باپ کے خلاف ہے، یا وہ شاہجہان سے لڑنے کے لیے کھڑا ہوا ہے، اُس نے جب کبھی اس کے متعلق کسی کو کچھ لکھا، تو اُس مین صرف یہ ظاہر کیا، کہ اُس کا مقابلہ دارا سے تھا، اس کی جنگ دارا سے ہوئی، اور اگر اس کو عداوت تھی، تو دارا سے تھی، چنانچہ وہ اپنے ایک خط مین ایک صوفی بزرگ خواجہ عبد الغفار کو ان حالات کی جب اطلاع دیتا ہے تو لکھتا ہے کہ

"درین وقت کہ بادشاہ زادۂ بے شکوہ، از ظہورِ بعض امور، بخارِ پندار و غرور بکاخِ دماغ راہ دادہ، زمامِ مہامِ وسعت آبادِ ہندوستان را بقبضۂ اقتدار و اختیارِ خویش در آوردہ بود، و بترویجِ آئینِ ہنود و کفار و احیاے رسومِ ذمیمۂ فجار و اشرار پرداختہ، در تحریفِ دینِ متین و تزییفِ شرعِ رسول امین علیہ من الصلوٰۃ المنتہا و من التحیات اعمہا غایت جہد مبذول میداشت

وازیں رہگذرِ غبارِ شورش و فتور در ساحتِ اکثر ممالک محروسہ ارتفاع یافتہ عمومِ سکنہ و متوطنین

را دامنِ امنیت از دست رفتہ بود .... بقصدِ احرازِ مثوباتِ اخروی

و تحصیل سعادتِ دنیوی عنان .... بالصوبِ مقصود منعطف ساختیم (آداب)

اس کے بعد جسونت سنگھ و دارا سے لڑائیوں کا حال لکھکر شاہجہان کے احترام و عزت کو

قائم رکھنے کے لیے آگرہ کے قلعہ کے متعلق یہ نہیں لکھتا کہ مین نے شاہجہان سے لڑکر اُسے لیا ہے،

بلکہ کہتا ہے کہ:-

"اعلیٰ حضرت خلافت مرتبت، سلیمان منزلت، از غایتِ قدردانی و عاطفت قلعۂ اکبرآباد

را بتصرفِ ما گذاشتہ" (آداب)

اسی طرح اُس نے قطب الملک کو قلعۂ اکبرآباد پر قبضہ پانے کی جو اطلاع دی ہے، اُس

مین لکھتا ہے:-

"قلعۂ اکبرآباد بتصرفِ اولیاے دولت قاہرہ درآمدہ، اعلیٰ حضرت خلافت منزلت، سلیمان

مرتبت، ظلِ سبحانی از روے عاطفت و قدردانی زمامِ مہامِ فرمانروائی و جہانبانی بقبضۂ

اقتدار و یدِ اعتبارِ ما سپردہ اند" (آداب)

علی عادل شاہ وغیرہ کو بھی تقریبًا انھی الفاظ مین اطلاع دیتا ہے،

یہ تو بیرونی کارروائی ہوئی، اب خود شاہجہان کے ساتھ اس نے جو برتاؤ کیا، اس کا بہترین

ثبوت وہ ہدایات ہین، جو اُس نے شاہجہان کے ملازم خاص فاضل خان کو لکھ کر بھیجین اور جن کے

پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اورنگزیب نے شاہجہان کی کامل آزادی مین صرف اسی حد تک تحدید

کردی تھی، کہ وہ اس کو کسی صورت سے نقصان نہ پہنچا سکے، اور بس، ورنہ نہ اس کے روزانہ مشاغل

مین کوئی مداخلت کی گئی تھی، اور نہ اُس کے ذاتی توشہ خانون کو ہاتھ لگایا گیا، اس کے ساتھ ہی

اورنگزیب نے اس بات کا بھی حکم دیدیا تھا، کہ شاہجہان جو چیز جس وقت طلب کرے، اُس کے سامنے حاضر کیجاے، لوگون کا جو ہزارون روپیہ اس کے ذمہ ہے، وہ ادا کردیا جائے اور جن لوگون کے وظائف مقرر ہین، وہ علی حالہ باقی رہین، چنانچہ جہان آرا کا بھی آخر وقت تک وہی اثر واقتدار، اور عزت و احترام کو باقی رکھا گیا، فاضل خان والے خط کا ضروری حصہ یہ ہے:۔

"بعد ازین نیز طلب خدمۂ محل را بضابطۂ سابق تنخواہ دادہ موقوف ندارد، وہشتاد ویکہزار روپیہ وکسری وجہ قیمت اجناس ابتیاعی را کہ تاحال بہ بیوپاریان نرسیدہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
بے تعلل از خزانہ خرچ تنخواہ کند تا دربارۂ استغاثۂ آں جماعت بعرض مقدس رسیدہ سبب نشست خاطر ملکوت ناظر اعلیٰ حضرت نگردد"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رفتن آں دولت خواہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بغسلخانہ بتقریب واشدن کارخانہ جواہر ومرصع آلات درکار نیست، ہرگاہ اعلیٰ حضرت چیزے ازاں جنس بجہت دیدن یاد فرمایند، گماشتہ معتبر خود را می فرستادہ باشد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جنس مطلوب برآوردہ از نظر انور بگذرانند" (آداب)

ایک دوسرے خط مین لکھا ہو کہ:۔

"اگر اعلیٰ حضرت از اسباب کارخانجاتے کہ درون قلعہ و بیرون از غسلخانہ است چیزے طلب فرمایند بے مضائقہ کارخانہ را در حضور واکردہ وانچہ یاد نمودہ باشند بنظر انور درآوردہ کوٹھہ را مہر کنند" (آداب)

اورنگزیب نے شاہجہان کے ساتھ ہی مراعات نہین کین بلکہ اُس نے ان تمام رسوم کو بھی جاری رکھنے کا حکم دیا، جو شاہجہان نے جاری کی تھین، ان مین ممتاز محل کی برسی بھی تھی، اس کے متعلق وہ لکھتا ہے:۔

"تفصیل اخراجات عرس روضۂ منورہ بسامع جلال رسیدہ، حکم اشرف اعلیٰ پیرایہ ورود گرفتہ کہ وجہ مذبور رہمان دستور مقرر دانستہ در تہیۂ سرانجام ضروریات آں امرِ خطیر صرف نماید، و جہدے بے پایان مبذول دارد، کہ تمامیٔ اعیانِ صوبہ از اکابر و تنبدہاے عمدہ.......

...... وغیر آنہا کہ شایستہ امضا، تواند بود، حاضر باشند[1]" (آداب)

یہ تو اورنگزیب کی وہ کارروائیاں تھین جو اُس نے دوسرون کے سامنے شاہجہان کی عزت و وقار اور اس کے احترام کو قائم رکھنے کے لیے کی تھین، اور اسی وجہ سے اس نے اب تک اپنی بادشاہت کا بھی اعلان نہین کیا تھا، مگر اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ خود ان دونون باپ بیٹون مین قلعہ کے فتح ہونے کے بعد کس قسم کی خط و کتابت ہوتی رہی، اورنگزیب نے کیا چاہا، اور شاہجہان نے کیا کیا، علاوہ ازین شاہجہان کی وہ کونسی کارروائیان تھین جنھون نے اورنگزیب کو اس بات پر مجبور کیا، کہ وہ بھی بادشاہت کا اعلان کر دے،

شاہجہان کی عداوت | اورنگزیب نے اپنے ابتداے عہدِ صوبہ داری ہی سے اپنا جو رویہ اختیار کر رکھا تھا، وہ یہ بتلانے کے لیے کافی ہے، کہ شاہجہان کی انتہائی عداوت کے باوجود بھی، وہ اس کا اتنا ہی احترام کرتا تھا، جتنا کہ ایک مطیع و سعادتمند لڑکا کر سکتا ہے، اور اس وقت بھی اس نے دارا کی معاندانہ کوششون اور غیر برادرانہ جنگون سے مجبور ہو کر جو کچھ کیا تھا، اور اس سلسلہ مین اوسے شاہجہان کی جو خفگی بھی مول لینا پڑی تھی، اس کا اُسے انتہائی رنج و افسوس ہی نہین تھا، بلکہ اس سے وہ شرمندہ بھی تھا، اور شاہجہان سے شاید ایامِ نظربندی مین ملاقات نہ کرنے کی، اس کے سوا کوئی وجہ نہ تھی، کہ یہی شرم مانع تھی، چنانچہ وہ خود شاہجہان کو متعدد خطوط مین اس کے متعلق اس طرح لکھتا ہے:-

"پیر و دستگیر سلامت! ایں مجبور بحکمِ قضا و قدر کہ بمشیت الٰہی درچنیں ورطۂ خطرناک افتادہ بچندیں

---

[1] اسی طرح اورنگزیب نے اپنی سوتیلی بہن کا وظیفہ بھی علی حالہ بحال رکھا،

کلفتہاے ظاہری و باطنی مبتلا گشتہ از خجلت و انفعالِ خود چہ عرضداشت کند کہ بر اعلیٰ حضرت ہویدا نباشد. پیوستہ از درگاہِ ایزدی مسئلت مینماید کہ توفیقِ استرضاے خاطرِ ملکوت ناظر و فرصت تدارک و تلافیِ مافات و عذرخواہیٔ زلاتِ خویش یافتہ خدمتے کہ موجبِ خوشنودیٔ قبلہ و کعبۂ حقیقی تواند بود بتقدیم رساند" (۵/۱۲۸)

اورنگزیب نے اتنا ہی نہین کیا، بلکہ اس نے لکھا کہ وہ بادشاہ ہونا نہین چاہتا بلکہ دارا کے ملحدانہ خیالات اور غیر فرزندانہ مساعی کا خاتمہ کر کے شاہجہان کو اس کی گرفت سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔ وہ ایک خط مین لکھتا ہے:-

"خدائے غیب داں کہ ادراکِ کذب و دروغ گواہ گرفتن نزدِ اہلِ اسلام کفر و در جمیع ملل و ادیان مذموم است، می داند کہ ایں مرید ہرگز بتجویز و ارتکابِ خلافِ مرضیِ طبعِ مقدس راضی نبودہ ونیست و خود را نائبِ حضرت انگاشتہ بدیں خدمت قیام مینماید، لیکن چوں انتظامِ اوضاع مملکت و احوالِ رعیت باظہارِ نیابت امکان نداشت، ناگزیر براے پاسِ مصالحِ ملک و ملت بروزے چنداں ایں نوع سلوک کہ بخاطر خطور نمی کرد، و چہ شرمندگیہا کہ ازاں رہگذر زیادہ لازم شد. پس از انکہ امنیت در ممالک پدید آمدہ، غبارِ فتنہ و فساد فرو نشیند، انشاء اللہ تعالیٰ جمیع مرغوباتِ خاطرِ اشرف بوجہِ احسن صورت خواہد گرفت" (۳/۱۲۶)

ایک اور خط مین اورنگزیب اپنے پوزیشن کو اس طرح صاف کرتا ہے:-

"براے خورشید ضیا پوشیدہ نماند، کہ ایں مرید بتوفیقِ الٰہی حقیقتِ دنیا و عدمِ ثباتِ دنیاے بے بقا را نوعے کہ ہست، دانستہ در اطیعوا اللہ آں قدر مقصر است کہ پیشِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خجالتہا دارد، دعوے مرتبۂ سیوم را چوں میتواند کرد، لیکن نسبت باہلِ روزگار بقدرِ مقدور در اطاعتِ اوامر و نواہیٔ الٰہی و پیرویٔ شریعتِ مصطفوی کوشید، تا وقتیکہ عنانِ اختیارِ جہانبانی

بقبضۂ اقتدارِ اعلیحضرت بود محض براے پاس فرمانِ ایزدی بے حکمِ والا بہ تمشیت ہیچ مہمے و مطلبے نہ پرداختہ وہرگز قدم از حدِ خویش فراتر نگذاشتہ، و عالم السر والخفیات بر صدقِ ایں دعوی شاہد و گواہ است،

از آنجا کہ بتحقیق انجامیدہ بود کہ بادشاہزادۂ کلاں در ایامِ بیمارئ اعلیحضرت استقلال تمام پیدا کردہ در ترویجِ آئینِ ہنود و کفار و ہدمِ بنیانِ دینِ رسول مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کمرِ اہتمام چست بستہ، غبارِ الحاد در عرصۂ مملکت برانگیختہ و سر رشتۂ انتظامِ مہام از دست رفتہ کسے را از بندہاے حضور یاراے آں نماندہ کہ صورتِ حال را بعرضِ اشرف رساند و او خود را باعدمِ استحقاق، شایستۂ فرمان روائی دانستہ مربی و ولی نعمت را معزولِ مطلق ساختہ، چنانچہ ایں مقدمہ بخطِ مبارک در مناشیرِ پیشین مندرج شدہ، بنابراں این مرید از اندیشۂ آنکہ مبادا تہاون در اصلاحِ ایں فساد کہ منجر بخرابئ بلاد و تفرقۂ عباد بود سببِ باز خواست و مواخذۂ اخروی گردد، تحصیلِ مثوبات را در نظر داشتہ از برہان پور روانۂ ایں سمت شد، و دراں وقت غیرِ آں دشمنِ دینِ مبین و آں والا مرتبت کہ مخالفت با او گناہ نہ باشد درمیان نبود" (خط نمبر ۱/۱۲۴)

لیکن کیا دنیا جانتی ہے، کہ اورنگزیب کی اس تمام خاکساری، عجز اور اقرارِ گناہ کا جواب شاہجہان کی طرف سے کیا ملتا تھا، شاہجہان اب بھی اورنگزیب کو تباہ کرنے کی فکر مین لگا ہوا تھا، وہ اب بھی اپنے ہمدرد صوبہ دارون کو دارا کی مدد کے لیے لکھ رہا تھا، شاہجہان اس وقت بھی خواجہ سراؤن کے ذریعہ اورنگزیب کے دشمنون سے خط و کتابت کر رہا تھا، شاہجہان اس گھڑی بھی اورنگزیب کے دوسرے بھائیون، شجاع، و مراد کو اس کے خلاف آمادہ کرنے کی سعی مین مصروف تھا، شاہجہان اس آن بھی کوئی نہین تو اورنگزیب کے بیٹے ہی کو مختلف قسم کے سبز باغ دکھا کر باپ سے بغاوت کرنے پر آمادہ کر رہا تھا، کیا ہمارا یہ بیان بے ثبوت ہے، نہین ایسا نہین ہے، بلکہ اس کی شہادت ان خطوط سے ملتی ہے،

جو اورنگزیب نے شاہجہان کو ان کارروائیون کے متعلق لکھا ہی، شاہجہان نے دارا کو دہلی کی طرف بھیج کر وہان فوج کی تیاری کا اُسے حکم دیدیا، اور اس کے بعد جب دارا دہلی کو چھوڑ کر پنجاب کی طرف گیا، تو شاہجہان نے اپنے دیرینہ ملازم اور کابل کے صوبہ دار مہابت خان کو خفیہ طور سے یہ خط لکھا کہ:-

"چوں فرزندِ مظلوم دارا شکوہ بعد از شکست روانۂ لاہور شدہ، دریں وقت مخلص درست اعتقاد ...... بغیر از آں خلف الصدق مہابت خاں یعنی مہابت خاں ثانی دریں جہان فانی نیست، لہذا در دلِ خود را بر روئے کار و اظہار آوردہ، چشم داشتِ تدارک دارم...... ...... دارا شکوہ من بلاہور میرسد از خزانہ در لاہور کمی نیست، و آدم و اسپ در کابل وافر و مثل مہابت خاں کہ زمانہ از مہابتِ او در تزلزل و سردارے ہمچوں شاہجہان منزوی باشد، غرابت دارد، ہمیں کہ آں شیرِ بیشۂ تہوری با لشکرِ آراستہ، عزیمت بکند، و جلوریز بلاہور رسیدہ بمدد و رفاقتِ دارا شکوہ بابا پرداختہ بمقابلہ و جزاے اعمال ہر دو نابرخوردار پردازد و صاحبقرانِ ثانی زندانی را برآوردہ، بہ بیند کہ نامِ نیک بہ از گنجِ قارون و مناصب و مراتبِ دنیاے دوں چہ قدر حاصل خواہد شد" ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

"و بفرزندِ ارجمند نوشتہ ام کہ خود را باو گذاشتہ بہبودِ حال و مآلِ خویش در اطاعتِ آں سپہ سالار داند، و خلاصئ من دریں شناسد،

مکرر نوشتہ میشود کہ دنیا جاے سہل ناپائدار است، و باہیچ کس وفا نکردہ و نخواہد کرد، و نیک نامی بر صفحۂ روزگار یادگار خواہد ماند، و مہابت خاں چگونہ خواہد پسندید کہ صاحبقران ثانی زندانی در اقسامِ بلا گرفتار باشد، و شخصے کہ بدامِ تزویر عالمے را رام نمودہ بکامِ خود ساختہ، بر تختِ خلافت کامرانی کند، و باایں حال اگر آں عمدۃ الملک اغماض نماید، فرداے قیامت

مذکورۂ بالا خط یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، کہ شاہجہان نظربندی کے زمانہ مین بھی اورنگزیب کے خلاف سازشون مین مصروف تھا، اورنگزیب کو جب معتمد ذریعون سے اسکی خبر ملی، تو اُس نے اُن خواجہ سراؤن کو جو اس سازش مین شریک تھے، بادشاہ کے پاس جانے سے روک دیا، لیکن شاہجہان کو بجاے اس کے کہ اس سے شرمندگی ہوتی سخت غصہ آیا، اور اس نے اورنگزیب کو ایک غضب آلود خط لکھا اور کہا کہ میرے خواجہ سراؤن پر کوئی پابندی عائد نہ کیجاے، اورنگزیب نے باپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوے عاجزانہ طریقہ سے لکھا کہ

"ہرگاہ اعلیحضرت بآنکہ ایں مرید بکرات و مرات التماس نمودہ کہ راہِ ارسالِ نوشتجاتِ شور انگیز فتنہ افزا مسدود گردد، پرتوِ التفات براین معنی نینداختہ صریح فرمودہ باشند کہ" او ایں توقع را کہ از پسرِ خود باید داشت از ما نکند و مارا تکلیفِ ترکِ ایں شیوہ کہ امکان ندارد، نماید" چنانچہ نوشتہ کہ جوری خانم آوردہ بود، بداں ناطق است، دریں صورت اگر بلوازمِ احتیاط پرداختہ اسبابِ فساد را برہم نزند، و خواجہ سرا ہاے مفتن را کہ نوشتجاتِ غیر مکرر بوساطتِ آنہا بدر میرود، از حضورِ پرنور دور ندارد چہ کند،

کاش آنحضرت بریں مردم ترحم فرمودہ ایں شغل را کہ ماحصلش جز مزید کلفت و وحشت نیست، موقوف می داشتند و مصلحتِ کار مرعی میگشت، تا بمقتضاے ضرورت بریں مرید ایں ہمہ اہتمام لازم نمی شد، و آزارے بآنہا نمی رسید ع

اے واے من و دستِ من و دامنِ خویش

علی ای حال از تقصیرِ خواجہ وفا گذشتہ او را پیش خود طلبیدہ است کہ مثلِ دیگراں خدمت می کردہ باشد، و در بابِ خواجہ محرم نوشت کہ کسے از رفتن بمحل مانعِ او نشود، اما اگر او نیز در

رنگِ وفا نیل آور دبر روز اِو خواہد نشست" (۶/۱۲۹)

شاہجہان نے اس کے ساتھ شجاع کو بھی خطوط لکھے، کہ اس وقت جبکہ اورنگزیب دارا کے تعاقب مین پنجاب کی طرف گیا ہوا ہے، وہ آگرہ پر قبضہ کرلے، اورنگزیب کو بھی اس کی اطلاع ملی، پہلے خط مین اس نے پاسِ ادب سے اس کارروائی کی طرف نہایت بلیغ طریقہ سے یون اشارہ کیا

"مقدمۂ شورش بادشاہزادۂ شاہ شجاع امرے نیست کہ بر کسے مستور بودہ باشد، یاآں را وسیلۂ تشریف نیاوردنِ اعلحضرت بدار الخلافہ قرار تواں داد" (۱۲۴/۱)

اس کے بعد جب وہ شجاع کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو رہا تھا، تو اُس نے پھر نہایت ادب سے شاہجہان کی اس کارروائی کی طرف اشارہ کیا، لیکن اس کا بھی شاہجہان پر کوئی اثر نہین ہوا، اور اُسنے نہ صرف یہ کہ شجاع کو اس کے بعد بھی خطوط لکھے، بلکہ بعض مورخین کا خیال ہے، کہ جسونت سنگھ نے کھجوا کی جنگ سے پہلے جو غداری کی تھی، وہ بھی شاہجہان کے ایما سے تھی، اور اسی لیے وہ واپسی مین آگرہ تک آیا بھی تھا، اس لیے جب کھجوا پہنچکر اورنگزیب کو شاہجہان کا یہ حال معلوم ہوا، کہ وہ اب تک شجاع و دارا کی حمایت مین مصروف ہی، تو اس نے اب صاف صاف بادشاہ کو لکھدیا کہ اب وہ مجبور ہے کہ جس طرح اس نے شجاع کی پیشقدمی کو روکدیا ہے، دارا کا بھی کوئی فیصلہ کردے، اس کے الفاظ یہ ہین:۔

"ازآنجا کہ اخبارِ بے توجہیٔ اعلیحضرت بتواتر رسید، چنانچہ از نوشتہ کہ بعبارتِ ہندی بشاہ شجاع قلمی گردیدہ بود، وخان و مانِ او بر سرِ آں خراب شدہ ہویدا است ویقین حاصل شد کہ آنحضرت ایں مرید رانمی خواہند، و باآنکہ کار از دست رفتہ ہنوز تلاشِ آں دارند، کہ دیگرے استقلال یافتہ سعیٔ ایں فدوی کہ مصروفِ ترویج دینِ متین و انتظام مہماتِ مملکت است، ضائع شود، و بہیچ طریق ازیں فکر باز نیامدہ دریں کار مصر اند،

ناگزیر بمراعاتِ لوازمِ حزم و احتیاط پرداخته و از حدوثِ مفسدہاے ممتنع التدارک

اندیشہ مند گشتہ آنچہ بخاطر داشت نتوانست از قوت بفعل آورد، برصدقِ این دعویٰ

خدائے توانا شاہد و گواہ است،

"جمعیتِ خاطرِ این مرید وقتے صورت تواند گرفت کہ آن دو فتنہ خو کہ ہر کدام دوبارہ

بے غیرتی بخود قرار دادہ گریختہ اند، از ممالکِ محروسہ بدر روند یا بتوفیقِ الٰہی دستگیر

گردیدہ در پہلوے برادرِ خود نشینند" ($\frac{4}{127}$)

مراد کے ساتھ شاہجہان نے سازباز شروع کردیا تھا، اور اوسے یہانتک آمادہ کردیا تھا

کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو قتل کرڈالے، اس کے ساتھ ہی شاہجہان نے شہزادہ محمد سلطان کو

اس بات پر آمادہ کردیا تھا، کہ وہ باپ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرے، اور شجاع کیساتھ

ملکر حکومت حاصل کرے، اور اس سلسلہ مین اوسے سبز باغ دکھایا گیا تھا، کہ اورنگزیب نے

شجاع سے جو معاہدہ کیا تھا، اُس مین اُسکی شادی شجاع کی لڑکی سے طے کیگئی تھی، اور اگر

یہ شادی ہوجاے تو شجاع، محمد سلطان، اور شاہجہان ملکر اپنا مقصد حاصل کرسکتے ہین، لیکن

شہزادہ اپنے باپ کو اچھی طرح سمجھتا تھا، اس لیے اس نے صاف صاف تو یہ نہین لکھا، کہ

میری موعودہ شادی کردیجاے، لیکن یہ درخواست ضرور کردی، کہ اب میری شادی ہوجانا

چاہیے، اورنگزیب بھی اس کو سمجھ رہا تھا، چنانچہ اُس نے جواب مین لکھا کہ:-

"اگر آن والا تبار، رفیع مقدار میخواستہ باشند کہ این مقدمہ بطمطراق و آئینے کہ باید از قوت

بفعل آید، صبیۂ خانجہان و جعفر خان مناسب است و اگر خواہش چنان باشد کہ از بناتِ

اوساط مردم یکے را بگیرند، آن نیز باحسن وجہے صورت پذیر می تواند گشت، بہر تقدیر

کسے را کہ بنظر در آوردہ باشند بنویسند تا فہمیدہ اجازت فرمودہ شود، و اگر حال انتخابے

نرفتہ اختیار راین، کار راتجویز راے خورشید ضیا واگذاشتہ باشند، عرضہ دارند تا جاے لائقے بخاطر آوردہ شود، بہمہ حال، مارا مضائقہ نیست مہر شفقے کہ راضی باشد مبارک است" (۱۸۱۱)

شاہجہان کی یہی معاندانہ کوششین تھین، جو اس نے اس وقت تک جاری رکھین جبتک کہ وہ دارا، یا پھر شجاع، مراد، یا شہزادہ محمد سلطان کو اورنگزیب کے خلاف آمادہ کر سکتا تھا، لیکن اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا، مگر اسی اثنا مین اس پر بھی اورنگزیب کی صاف باطنی، حق پسندی اور اطاعت گذاری کا اثر ہونے لگا، اور اورنگزیب نے اس تبدیلی کو دیکھکر اس کے بعد سے کوئی ایسا اہم کام نہ کیا، جسمین شاہجہان سے مشورہ نہ لیا ہو، اور شاہجہان نے بھی اپنی راے نہ دی ہو، مورخون کا بیان ہے کہ جہان آرا کی مساعی سے شاہجہان نے اورنگزیب کے تمام قصور معاف کر دیئے تھے، بحر زخار کی روایت ہے، کہ اس فرض کو اورنگزیب کے استاد مولانا سید محمد قنوجی نے جنکو اورنگزیب نے شاہجہان کی خدمت کے لیے مقرر کیا تھا، انجام دیا تھا، بہر حال اصلیت کچھ ہو، اس حقیقت سے انکار نہین کیا جا سکتا، کہ آخر زمانہ مین اورنگزیب و شاہجہان کے تعلقات بہت خوشگوار ہو گئے تھے، شاہجہان اس کے بعد تقریباً آٹھ سال تک زندہ رہا، اور پھر گیارہ رجب ۱۰۷۶ھ (۷ جنوری ۱۶۶۶ء) کو بیمار ہو کر، دوشنبہ ۲۶ رجب (۲۲ جنوری) کو اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے عزلت گزین و گوشہ نشین ہو گیا،[۱]

اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع شہزادی جہان آرا نے اورنگزیب کو ان الفاظ مین دی:-

"تقدس و تعالیٰ ہموارہ سایۂ عاطفت بادشاہ عالمگیر را بر عالمیان پایندہ و باقی داراد، وقلم را چہ قدرت کہ شرح این مصیبت جانگداز بہ تحریر درآورد، وشمۂ از کیفیت این روز سیاہ بر لوح عرض برنگارد، وزبان را چہ یارا کہ آنچہ حادث شدہ در ضمیر تو انداز گذرانَد!

---

[۱] شاہجہان کے ان ایام کے مشاغل کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۴۴-۶۴،

انچه ازیں قضیہ بر سرِ من گذشتہ اگر بدریا می گذشت خشک می شد، واگر بروز می رسید شب دیجور می نمود، ہر چند عقل میداند، کہ در امثالِ ایں حادثات تدبیرے بغیر از اعتصامِ صبرو شکیبائی میسر نیست، وچارہ جز تمسک بہ آیاتِ الٰہی و احادیثِ حضرت رسالت پناہی کہ در بابِ رضا و تسلیم نازل و وارد است، متصور نہ، اما کثرتِ اندوہ زیادہ ازان است کہ حوصلہ تاب آورد، و درہنگامی کہ باخاطرِ سوگوار و دیدۂ اشکبار مستغرق بحرِ اندوہ و ملال بود، اشعۂ آفتابِ عنایتِ آں استظہار مہربان ساطع و لامع گردید، ہماناکہ آبحیاتے بود کہ بر آتشِ سوزانِ ایں نیازمند ریخت، لاجرم از بیتابی و ناشکیبائی باز آمدہ بہ نصیحتِ ذاتِ عالی درجاتِ آں کوکبِ عالم افروزِ سلطنت وآں سزاوارِ تاج وتختِ خلافت دل را تسلی دادہ بدعاے مزید عمر و دولت گرامی پرداخت، امیدوار است کہ ایں آتشِ جانگداز بزلالِ ملاقاتِ آں قدوۂ سلاطین منطفی گردد، و ظلمتِ شامِ غم اندوہ بفروغِ صبحِ سعادت مبدل شود، اشارہ دربابِ تعزیت دارانِ بندگانِ حضرتِ اعلیٰ خصوصاً اکبرآبادی محل شدہ بود، ظاہر و ہویدا ست کہ اکنوں رعایت ہمگی تمامی باز ماندہ ہاے بعنایت و توجۂ ایشاں وابستہ، دریں صورت چہ نگارش رود، کہ برایشاں ظاہر نباشد؟ زیادہ چہ نویسد۔"

اس وقت اورنگزیب دہلی میں تھا، اس خبر کو پاکر اس کی جو حالت ہوئی، اس کا ذکر اس کے درباری مورخ نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"از استماعِ ایں واقعۂ ہائلہ خاطرِ مقدسِ حضرتِ شاہنشاہی قرینِ ہزاراں غصہ و الم و رہینِ فراواں تحسر و افسوس گشتہ، بے اختیار قطراتِ عبرات بر وجناتِ ہمایوں فرو بارید، و باوجود ثبات و تحملِ خسروانی و شکوہ و وقارِ سلیمانی و وسعتِ دستگاہِ صبرو

حوصلۂ جہانبانی آثارِ قلق و بیقراری و علامات کمال تاثر و سوگواری کہ ہرگز از حلولِ ہیچ سانحۂ دلخراش از آں حضرت کسے را مشہود و معائن نگشتہ بود، ظاہر شد، و چنداں سیل سرشک از چشم جہاں بینِ آں خدیو جہاں رواں گردید کہ مقربانِ بارگاہِ دولت و محرمانِ حریم سلطنت را تزلزل در بنائے طاقت افتاد[1]،

اس کے ساتھ اورنگزیب نے اپنی غمزدہ بہن جہان آرا کو یہ تسلی بخش خط لکھا:-

"آفریدگارِ جہاں عزاسمہ آں مشفقۂ مہربان را دریں حادثۂ عظیم صبرِ جمیل فرمودہ اجرِ جزیل کرامت کناد، چہ نگاشتہ آید و کجا بنگارش گنجد کہ ازیں قضیۂ ناگزیر برخاطرِ غمگین چہ میگذرد، قلم را چہ یارا کہ ازیں دردِ جگر گداز حرفے نگارد، و زبان را کجا طاقت کہ ازیں الم شکیب ربا، برگذارد، تصورِ غم و اندوہِ آں صاحبہ، دلِ بیتاب را بیشتر بر وقت اضطراب می آرد اما با تقدیرِ ایزدی و قضائے آسمانی جز بے چارگی و تسلیم چارہ نیست، کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام،

بہمہ حال ایں ہمہ در دِ شرمسار را یزودی انشاء اللہ تعالیٰ رسیدہ و انند بیقین کہ نسبت بہ تعزیت داران اعلیحضرت خصوص اکبرآبادی محل تسلیہ کہ باید، میکردہ باشند مہربانِ من! چیزے کہ دریں وقت بکارِ آنحضرت می آید، رسانیدنِ ثوابِ تلاوت قرآن مجید و خیرات مستحقان است، دریں باب نہایت سعی نمایند، و ثوابِ آں را بروح مطہرِ آں حضرت ہدیہ بگذرانند، و ایں گناہگار نیز دریں کار راست امید وار کہ شرفِ قبول یابد[2]"

اور حاضرینِ مجلس عزا کو مخاطب کرکے کہا کہ

"ہمگی آرزوے دل و متمنائے خاطر آں بود، کہ ہنگامِ سنوحِ ایں قضیہ حاضر باشیم،

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۳۵-۶،

ودیدہ بدیدار باز پسین آنحضرت، نور آگیں ساختہ بتکفل لوازم ایں امر ناگزیر اجر وسعادت اندوزیم، چوں باقتضاے تقدیر آں امنیت بحصول نہ پیوست، اکنوں تدارک آں باین تواند بود کہ نسخ عزیمت اکبرآباد نہ کردہ، بآں مستقر خلافت شتابیم، و بزیارت مرقد منور و مضجع مطہر آں حضرت تبرک جستہ و گرامی ہمشیرہ .... بیگم صاحب و دیگر سوگواران ایں مصیبت را تسلیہ و دلجوئی نمودہ از لباس کدورت برآریم[1]"

چنانچہ ۱۴ر شعبان (۲۰ر جون) کو دہلی سے روانہ ہونے کا حکم دے کر ۹ر شعبان (۱۴ر فروری) کو وہ چل کھڑا ہوا، اور ۲۰ر شعبان (۱۵ فروری) کو آگرہ پہنچا، دوسرے دن سیدھا

"بروضۂ منورہ حضرت علیین مکانی فردوس آشیانی پرتو قدوم گستردہ، رسم طواف و زیارت بجا آوردند و بفاتحہ و دعا و طلب رحمت و غفران، روح مطہر والدین کریمین شریفین را راحت و سرور افزودند، و دل حق بین را تاثر و رقت عظیم دست دادہ، از دیدۂ اشکبار گوہر سرشک بسیار نثار آں دو مرقد مغفرت انوار فرمودند، و دوازدہ ہزار روپیہ بخدم و مجاوران آں مزار فیض آثار عطا کردہ نماز ظہر در مسجد روضۂ مکرمہ ادا نمودند[2]"

اس کے بعد اورنگزیب اپنی غم نصیب بہن اور دوسری خواتین کے پاس تعزیت کے لیے گیا، اور ان کو سمجھا بجھا کر "مجموع را از لباس کدورت برآوردند"

لیکن اورنگزیب کو سب سے زیادہ اپنی بڑی بہن کا خیال تھا، وہ چاہتا تھا، کہ شاہجہان کی وفات کے بعد ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے دل میں یہ اندیشہ و افسوس نہ گذرے، کہ اب اُس کا رہا سہا اختیار بھی جاتا رہا، اس لیے اورنگزیب نے اسی دن تمام "امراے نامدار و بندہاے آستان سلطنت مدار" کو حکم دیا کہ:-

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۳۶، [2] ایضاً ۹۳۸،

"بدر حرم گاہِ دولت رفتہ، بخدمت آں ملکۂ قدسی نقاب کورنش بر سانند و نذر ہا گذرانند"

اس کے بعد اورنگزیب جتنے دنون بھی آگرہ رہا، اُس کا صرف یہ کام تھا، کہ ایک طرف تو بہن کی دلجوئی اور دوسری طرف بادشاہ کے ایصالِ ثواب کے فرائض انجام دے، اس بیان کو بھی ایک عینی شاہد کی زبانی سن لو؛۔

"حضرت شہنشاہی ہر چند روز بروز بروضۂ منورہ پرتوِ قدوم گسترده بدعا و فاتحہ اجر و سعادت می اندوختند، و مکرر دراں روضۂ فیض آلود مجلس مولود منعقد ساختہ بانفاقِ محتاجین و فقرا و انعامِ صلحا و فضلا ہدیہ سرور بروح پر ور حضرت فردوس آشیانی علیین مکانی فرستادند[۱]"

یہ تھا اورنگزیب کا برتاؤ، شاہجہان کے ساتھ، اور اب ناظرین کا فرض ہے، کہ وہ خود فیصلہ کرین کہ اورنگزیب اس حیثیت سے لائقِ الزام ہے یا قابلِ ستایش،

مراد کی گرفتاری مراد کی گرفتاری کا حال جاننے کے لیے ہم کو ایک مرتبہ پھر اُس وقت تک کے حالات کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، جبکہ اورنگزیب سموگڈہ کی لڑائی کے بعد آگرہ آکر قلعۂ اکبر آباد کے سلسلہ مین مصروفِ عمل تھا، ان دنون مراد زخمون سے چور، مجبور بیمار پڑا تھا، اس لیے تمام کام تنہا اورنگزیب کو کرنا پڑتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ مراد کی بے سر فوج نے شہر کے اندر پہنچکر جو لوٹ مار مچا دی تھی، اس کو روکنے کے لیے اورنگزیب کو اپنے بیٹے کو بھیجنا پڑا تھا، علالت کے زمانہ مین مراد کے تمام افسر اور مصاحبین اس کا دل بہلانے کے لیے اُسی کے پاس جمع رہتے تھے، اور انھون نے حسب دستور اس کو یہ باور کرانے کی کوشش شروع کی، کہ دھرمات پور اور سموگڈہ کی فتوحات دراصل اس کی بے مثل شجاعت و جوانمردی کی رہینِ منت ہین، اور اورنگزیب اس کی علالت سے غلط فائدہ اٹھاکر، اس کے ثمراتِ فتح سے اس کو

---

[۱] عالمگیر نامہ ص ۹۲۹ نیز فتح قلعۂ اکبر آباد اور شاہجہان کی بقیہ زندگی کے بقیہ حالات کے لیے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۱۲۳-۱۱۰ و ۹۳۹-۹۳۲، عمل صالح ص ۳۱-۲۵، ۴۷-۴۳-۴۸۔ ظفر نامۂ عالمگیری ص ۲۸-۲۴ و ۴۸،

محروم کر دینا چاہتا ہے، مراد سادہ دل تو تھا ہی، اس نے فوراً اُس کو مان لیا، اس کے علاوہ ہم یہ پہلے ہی بتا چکے ہین، کہ اُس نے کس غرض سے اورنگزیب کا ساتھ دیا، اور کس چیز کا حاصل کرنا اس کی منزلِ مقصود تھی، اس لیے اُس نے فوراً نہایت تیزی سے فوج کی بھرتی شروع کر دی، عام لوگ اس کے پاس جمع ہونے لگے، اور ان کو دیکھکر اورنگزیب کے نئے افسر اور ملازم جو اپنے نئے مالک کی باقاعدگی کو قید سمجھتے تھے، مراد کی ملازمت مین داخل ہونے لگے، اور اس نے بھی اورنگزیب کا خیال کیے بغیر انکو موجودہ مراتب سے بڑھکر درجون پر بحال کرنا شروع کر دیا، اورنگزیب نے بھی یہ سونچکر کہ جوکمزور و منافق ہین، نکل جائین، خاموشی اختیار کی، دوسرے وہ اپنے بیمار بھائی سے جواب طلب کرکے اس کو پریشان کرنا نہین چاہتا تھا، چنانچہ جب وہ دارا کو جو دہلی مین بڑے پیمانہ پر جنگ کی تیاری مین مصروف تھا، اس کے ارادہ سے باز رکھنے کے لیے جانے لگا، تو اس نے مراد سے کہدیا، کہ وہ ابھی بیمار ہے، اس لیے یہین آرام کرے، اور جب وہ اچھا ہو جاے، اُس وقت اگر اُس سے مل جاے[1]، لیکن مراد کے مصاحبون اور مشیرون نے اس کو یہ سمجھایا، کہ اورنگزیب اس بہانہ سے دہلی جا رہا ہے، تاکہ وہان پہنچکر باقاعدہ اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دے، مراد کے دل مین یہ بات بیٹھ گئی، اور وہ اورنگزیب کی روانگی کے دوسرے ہی دن دہلی کی طرف چل کھڑا ہوا، تاکہ جونہی اُسے موقع ملے، وہ اورنگزیب پر عقب سے حملہ کر دے، اورنگزیب نے اس کے اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے کہ وہ اپنے معاہدہ پر قائم ہے، اس کے پاس تقریباً ۲۵۰ گھوڑے اور ۲۰ لاکھ روپیے بھیجدیے، لیکن مراد کے رویہ مین سر مو فرق نہین آیا، بلکہ اُس نے اورنگزیب سے گستاخی شروع کی، اس کی ہدایات کی پروانہ کرتا، اور اپنے کو بادشاہ ہند سمجھ کر اپنے افسرون کو شاہی خطابات بانٹنے لگا، اس کے آدمیون نے یہ دیکھکر کہ اس کے مالک اور اورنگزیب کے تعلقات کشیدہ ہو رہے ہین،

---

[1] بعض تاریخون کا بیان ہے، کہ اورنگزیب نے اس سے چلنے کے لیے کہا تھا، اور اس نے انکار کیا تھا، مگر اس کے روانہ ہونے کے بعد اس کے تعاقب مین چل کھڑا ہوا،

لوٹ مار شروع کردی،

اس کے علاوہ اگر معصوم کا بیان صحیح تسلیم کرلیا جاے، تو اس بات مین کوئی شبہہ نہین رہتا کہ مراد نے شاہجہان کی شہ اور اپنے مصاحبون کی خوشامد سے متاثر ہوکر یہ رویہ اختیار کیا تھا۔ معصوم کا بیان ہے کہ جب شاہجہان کو اس بات مین کہ وہ اورنگزیب کو قلعہ کے اندر بلاکر کسی قسم کا گزند پہنچاے، ناکامیابی ہوئی تو اُس نے مراد کو اپنا آلۂ کار بنایا اور اس غرض سے یہ خط مراد کو لکھا:۔

"بادشاہی کل ہندوستان بطیبِ نفس و طوعِ ضمیر بآں فرزند سعادت پیوند حوالہ نمودہ ایم، باید کہ دریں باب کمالِ آگاہی و بردباری بتقدیم رسانیدہ مطلقاً ایں رازِ سربستہ را بہیچ کس از نزدیک و دور ظاہر نسازد، بعد از روے چند برادر و برادر زادہ را بہ بہانۂ ضیافت بخانۂ خود طلب داشتہ کار ہر دو بپایاں رساند، و خطبۂ ملک باسم و لقبِ خویش مزین گرداند، کہ من برضاے خاطر عہدۂ ایں امرِ خطیر را بآں فرزند عقید تمند سپردہ ام، ایں کار عالی را از روے کمال آگاہی سرانجام بخشد" (۲/۱۹۵)

مراد اس خط کو پاکر، اس ارادہ مین تھا کہ کسی دن اورنگزیب کو اپنے یہان آنے کی دعوت دے اور یہان بلاکر اس کا کام تمام کردے، لیکن قبل اس کے کہ وہ اس ارادہ کو عملی صورت پہنچا سکے، کتاب دار کے ذریعہ یہ رقعہ اورنگزیب کے پاس پہنچا اور اس نے حفاظتِ خود اختیاری مین مراد کو گرفتار کرلیا،

یہ خط صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن اس حقیقت سے انکار نہین کیا جاسکتا، کہ مراد نے آگرہ پہونچنے کے پہلے ہی سے نہایت رازدارانہ طریقہ سے بادشاہ اور اس کے وزیر اعظم سے خط و کتابت شروع کردی تھی، اور چاہتا تھا کہ اس کا قصور معاف ہو جاے، چنانچہ اُسی وقت سے جبکہ اورنگزیب نے جسونت سنگھ کو شکست دیکر جہان آرا کے خط کا جواب دیا تھا، مراد نے اس قسم کی خفیہ مراسلت شروع کردی تھی اور اگرچہ اس نے بھی ایک خط جہان آرا کے خط کے جواب مین اورنگزیب کے دکھانے کے لیے لکھا تھا (وہ خط اورنگزیب کے

خط کا خلاصہ تھا، (دیکھو خط نمبر ۴/۲۴۴) لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ایک دوسرا خط بھی چپ چاپ شاہجہان کو عفوِ تقصیرات کے لیے لکھا کہ

"چوں دریں ولا از مطاوی نشانِ لوآ قدسی الالقاب، فلک احتجاب علیہ عالیہ کہ بپادشاہزادہ ... ... صادر شدہ بود، ہویدا گردید، کہ ہنوز ابوابِ عفو و بخشایش بر روے بندہاے سراسر تقصیر مسدود نشدہ بنابراں جبیں بر زمینِ اعتذار سودہ باعالم عالم ندامت و پشیمانی از گناہانِ کبیرہ و معاصئ عظیمہ خویش استغفار مینماید، امیدوار است کہ . . . . . اعلیحضرت ... . رقمِ عفو بر صفحاتِ اعمالِ نکوہیدہ و حرکاتِ ناپسندیدہ ایں مرید و بندۂ شرمسار گنہگار کشیدہ، از سرِ تقصیرِ ایں مرید مجرمِ معترف بگناہ درگذرند، کہ ایں سراپا جرم و جنابت و سراسر خجلت و ندامت را جز عنایت و مرحمتِ پیر و مرشدِ حقیقی . . . . . . پناہے و دستگیرے نیست و در بابِ ایں عاصی تائب نادم ہر چہ حکمِ اقدس وارفع شرفِ نفاذ یابد کاربند گردیدہ، از شرمساری برآید" (نمبر ۵/۲۲۵)

معلوم ہوتا ہے، کہ شاہجہان نے عفوِ تقصیرات کی یہ شرط لگائی تھی کہ مراد، اورنگزیب سے الگ ہو جاے تاکہ اورنگزیب کا پوزیشن کمزور ہو جاے، دوسری طرف اُس نے شجاع کو دعوت دی اور تیسری طرف دارا کو دہلی مین تیاری کے لیے لکھا، اس طرح اورنگزیب تین دشمنون کے زد مین آرہا تھا، ان مین سے سب سے قریبی دشمن اس کا چھوٹا بھائی مراد تھا، کہ اس سے ہر وقت یہ خطرہ لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم

ے یہاں پر یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہین کہ اسی زمانہ مین متھرا مین، جو کہ ہندو مساعی کا ایک بڑا مرکز تھا، عام شورش و بدامنی پیدا کیگئی اور اورنگزیب کو قیامِ امن کے لیے ایک دوسرا فوجدار روانہ کرنا پڑا، اس شورش کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہو کہ اورنگزیب کی راہ مین مزید رکاوٹ پیدا کیجاے، اسی کیساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اورنگزیب کے عہدِ حکومت مین یہ شہر ہندو سازشوں، شورشوں اور بغاوتوں کا ایک بڑا مرکز رہا ہے،

وہ کس وقت اورنگزیب کی فوج پر حملہ کر دیگا، اس لیے اورنگزیب کو مجبورًا اس کو گرفتار کر کے فوری خطرہ سے اپنے کو محفوظ کرنا پڑا،

مراد کی گرفتاری کے متعلق مغربی مورخین نے جو الزامات تراشے ہین، اور جس رنگ آمیزی سے ان کو بیان کیا ہے، وہ ان کی ایجاد ہے، نہ اورنگزیب نے مراد کو شراب پلائی، اور نہ اس کے پاس کسی مغنیہ کو بھیجا، بلکہ اُسے اپنے یہان بلاکر گرفتار کرادیا، اور بس، اور اسی وقت اُس سے کہدیا تھا، کہ اس کی گرفتاری وقتی ہے، اگر اس عرصہ مین اُس نے اپنے رویہ سے یہ ثابت کر دیا، کہ اب وہ اورنگزیب کے خلاف کوئی معاندانہ کارروائی نہ کریگا، تو وہ اس کو آزاد اور معاہدہ کے مطابق صوبون کا مالک بنادے گا، چنانچہ اسی غرض سے اورنگزیب نے مراد کو نہ صرف اس کے اہل وعیال کو بلکہ اس کی محبوب سرستی بائی تک کو اسکے پاس گوالیار مین رہنے کی اجازت دیدی، اسکے لیے معقول وظیفہ مقرر کر دیا، اور اس کو ہر قسم کی محدود آزادی دیدی، لیکن مراد برابر اپنے بھاگنے کی کوشش مین لگا رہا، چنانچہ اسی سلسلہ مین اُس نے سب سے پہلے اپنے پاس کے ملازمون کو ملالیا، اور ان مین مشہور مورخ خافی خان کا باپ بھی تھا،[۱] اس کے بعد اُس نے ان مغلون کو جو درویش صورت گوالیار مین تھے، رام کیا اور پھر مغل کاروانون کی، جو گوالیار سے گذرتے تھے، دعوتین شروع کین، اس کا اثر یہ ہوا، کہ ان سب نے ملکر یہ طے کر لیا، کہ مراد کو یہان سے نکال لیجایا جائے، کمند ڈالی گئی، اور مراد آخری مرتبہ اپنی محبوبہ سرستی بائی سے ملنے گیا، وہ پیغام وداع سنکر چلائی، محل کے پہرہ دارون کو شبہہ ہوا، تلاش کے بعد کمند کا پتہ چلا، اور مراد اپنے اس ارادہ مین ناکامیاب رہا، اورنگزیب اگر چاہتا تو اسی وقت مراد کو اس کی سزا دے سکتا تھا، لیکن اس نے اس کے متعلق باز پرس تک نہ کی، اور مراد تقریبًا ۴ سال تک گوالیار کے قلعہ مین رہا،

---

[۱] خافی خان کا باپ مراد کا جان نثار معتمد نوکر تھا، خافی خان کی اورنگزیب سے عداوت کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے، اس لیے مراد کے متعلق اُس کا بیان یقینًا قابلِ وثوق ہوگا، دیکھو جلد ۲ ص ۶-۱۵۵،

مگر اب اورنگزیب کی حکومت کو شروع ہوے کئی سال ہو چکے تھے، اورنگزیب نے مسلمانون کے مقدمات کا فیصلہ مذہبی احکام کے مطابق حتی الامکان دینے کا حکم دیدیا تھا، قصاص وغیرہ کے مسائل مین مذہبی احکام ہی نافذ ہونے لگے تھے، اس کو دیکھ کر علی نقی کے چھوٹے لڑکے کو خیال گذرا، کہ اب جبکہ اسلامی قانون کے مطابق انصاف ہو رہا ہے، تو کیون وہ مراد سے اپنے باپ کا انتقام نہ لے، چنانچہ اس نے اپنے بڑے بھائی کو بھی اس مین شریک کرنا چاہا، لیکن اس نے انکار کیا، اسلیے اس نے تنہا بادشاہ کے سامنے اس کے متعلق درخواست دی، بادشاہ نے اُسے منع کیا، لیکن اُسنے نہین مانا، مجبوراً اوسے گوالیار کے قاضی کے پاس بھیجا، قاضی نے بھی خون بہا لینے پر بہت زور دیا، لیکن اُس چھوٹے اور کھوٹے لڑکے نے اُسے بھی مسترد کر دیا، اب حکم صاف تھا، اور قاضی کے حکم سے علی نقی کے خون کا بدلہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۰۷۲ھ (۴ دسمبر ۱۶۶۱ء) کو اس شہزادہ کو اپنے خون سے دینا پڑا،

اورنگزیب نے اس مقدمہ کو جس نظر سے دیکھا، اس کا ثبوت خود خافی خان کا بیان بہتر طریقہ سے مہیا کرتا ہے، اس کا بیان ہے، کہ جس لڑکے نے استغاثہ داخل کیا تھا، وہ "مغضوب نظر بادشاہی گردید" اور بادشاہ نامۂ محمد صادق کے بیان کے مطابق بادشاہ نے اس سے عرصہ تک گفتگو تک نہین کی، دوسری طرف جس لڑکے نے

از دعوی خونِ پدر ابا نمودہ بود، بادشاہِ قدرداں از فرمودن خدمات حضور و دیگر عنایات متوجہ حالِ او شدند[1]،

دارا کا وقتی تعاقب | مراد کو گرفتار کرنے کے بعد اورنگزیب کو معلوم ہوا، کہ دارا اس کی آمد کی خبر سننے

---

[1] مراد کی گرفتاری عالمگیر نامہ ص ۲۴ - ۱۳۲، عملِ صالح ۳ - ۳۲، ظفرنامۂ عالمگیری ص ۳۲ - ۲۹، تاریخ شجاعی الف ۷۹ ب ۸۴، سرکار جلد ۲ باب ۲۳، مراد کا قتل، عملِ صالح ص ۴۲ وغیرہ،

کے بعد ہی دہلی چھوڑکر لاہور چلا گیا ہے، کہ یہان اُسے اس جنگ جو علاقہ مین بڑی فوج جمع کرنے کی توقع تھی' اس لیے اورنگزیب نہایت اطمینان سے دلی تک آیا، اور یہان کچھ دنون قیام کرکے دارا کے تعاقب مین روانہ ہوا، لیکن دارا کی ہمت اتنی ٹوٹ چکی تھی' اور اورنگزیب کے سپاہیون کا اتنا رعب اس کے افسرون کے دل مین بیٹھ چکا تھا، کہ اسکی آمد سے پہلے ہی' مقدمۃ الجیش کی آمد کیساتھ ہی دارا کی کچھ فوج تو بھاگ کھڑی ہوئی' اور کچھ اورنگزیب کی فوج سے آکر مل جاتی،' اور اورنگزیب نے اپنے افسرون کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ تھوڑی سی فوج لے کر برابر دارا کے تعاقب مین لگے رہین' اور وہ خود پوری فوج کے ساتھ اس جماعت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، دارا لاہور سے ملتان اور وہان سے بھکر آیا لیکن اس کی فوج اور جماعت برابر کم ہوتی جاتی تھی تاآنکہ اس کے بڑے معتمد جنرل داؤد خان نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اب وہ اپنے کو ہر طرف سے محصور و بے یار و مددگار پارہا تھا، اور اسے صاف نظر آرہا تھا، کہ اگر وہ پنجاب و سندھ کے چکر مین پڑا رہا، تو بہت جلد اورنگزیب کے ہاتھون گرفتار ہو جائے گا، اورنگزیب نے مہاراجہ جے سنگھ کو بھی جو سموگڈہ کی فتح کی خبر پاکر سلیمان شکوہ سے الگ ہوکر اورنگزیب کے پاس آگیا تھا، دارا کے تعاقب پر مقرر کر دیا تھا،' اور دارا کی صحرانوردیون' اسکی مشکلات اور اس کے عبرت انگیز حالات کے لیے مرزا راجہ کے خطوط جو اُس نے اورنگزیب کو لکھے ہین، ہمارے لیے بہت مفید ہین،' دارا بھکر سے سیدھا کچھ کی طرف روانہ ہوا، اس اثنا مین اورنگزیب بھی ملتان تک پہنچ چکا تھا، یہان پہنچکر اس کو معلوم ہوا، کہ اس کا منجھلا بھائی محمد شجاع بڑے سازوسامان کے ساتھ مقابلہ کے لیے آگرہ کی طرف بڑھ رہا ہے،' اورنگزیب دیکھ رہا تھا، کہ اب دارا کی حالت ایسی نہین ہے، کہ اُس سے فوری طور سے کوئی خطرہ لاحق ہو،' اس لیے اُس کے تعاقب کو اپنے افسرون کے ذمہ چھوڑ، فورًا اپنی فوج کے ساتھ آگرہ کی طرف لوٹا، کہ شہزادہ شجاع کو سمجھا بجھا کر معاہدہ کی دفعات کی پابندی پر مجبور کرے،

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا شہزادہ شجاع کی یہ کارروائی درست تھی، کیا اُسکی یہ بدعہدی انصاف پر مبنی تھی، اور کیا اورنگزیب کی مخلصانہ کارروائیون اور مراحم خسروانہ کا یہی صلہ ہو سکتا تھا، اس لیے ہم کو ان دونون بھائیون کے تعلقات کو سمجھنے کے لیے ایک مرتبہ پھر سموگڈہ کی فتح تک واپس ہونا چاہیے،

دارا پر فتح اور آگرہ پر قبضہ کرنے کے بعد اورنگزیب نے شجاع کے خلاف کوئی مہم روانہ نہین کی، اس کے صوبون کو ضبط نہین کیا، بلکہ اپنے وعدہ پر قائم رہ کر شجاع کو اپنی طرف سے کامل اطمینان دلانے کے لیے اُسے صوبہ بہار بھی دے دیا کہ شجاع عرصۂ دراز سے شاہجہان سے اس کی درخواست کر رہا تھا، اور اُس کی درخواست پر شاہجہان نے اس کی امید بھی دلائی تھی، چنانچہ وہ ایک خط مین جو شاہجہان کے نام ہے لکھتا ہے کہ

"نگارش یافتہ بود، کہ چوں بسبب ناسازی ہوا ے راج محل فدوی التماس نمودہ بود کہ یک پرگنہ کہ متصل گدھی باشد در صوبہ پٹنہ عنایت شود، کہ در موسم برسات آنجا بودہ باشد اگر آں فدوی میخواستہ باشد، عوض صوبۂ بنگالہ و اُڈیسہ، صوبہ پٹنہ و رہتاس وغیرہ باو عنایت فرمائیم، تا بیک پرگنہ چہ رسد"

صاحب و قبلۂ حقیقی سلامت! چوں خانہ زاداں دریں ملک بوجود آمدہ اند و از ناسازی آب و ہوا ے اینجا در ایام صغر و ہنگام رضاع ہر روز بکوفت والے گرفتار می باشند، بنا براں معروض داشتہ بود کہ اگر پٹنہ بایں مرید ازلی اعتقاد مرحمت میشد، خانہ زاداں در ایام برسات کہ موسم ہجوم بیماری ہاے غیر متناہی است، در آنجا اقامت نمایند" (۲۲۹ ب)

لیکن چونکہ پٹنہ کے ملحق صوبے دارا کے تھے، اور وہ اپنے کسی بھائی سے ہم سرحد ہونا پسند نہ کرتا تھا، اسی لیے شاید یہ تجویز منظور نہین ہوئی، اسی کے ساتھ شاہجہان نے جو مہم قندھار کے بعد

سے اورنگزیب سے ایک دن کے لیے بھی خوش نہ تھا، اورنگزیب کی شکایت لکھتے ہوے شجاع کو دکن دینے کی تجویز بھی پیش کی، اسی خط مین شجاع لکھتا ہے کہ

"دیگر امرِ جلیل القدر شدہ کہ" اورنگزیب بہادر انتظامِ صوبۂ دکن را موافق مرضیِ خاطرِ مقدس نہ کردہ بآں غلامِ بندگی سرشت امر میکنیم کہ اگر ہر چہار صوبہ دکن را میخواستہ باشد، و تواند آبادان ساخت باو مرحمت فرمائیم" (ایضاً)

لیکن شجاع کو پٹنہ پر ہی اصرار رہا، اور وہ اس کو نہ ملا،

اورنگزیب کی صاف دلی

اب اورنگزیب نے شجاع کی اس دیرینہ آرزو کو پورا کرنے کے لیے یہ صوبہ اُسے دیدیا، ورمزید اطمینان کے لیے شاہجہان سے بھی ایک خط لکھوایا، ہم دونون خط یہان درج کرتے ہین، تاکہ اس سے اورنگزیب کے وسعتِ اخلاق اور صفائی باطن کا حال واضح ہو جاے، پہلا خط اورنگزیب کی طرف سے ہے، اور دوسرا شاہجہان کی طرف سے:-

(۱) "چوں ہموارہ خواہشِ ایں صوبہ (صوبہ پٹنہ) داشتید، بالفعل آں را با ولایتِ بنگالہ متصرف شدہ، بجمعیتِ خاطر و فراغِ بال روزے چند بنظم و پرداختِ آں صوبہ و جبرِ اختلالِ احوالِ خود پردازید، تا آنکہ جنودِ قاہرہ از تعاقبِ دارابے شکوہ و کفایتِ مہم او فارغ شدہ بمستقرِ اورنگِ حشمت مراجعت کنند، درآں وقت مطالب و مدعیاتِ دیگر کہ داشتہ باشید، در حصولِ آں نیز خواہیم کوشید، و چنانچہ آئینِ اخوت و مقتضائے فتوت است، ہیچ چیز از مراتبِ ملک و مال مضائقہ نخواہیم نمود" (۱۶۵)

(۲) "چوں آں فرزند ہمیشہ از کثرتِ خرچ و قلتِ دخل عرضداشت مینمود، و قبول ایں امر بمقتضائے کل امر مرہون باوقاتہا در حیزِ تعویق می بود، الحال از روے کمال مرحمت صوبہ بہار را بر صوبۂ عمدہ بنگالہ داودیہ افزودہ حسب الالتماس فرزند عالی قدر از باطل

تھی واز حق پر سلطان اورنگزیب بہادر باقطاعِ آں فرزندِ اقبال مند بخشیدہ مقرر و مسلم داشتیم

کہ از ابتدائے فصل ربیع یونت ئیل وکلائے خود را فرستادہ بجاگیرِ خود مسلم دانند، و وکلائے

آں فرزند در تکثیرِ زراعت و عمارات ملک باید کہ نہایت سعی میکردہ باشند و خود باید کہ مطلقاً

از راج محل ارادہ طرفے ننمایند، واگر داعیہ دریافتِ ملازمتِ اعلیحضرت ہجوم آوردہ باشد،

خود بعد از روزے چند طلب خواہیم نمود"

اورنگزیب ان خطوط کو روانہ اور اپنے چہل سالہ بھائی کے ایفاے عہد پر بھروسہ کر کے

دارا کے تعاقب مین دہلی اور پھر پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا،

شجاع کی بدعہدی | شجاع کے لیے دارا کی شکست ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھی، پھر اورنگزیب کی آگرہ

سے دوری نے اس کے حوصلے اور بڑھاے، مراد بھی جو لڑائی کی جان تھا، قید ہو چکا تھا، اور آگرہ

کا قلعہ ناتجربہ کار محمد سلطان کے ہاتھ مین تھا، ان حالات نے اس کے مردہ جذبات کو ایک مرتبہ

پھر بیدار کر دیا اور وہ اورنگزیب سے بھی دوچار ہونے کے لیے تیار ہو کر روانہ ہو گیا، اس کے ساتھ

ہی شاہجہان بھی اپنی اسیری مین خاموش بیٹھا نہ رہا، بلکہ اس نے بھی شجاع کو خطوط لکھے، کہ وہ اورنگزیب

کے مقابلہ کے لیے بڑھے، چنانچہ اورنگزیب نے شاہجہان کو جو خطوط لکھے ہین، اور جنکو بعض تاریخون

نے نقل بھی کیا ہے، اس کا کافی ثبوت ہین، ایک خط مین وہ لکھتا ہے کہ

"مقدمۂ شورشِ بادشاہزادہ محمد شجاع امرے نیست کہ بر کسے مستور بودہ باشد، یا آں راوسیلۂ

تشریف نیاوردن اعلیحضرت بدار الخلافہ قرار تواں داد" ($\frac{1}{124}$)

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ شجاع نے یہ بات مشہور کی تھی، کہ دارا کی طرح اورنگزیب

بھی شاہجہان کو آگرہ سے جہان کی آب و ہوا اُس کے موافق نہین ہے، دہلی نہین جانے دیتا

اس لیے مین شاہجہان کو آزاد کرا کے دہلی لیجانے کے لیے جا رہا ہون، اورنگزیب دوسرے

خط میں لکھتا ہے: کہ

"از انجا کہ بادشاہزادہ شاہ شجاع قدرِ عافیت ندانستہ بقصدِ ستیزو جدال از پٹنہ بالہ آباد رسیدہ، گردِ شورش بر انگیختہ، ایں مرید نیز کہ بصد تعب و مشقت خاطر نقد از جانبِ بادشاہزادۂ کلاں واپرداختہ ہنوز نفس بہ است نہ کردہ بود، توکل بر تائیداتِ نصرت بخش حقیقی نمودہ . . .

. . . . . . متوجہ آں حدود گردیدہ" ($\frac{3}{126}$)

اورنگزیب جب واپسی میں آگرہ کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا، کہ یہ سب آگ شاہجہان کی لگائی ہوئی ہے، چنانچہ وہ ایک خط میں لکھتا ہے، کہ

بر خاطرِ دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ایں مرید در ابتداے حال و آغازِ وقوع مراتبے کہ بتقدیرِ ایزدِ متعال رو دادہ باعتقادِ آں کہ چوں اعلیٰحضرت عقیلِ کل اند، و اکثر گرامی اوقاتِ عمرِ ابد پیوند در تجاربِ پست و بلندِ روزگار گذشتہ شاید ظہورِ ایں معنی را قضا و قدر دانستہ در شکستِ کارِ ایں مرید . . . . رونقِ دیگراں کہ ارادۃ اللہ بدال تعلق نگرفتہ کوشش نفرمایند، سلوک را بنہجے مستحسن قرار دادہ بود . . . .

. . . . . . و ہر چند شنید کہ موجبِ ارتفاعِ غبارِ فساد و برہم خوردگیٔ مہماتِ عباد تحریکِ آنحضرت است، و برادراں بفرمودۂ اقدس بدست و پا می زنند، و جانے می کنند، اصلا گوش بسخنانِ مردم نینداختہ، اندیشۂ انحراف از شاہ راہِ عقیدت نمی نمود،

لیکن از آنجا کہ اخبارِ بے توجہیٔ اعلیٰحضرت بتواتر رسید، چنانچہ از نوشتہ کہ بعبارتِ ہندی بشاہ شجاع قلمی گردیدہ بود و خان دمانِ اوبرسرآں خراب شدہ، ہویداست، و یقین حاصل شد کہ آنحضرت ایں مرید را نمی خواہند، و با آنکہ کار از دست رفتہ ہنوز زلالِ آں دارند کہ دیگرے استقلال یافتہ سعیٔ ایں فدوی کہ مصروفِ ترویجِ دینِ متین و

انتظامِ مہماتِ مملکت است، ضائع شود، وہیچ طریق ازیں فکر باز نیامدہ دریں کار مصر اند" (۱۵۷/۱)

یہ تو باپ کا حال تھا، دارا بھی اس سازش مین پیچھے نہ تھا، اس نے الہ آباد، بنارس، اور رہتاس کے قلعہ دارون، کو جو اُس کے ملازم تھے، خفیہ احکام جاری کر دیئے، کہ وہ قلعون کو شجاع کے حوالہ کر دین، اور اس طرح اوسے اورنگزیب کے مقابلہ مین جس قدر بھی ممکن ہو، قوی بنا دیا جائے، اور قلعہ دارون نے دارا کے حکم کی لفظ بلفظ تعمیل کرتے ہوے، جہان کہین شجاع پہنچا، اس کے سامنے قلعہ کے دروازے کھول دیئے،

کھجوا کی جنگ اورنگزیب کو جب شجاع کے بڑھنے کی خبر پہنچی، تو پہلے اُس نے محمد سلطان کو حکم دیا، کہ آگرہ کی موجودہ فوج کو لے کر بڑھے، پھر خود بھی روانہ ہوا، اسی اثنا مین جسونت سنگھ جو دھرمات پور مین شکست کھا کر بھاگ گیا تھا، راجہ جے سنگھ کی وساطت سے معافی پا کر شریکِ فوج ہو گیا تھا، ساتھ تھا، یہ تمام فوجین ۲ جنوری کو مل گئین، اورنگزیب نے محمد سلطان کو لکھ دیا تھا، کہ وہ لڑائی مین پیشقدمی نہ کرے، بلکہ اس کے آنے کا انتظار کرے، کیونکہ اس کا خیال تھا، کہ جب شجاع کو معلوم ہوگا کہ اس کا راستہ بند ہو چکا ہے، اور اورنگزیب خود آرہا ہے، تو وہ واپس ہو جائے گا، لیکن اس نے اپنی فوج کے بنارس تک بلا مزاحمت بڑھ آنے کو، اپنی فتح سمجھ کر، واپسی کے بجائے پیشقدمی شروع کر دی، عالمگیریات کے ماہر سر جدو ناتھ سرکار اپنی تاریخ مین لکھتے ہین:-

"اب صورتِ حال بالکل بدل چکی تھی، اور اورنگزیب کا خیال تھا، کہ ایک عقلمند آدمی کی طرح شجاع اپنی اس سعیٔ غیر مشکور سے باز آکر فوراً واپس ہو جائے گا، چنانچہ اسی خیال سے اُس نے اپنی رفتار سست کر دی، بارہ دن دہلی مین ٹھہر گیا، پھر سرون کی شکارگاہ مین جا کر خبرون کا انتظار کرنے لگا، کہ اگر شجاع لوٹ گیا، تو شہزادہ کو واپس بلا لیا جائے گا، بادشاہ شکارگاہ سے واپس آجائیگا، لیکن شجاع کو راتہ بڑھتا گیا، تا آنکہ کھجوا پہنچ گیا،"

دوسری ہی جنوری کی شام کو میر جملہ بھی، اپنی فوج کے ساتھ، دکن سے آکر، اورنگزیب سے مل گیا، اب دونون طرف سے جنگ کی تیاریان شروع ہوئین، جسونت سنگھ کو بھی ہمین کی کمان دیگئی لیکن اُس نے لڑائی سے ایک رات پہلے شجاع سے سازش کرلی، اور کہا کہ رات کو مین عقب سے اورنگزیب کی فوج پر حملہ آور ہون گا، اور تم سامنے سے حملہ کردینا، اور ہم دونون ملکر اورنگزیب کو پیس ڈالین گے، اورنگزیب نے ایک راجپوت راجہ کے ساتھ جو احسان کیا تھا، اُسکا یہ بدلا تھا، راجپوتون کے عاشق اور راجستان کے مصنف کپتان ٹاڈ صاحب نے اس غیر راجپوتی حرکت کی یہ توجیہ کی ہے:۔

"راٹھور (سردار) نے اپنے انتقام کے لیے بہترین موقعہ سمجھکر ایک طرف تو اورنگزیب کے احکام کی اشاعت کی، اور دوسری طرف شجاع کو اپنے اصلی ارادہ کی اطلاع دیدی۔ . . . .

. . . . اپنے پہلے ہی حملہ مین اُس نے راٹھور سوارون کے ساتھ محمد سلطان کی فوج پر عقب سے حملہ کرکے اس کو کاٹ کر رکھدیا، شاہی خیمہ کو لوٹ کر بہترین اسباب اونٹون پر لاد کر آگرہ روانہ ہوگیا، اور دونون بھائیون کو چھوڑتا گیا، کہ آپس مین کٹ مرین . . . . .

. . . . . اُس کے یہ تمام کام دارا کی خیرخواہی مین تھے"

اورنگزیب نے اس غداری کے وقت جس کمالِ سکون کا ثبوت دیا ہے، اسے ایک معتبر شخص کے الفاظ مین بیان کرتے ہین:۔

"در شبے کہ فرداے آں با شجاع جنگ مقرر بود، قریب دو نیم پہر شب گذشتہ بود، کہ بعرض رسید کہ راجہ جسونت سنگھ با فوجِ خود کہ چہاردہ ہزار وار دپیادہ بود و محافظتِ فوج ہراول تعلق باو داشت قرار دادہ کہ بشجاع ملحق شود، در اثناے راہ بر مردم و دواب اردوے معلی دست اندازی سخت نمودہ، چنانچہ سررشتۂ لشکر برہم خوردہ و آشوب تمام در مردم بہم رسیدہ، اکثر با فوج آں ہراول رفاقت نمودہ، راہِ ادبار پیش گرفتند"

حضرت در اداے نماز تہجد بودند بعد از شنیدن اشارہ بدست کردند کہ اگر رفتہ باشد

وجوابے دیگر نفرمودند، بعد از فراغ از اوراد، میر جملہ را طلب نمودہ فرمودند، کہ ایں صورت

ہم از فضلِ الٰہی شد، کہ اگر ایں نفاق اندیش در عین جنگ ایں کار را میکرد، تدارک مشکل بود،

بعدہٗ حکمِ نقارہ وسواری شد وخود بدولت سوار شدہ باقی شب راہماں طور بسواریٔ فیل

گذرانیدند بعد از طلوعِ صبح .... بفیلان فیل سواری خاص فرمودند، کہ بہر صورت

فیلِ مار الفیلِ شجاع برساں دریں وقت مرشد قلیخان....... بعرض رسانید کہ ایں طور

جرأت خلافِ طورِ بادشاہان است"۔

فرمودند "ماہیچ کدام بادشاہ نشدہ ایم، مردم بعد ازیں طور جرأتہا بادشاہ می شوند بعد از بادشاہی

ہم اگر در جرأت تفاوت شود آں سلطنت نمی ماند:

عروسِ ملک کسے درکنار گیرد تنگ

کہ بوسہ برلبِ شمشیرِ آب دار دہد"[1] (احکامِ عالمگیری)

---

[1] یہاں پر یہ بتانا بے محل نہ ہوگا کہ اورنگ زیب نے مہاراجہ جسونت سنگھ کو اس کی اس غداری پر کسی قسم کی باز پرس نہین کی، اور اُس کے متعلق اگر کسی کو کچھ لکھا تو صرف اتنا کہ یہ ایک غیر راجپوتی فعل تھا، چنانچہ مرزا راجہ جے سنگھ کو لکھتا ہے:۔

"آنچہ جسونت سنگھ با خود کرد، ہیچ دشمن نکند...... ما در عنایت ومرحمت نسبت باو باوجود تقصیرات وبے اخلاصیہا

کمی نہ کردیم، آنچہ او کرد شاید ہیچ کم ذات یا سپاہیے نہ کند، چہ جاے راجپوت از خانوادۂ کلاں"

اسی طرح اورنگزیب کی شکست اجمیر کی غلط خبر پر جن لوگون نے سرکاری فوج چھوڑ دی تھی اُن مین مرزا راجہ کا لڑکا کنور رام سنگھ بھی تھا، اور نگزیب نے اس سے بھی کسی قسم کی مزاحمت نہین کی اور مرزا راجہ کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے، اُسے معاف کر دیا، اُس کے الفاظ یہ ہین:۔

"ظاہر شد کہ سیزدہم رجب در میانِ کوہستان جمیع راجپوت سواے راجہ سجان سنگھ بندیلہ بے رخصت آں فرزند ترکِ ہمراہی لشکر ظفر اثر نمودہ روانہ آں طرف شوند، نمی دانیم کہ کنور راچہ شد کہ باغواے دیگر عاقبت نا اندیشاں واطلاع با خلاص درست آں عمدۂ راجہاے زمان چنیں ارادۂ نامناسب کرد..... بہر حال کنور خود خانہ زاد است و بخاطر آں دولتخواہ بلا اشتباہ کہ پیش ما بسیار عزیز است، درمیان است لہٰذا نصیحتے وارشادے کہ باید خواہیم کرد"

۵ جنوری کو یہ نتیجہ خیز جنگ ہوئی، اور شجاع شکست کھاکر پٹنہ کی طرف بھاگا، اس جنگ کے بعد بھی اورنگزیب، شجاع کو زیادہ پریشان کرنا نہین چاہتا تھا، اور اسی لیے وہ اس کے تعاقب مین نہین گیا، بلکہ میر جملہ اور شہزادہ محمد سلطان کو بھیجدیا، اگر اس موقع پر شجاع صلح کی درخواست کرتا، تو یقیناً وہ مسموع ہوتی، لیکن اس نے اس کے بجائے پہلے پٹنہ مین فوجی امداد کے خیال سے اپنے لڑکے کی شادی کی، اور پھر مونگیر پہنچکر لڑائی کی دوبارہ تیاری شروع کردی، لیکن وہ وہان بھی زیادہ دنون تک نہ رہ سکا، اور ایک مقام سے دوسرے مقام کو بھاگتا ہوا اپنے دارالسلطنت کی طرف روانہ ہوگیا، اسی اثنا مین جنگ اجمیر کے متعلق اورنگزیب کے سپاہیون مین اس نے یہ افواہ مشہور کرادی کہ اورنگزیب، دارا سے شکست کھاکر دکن کی طرف بھاگ گیا ہے، اور میر جملہ بر ہجوم ہوکر، براہِ اوڑیسہ دکن جارہا ہے، اس خبر کا اثر عام فوج پر کچھ نہ پڑا، لیکن ایک سردار کی فوج کے سوا تمام راجپوت فوج اورنگزیب کی عام فوج سے الگ ہوگئی، اور میر جملہ یا محمد سلطان سے اجازت لیے بغیر آگرہ کی طرف چل کھڑی ہوئی، چند مہینون کے اندر راجپوتون کے متعلق اورنگزیب کا یہ دوسرا تجربہ تھا، میر جملہ نے اپنی خداداد قابلیت وصلاحیت سے کام لیکر اس نازک موقع کو سنبھال لیا، لیکن اسے اس سے زیادہ اور اہم صدمہ پہنچنے والا تھا،

ایک دن صبح کو معلوم ہوا، کہ شہزادہ محمد سلطان فوج سے غائب ہے، اور رات کو تنہا بھاگ کر شجاع سے مل گیا ہے، یہ شجاع کی ترکش کا آخری تیر تھا، محمد سلطان کو اس کے خوشامدیون نے یہ باور کرادیا تھا، کہ کھجوا کی فتح دراصل اسی کی ہمتِ مردانہ کی رہونِ منت ہے، اور اورنگزیب سے زیادہ وہ حکومت کی صلاحیت رکھتا ہے، دوسرے جب سے اورنگزیب نے شجاع سے معاہدہ کیا تھا، وہ شجاع کی لڑکی سے شادی کرنے کو بے چین تھا، چنانچہ فتح آگرہ کے بعد ہی، اس نے اپنی شادی کے متعلق اورنگزیب سے خط وکتابت شروع کردی تھی، اب جو شجاع کی طرف سے پیام آیا، تو سمندِ شوق کو ایک

اور تازیانہ ہوا،

محمد سلطان کا اس طرح بھاگ جانا، میر جملہ کے لیے مختلف مشکلات کی ابتدا تھی، لیکن وہ ہمت نہ ہارا، اور اس نے اس طرح بے اعتنائی برتی، کہ گویا صرف ایک معمولی آدمی کم ہو گیا ہے، محمد سلطان کی فوج کو بھی مطمئن کر دیا، اور شجاع سے جنگ مین مشغول ہو گیا، فتح و شکست کے مختلف منظر دیکھکر، اور یہ معلوم کر کے کہ وہ ایک ہارنے والی جماعت کے ساتھ ہے، شہزادہ کو سخت پشیمانی ہوئی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، اورنگزیب کی پدرانہ شفقت پر بھروسہ کر کے وہ اپنی نئی دلہن کو خبر کئے بغیر میر جملہ کے یہان واپس چلا آیا، وہان سے فوراً اُسے اورنگزیب کے پاس بھیجدیا گیا، اور اورنگزیب نے اوسے کیون قید رکھا؟ اس کے متعدد اہم اسباب تھے، جنکو طوالت کے خیال سے ہم یہان نظرانداز کرتے ہین،

شجاع کو اپنے نوارہ (کشتیون کے بیڑے) پر بہت بھروسہ تھا، لیکن میر جملہ کی ہمت، صلاحیت اور کاروانی کے سامنے یہ قلعہ بھی غائب ہو گیا، اور بالآخر بنگال کو چھوڑ کر اپنے بال بچون اور چند ساتھیون کے ساتھ مگھ قوم کے ملک "ارچنگ" (ارکان) کو چلا گیا، یہان کے راجہ نے اُسے نہایت عزت واحترام سے رکھا، لیکن اس نے وہان کے مسلمان باشندون کے ساتھ سازش کر کے راجہ کے تخت پر قبضہ کرنا چاہا، عین وقت پر اس کا پتہ چل گیا، راجہ نے شجاع کی گرفتاری کے لئے فوج بھیجی، اور جیسا کہ وہان کے پرتگالی تاجرون کا بیان ہے، وہ اسی وقت اپنے ارکان خاندان کے ساتھ شہید کر دیا گیا، اس طرح بدنصیب شجاع نے اپنی خام کاریون کی بدولت غریب الوطنی مین، اس بیکسی مین جان دی،

اورنگزیب کو جب معلوم ہوا، تو اس نے اپنے افسرون کو لکھا کہ وہ شجاع کے خاندان کا اس ملک مین پتہ لگائین، لیکن اس وقت کیا آج تک کسی کو، اس بدبخت خاندان کے متعلق کوئی بھی صحیح بات معلوم نہ ہو سکی،

ان حالات سے ناظرین خود اندازہ کرلین، کہ اورنگزیب پر شجاع کی تباہی و بربادی کا الزام کہان تک درست ہی۔

اجمیر کی لڑائی اورنگزیب کو کھجوا کی لڑائی سے فرصت ہی ملی تھی، کہ اُسے اطلاع ملی، کہ دارا نے گجرات مین فوج جمع کرلی ہے، اور ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کے لیے اجمیر کی طرف بڑھ رہا ہے، اسی لیے اورنگزیب نے شجاع کے تعاقب کو اپنے بیٹے محمد سلطان اور اپنے افسر میر جملہ کے سپرد کرکے اجمیر کی راہ لی۔ دارا سندھ سے روانہ ہوکر بے آب وگیاہ صحرا کو طے کرتا کچھ پہنچا تھا، یہان کے راجہ نے نہ صرف مشرقی میزبانی کا ساتھ دیا، بلکہ حصول شرف وعزت کے لیے اپنی لڑکی دارا کے لڑکے سپہر شکوہ سے بیاہ دی، فوجی امداد اس کے علاوہ تھی، اس کے ساتھ ہی، جب دارا، گجرات پہنچا، تو وہان کے نئے گورنر شاہ نواز خان نے جسے اورنگزیب نے نظربندی سے آزاد کرکے ابھی ابھی اس منصب پر مقرر کیا تھا، اورنگزیب کی عداوت مین اسکی اطاعت قبول کرکے اس صوبہ کے تمام مالی و فوجی ذرائع دارا کے حوالہ کردیئے، دارا کی ہمت برابر بڑھ رہی تھی، اور ابھی وہ فوج کی ترتیب مین مشغول ہی تھا کہ اُسے جسونت سنگھ کا پیغام ملا، کہ وہ اجمیر چلا آئے، کہ یہان اُسے نہ صرف جسونت سنگھ بلکہ تمام راجپوتانہ کی فوجی امداد حاصل ہوگئی، مہاراجہ جسونت سنگھ نے کھجوا کی لڑائی کے موقع پر، جس غیر راجپوتی اخلاق کا ثبوت دیا تھا، اس کو ہم دیکھ چکے ہین، اس لیے دارا کو چاہیئے تو یہ تھا، کہ ایسے آدمی پر بھروسہ نہ کرتا، لیکن اُس نے سمجھا کہ اُسکی وہ چال اُسی کی حمایت پر تھی، چنانچہ اُس کی بات پر یقین کرکے، وہ اجمیر تک چلا آیا، اورنگزیب بھی اُس طرف برابر بڑھ رہا تھا، لیکن جسونت سنگھ کا کہین پتہ نہ تھا، مجبور ہوکر دارا نے اپنے لڑکے کو اُس کے پاس بھیجا، مگر اس کے پہلے مہاراجہ جے سنگھ کا پیغام اُس تک پہنچ چکا تھا، کہ اگر وہ دارا کی حمایت سے باز آجائے، تو مرزا راجہ اُس کے قصور کو اورنگزیب سے معاف کرا دے گا، مہاراجہ جسونت سنگھ نے پھر ایک مرتبہ دھوکہ دیا، اور دارا کی مدد سے انکار کردیا، دوسرے

راجپوتون نے بھی اس کی تقلید کی، اور دارا ایک بڑی مدد سے محروم ہوگیا،

اورنگزیب ۲۶ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۹ھ (۱۱ مارچ سنہ ۱۶۵۹ء) کو اجمیر کے قریب پہنچ چکا تھا، دارا کے لیے واپسی ناممکن تھی، اس لیے اس نے موجودہ فوج کے ساتھ ہی تیاری کی، لڑائی تقریباً ابھی رات سے شروع ہو گئی، لیکن سب سے بڑا معرکہ ۲۸ جمادی الثانی (۱۳ مارچ) کو ہوا، دارا کے بڑے بڑے افسر کام آئے، شاہ نواز خان بھی مارا گیا، اور دارا شکست کھا کر بھاگا، اور اورنگزیب نے مہاراجہ جے سنگھ اور بہادر خان کو دارا کے تعاقب کے لیے مقرر کیا، اور ۴ رجب (۱۸ مارچ) کو دہلی کی طرف واپس ہو گیا،

دارا کی گرفتاری قتل | دارا اپنے خاندانی ارکان اور تھوڑے سے سپاہیون کو لیکر پہلے احمد آباد گیا، پھر کچھ کا رخ کیا، لیکن قسمت کے ساتھ ہر چیز بدل چکی تھی، اور اب ہر دروازہ اُس کے لیے بند تھا؛ مجبوراً اُس نے ارادہ کیا، کہ ایک مرتبہ پھر اُسی بے آب و گیاہ صحرا کو طے کر کے سندھ ہوتا ہوا، قندھار چلا جاے، کہ اُس نے شاہِ ایران سے خط و کتابت شروع کر دی تھی، اور اُس نے نہ صرف اپنے قندھاری افسرون کو اُس کی امداد کی ہدایت کر دی تھی، بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی حکم دیدیا تھا، کہ وہ دارا کے استقبال کے لیے تیار رہے، یہ تمام خطوط منشآتِ طاہر وحید مین موجود ہین، اور ہم طوالت کے خیال سے نظر انداز کرتے ہین، اسی زمانہ مین دارا نے اپنی جماعت کو مختصر کرنے کے لیے اپنے حرم کی بہت سی عورتون کو بھی چھوڑ دیا، اُس کے سپاہی اُس کے دشمن ہو گئے، اور اُنھون نے اُس کو لوٹنا شروع کیا، دارا دریاے سندھ کو عبور کر کے سیوستان مین داخل ہوا، کہ درۂ بولن کی راہ سے قندھار پہنچ جاے، راستہ مین ملک جیون زمیندار داور کا علاقہ پڑتا تھا، اُس پر دارا کے بہت سے احسانات تھے، دارا نے ایک مرتبہ اُس کی جان بھی بچائی تھی، اور اُسے امید تھی کہ یہ زمیندار ضرور احسان کا بدلہ دیگا، لیکن ایسا نہین ہوا، جب دارا اس کے علاقہ مین پہنچا، تو ظاہرا جیون نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا، لیکن بہت جلد اس کے دل کا کھوٹ ظاہر ہو گیا، اور اس نے انعام و خطاب کی لالچ مین دارا

کو گرفتار کرلیا، اسی اثنا مین دارا کی محبوب ترین حرم نادرہ بیگم کا انتقال ہو گیا، اُس کی موت دارا کیلئے سب سے بڑا روحانی حادثہ تھا، اُس کی ہمت ٹوٹ گئی، اس کا دل چھوٹ گیا، اور اس نے مرحومہ کو لاہور مین دفن کرنے کے لیے، روانہ کرتے وقت اپنے آخری معتمد علیہ ملازم کو بھی نعش کے ساتھ اپنے سے جدا کر دیا، ملک جیون نے دارا کو گرفتار کر کے اورنگزیب کے آدمیون کو اسکی اطلاع دی، مہاراجہ جے سنگھ اور بہادر خان فوراً دادر کی طرف روانہ ہو گئے، اور ۱۲؍ شوال (۲۳؍ جون) کو دارا اپنے چھوٹے لڑکے اور دو لڑکیون کے ساتھ ان کے حوالہ کر دیا گیا، یہ قافلہ ۱۴؍ ذی الحجہ (۲۲؍ اگست) کو دہلی کے قریب پہنچا اور یہان نظر بیگ چیلہ ان کی حفاظت پر مقرر کیا گیا،

یہان دارا تقریباً پانچ دن رہا، اس کے بعد ۲۰؍ ذی الحجہ (۲۹؍ اگست) کو وہ اور اس کا بیٹا شہر کے بازار سے گذارے گئے، اُن کو رات کے وقت خضر آباد مین مہابت خان کی سرائے مین رکھا گیا، اور اس کے دوسرے دن ۲۱؍ ذی الحجہ (۳۰؍ اگست) کو دارا نے اس عنصر خاکی کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا،

اس وقت تک دارا کے قتل کے سلسلہ مین جو کچھ بیان کیا گیا، وہ خشک واقعات تھے، لیکن اب ہم ان مبالغہ آمیز غلط روایتون اور افسوسناک بے بنیاد الزامون کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہین، جو اس سلسلہ مین عام ہین،

سب سے پہلا سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے، کہ کیا اورنگزیب دارا سے لڑنے مین حق بجانب تھا؟ اس کا جواب گذشتہ صفحات بہت آسانی سے دیسکتے ہین، دارا کی تمام عمر اورنگزیب کی عداوت مین گذری، اُس کی ایک ایک حرکت اس بات کا آئینہ ہے، کہ وہ ہر صورت سے اورنگزیب کو ذلیل وخوار بلکہ تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے، باپ کو بدظن کرتا ہے، بھائیون سے وہ برگشتہ کرنے کی سعی مین مصروف ہے، بہنون سے وہ لڑانے کی فکر مین ہے، دکنی ریاستون

کے سامنے اُسے ذلیل کرنے کا وہ سامان کررہا ہے، سرکاری افسرون کو وہ بہکا رہا ہی، غرض وہ سب کچھ کررہا ہے، جو اورنگزیب کا بڑا سے بڑا دشمن کرسکتا ہی، بات یہین پر ختم نہین ہو جاتی؛ وہ شاہجہان کے پیہم اصرار نہین بلکہ التجاؤن کے باوجود اورنگزیب سے لڑنے کے لیے بڑھتا جاتا ہے اور جب تک گرفتار نہین ہو جاتا، اسی فکر مین لگا رہتا ہے، دوسری طرف اُس کے مذہبی خیالات نے ایک عام ہیجانی کیفیت پیدا کردی تھی "شاہ بلند اقبال" کی الحاد پرستی نے مذہب کو ایک مذاق مقرر کردیا تھا، مذہب کے حدود کا کہین نام و نشان بھی نہ تھا، اور ہر شخص نے ایک جدید مسلک اور ہر مدعی نے اپنی ایک الگ راہ قائم کررکھی تھی، اس کے علاوہ شاہجہان کی کورانہ محبت، جسونت سنگھ وغیرہ کی منافقانہ چالون اور دوسرے سیاسی مذہبی گروہون کی خفیہ سازشون نے دارا کو ایک خطرناک دشمن بنا رکھا تھا، ایسی حالت مین اُس کا نظربند رکھنا خطرات سے خالی نہ تھا، مراد نے نظربندی کے زمانہ مین جو سازش کررکھی تھی، وہ ابھی ابھی ہم دیکھ چکے ہین، ایسی حالت مین اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کیا چارۂ کار تھا، کہ وہ اس خطرہ کا سدِباب کردے، اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خود اسکی زندگی، ایک لمحہ کے لیے بھی محفوظ نہین رہ سکتی تھی، اُس نے شاہجہان کو خود اس کے متعلق نہایت صاف طور سے آگاہ کردیا تھا، کہ

"سرِ وارث ملک تا بر من است — تنِ ملک را فتنہ پیراہن است"

اب دوسرا سوال اس نمایش کا ہوتا ہے، جو بازار مین، دارا کو ہاتھی پر پھرا کر کیگئی، لیکن جو لوگ اس تاریخی حقیقت سے واقف ہین، کہ جب کبھی کسی شہزادہ کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، یا کوئی شہزادہ اس طرح قتل ہوا ہے، کہ اس کا ثبوت عوام کو نہین ملا ہے تو بہت سے لوگون نے اس سے فائدہ اٹھا کر ملک کو فتنہ کا گھر اور کشت و خون کا بازار بنا دیا ہے، خود اورنگزیب کے سامنے اس کی مثالین موجود تھین، شاہجہان کے عہد مین اس قسم کا واقعہ پیش آچکا تھا، ایسی

حالت مین اگر وہ دارا کو شاہ راہِ عام سے نہ گذارتا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا، کہ ملک مین نہ معلوم کتنے ایسے مدعی پیدا ہو جاتے، جو یہ دعوی کرتے، کہ دارا اصل مین قتل نہین کیا گیا، بلکہ وہ اصلی دارا ہین، خود اورنگزیب کے عہد مین صرف اتنی سی بات پر کہ شجاع اور اس کے لڑکے کا حال بتحقیق طور پر معلوم نہ ہو سکا، دو مرتبہ دو شخصون نے اس دعوی کے ساتھ بغاوت کی کہ وہ شجاع کے لڑکے ہین، ابھی چند دن ہوے کہ بغداد مین ایک نوجوان نے اس بات کا دعوی کیا ہے، کہ وہ زارِ روس کا بڑا لڑکا ہے، یہ اسباب تھے جنکی وجہ سے اورنگزیب کو مجبورًا یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا، ورنہ اُس کے لیے سب سے آسان صورت تو یہ تھی، کہ وہ دارا کو دہلی لانے، وہان بازار سے گذارنے، اپنے خلاف خواہ مخواہ جذبات پیدا کرنے، اور دارالسلطنت کے امن کو خطرہ مین ڈالنے کے بجاے وہ دارا کو کسی غیر معلوم جگہ پر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتا، لیکن ان مشکلات کو مول لینے سے اس کی غرض صرف فتنہ انگیزون کی زبان بندی مقصود تھی، اور بس،

تیسرا الزام جو اورنگزیب پر لگایا جاتا ہے، وہ یہ ہے، کہ اُس نے علما کی ایک مجلس کے سامنے دارا کے عقائد کے متعلق سوال پیش کیا، اور اُن سے فتوی حاصل کر کے اُسے قتل کرایا، اور اس طرح دارا کے قتل کا الزام اُس نے علما کے سر تھوپ دیا، حالانکہ واقعہ یہ ہے، کہ نہ کوئی علما کی مجلس مرتب کیگئی، اور نہ مفتیون کی بزم آراستہ ہوئی، بلکہ یہ الزام اُن کرمفرماؤن کا ہے، جو مسلمان علمار کو متعصب، تنگ خیال، خونخوار، اور غضبناک ثابت کرنا چاہتے ہین، بات صرف اتنی تھی، کہ جس دن دارا کو بازار سے گذارا گیا، اُس کے حامیون نے عام عبرت انگیز جذبات سے فائدہ اٹھا کر شہر مین لوٹ مار شروع کر دی، اور اس سلسلہ مین ملک جیون اور اُس کے آدمیون پر حملہ کر دیا، اب اورنگزیب کے لیے غور طلب مسئلہ یہ تھا، کہ آیا وہ دارا کو اسی طرح نظر بند رکھکر اس فتنہ کو بڑھنے دے، یا اس کا سدِ باب کرے، اس سلسلہ مین مجلسِ مشورت منعقد کی گئی،

اس مین سرکاری افسر بھی تھے، اور اہل علم اصحاب بھی، اور یہ دونون جماعتین دارا کے رویہ، اُسکی افتادِ طبیعت اور اُس کی معاندانہ روش سے پہلے ہی سے بیزار تھین، اسلیے ان کی اکثریت نے یہ طے کیا، کہ دارا کو قتل ہی کر دینا اچھا ہے، اورنگزیب کو اس مین اختلاف تھا، لیکن وہ بھی سمجھتا تھا کہ ایسی حالت مین افسرون اور دوسرے باثر لوگون کی رائے کو ٹھکرانے کے کیا معنی ہین؟ اس لیے اُس نے بھی اُن کی رائے پر عمل کرتے ہوئے قتل کا فتویٰ دیا، اس سلسلہ مین خود اُس کے درباری مورخون کا بیان اس بات کی تردید ہی کہ دارا کا قتل علما کے کسی مذہبی فتویٰ کا نتیجہ تھا، عالمگیر نامہ لکھتا ہے:۔

"خدیوِ جہان با ہم بحکم دین پروری و شریعت گستری وہم باقتضاے مصلحت دولت وسروری ستردن غبارِ وجود شر آمود . . . . لازم آمدہ" (ص ۴۳۲)

صاحبِ مآثر عالمگیری نے صرف اس بیان پر اکتفا کیا ہی کہ

"چوں بوجوہ ؟ ستردن غبار او . . . . . . لازم آمد" (ص ۲۷)

عمل صالح نے صرف دارا کے قتل کا تذکرہ کیا ہی، اور ظفرنامۂ عالمگیری مین اتنا بھی نہین ملتا، تاریخ شاہ شجاعی کا بھی یہی حال ہے، بلکہ اُس نے تو اس مجلس کا حال ان الفاظ مین لکھا ہی کہ

"اول چناں مقرر شد کہ سلطان دارا شکوہ را نیز مثل سلطان مرادبخش بقلعۂ گوالیار فرستادہ نگاہ دارند، آخر حسب الصلاح مہد علیا روشن آرا بیگم و دیگر خیر اندیشاں ازاں ارادہ متخلف گشتہ" (ص ۱۴۲ ب)

اسی سلسلہ مین دو باتین اور قابل بیان ہین، اوّل یہ کہ دارا کے متعلق مغربی مورخون اور سیاحون کا بیان ہے، کہ مرتے وقت وہ عیسائی عقائد کا قائل تھا، اور دوسری بازاری گپ یہ ہے، کہ اورنگزیب نے دارا کی لاش کے ساتھ اچھا برتاؤ نہین کیا، لیکن یہ دونون باتین بے بنیاد اور سرتاپا غلط اور لغو ہین،

سلیمان شکوہ | مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ اس جگہ سلیمان شکوہ کا حال بھی بیان کر دیا جائے
ہم دیکھ آئے ہین، کہ کس طرح دارا نے اُسے شاہ شجاع سے صلح کرکے واپس آنیکو لکھا تھا، لیکن
ابھی وہ راستہ ہی مین تھا، کہ اُسے دارا کی شکست اور اورنگزیب کی فتحِ اکبرآباد کی اطلاع ملی، اِس
اطلاع کے ساتھ ہی مہاراجہ جے سنگھ اور دوسرے افسرون نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور وہ
مختلف جگہ کی ٹھوکرین کھاتا ہوا، بالآخر گڑھوال کے علاقہ مین راجہ سری نگر کے یہان پناہ گزین ہوا،
راجہ نے ایک بہادر راجپوت کی طرح مشرقی میزبان کے خدمات انجام دیئے، اور اوسے اورنگزیب
کے آدمیون کے حوالہ کرنے سے نہ صرف انکار کر دیا، بلکہ جب اُسے معلوم ہوا، کہ اس کا وزیر شہزادہ
کو زہر دینے کی فکر مین ہے، تو اُس نے انتہائی غضب مین اُسے قتل کرا دیا، مگر راجہ کا بیٹا اخلاق
سے زیادہ مادّی منفعت کا خیال رکھتا تھا، اس لیے اُس نے غریب الدیار شہزادہ کو دھوکے سے
گرفتار کرا دیا، جب اورنگزیب کی خدمت مین پیش کیا گیا، تو اورنگزیب نے اس کو تسلی دلاتے ہوئے کہا
کہ وہ گھبرائے نہین، اُسے کسی قسم کی جسمانی اذیت نہین پہنچائی جاے گی، بلکہ دوسرے شہزادون
کی طرح گوالیار مین رکھا جائے گا، چنانچہ وہ گوالیار بھیجدیا گیا، اور یہان اپنی موت سے جو شوال سنہ ۱۰۷۲
(مئی سنہ ۱۶۶۲ء) مین واقع ہوئی، قید جسمانی اور قید خاکی دونون سے رہا ہوا،

اورنگزیب کی تخت نشینی | ہم لکھ آئے ہین کہ کس طرح اورنگزیب نے اپنے بھائیون کے خلاف ابتدا ہی مین
اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان نہین کیا تھا، بلکہ اُس کا خیال تھا، کہ وہ شاہجہان کو دارا کے ہاتھ سے آزاد
کرکے اُسی کو صاحبِ اختیار بنا دے گا، لیکن آگرہ پہنچکر جب اس نے دیکھا کہ شاہجہان، اس کی جان کا
گاہک اور اس کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے، تو اُس نے اس مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا، اور شاہجہان کی
کارروائیان اس کے خیال کو مستحکم کرتی گئین، تا آنکہ جب وہ دہلی پہنچا، تو اُس نے محسوس کیا، کہ صرف
ایک شہزادہ کی حیثیت سے وہ اتنا اثر و اقتدار جو اُسے ضروری تھا، حاصل نہین کر سکتا تھا، اس لیے

یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ (۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء) کو شالامار باغ مین سرسری طور سے تخت نشینی کے مراسم ادا کیے،
اور اس کے بعد ہی پنجاب کی طرف روانہ ہوگیا، اس کے ساتھ ہی اُس نے شاہجہان کو لکھ دیا، کہ وہ
ابتدائً اتنی بھی جرأت نہ کرسکتا تھا، لیکن جب اُس نے دیکھا، کہ اس طرح کام نہین چل سکتا، تو اُسنے
مجبورًا بادشاہت کا اعلان کردیا ہے، اور جونہی حالات موافق ہونگے، وہ شاہجہان کو تخت حوالہ
کردے گا، مگر اس کے بعد شاہجہان نے دارا کی حمایت اور شجاع کو بہکانے مین، جس سرگرمی کا اظہار
کیا، اُس کو کامل ایک سال دیکھتے رہنے اور شاہجہان سے مایوس ہونے کے بعد اُس نے عام طور
سے اپنی تخت نشینی کا اعلان کیا، کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خود اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا، بہرحال یہ
رسم نہایت تزک واحتشام، شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ رمضان شریف کے مبارک
مہینہ کی ۲۴ تاریخ (۵ جون ۱۶۵۹ء) کو عمل مین آئی، اور اورنگزیب "ابوالمظفر محی الدین اورنگزیب
عالمگیر بادشاہ غازی" کے نام سے جلوہ آرائے سریر حکومت ہوا، مختلف اشخاص نے مختلف تاریخین
کہین، مسٹر بیل نے مفتاح التواریخ مین اُن کو ایک جگہ جمع کردیا ہی، اب وہ ہندوستان کا تنہا بادشاہ
بنگیا، رقعات عالمگیری کی پہلی جلد انھین واقعات پر ختم ہوئی ہی، اسلیے یہ مقدمہ یا کتاب کی پہلی جلد کا
یہ مفصل تبصرہ یہین ختم ہوتا ہی آخر مین صرف یہ کہنا ہی کہ عالمگیر ایک انسان تھا، انسانیت سے بالاتر
جذبات کی توقع ہم اُس سے نہین کرسکتے، دیکھنا صرف یہ ہی کہ مغل شہزادون کے سوانح حیات کے مرقع مین
اُسکی تصویر اگر ہمایون سے زیادہ خوشنما نہین تو اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان سے زیادہ بری بھی نہین،

والکمال للہ وحدہٗ،

لہ اسی سلسلہ مین تاریخ شاہ شجاعی کا یہ بیان بھی قابل غور ہے کہ تخت نشینی کے وقت شاہجہان نے سرکاری جواہرات،
تخت طاؤس وغیرہ دینے سے ابتدائً انکار کردیا تھا، اور جب دیا تو تخت کے بعض جواہرات نکال لئے، واللہ اعلم بالصواب